"کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ"
کتاب جسکے دلائل و آیات، مضبوط ہیں اور پھر مفصل بیان کیے گئے ہیں ایک حکمت والے خبردار کی طرف سے
معین الارواح
(نظر ثانی شدہ)
حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری کے حالات کی مؤرخانہ تحقیق
بشمول
سوانح۔ سیرۃ۔ تعلیمات۔ اوراد و وظائف۔ اہل عقیدت کی حاضریاں۔ عمارات و مراسم درگاہ۔ کرامات۔ تاریخ اجمیر
مرتبہ
محمد خادم حسن زبیری معینی گدڑی شاہی مرادآبادی مہاجر اجمیر القدس
ناشر
میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

"كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ"

کتاب جسکے دلائل (آیات) مضبوط ہیں اور پھر مفصل بیان کئے گئے ہیں ایک حکمت والے خبردار کی طرف سے

معین الارواح

(نظر ثانی شدہ)

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیریؒ کے حالات کی مورخانہ تحقیق

بشمول

سوانح۔ سیرۃ۔ تعلیمات۔ اوراد و وظائف۔ اہل عقیدت کی حاضریاں۔ عمارات و مراسم درگاہ۔ کرامات۔ تاریخ اجمیر

مرتبہ

محمد خادم حسن زبیری معینی گدڑی شاہی مراد آبادی مہاجر اجمیر القدس

ناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

ناظرین

بمصداق "الانسان مرکب من الخطاء والنسیانؒ". انتہائی احتیاط کے باوجود ہو کتابت سے بعض غلطیاں ہو گئی ہیں. کتاب پڑھنے سے پہلے بموجب صحت نامہ غلطیاں درست فرمالیں تاکہ صحیح چیز نظر کے سامنے آئے. صحت نامہ کتاب کے آخر میں درج ہے

خاکسار
مہتمم طباعت

فہرست مضامین

مندرجہ ذیل کتب کی روایات و حوالہ جات سے یہ کتاب مرتب کی گئی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱	انیس الارواح	حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیریؒ	سنہ ۵۸۲ھ بعہد غریب نوازؒ	مطبوعہ	فارسی	مجتبائی پریس دہلی
۲	گنج اسرار	ایضاً	بعہد سلطان شمس الدین	قلمی	"	نادر الوجود نزد حضرت مصنف
۳	سیر العارفین	مولانا مخدوم حامد اللہ المعروف بہ جمال بن فضل اللہ سہروردی ملتانی دہلویؒ	بعہد ہمایوں	مطبوعہ	"	مطبع رضوی دہلی
۴	سیر الاقطاب	مرتبہ اللہ دیہ	بعہد شاہجہان	مطبوعہ	"	نولکشور پریس لکھنؤ
۵	اقتباس الانوار	شیخ محمد اکرم	"	"	"	مطبع اسلامیہ لاہور
۶	خزینۃ الاصفیا جلد اول	غلام سرور اسدی لاہوری	سنہ ۱۲۸۰ھ	"	"	ثمر ہند پریس لکھنؤ
۷	احسن السیر	محمد اکبر جہان اجمیری	سنہ ۱۲۹۴ھ	"	اردو	مفید عام پریس آگرہ مطبوعہ سنہ ۱۳۰۳ھ
۸	اخبار الاخیار	مولانا عبد الحق محدث دہلویؒ	.	"	فارسی	مجتبائی پریس دہلی
۹	وقائع شاہ معین الدین چشتی	منشی بابو لال	سنہ ۱۸۸۸ء	"	"	نولکشور پریس لکھنؤ
۱۰	تاریخ فرشتہ (جلد اول)	محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی	سنہ ۱۰۱۵ھ	"	فارسی	ایضاً
۱۱	بایوگرافیکل ڈکشنری	از ٹامسن ولیم بیل نظر ثانی شدہ ہنری جارج کین	سنہ ۱۸۹۴ء	"	انگریزی	ڈبلیو۔ ایچ۔ ایلن اینڈ کو۔ لندن
۱۲	لٹریری ہسٹری آف پرشیا	از ڈاکٹر براؤن	سنہ ۱۹۰۶ء	"	"	ٹی۔ فشر انوین لمیٹیڈ۔ لندن
۱۳	مولد عطائے رسول	علامہ احمد علی	.	"	عربی	.
۱۴	تذکرۃ العابدین	مولوی نذیر احمد دیوبندی	سنہ ۱۳۱۷ھ	"	اردو	تجارتی پریس علی گڑھ
۱۵	مراۃ الاسرار	مرتبہ عبد الرحمن بن عبد الرسول بن قاسم شاہ عباس العلوی چشتی	"	قلمی	فارسی	یہ کتاب ریاست رامپور کے کتب خانہ میں ہے
۱۶	نفحات الانس	مولانا عبد الرحمن جامیؒ	سنہ ۸۸۱ھ	مطبوعہ	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۱۷	سبع سنابل	حضرت میر عبد الواحد بن سید ابراہیم بلگرامیؒ	سنہ ۱۳۰۰ھ	"	"	مطبع نظامی کانپور
۱۸	سیر الاولیا	مولانا سید مبارک العلوی	آٹھویں صدی ہجری	"	"	مطبع محب ہند دہلی مطبوعہ ۱۳۱۱ھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱۹	تاریخ تراب	محمد تراب علی خاں	۱۳۱۰ھ	مطبوعہ	اردو	مطبع عالی جاہ لشکر گو الیار
۲۰	جوامع الکلم	حضرت سید محمد گیسو دراز گلبرگوی	شروع نویں صدی ہجری	مطبوعہ	فارسی	انتظامی پریس۔ عثمان گنج کانپور
۲۱	تذکرۃ الاولیائے ہند		۱۳۳۲ھ	〃	اردو	میور پریس دہلی مالک بلاقی پریس
۲۲	محمڈن ڈائنیسٹریز	لین پول	〃	〃	انگریزی	اسٹیفن آسٹن اینڈ سنس لندن
۲۳	دلیل العارفین	حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	بعہد خواجہ غریب نوازؒ	〃	فارسی	مجتبائی پریس دہلی
۲۴	مسالک السالکین (جلد دوم)	محمد عبدالستار سہسرامی	چودہویں صدی ہجری	〃	اردو	مفید عام پریس آگرہ
۲۵	مراۃ الانساب	مولوی ضیاء الدین وکیل	۱۹۱۷ء	〃	〃	رحیمی پریس۔ جے پور
۲۶	مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت (انیس الارواح و دلیل العارفین و فوائد السالکین و راحت القلوب)	حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ و بابا فرید الدین گنج شکرؒ و حضرت نظام الدین اولیا علیہم رحم	حضرات خواجگان چشت 〃	〃	ترجمہ اردو	مسلم پریس دہلی 〃
۲۷	ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی۔ جلد نہم	مترجمہ حکیم احمد حسین	〃	〃	〃	مطبع انوار احمدی الہ آباد 〃
۲۸	فوائد السالکین	بابا فرید الدین گنج شکرؒ	ساتویں صدی ہجری	〃	ترجمہ اردو	انقلاب اسٹیم پریس لاہور۔
۲۹	انوار العارفین	حافظ محمد حسین	۱۲۹۰ھ	〃	فارسی	صدیقی پریس بریلی
۳۰	طبقات ناصری	قاضی منہاج الدین سراج	بعہد ناصر الدین	〃	〃	〃
۳۱	سیر العارفین	شیخ جمالی الدین ناگوری		〃	ترجمہ اردو	نولکشور پریس لکھنؤ
۳۲	اسرار الاولیا	مرتبہ خواجہ بدر الدین اسحاقؒ	ساتویں صدی ہجری	〃	〃	تجارتی پریس لاہور
۳۳	ترجمہ فقر نامہ المعروف بہ کشف الاسرار مع سوانح عمری	حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری مترجمہ شمس الدین ایزدی	پانچویں صدی ہجری	〃 〃	〃 〃	اسٹیم پریس لاہور
۳۴	مکتوبات خواجہ معین الدین چشتیؒ	مرقومہ خواجہ غریب نوازؒ	بعہد غریب نوازؒ	مطبوعہ	ترجمہ اردو	تجارتی پریس۔ لاہور
۳۵	راحت القلوب	حضرت نظام الدین اولیاؒ	ساتویں صدی ہجری	〃	〃	اسٹیم پریس۔ لاہور
۳۶	افضل الفوائد	حضرت امیر خسروؒ	آٹھویں صدی ہجری	〃	〃	〃 〃 〃
۳۷	راحت المحبین حصہ دوم افضل الفوائد	〃	〃	〃	〃	〃 〃 〃

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۳۸	فوائد الفوائد	مرتبہ امیر حسن علی سنجری	آٹھویں صدی ہجری	مطبوعہ	ترجمہ اردو	اسٹیم پریس لاہور
۳۹	ترجمہ مفتاح العاشقین	مرتبہ محب اللہ ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	"	"	"	حجازی پریس دہلی
۴۰	سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس	مرتبہ حمید قلندر دہلوی مترجمہ صوفی غلام احمد	"	"	"	مسلم پریس دہلی
۴۱	تاریخ شوکت محمدی	مرتبہ میر نیاز علی بروانی مترجمہ مولانا افضل ٹونکی	چودھویں صدی ہجری	"	اردو	مفید عام پریس آگرہ
۴۲	رسالہ شگوفہ	پیرزادہ سید مختار علی	"	"	اردو	صوفی پریس اجمیر
۴۳	ہسٹری کلچر آف اجمیر اینڈ دی کلچر آف پشکر	پنڈت گوری شنکر ایچ اوجا	۱۹۴۳ء	مطبوعہ	انگریزی	اسکاٹش مشن انڈسٹریز کمپنی لمیٹڈ۔ اجمیر
۴۴	اکبر نامہ (جلد دوم)	علامہ ابو الفضل	عہد اکبری	"	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۴۵	منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی	۹۹۵ھ	"	"	"
۴۶	مونس الارواح	جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں	عہد شاہجہانی	قلمی	فارسی	بمقام اجمیر ۱۰۴۹ھ میں کتابت ہوئی صفحات پر بندسہ شمار نہیں ہے
۴۷	خاندان زبیری کنبوی (جلد اول)	مولوی رحیم احمد صاحب قیصری	۱۹۵۰ء			
۴۸	طبقات اکبری	ابو الفضل	عہد اکبری	مطبوعہ قلمی	اردو فارسی	مسلم یونیورسٹی علی گڈھ یہ کتاب تحسین احمد صاحب کے کتب خانہ میں ہے
۴۹	انڈیا آف اورنگ زیب	ڈاکٹر جادو ناتھ سرکار	۱۹۱۲ء	"	انگریزی	کنتالائن پریس۔ کلکتہ
۵۰	تاریخ سلف	مولانا عبد الباری معنی اجمیری	چودھویں صدی ہجری	مطبوعہ	اردو	عزیزی پریس آگرہ
۵۱	انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا جلد نمبر ۱۹ از آر۔ ٹو۔ ایس	مرتبہ کیمبرج یونیورسٹی لندن	لیٹسٹ ایڈیشن	"	انگریزی	کیمبرج یونیورسٹی لندن
۵۲	سوانح عمری شیخ سعدی	خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی	چودھویں صدی ہجری	"	اردو	مفید عام پریس آگرہ
۵۳	سوانح مولانا جلال الدین رومی	مولانا شبلی نعمانی	"	"	"	مطبع مجتبائی جدید دہلی
۵۴	تاریخ فرشتہ جلد دوم	محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی	۱۰۱۵ھ	"	ترجمہ اردو	نولکشور پریس لکھنؤ
۵۵	مواہب الرب المعین فی مناقب القطب خواجہ معین الدینؒ	مفتی محمد تمیم	"	"	عربی	مطبع فردوسی مدراس
۵۶	گلزار ابرار	مولانا غوثی شطاری	عہد جہانگیری	"	ترجمہ اردو	"
۵۷	تاریخ کٹرہ مانک پور	منشی عبد اللہ خاں علوی	۱۹۱۶ء	"	"	قیصر ہند پریس الہ آباد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۵۸	اجمیر سٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو	مرتبہ ہربلاس ساردا	سنہ ۱۹۴۱ء	مطبوعہ	انگریزی	فائن آرٹ پرنٹنگ پریس اجمیر
۵۹	کتاب تحقیقات چشتی	مؤلفہ نور احمد چشتی لاہوری	سنہ ۱۲۸۳ھ / سنہ ۱۸۶۷ء	〃	اُردو	کوہ نور پریس لاہور
۶۰	غیاث اللغات	مولانا غیاث الدین	〃	〃	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۶۱	مفتاح التواریخ	مرتامس ولیم بیل	سنہ ۱۸۶۲ء	〃	〃	〃
۶۲	آتشکدۂ آذر	حاجی لطف علی بیگ آذر ایرانی	〃	〃	〃	فتح الکریم بمبئی
۶۳	روضۃ الصفا	محمد ابن خاوند شاہ	〃	〃	〃	نولکشور پریس لکھنؤ
۶۴	فتح البلدان	مؤلفہ بلاذری مترجمہ ابو الخیر مودودی	تیسری صدی ہجری مترجمہ سنہ ۱۹۳۰ء	〃	ترجمہ اردو	دار الطبع جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن
۶۵	ترجمہ آئین اکبری (جلد سوم)	مؤلفہ ابو الفضل مترجمہ محمد فدا علی صاحب طالب	مترجمہ سنہ ۱۳۵۸ھ / سنہ ۱۹۳۹ء	〃	〃	〃
۶۶	ریلوے ٹائم ٹیبل	بی۔ بی۔ اینڈ سی۔ آئی۔ آر	ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۳ء	〃	انگریزی	
۶۷	تقویم ہجری و عیسوی	ابو النصر خالدی ایم۔ اے	سنہ ۱۹۳۹ء	〃	اردو	لطیفی پریس دہلی
۶۸	ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی		〃	قلمی	فارسی	〃
۶۹	اسرار الواصلین	احمد اختر شاہ	بعہد بہادر شاہ ثانی	مطبوعہ	اردو	کریمی پریس، لاہور
۷۰	نقشہ مڈل ایسٹ	سنڈے نیوز ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء	سنہ ۱۹۳۶ء	〃	انگریزی	مطبوعہ لندن
۷۱	نقشہ ایشیاء کوچک و	مرتبہ عنایت محمد لاہوری	〃	〃	اردو	قومی اسٹیم پریس لاہور
	نقشہ یورپ، ایشیا	آرٹسٹ	〃	〃	〃	〃
	افریقہ اور آسٹریلیا	〃	〃	〃	〃	〃
۷۲	نقشہ تاج اٹلس	〃	〃	〃	انگریزی	〃
۷۳	حیات غوثیہ	مقبول احمد نظامی	چودھویں صدی ہجری	〃	اردو	روز بازار اسٹیم پریس امرتسر
۷۴	جواہر فریدی	مولانا محمد علی اصغر چشتی	سنہ ۱۰۳۳ھ	〃	〃	کریمی پریس لاہور
۷۵	خزینۃ الاصفیا (جلد دوم)	مولوی غلام سرور اسدی لاہوری	سنہ ۱۳۳۰ھ	〃	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۷۶	معین الاولیا	قاضی سید امام الدین حسن	سنہ ۱۳۱۴ھ	〃	〃	معین الہند پریس اجمیر
۷۷	ترجمہ تاریخ فرشتہ (جلد چہارم)	مترجمہ مولوی فدا علی طالب	سنہ ۱۳۴۵ھ / مترجمہ سنہ ۱۹۲۶ء	〃	اردو	دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
۷۸	الفرقان	مولانا عبد الحلیم شرر	〃	〃	〃	دلگداز پریس لکھنؤ
۷۹	سفینۃ الاولیا	داراشکوہ	بعہد شاہجہاں	قلمی	فارسی	بنسخہ شیخ محمد واسع دعبد ابجد آبادی نے سنہ ۱۲۶۸ھ میں نقل کیا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۸۰	تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام	شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری	سنہ ۱۹۲۴ء	مطبوعہ	اُردو	نولکشور پریس لکھنؤ
۸۱	تاریخ ہندوستان (جلد اول)	مولوی ذکاء اللہ دہلوی پروفیسر میور سنٹرل کالج الہ آباد	سنہ ۱۹۰۷ء	〃	〃	مجتبائی پریس، دہلی
۸۲	کتاب بحر ذخار	مولانا وجیہ الدین اشرف	بہ عہد محمد شاہ	قلمی	فارسی	〃
۸۳	میڈیول انڈیا	ڈاکٹر ایشوری پرشاد	سنہ ۱۹۲۵ء ایڈیشن	مطبوعہ	انگریزی	انڈین پریس لیمیٹڈ الہ آباد
۸۴	ترجمہ انیس الارواح	حضرت خواجہ غریب نوازؒ	〃	〃	اردو	انقلاب اسٹیم پریس لاہور
۸۵	ترجمہ دلیل العارفین	حضرت خواجہ قطب الدینؒ	〃	〃	〃	〃
۸۶	تاریخ اسلام (جلد پنجم) یعنی اقبال نامہ اکبری	خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ دہلوی	سنہ ۱۸۹۷ء	〃	〃	شمس المطابع دہلی
۸۷	گنجینۂ سروری باسم تاریخ گنج تاریخ	مفتی محمد غلام سرور اسدی لاہوری	سنہ ۱۲۹۴ھ	〃	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۸۸	صولت افغانی	حاجی زردار خاں	سنہ ۱۲۸۹ھ	〃	اردو	〃
۸۹	تذکرۃ الاولیائے بیجاپور	〃	〃	قلمی	〃	یہ قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے
۹۰	اکمل التواریخ	مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری بدایونی	〃	مطبوعہ	〃	مطبع قادریہ بدایوں
۹۱	جغرافیہ خلافت مشرقی	جی۔ بی۔ اسٹرینج مترجمہ محمد جمیل الرحمٰن مددگار پروفیسر	〃	〃	〃	شایع کردہ دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن
۹۲	کشف الاسرار	خواجہ غریب نوازؒ	چھٹی صدی ہجری	قلمی	فارسی	نزد حضرت مصنف
۹۳	مشارق الانوار	مرتبہ رضی الدین حسن	〃	مطبوعہ	اردو	مطبع نظامی کانپور
۹۴	بلیس اورینٹل ڈکشنری	از تھامسن ولیم بیل	سنہ ۱۸۹۴ء	〃	انگریزی	ڈبلو۔ ایچ۔ ایلین۔ اینڈ کو لیمیٹڈ لندن
۹۵	نقشہ ایشیا	از نوبت رائے	〃	〃	اردو	شایع کردہ انڈین بکڈپو موتی کیٹرہ
۹۶	بستان المفردات	حکیم محمد عبد الحکیم	سنہ ۱۳۲۶ھ	〃	〃	مطبع مجتبائی، چوک لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۹۷	نیو ہسٹری آف انڈیا	ڈاکٹر ایشوری پرشاد	بیسویں صدی عیسوی	مطبوعہ	اردو	دی انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد
۹۸	ورلڈ وائڈ اٹلس	〃	〃	〃	انگریزی	〃
۹۹	افاضات حمید	قاضی رحمن بخش متوطن قصبہ حل	ربیع الثانی	〃	اردو	شاہجہانی پریس دہلی
〃	〃	قافیاں پرگنہ ناگور	سنہ ۱۳۳۶ھ			〃
۱۰۰	کریما	شیخ سعدی شیرازی	ساتویں صدی ہجری	〃	فارسی	مطبع محمدی بمبئی
۱۰۱	گلستاں	〃	〃	قلمی	〃	〃
۱۰۲	ترجمہ مونس الارواح	جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں	عہد شاہجہانی	مطبوعہ	ترجمہ اردو	مطبع نامی لکھنؤ
۱۰۳	ماہتاب اجمیر	مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی	〃	〃	اردو	مصطفائی پریس آگرہ
۱۰۴	دی ہولی سینٹ آف اجمیر	از محمد علی الحاج سالین	سنہ ۱۹۳۹ء	〃	انگریزی	ویسٹرن پرنٹرز اینڈ پبلشرز پریس بمبئی
۱۰۵	معارج النبوۃ فی	ملا معین الدین کاشفی	نویں صدی ہجری	مطبوعہ سنہ ۱۹۳۶ء	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
	مدارج الفتوۃ	〃				
۱۰۶	گائیڈ ٹو درگاہ خواجہ صاحب	مولانا عبد الباری معنی اجمیری	سنہ ۱۹۳۹ء	مطبوعہ سنہ ۱۹۵۰ء	انگریزی	ویدک یترالیا پریس۔ اجمیر
۱۰۷	کے۔ جان جنرل اٹلس			مطبوعہ	〃	〃
۱۰۸	دیوان معین	خواجہ غریب نوازؒ	بعہد غریب نوازؒ	مطبوعہ	فارسی	مجتبائی پریس۔ کانپور
۱۰۹	دیوان معین	〃	〃	قلمی	〃	یہ نسخہ نواب مردان علی خاں صاحب
〃		〃	〃	〃	〃	کے کتب خانہ میں اب یورپ میں موجود ہے
۱۱۰	ترجمہ جواہر اللغات	منشی بشمبر دیال	بار سوم مطبوعہ سنہ ۱۹۲۹ء	مطبوعہ	ترجمہ اردو از فارسی	خیل پریس۔ الہ آباد
۱۱۱	نقشہ انڈین یونین اینڈ پاکستان	پی۔ این۔ کشن بی اے آرٹسٹ		مطبوعہ	اردو	شایع کردہ انڈین بکڈپارٹمنٹ
۱۱۲	غزانامہ مسعود	عنایت حسین قنوجی	سنہ ۱۲۸۴ھ	〃	〃	مطبع نظامی کانپور
۱۱۳	تاریخ جدولیہ	خادم علی سندیلوی	سنہ ۱۲۶۹ھ	〃	〃	نولکشور پریس لکھنؤ
۱۱۴	رشحات	مولانا فخر الدین علی ابن حسین الواعظ	سنہ ۹۰۹ھ	مطبوعہ سنہ ۱۸۹۶ء	فارسی	نولکشور پریس کانپور
〃	〃	الکاشفی الشہیر بہ صفی	〃	〃	〃	〃
۱۱۵	حضرات القدس	ترجمہ مولانا خواجہ حسین خان ردولوی				
〃	(دفتر دوم)	مصنفہ بدرالدین سرہندی خلیفہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی	بعہد مجدد الف ثانی	مطبوعہ	ترجمہ اردو	مشہور عالم پریس لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱۱۶	تذکرۃ السادات	شیخ احمد بن محمود اکبر	بعہد بہادر شاہ	مطبوعہ سنہ ۱۸۸۱ء	فارسی	نور الابصار۔ الہ آباد
۱۱۷	فیہ ما فیہ	مکتوبات مولانا روم مترجمہ عبد الماجد صاحب دریابادی	بعہد مولانا روم	مطبوعہ	فارسی	مطبع معارف اعظم گڈھ
۱۱۸	ترجمہ تاریخ راج پرستی	رنجور ببٹ مترجم دیبی پرشاد	بعہد راجا راج سنگھ	مطبوعہ	ترجمہ اردو از سنسکرت	نولکشور پریس کانپور
۱۱۹	تاریخ گلستان ہند	کنور درگا پرشاد	سنہ ۱۸۸۶ء		فارسی	
۱۲۰	جلد سوم آئین اکبری حصہ دوم	علامہ ابوالفضل	عہد اکبری	مطبوعہ	"	نولکشور پریس، لکھنؤ
۱۲۱	نگارستان سخن	سید نور الحسن	سنہ ۱۲۹۳ھ	مطبوعہ	"	"
۱۲۲	شمع انجمن	نواب صدیق حسن خاں	سنہ ۱۲۹۳ھ	"	"	"
۱۲۳	صبح گلشن	سید علی حسن خاں	سنہ ۱۲۹۴ھ	"	"	مطبع فیض شاہجہانی
۱۲۴	مختصر تاریخ اہل ہند (حصہ دوم)	ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر مترجم ایچ۔ آر ولیم	"	مطبوعہ سنہ ۱۸۸۵ء	اردو	گورنمنٹ پریس۔ الہ آباد
۱۲۵	سیر گلشن ہند	یاور علی	سنہ ۱۸۶۷ء	مطبوعہ	اردو	نولکشور پریس کانپور
۱۲۶	ترجمہ تاج المآثر (جلد دوم)	حسن نظامی مترجم الیٹ	"	"	ترجمہ انگریزی از فارسی	"
۱۲۷	برہان قاطع	محمد حسین برہان	"	"	فارسی	مطبع حیدری بمبئی
۱۲۸	ہسٹری آف انڈیا	وی۔ اے۔ اسمتھ	"	مطبوعہ سنہ ۱۹۲۱ء	انگریزی	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔ لندن
۱۲۹	ہسٹری آف انڈیا (حصہ اول)	اے۔ مارسڈن	"	مطبوعہ سنہ ۱۹۱۸ء	"	طبع کردہ میکملن اینڈ کو لندن
۱۳۰	نظر ثانی شدہ ہسٹری آف انڈیا	سی۔ ایف۔ ڈیلافوس	"	مطبوعہ ۱۹۱۷ء	"	" " "
۱۳۱	تاریخ عالم (نظر ثانی شدہ)	سید علی حسن خاں	"	مطبوعہ	اردو	کرزن اسٹیم پریس دہلی
۱۳۲	ترجمہ مطلع العلوم و مجمع فنون (جلد اول و دویم)	واجد علی خاں مترجم منشی زین العابدین مراد آبادی	سنہ ۱۲۶۲ھ	"	ترجمہ اردو	نولکشور پریس لکھنؤ
۱۳۳	دوازدہ صوبہ	علامہ ابوالفضل	عہد اکبری	قلمی	فارسی	یہ نسخہ سنہ ۱۳۳۹ھ میں سید نجف علی (از اسلاف سراج دہلوی) نے نقل کیا
۱۳۴	دی فرسٹ جاگرفی	"	"	مطبوعہ	انگریزی	طبع کردہ کلکتہ اسکول بک سوسائٹی کلکتہ
۱۳۵	رسالہ الناظر	"	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	"	اردو	الناظر پریس، لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱۳۶	دی رائل انڈین ورلڈ اٹلس	جے۔ سی۔ بارتھولومیو	״	مطبوعہ	انگریزی	طبع کردہ نیلسن اینڈ سنس لندن
۱۳۷	تواریخ آئینہ ہند	منشی بلاقی داس مالک اخبار سفیر ہند	״	مطبوعہ	اردو	میور پریس دہلی
۱۳۸	اعجاز قلندری	محمد رکن الدین	״	مطبوعہ	״	رفاہ اسٹیم پریس ساڈھورا (انبالہ)
۱۳۹	جامع التواریخ	قاضی فقیر محمد	״	״	فارسی	نولکشور پریس لکھنؤ
۱۴۰	ہمایوں نامہ گلبدن مع شرح	گلبدن بیگم ہمشیرہ ہمایوں بادشاہ	بعہد ہمایوں	״	״	انوار احمدی پریس۔ الہ آباد
۱۴۱	جواہر اللغات	پنڈت راج ناتھ رائے بہادر	״	״	״	نیشنل پریس الہ آباد
۱۴۲	صنادید عجم	مہدی حسین ناصر	سنہ ۱۳۴۲ھ	״	اردو	شانتی پریس الہ آباد
۱۴۳	مآثر الکرام (دفتر اول)	میر غلام علی آزاد بلگرامی	سنہ ۱۸۲۰ء	مطبوعہ سنہ ۱۹۱۰ء	فارسی	مفید عام پریس۔ آگرہ
۱۴۴	مختصر سیر ہندوستان	محمد وحید اللہ	״	مطبوعہ	״	دبدبہ حیدری آگرہ
۱۴۵	سین سنسار یعنی تاریخ عالم	منشی شنکر سہائے	سنہ ۱۸۹۲ء سنہ ۱۹۳۹ بکرمی	مطبوعہ	اردو	مطبع کوہ نور لاہور
۱۴۶	تواریخ ہفت قلزم	منشی گوری شنکر	״	مطبوعہ سنہ ۱۳۰۹ھ	״	مطبع ستارہ ہند
۱۴۷	چراغ دہلی	از مرزا حیرت دہلوی	״	مطبوعہ	اردو	״
۱۴۸	المشاہیر	مولوی فیض احمد صاحب بیری [illegible]	״	״	״	نامی پریس میرٹھ
۱۴۹	سیرۃ النبی	شبلی نعمانی	تیرہویں صدی	״	״	نامی پریس کانپور
۱۵۰	قرۃ الناظر ترجمہ حاصل المتن	مترجمہ مولوی ذو الفقار احمد نقوی	مطبوعہ سنہ ۱۳۳۷ھ	״	فارسی	مطبع سلطانی بھوپال
״	خلاصۃ المفاخر	مصنفہ امام یافعی متوفی سنہ [illegible]	مطابق سنہ ۱۹۱۹ء	״	״	״
۱۵۱	ترجمہ کتاب گرو گورکھ ناتھ جی	مترجم جیدہ شرا	مطبوعہ سنہ ۱۹۹۰ بکرمی	مطبوعہ	ہندی	لکشمی وینکٹیشور پریس بمبئی
۱۵۲	رسالہ حبس دم	״	״	قلمی	فارسی	یہ رسالہ قاضی سراج الدین صاحب
״	״	״	״	״	״	دہرلپوری کے کتب خانہ میں ہے

مندرجہ ذیل کتب اس تحقیق کے سلسلہ میں نظر سے گذریں

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱	ذکر خواجہ	مقبول احمد نظامی	"	مطبوعہ	اردو	انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ
۲	عطائے رسول	مولانا عبد الرحمن موصلی	"	"	"	مجیدی پریس اجمیر
۳	ہندوستان میں عرفان کی پہلی تجلی	مقبول احمد نظامی	"	"	"	"
۴	سوانحعمری خواجہ عثمانؒ	سید اعجاز علی	چودھویں صدی ہجری	"	"	معین پریس اجمیر
۵	سوانحعمری غریب نوازؒ	سیماب اکبر آبادی	"	"	"	"
۶	سوانحعمری غریب نوازؒ	حافظ خلیل احمد دہلوی	"	"	"	"
۷	بڑی سوانح عمری	•	"	"	"	"
۸	کتاب التحقیق	منشی امین الدین خاں مفتوں	چودھویں صدی ہجری	"	"	صوفی پریس اجمیر
۹	کامل سوانحعمری غریب نوازؒ	مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی	"	"	"	مرتضائی پریس آگرہ
۱۰	بہار معین	•	"	"	"	حقانی پریس دہلی
۱۱	مختصر البیان	محمد امیر حسین کنکپوری	"	"	"	عزیزی پریس کانپور
۱۲	بوستان خواجہ	•	"	"	"	گلشن عالم پریس اکبرآباد
۱۳	تاریخ نعم القرنین در ذکر خواجہ معین الدین	مولانا ابو الفرح محمد عبد الحمید پانی پتی	"	"	"	ابو العلائی پریس آگرہ
۱۴	تاریخ چہار باغ ہندوستان	محمود عبد اللہ	"	"	"	مطبع نصرت پور میں طبع کرائی
۱۵	اسرار مداری ترجمہ	"	"	"	ترجمہ اردو	مطبع حسینی اثنا عشری دہلی
•	تواریخ مداری	"	"	"	"	"
۱۶	تاریخ بدتلع ہندوستان	پنڈت کشن لال	"	"	اردو	بہار کشمیر پریس لکھنؤ
۱۷	تاریخ تارہ ہند	منشی لوطارام	"	"	"	آئینہ سکندری پریس

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۱۸	خطوط و حالات روس	طبع کردہ محمد سجاد حسین مجیدی		مطبوعہ	اردو	گولا گنج، لکھنؤ
۱۹	رسالہ سخن سنج	حکیم محمد سراج الحق	جنوری ۱۹۲۰ء	〃	〃	دگمبر ازبر پریس لکھنؤ
۲۰	ششش فتح	پنڈت دھرم نرائن	〃	〃	〃	دوسرا اندو پریس، اندور
۲۱	تاریخ خاندان مہاراج سندھیا	〃	۱۹۵۰ء	مطبوعہ	اردو	〃
۲۲	تذکرۃ المتقین (حصہ دویم)	〃		〃	〃	عزیزی پریس کانپور
۲۳	تذکرہ بابر	مولوی محمد حبیب الرحمن خاں شیروانی		〃	〃	شمس الاسلام پریس، حیدرآباد
۲۴	شعر العجم	شبلی نعمانی		〃	〃	معارف پریس، اعظم گڈھ
۲۵	مظہر عرفان	منشی محمد مشتاق مرادآبادی	چودھویں صدی ہجری	〃	〃	نیر اعظم پریس مرادآباد
۲۶	خواجہ فرید الدین	مولانا عبد الباری معنی اجمیری	〃	〃	〃	عزیزی پریس آگرہ
۲۷	مناقب غوثیہ	شاہ فضل اللہ سنکاری	〃	〃	〃	ابو العلائی پریس آگرہ
۲۸	بوستان غوثیہ	شاہ عبد اللطیف ساگری	〃	〃	〃	افضل المطابع دہلی
۲۹	طلسم ہزار	طوطا رام شایاں	〃	〃	〃	نولکشور پریس لکھنؤ
۳۰	مراۃ السلاطین ترجمہ	〃	〃	〃	〃	〃 〃
	سیر المتاخرین	〃	〃	〃		
۳۱	تاریخ رشید الدین خانی	رشید الدین خاں	〃	〃	〃	خورشید پریس
۳۲	مخبر الواصلین	غلام احمد شوق	〃	〃	〃	شمس المطابع مرادآباد
۳۳	منتخب تنقیح الاخبار	راجہ کندن لال بہادر	〃	〃	〃	مطبوعہ کارخانہ حاجی ولی محمد
۳۴	مختصر تاریخ اہل ہند حصہ اول	از ڈاکٹر ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر	〃	〃	〃	گورنمنٹ پریس الہ آباد
۳۵	شہنشاہ ہند ترجمہ ارجمند	از مولوی ظفر الزماں چشتی	〃	〃	〃	مطبع نظامی حیدرآباد دکن
۳۶	بزم صوفیہ	صباح الدین صاحب	〃	مطبوعہ	اردو	معارف پریس اعظم گڈھ
۳۷	مثنوی صمصام الاسلام	مولوی محمد عبد الصمد کلیمی	〃	〃	اردو	ابو العلائی پریس آگرہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	نام مطبع
۳۸	غریب نواز "	مرتبہ بشیر احمد لاہوری	"	"	"	
۳۹	تاریخ صوبہ بہار	مولوی سید علی محمد صاحب	"	"	"	مطبع صبح صادق. عظیم آباد
۴۰	اودھ کا بیان	پنڈت بشمبر ناتھ	"	"	"	مطبع منشی نولکشور لکھنؤ
۴۱	ترجمہ اسرار حقیقی		"	"	ترجمہ اردو	مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور

تعارف

عرصہ تخمیناً پانچ سال کا ہوا کہ "معین الارواح" پہلی بار زیورِ طباعت سے مزین ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اس میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح مقدسہ ذاتی حالات، عادات و خصائل، اشتغال زندگی اور مذہبی و روحانی جذبات کافی وضاحت و تحقیق کیساتھ بیان کئے گئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ملفوظات یعنی وہ مختلف تاریخی واقعات، مذہبی عقائد و خیالات۔ صوفیانہ و درویشانہ لطائف و نکات اور دوسرے مختلف النوع معلومات بہم پہنچائے گئے تھے۔

اس کتاب نے عوام و خواص، امیر و غریب، صوفی و مولوی، دونوں سے یکساں خراج تحسین وصول کیا۔ اور بڑے بڑے مورخین کو اپنی تاریخی معلومات، روایات کی تطبیق واقعات کی تنقید اور اخبار و سنین کی تحقیق سے متاثر کیا ہے۔ عالم تباہی و بربادی کے زمانہ میں طبیعت کے اندرونی اطمینان و سکون کو محفوظ رکھنے میں بڑی حد تک امداد دی۔

"معین الارواح" کی طباعت کے بعد سے فاضل مصنف ہمارے حبیب لبیب اور ادیب قبلہ حاجی نواب محمد خادم حسن صاحب مدظلہ عالی نے مزید تحقیقات پر کمر بستہ ہو کر تمام علایق و موانعات سے یکسو ہو کر مزید تحقیق و انکشاف حالات و واقعات میں مشغول ہو گئے۔ اور چار سال سے زائد اسی بادیہ پیمائی اور لذت گیری میں گذار دیئے قابل مصنف مصدر الطاف و کرم واقف اسرار حقیقت حاجی الحرمین نواب محمد خادم حسن صاحب یعنی گدڑی شاہی کے طرۂ دستار کمال میں تو متعدد لال ہیں وہ کیوں نہ جگمگائیں اور ان کی شخصیت کو نہ چمکائیں۔ ان کو طبیعت سلیم، ذہن رسا، فکر معنی خیز، اور عقل نکتہ سنج اور حقیقت شناس عطا ہوئی ہے۔ ان کے قلب کی پاکیزگی اور نیت کے خلوص پر زمانہ شاہد ہے آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سچے عاشقوں اور پرستاروں میں ہیں۔ آپ اسی روضہ اور ریاض کے خوشہ چیں ہیں۔ آپ اپنے حلقۂ تعارف و شناسائی و معتقدین میں ایک مینارِ روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میرے لئے آپ کا وجود بابرکت ایک حصارِ عافیت کا حکم رکھتا ہے

اس کتاب کی نظر ثانی میں پیہم اور مسلسل محنت شاقہ جو مخدوم مکرم جناب چچا میاں دام مجدہم نے کی اس سے آپکی صحت پر کافی اثر پڑا۔ جب کبھی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ اتنی محنت روزانہ صحت کی خرابی کا باعث ہوگی تو آپ نے یہ کہکر ٹالدیا کہ اب تھوڑا سا کام اور رہ گیا ہے۔ پھر آرام کرلیں گے۔ وہ کام ختم ہونے میں مدت لگی، وقت گذرتا رہا۔ کمزوری بڑھتی رہی، مختلف شکایتیں رونما ہوئیں لیکن آں ممدوح اپنی دُھن میں لگے رہے جٹے رہے، اڑے رہے۔ غریب نوازؒ کا کام اور غریب نوازؒ کا نام اُن کے لئے باعث تسکین ہے اور ان کے لئے ہر دم ایک نیا پیغام زندگی لاتا ہے۔ جذبۂ خدمت، عقیدت و عشق نے اپنا کام کیا، محنت ٹھکانے لگی اور بحمد اللہ "معین الارواح" بار دیگر تحقیق و تنقید

تصحیح و ترتیب اور تالیفات و حواشی کے جدید طریقوں سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

یہ مرقع نظرِ ثانی کے بعد اور بھی خوشنما اور نظر افروز بن گیا ہے۔ یہ کتاب قابل مصنف کی وسعت مطالعہ، کاوش و محنت، محبت و عقیدت اور تحقیق کی آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام واقعات مضمرات و متعلقات و حالات جو ابتک پردۂ خفا میں مستور تھے۔ موصوف نے اختصار مگر مورخانہ شان اور محققانہ آن بان کے ساتھ مرتب و مدون کیا ہے۔ انکے پڑھنے سے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی جامع حیثیات اور مقبول شخصیت کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ ایک نہایت ہی پسندیدہ فیصلہ ہے کہ اسلافِ کرام کی مبارک سیرت بزرگانِ دین کی مقدس سوانح عمری ملجائے امت کے پاک حالات کی ترتیب و تدوین اور تالیف و تحریر کسی قومی جماعت کی ترقی عروج کے لئے ازبس ضروری ہے موجودہ دور، آئندہ نسلوں کا یہ فرض ہے کہ ان کا نام اور ان کا کام اور ان کی یاد زندہ اور باقی رکھیں اور اُن کی راہ پر گامزن ہوکر فلاح و بہبودی حاصل کریں۔ روحانی تاجدار ہند حضرت خواجہ غریب نواز سرچشمۂ اولیاء عالم دین اور حامل شرع متین ہیں۔ علمائے عصر اور فضلائے روزگار سے تھے۔ ان کا پیغام ان کے نام کے ساتھ زندہ ہے اور رہے گا ؎ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

ان کا مسلک اور ان کا مشرب فرقہ پرستی، تنگ دلی اور تنگ نظری سے پاک ہے۔ اگر ان کو مجاہد اعظم، مصلح اعظم اور مبلغ اعظم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ ہندوستان میں صوفیانہ تہذیب کے بانی اور حامی تھے۔ ہندوستان و بیرونی تمدن کے اختلاط سے ایک ایسی دلکش و دلفریب تہذیب پیدا ہوئی جس کی زمین تو ہندوستانی تھی مگر اس کے گل بوٹے اور آب و رنگ خراسانی تھا۔ یہی دلکش تہذیب ہندوستان کی معیاری تہذیب قرار پائی۔ اور اس کے اثرات اتنے گہرے ہیں کہ مٹائے نہیں مٹتے۔ اس تہذیب کے خصوصیات قناعت، توکل، امید و بیم، استقامت، محبت، خلوت، مجاہدہ، شکر، مراقبہ، خلوص، صدق، خلق، ادب، سفر، معرفت، دعا، محاسبہ، ذکر، فکر، صبر، یقین، غیرہ وغیرہ ہیں۔

اس کتاب میں سیرت کے حصہ میں تصوف پر کافی قیمتی ذخیرہ موجود ہے پہلی طباعت میں اتنی وضاحت کے ساتھ نہیں دیا گیا تھا۔ اس کتاب کی خصوصیت علاوہ جدید انکشافات، انداز تنقید، درست ترین نکتہ چینی بزور قلم جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ دلائل سے زیادہ جذبات کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے میرے قلب و دماغ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور میرے افکار و خیالات میں ایک رہنمایانہ اہتزاز و تموج پیدا ہوا۔ چند ہی ایسی کتابیں ہیں جن کی لذت روح میں ابتک موجود ہے اور جنہوں نے

زندگی کی ایک نئی، روشن اور کامیاب راہ دیدۂ اعتبار کے سامنے کھولی۔ صحت و صداقت کے اعتبار سے یہ بے مثل تعنیف ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ کر کے انگریزی داں اصحاب تک پہونچاؤں تاکہ وہ بھی اس سے بہرہ اندوز ہوں۔

قدسی مقام حضرت خواجہ غریب نوازؒ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی فیوض کا سرچشمہ ہے اور آپ کے حالات واقعات، تعلیمات، کمالات، کرامات، واشغال و افکار جو ایک صاحب دل، صاحب نسبت، صاحب حال بزرگ نے سپرد قلم کئے ہیں مجھے یقین ہے کہ اہل ذوق، اہل باطن، اور صاحبان حال اسمیں اپنی صلاح و فلاح مضمر پائینگے اور اس کا مطالعہ ان کے لئے روحانی و دماغی اہتزاز و استفادہ سے خالی نہ ہوگا۔

ظہور الحسن شارب
ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ایڈوکیٹ
الٰہ آباد ہائی کورٹ
ایڈوکیٹ راجستھان ہائی کورٹ
ڈائرکٹر اورینٹل رورل ریسرچ انسٹیٹیوٹ

کوٹھی نرسنگہ باغ
دہرلپور
۱۲ جمادی الاول یوم پنجشنبہ ۱۳۷۲ھ مطابق
۲۹ جنوری ۱۹۵۳ء

معروضہ

حضرت خواجہ کے سوانح حیات یوں تو اس وقت اردو فارسی میں تقریباً دو ہزار تذکروں کی شکل میں موجود ہیں مگر ان میں سے کوئی تذکرہ ایسا نہیں جس میں واقعات کے چار پانچ سنین سے زیادہ ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ پرانے تذکروں تک میں الحاقی الفاظ، غیر واضح بیانات اور متضاد روایات کا ایک خاصہ ذخیرہ ہے۔ ان ہی روایات سے زمانہ حال کے سیکڑوں تذکرہ نویسوں نے بلا تحقیق بمصداق وہ افسانہ زد جس کے جو روایت سامنے آئی نقل کر دی نتیجہ یہ ہوا" شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا"۔ اس موقع پر تذکروں کے بعض متضاد بیانات و روایات کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:-

۱۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دلیل العارفین صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ "میں ۵۱۱ھ میں غریب نوازؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔ حالانکہ بروایات مختلف کسی تذکرہ نویس نے ۵۲۳ھ سے قبل غریب نوازؒ کی ولادت نہیں لکھی۔

۲۔ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰۲ کا بیان ہے کہ "غریب نوازؒ ہارون (نواح نیشاپور) میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے"۔ مگر خود خواجہ غریب نوازؒ انیس الارواح صفحہ ۲ میں معہ تفصیل ارقام فرماتے ہیں کہ "میں بغداد میں مرید ہوا"۔

۳۔ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰۳ کا بیان ہے کہ "غریب نوازؒ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ میں وارد اجمیر ہوئے"۔ سیر الاولیا صفحہ ۴۶ میں تحریر ہے کہ "آپ بعہد پرتھوی راج (۵۷۱ھ لغایۃ ۵۸۸ھ) وارد اجمیر ہوئے"۔ سیر العارفین صفحہ ۱۲ میں مرقوم ہے کہ "آپ غزنین سے شہاب الدین غوری کے سال وفات (۶۰۲ھ) میں وارد لاہور ہوئے پھر دہلی آئے مگر دوسری جگہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۷۶-۵۷۷ و سیر العارفین صفحہ ۱۹-۲۰ میں لکھا ہے کہ آپ خراسان سے اس زمانہ میں وارد دہلی ہوئے جب قلعہ ملتان کا قباچہ بیگ کفار مغلوں نے (۶۱۱ھ میں) محاصرہ کیا تھا۔ یہ اختلافات کیسے دور ہوں۔

۴۔ صاحب سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۶ کا بیان ہے کہ "آپ نے دو بار حضرت محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے ملاقات کی مگر بعض نے اس سے انکار کیا ہے اور بعض اس باب میں خاموش ہیں۔

۵۔ حسب اقتباس الانوار صفحہ ۱۲۶ آپ مرشد سے بعمر باون سال رخصت ہو کر سفر پر روانہ ہوئے"۔ مگر فرشتہ

جلد دوم ص ۵۷۱ اور خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۵۲ کا بیان ہے کہ ۵۶۱ھ میں وارد اجمیر ہوئے اس حالت میں جبکہ آپ کی ولادت کا کوئی ۵۲۳ھ سے پہلے کا کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا ہے تو آپ کا باون سال کی عمر میں سیاحت پر روانہ ہو کر ۵۶۱ھ میں ہندوستان پہونچنا کیسے ممکن ہے۔

۶- حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کا ہندوستان تشریف لانا فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۷۵-۵۷۴ نے بحوالہ تاریخ حاجی قندہاری لکھا ہے مگر بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں اور بعض اس باب میں خاموش ہیں۔

یہ اختلافات اور اسی طرح کے بعض اور اختلافات معمہ بنے ہوئے تھے کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے معین الارواح سے قبل ان کا کوئی ایسا حل پیش نہیں کیا تھا جس سے ارباب علم مطمئن ہو سکتے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ مذکورہ بالا اختلافات اور دیگر اختلافی امور کا حل مورخانہ تحقیق مستحکم دلائل اور تجزیہ روایات کیساتھ ناظرین اس کتاب میں پڑھ سکیں۔ معین الارواح کی طباعت اوّل کے بعد بعض مزید تاریخی و جغرافیائی انکشافات بہم پہونچے خیال ہوا اُن سے اصحاب ذوق کیوں محروم رہیں اس لئے سابقہ نسخہ کی اوائل ۱۹۵۰ء میں نظرثانی کر کے ان کو شامل کر دیا تھا کہ ۱۹۵۰ء کے رسالہ معارف کی اشاعت ستمبر اور اکتوبر سے یہ اندازہ ہوا کہ مولف بزم صوفیہ کی ابھی تک تسکین نہیں ہوئی ہے وہ بعض تاریخی پیچیدگیوں کی مزید تشریحات کے ضرورت مند ہیں اس لئے ہم نے اس نظرثانی شدہ نسخہ میں ایسی تشریحات بھی شامل کر دیں جو ان کے لئے مفید ہوں اور صحیح واقعات بآسانی سمجھ سکیں۔

ہمیں امید ہے کہ عقیدت کیش علم دوست اور تاریخ داں حضرات تاریخی تطابق تعیین سنین و ترتیب روایات اور تاریخی و جغرافیائی تحقیقات (ریسرچ) کی مزید تشریحات سے اطمینان حاصل کریں گے اور پرانے تاریخی مقامات بتانے والا نقشہ منسلکہ اُن کی اس باب میں کافی رہنمائی کرے گا۔

ہر چند حضرت خواجہ کی صد سالہ مبارک زندگی کے اس قدر مختصر حالات عقیدتمندان و وابستگان کی روحانی اور قلبی پیاس بجھانے کے لئے ناکافی ہیں تاہم یہ تذکرہ جو کچھ ناظرین کے سامنے پیش کر رہا ہے وہ ممکن ہے تمام موجودہ تذکروں سے بہت زیادہ مفصل، مستند اور محقق ثابت ہو۔

بعض تذکروں میں آپ کی بعض تصانیف کا نام آیا ہے اور بعض نے اُن کے حوالے سے بعض روایات بھی لکھی ہیں۔ مسالک السالکین کے صفحہ ۲۷۱ پر بحوالہ تواریخ آئینہ تصوف آپ کی مصنفہ تواریخ ظہرت نامہ و مکتوبات نصاب کا ذکر موجود ہے۔ ان کے علاوہ بعض تذکروں میں احادیث المعارف اور رسالہ موجودیہ کا ذکر بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے پہلے یہ کتابیں دستیاب تھیں مگر افسوس اب بتلاش بسیار بھی کہیں میسر نہ آئیں۔ ان کے علاوہ زبدۃ الحقایق کے حوالے سے

اقتباس الانوار نے غوث پاکؒ سے غریب نوازؒ کی ملاقات ہونے کی روایت لکھی ہے مگر افسوس یہ کتاب بھی نہیں ملی ان کے علاوہ رسالہ مجابہ۔ الافکار اور تاریخ آئینہ تصوف بھی ہندوستان کے کسی بڑے کتب خانہ میں دستیاب نہ ہو سکیں۔ ان میں سے اگر کوئی کتاب کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں

زا۔ ان میں آپ کی بعض تصانیف موجود ہونے کا روایات سے پتہ چلتا ہے۔ بایں وجہ ہم سفر خراسان کے لئے کمربستہ ہوئے تاکہ وہاں سے جو مزید معلومات حاصل ہوں وہ بھی اس طباعت میں شامل کر دی جائیں۔ مگر افسوس کہ موجودہ ملکی ہنگامی اور انقلابی حالات نے اس کی اجازت نہ دی تاہم بیرونی ممالک سے ہماری تحقیق کا سلسلہ جاری ہے اگر مزید معلومات حاصل ہوئیں تو آئندہ ناظرین بھی مستفیض ہوں گے۔ اس نسخہ کے حصہ سوانح میں بعض دیرینہ تاریخی گتھیاں سلجھانے کے پیش نظر مورخانہ بحثیں اور محققانہ دلائل بھی درج کئے گئے ہیں۔ طول طویل مباحث سوائے مورخین کے اوروں کے لئے دلچسپی کا باعث نہ ہونگے اس لئے ہم نے بلا مباحث کے بھی سوانح کا حصہ مرتب کرنے کا قصد کیا ہے۔ اس میں بحثیں نہ ہونگی مگر نتائج مباحث مختصر ثبوت کے ساتھ لکھے جائیں گے تاکہ حالات زندگی زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھے جا سکیں۔ اس سلسلۂ تحقیق میں بیرونی ممالک بالخصوص لندن کی برٹش میوزیم لائبریری اور انڈیا آفس لائبریری کی کتابوں سے بذریعہ سیدہ خاتون اہلیہ صوفی سردار صاحب ساکن ہالینڈ مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ اس علم دوست خاتون نے امریکہ، جرمنی، فرانس اور سوئیزرلینڈ وغیرہ کے کتب خانوں سے متعلقہ معلومات بھی بہم پہونچائیں۔ جس شغف کے ساتھ موصوفہ نے یہ کام انجام دیا وہ حضرت خواجہ سے ان کی عقیدت اور علمی مذاق کا ثبوت ہے۔ رامپور کے کتب خانہ میں مولوی مظہر جلیل صاحب شوقؔ مرادآبادی ساتھ گئے اور وہاں کتابوں سے بہت سے ضروری نوٹ کرنے میں مدد پہونچائی حیدرآباد دکن کے بڑے بڑے کتب خانوں کی کتابوں سے بذریعہ عزیزی امداد احمد صاحب سابق پروفیسر گلبرگہ کالج استفادہ کیا۔ پٹنہ کے کتب خانہ سے سید محمد انیس خادم درگاہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اور علی گڈھ کے کتب خانہ سے عزیزم ڈاکٹر عشرت حسین سلمہٗ پروفیسر مسلم یونیورسٹی نے معلومات حاصل کرنے میں مدد دی۔ شیروانی صاحب کی لائبریری (واقع متصل علی گڈھ ہے) سے عزیزم ممتاز مولوی نے کتابوں کا جائزہ لے کر مطلع کیا۔

مولانا عبدالباری صاحب معنیؔ اجمیری، مولانا اخلاق احمد صاحب اکبرآبادی، مولوی قمرالدین صاحب اکبرآبادی، سید عظیم الدین صاحب اجمیری، سردار محمد محسن صاحب دیولپوری اور قاضی معراج الدین احمد صاحب معراجؔ دھولپوری نے شہر دیولپور کے کتب خانوں کی کتابوں نے بہت بہت دن تک پاس رکھ کر اس سلسلہ تحقیقات میں

سعادت کی۔ آخرالذکر نے افغانستان، عراق اور ایران سے خط و کتابت کرنے میں بھی سہولت بہم پہنچائی۔ مسودات کے صاف کرنے کا کام عزیزی محمد حسن مرادآبادی نے بحسن خوبی انجام دیا اور نقشے کشی میں حمیدہ بانو بیگم بنت کرم علی خاں صاحب دھولپوری اور شمیم بیگم بنت مظفر حسین خاں صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ معینیہ ہائی اسکول اجمیر نے مدد پہنچائی۔ ہم ان سب حضرات کے ممنون ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مورخہ ۴ راگست ۱۹۵۲ء یوم پنجشنبہ
مطابق ۲۲ ذیقعد ۱۳۷۱ھ

دعاگو
محمد خادم حسن خادم معینی گدڑی شاہی
عثمانی منزل۔ جھالرہ شریف۔ اجمیر القدس

حِصّہ اوّل

سوانح مبارکہ

محققانہ تبصرہ

ہوالمعین

پیشکش

ربّ العٰلمین کے دربار میں بتوسل سید المرسلین معین العٰلمین خواجہ اوّلین و آخرین حضرت خواجہ معین الملتہ والدین سے متعلق یہ چند اوراق پیش کر کے ملتمس مقبولیت ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

گدائے در

محمد خادم حسن معینی گدڑی شاہی

متوطن مراد آباد۔ مہاجر اجمیر القدس

مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ

مطابق

۱۴ دسمبر ۱۹۵۱ء یوم پنجشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان اکثر معراج کے بعد سے صحبتہائے تخلیہ رہتی تھیں کسی کو خبر نہ ہوتی تھی کہ کیا گفتگو ہوئی۔ جہاں تخلیہ کا موقعہ ہوتا تھا وہاں سرگوشی ہوتی تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث کے ترجموں سے ثابت ہے۔

ترجمہ حدیث:- ترمذی میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ سرور عالم نے غزوہ طائف کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا "بالتحقیق سرور عالم نے اپنے چچا کے فرزند سے بہت دیر تک سرگوشی کی ہے" آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "میں نے اُن سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے"

ترجمہ حدیث:- امام احمد حضرت اُمّہ سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا "قسم خدا کی سرور عالم کے آخری زمانہ میں آنحضرت کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مقرب حضرت علی ابن ابی طالب تھے جب آنحضرت مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انتقال کے دن حضرت علی کو بلا کر دیر تک اُنسے سرگوشی کی اور تادیر اُن سے چپکے چپکے باتیں کرتے رہے۔ پھر اُسدن آپ کا انتقال ہوگیا اس لحاظ سے حضرت علی سرور عالم کے آخر زمانہ میں سب سے زیادہ قریب یعنی اقرب العہد تھے"

یہ صحبتہائے تخلیہ اور سرگوشیاں احکام شریعت کے متعلق نہ تھیں۔ کیونکہ شریعت ظاہر ہے اور شرعی احکام علی الاعلان آئے ہیں۔ اس لئے ان کا اخفایا اُن کے لئے صحبتہائے تخلیہ یا سرگوشی کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ صحبتہائے تخلیہ اور سرگوشیاں علوم باطنی یعنی اسرارِ حقیقت اور معرفت کی تعلیم کے لئے تھیں۔ جن کا کتمان

عہ! مولانا روم نے سرور عالم کے اس ارشاد کی ذیل کے شعر میں یوں تشریح کی ہے

"دو دہاں داریم گویا ہمچو نے — یک دہاں پنہاست در لبہائے وے"

ضروری تھا کیونکہ بسبب نافہمی ارباب ظاہر یہ ان کا ظاہر ہونا موجب فسادات اور منافی شریعت ظاہر تھا۔ یہ وہ علوم سینہ اور اسرار تھے جن کا حق تبارک تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ۔ بھی اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچانا گوارا نہ فرمایا بلکہ اپنے اسرار کی تعلیم کے واسطے شب معراج میں اپنے پاس بلاکر ایسے مقام میں باریاب کیا جو مقام دنیٰ فتدلیٰ سے بالاتر تھا اور جہاں سوائے ذات مطلق کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ تحت وفوق یمین و یسار سے بھی یہ مقام پاک ومنزہ تھا۔

سرور عالم اس صورت سے باریاب ہوئے "ترک نفسہ فی السماء فتدالیٰ وترک قلبہ سدرۃ المنتھیٰ وترک روحہ بقاب قوسین او ادنیٰ فبقی سرہ وسرابہٗ"[1] یعنی چھوڑا اپنے نفس کو آسمان پر اور آگے بڑھے پھر چھوڑا دل مطہر کو سدرۃ المنتہیٰ پر اور چھوڑا روح کو قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر باقی رہا سراس کا اور اس کا پروردگار۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے سر باطنی کی تعلیم فرماکر آپ کے سینۂ فیض گنجینہ کو اسرار سے معمور کیا اور خلعت ولایت مطلق وخلافت خاص اور خرقۂ درویشی سے جو مخصوص بذات پاک تھا مشرف فرمایا۔ ان علوم اور اسرار باطنی کے متعلق اپنے کلام پاک میں بھی صاف طور سے ظاہر نہ فرمایا بلکہ "ما اوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ" پر اکتفا کیا۔ چونکہ سرور عالم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد رسالت نبوت نہ تھی اسلئے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے شاہ ولایت امام الاولیا ولی المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس علم سینہ اور اسرار باطنی کا وارث بنایا اور اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ اسرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہونچاکر خلعت ولایت کبریٰ سے سرفراز فرمایا جیساکہ عطائے خرقۂ درویشی اور بروز عید غدیر خم دستار عطا کرنے اور بموجب اس آیۃ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" ترجمہ: "اے رسول پہونچا دے لوگوں تک جو تیرے رب نے نازل کیا ہے"۔ حضرت علی کو برسر منبر مولا فرمانے سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اس شمع نبوت سے جسکی شان میں سراجاً منیراً آیا ہے خلق کی ہدایت و رہنمائی کیلئے اس شمع ولایت کو روشن کیا جس سے آج تک چراغ ولایت روشن ہے اور قیامت تک روشن رہیگا۔ سرور عالم نے جو علم بذریعہ سرگوشی مولائے کائنات کو تعلیم فرمایا وہ علم علم لدنی ہے۔ سرور عالم نے یہ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو تعلیم فرماکر امام الاولیا کے منصب سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلعم ابو ذر سے فرماتے تھے "بالتحقیق اللہ عزوجل نے مجھ سے علی کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم، ایمان کا نشان اور اولیا اللہ کا امام ہے"[2] یہی علم سلسلہ بسلسلہ شاہ ولایت

---

[1] دیکھو مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۱۵۳ - ۱۵۴

[2] اخرجہ ابن مردویہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اولیا اللہ تک پہونچا اور یہ حضرات اپنے اپنے حال اور مدارج کے مطابق مجذوب سالک سالک مجذوب. سالک اور مجذوب اور عارف وصوفی وغیرہ کہلائے. مگر اولیا اللہ کا مرتبہ مذکور بالا حضرات میں سب سے بلند ہے. اولیا اللہ کے مقدس گروہ کیلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ۱ الا انّ اولیا اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

ترجمہ :. بیشک اولیا اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔[1]

حق تعالیٰ کے کلام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے مفسر اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیا اللہ کی تشریح اس طرح فرمائی ہے. چنانچہ امام بغوی نے ابی مالک اشعریؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ابو مالک کہتے ہیں:-

ترجمہ حدیث :- میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آنحضرت نے فرمایا. البتہ خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہید مگر قرب الٰہی کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے مرتبہ کے باعث انبیاء شہداء انپر غبطہ (رشک) کرینگے. راوی نے بیان کیا کہ مجمع میں سے ایک اعرابی آنحضرت کے سامنے آیا اور دو زانوں ہو کر اور دونوں ہاتھ پھیلا کر عرض کیا: "یارسول اللہ ان کے متعلق کچھ اور بیان فرمائیے کہ وہ کون لوگ ہیں. راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت کے روئے انور پر خوشی کی جھلک دیکھی. آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "وہ خدا کے بندوں میں سے خاص بندے ہونگے وہ مختلف شہروں اور جدا جدا قبائل کے ہونگے نہ وہ رشتہ داری کے سبب آپس میں ملیں گے نہ انکے درمیان دنیا ہوگی جسکو آپس میں تقسیم کریں بلکہ اُن کی بنائے محبت محض ذات باری تعالیٰ ہوگی وہ خدا ہی کی محبت کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں گے پس خدائے تعالیٰ ان کے چہروں کو نور بنادے گا اور اُن کے لئے اپنے سامنے موتیوں کی مسندیں بچھائے گا (قیامت کے دن) لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے مگر وہ نہ گھبرائیں گے لوگ ڈر رہے ہوں گے مگر وہ نہیں ڈریں گے"[2]

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث ابوہریرہؓ سے منقول ہے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ترجمہ حدیث :- اللہ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہوں گے جن پر انبیاء وشہداء غبطہ[3] (رشک)

ع۱ سورۃ یونس رکوع ۷ ع۲ خازن جلد ثالث صفحہ ۱۶۱

ع۳ شارح حدیث غبطہ کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ غبطہ یعنی رشک ایک طرح کا حسد ہے مگر حسد مذموم اور غبطہ یعنی رشک محمود ہے. کیونکہ رشک وحسد میں یہ فرق ہے کہ حاسد محسود کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور رشک میں کسی کے زوال نعمت کی آرزو نہیں ہوتی بلکہ اپنے لئے قابل رشک چیز کی طلب ہوتی ہے۔

کریں گے: لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں (ان کی تشریح فرمائیں) تاکہ ہم بھی ان کو دوست رکھیں
آنحضرت نے فرمایا کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے واسطے بلا کسی مال و دولت کے لین دین یا کسی قرابت داری
کے آپسمیں محبت کریں گے انکا چہرہ نور ہوگا اور وہ نور کی مسند پر بیٹھے ہوں گے نہ وہ ڈریں گے نہ وہ غمگین ہونگے
جبکہ اور لوگ غمگین ہوتے ہونگے اور ڈرتے ہوں گے پھر آنحضرت نے تلاوت کی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا
ھم یحزنون ط۔ ایک اور حدیث میں جو حضرت سعد سے مروی ہے، اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتائی گئی ہے:۔

ترجمہ حدیث :۔ آنحضرت صلعم نے اولیاء اللہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جن کے دیدار سے خدا کو
یاد کیا جاتا ہے" اس حدیث کا تتمہ حضرت عمر ابن خطابؓ سے روایت کیا گیا ہے:

لغت میں اگرچہ ولی کے معنی قریب، پیرو، متصرف، مددگار، فرمانروا، دوست اور موسم بہار کی دوسری بارش کے
ہیں اور بعض کے نزدیک جب یہ لفظ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی "ولی اللہ" تو اس کے معنی اللہ کے قریب، احکام الٰہی
کے پیرو، اللہ کی طرف سے مختار و متصرف، اللہ کی طرف سے ضعیفوں کے مددگار، کشور زہد و اتقا کے فرمانروا۔ اللہ
پر سب کچھ قربان کرنیوالے دوست اور خدا کے بندوں کیلئے موسم بہار کی بارش کی طرح فائدہ مند کے ہیں۔ ہمیں
لغوی معنوں کے علاوہ یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس خدائی خطاب "اولیاء اللہ" کی جو پہچان مفسر اعظم حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائی ہے وہ کس گروہ پر صادق آتی ہے۔

حدیث میں اولیاء اللہ کی یہ شناخت بتائی گئی ہے کہ نہ وہ آپسمیں رشتہ داری کے سبب ملیں گے نہ انکے
درمیان دنیا ہوگی جسے آپسمیں تقسیم کریں بلکہ وہ مختلف شہروں اور جدا جدا قبائل کے ہونیکے باوجود ان کی بنائے محبت محض
باری تعالیٰ ہوگی سرور عالم کی فرمودہ پہچان فقراء مشائخین اور صوفیائے کرام کے گروہ پر صادق آتی ہے یہی وہ حضرات
ہیں جو بلا کسی دنیاوی لالچ کے بلکہ دنیاوی مال و زر لٹا کر اپنے مرشد سے صرف خدا کیلئے محبت کرتے ہیں حالانکہ
ایک کسی شہر کا ہوتا ہے دوسرا کسی مقام کا ہوتا ہے ان میں آپسمیں نہ دنیاوی لین دین کی حرص دامنگیر ہوتی ہے نہ
وہ کسی دنیاوی رشتہ سے ملتے ہیں نہ ہموطن یا قرابت دار ہونے کی وجہ سے آپسمیں محبت کرتے ہیں بلکہ ان کی
محبت خدا کیلئے ہوتی ہے چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری کا رشتۂ محبت حضرت علی علیہ السلام کیساتھ حضرت ابراہیم
بن ادہم بلخی کا تعلق محبت حضرت فضیل بن عیاضؒ کے ساتھ اور اس قسم کے بہت سے اولیاء اللہ کا انس اپنے پیران
عظام کے ساتھ تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس گروہ اولیاء اللہ کے حضرات وہ مقدس حضرات ہیں جو عشق و محبت کے تعلق کیساتھ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول

اور فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور ذات مطلق میں اپنی ہستی گم کر دیتے ہیں چنانچہ ان ذوق فنا چشیدہ حضرات کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے میں اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے"۔ جب یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو ان کی نظر فیض اثر جس پر پڑ جاتی ہے وہ بھی ولی ہو جاتا ہے۔ جو کچھ یہ زبان سے فرما دیتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے۔ جس بیمار کو یہ ہاتھ سے چھو لیتے ہیں وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ جس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں وہ مامون ہو جاتا ہے جسکے ہاتھ سے انکا دست ید الٰہی مس ہو جاتا ہے وہ فیضیاب اور برکت یافتہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اولیا اللہ کی نظر کرم کے جویاں ان کے ارشادات سننے کے مشتاق اور انکے ہاتھ پاؤں سے اپنے ہاتھ سر آنکھ اور ہونٹوں سے مس کر کے برکات خداوندی حاصل کرتے ہیں۔ اور مرید کرتے وقت یہ حضرات مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کان میں کچھ کہکر نظر سے نظر ملا کر اور اپنا لعاب دہن بذریعہ شربت وغیرہ چکھا کر برکات باطنی اور تصفیہ قلب سے مستفیض فرماتے ہیں ـــــ بایں وجہ بعد وصال بھی لوگ اولیا اللہ کے مزارات سے ہاتھ مس کر کے ہونٹوں سے چوم کر آنکھوں سے لگا کر اور مزار سے مس شدہ چادر کو سر پر رکھکر برکات حاصل کرتے ہیں۔

گروہ اصفیا میں مسلمہ اولیا اللہ حضرات خواجہ حسن بصری۔ حضرت بایزید بسطامی شیخ ابو الحسن خرقانی حضرت فرید الدین عطار، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی حضرت شیخ سید محی الدین جیلانی حضرت خواجہ اسحاق شامی چشتی حضرت خواجہ فضیل بن عیاض حضرت خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) اور دوسرے ہزاروں اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ہیں اور اسی پاک گروہ میں سے خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری ہیں۔ آپ نے بھی محض خدا کے لئے بمصداق احادیث اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) سے رشتہ محبت جوڑا حالانکہ مرشد متصل نیشاپور قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے اور حضرت غریب نواز سنجری تھے مگر ایسیں رشتہ محبت اتنا استوار ہوا کہ دنیاوی دولت رشتہ داری اور وطن کے تعلقات سے بالاتر ہو گیا۔ دنیاوی دولت لٹا کر۔ رشتہ داری کی مفارقت اختیار کر کے وطن کو خیر باد کہکر مرشد کی خدمت اختیار کی آپ کی دید سے خدا کی یاد ظہور پذیر ہوتی تھی بلکہ بعض مریدین تو آپ کے روئے انور کی دید کو نور ایزدی کی دید سمجھتے تھے۔ آج بھی آپ کا ذکر خدا اور رسول کے ذکر کے ساتھ آتا ہے آپ کے ذکر سے خدا اور رسول کی طرف رغبت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ دربار ایزدی کا برگزیدہ فرد ہی سمجھکر لوگ آپ کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے اور آجتک آپ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ آپ کے فیض ولایت سے ہزاروں اولیا اللہ ہو گئے آجتک ہو رہے ہیں اور تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ آپ ہی نے ہندوستان میں رسول اللہ صلعم

کی نیابت اور جانشینی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیکر سلطان العارفین، سلطان الہند، نائب رسول فی الہند اور اولیائے ہندوستان کے سراج بننے کا شرف پایا۔ بالآخر ید قدرت نے بعد وصال آپ کی پیشانی اطہر پر بخط نور "ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ" لکھکر اللہ کے دوست وحبیب ہونیکی اور اللہ کی محبت میں جان قربان کرنیکی مہر ثبت کرکے آپ کی ولایت کی تصدیق فرمائی۔

پس آپ کی ذات والا صفات ان حضرات میں سے ہے جو میدان قیامت میں تخت رب العلمین کے سامنے موتیوں کی مسند پر بیٹھے ہونگے اور بموجب "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" تمام خوفناک مناظر سے وہ بے خوف ہوں گے اور بمصداق "وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"۔ جب انسے کوئی محبت کرنیوالا مبتلا نظر آئیگا تو اسکا ہاتھ پکڑکر اپنے پاس کھڑا کرینگے اگر فرشتے کچھ کہیں گے تو ان سے فرماویں گے: "یہ ہمارے چاہنے والے اور پیرو (مرید) ہیں اللہ تعالیٰ کا ان کے بارہ میں ہم سے وعدہ ہے۔ "هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ" یہ لوگ دنیا میں ہمارے ہمنشیں تھے لہذا یہاں بھی ہمارے پاس رہیں گے۔

آپ ہی جیسے مقدس حضرات کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں انکی آنکھ بن جاتا ہوں میں ان کی زبان بن جاتا ہوں میں انکا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ چنانچہ آپکی نظر کیمیا اثر جس پر پڑجاتی تھی وہ ولی ہوجاتا تھا بلکہ پتھر تک طور کے پتھروں کی طرح جلکر خاکستر ہوجاتے تھے۔ آپ جیسا فرماتے تھے ویسا ہی ظہور میں آتا۔ شمس الدین التمش کو برسوں پہلے آپ نے ہندوستان کا بادشاہ فرمایا اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ راجہ پرتھوی رائے کیلئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسے سلمانوں کے ہاتھ گرفتار کرایا آخر کچھ عرصہ بعد ایسا ہی ہوا جو آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوجاتا خدا رسیدہ ہوجاتا۔ آپ یقیناً ان اولیا اللہ اور خدا کے دوستوں میں سے ہیں جن کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ نہ وہ انبیا ہونگے نہ شہدا مگر انبیاء و شہدا بوجہ قرب الٰہی ان پر غبطہ (رشک) کرینگے۔

"نائب مصطفیٰ دریں کشور   رشک پیغمبراں معین الدین"[عہ]

آپ پر دربار ایزدی سے جو خاص الخاص انعامات واکرامات ہوئے ہیں ان کے مکمل

عہ مؤلف کے اس شعر پر پنجشنبہ کی محفل سماع میں سابق دیوان آل رسول صاحب کے صاحبزادے نے اعتراض کیا مگر امیر شریعت دکن مولانا عبدالقدیر صاحب و امیر شریعت بہار اور مجلس علمائے حیدرآباد دکن و علمائے اجمیر وغیرہ نے متفقہ طور پر اس شعر کے جائز اور مطابق شریعت ہونے کے فتاوے صادر کئے۔

رازدار تو آپ خود ہی ہیں مگر آپ کی ولادت، وفات اور حیات مقدسہ کے بعض حالات سے چند مخصوص انعامات کا قدرے اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ خواجہ ہند کا دور وسط میں عالم ناسوت کو زینت بخشنا ایک طرف قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے دوسری طرف دور آخر کیلئے شمع ہدایت ہے۔ جسکی روشنی میں اہالیان عالم بالخصوص باشندگان ہند کے قلوب انوار اسلام سے منور نظر آتے ہیں اور برکات صوری و معنوی سے آجتک فیضیاب ہو رہے ہیں۔

اس زریں عہد میں قرون اولیٰ کی ضیا پاشی حجاز سے پھیلکر ایشیائی ملکوں کو اسلام کیساتھ ساتھ علوم ظاہری باطن اور انوار معرفت سے منور کر چکی تھی۔ فارس و عراق، روم و شام، خراسان و افغانستان خیوا و بخارا، سیستان و کرمان، سندھ و پنجاب میں روحانیت کا دور عروج تھا۔ ایشیا کے اسی خطہ میں مشہور عالم مشائخین و درویش روحانی تعلیم و تصرفات باطنی سے بارش عرفان کر رہے تھے۔ فقر کا ماہ نو بدر کمال ہو چکا تھا۔ آفتاب روحانیت کی گرم بازاری نصف النہار پر تھی۔ بغداد میں غوث الاعظم دستگیرؒ، شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ، خواجہ ابو نجیب سہروردیؒ اور دوسرے بہت سے کاملین روحی فیوض اور تجلی نور کے خزانے لٹا رہے تھے۔ مشہد میں شیخ فریدالدین عطارؒ خوارزم میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ، تبریز میں شیخ شمس الدینؒ، استرآباد میں شیخ ناصرالدینؒ، کرمان میں شیخ اوحدالدینؒ، ہارون میں خواجہ خواجگان خواجہ عثمان چشتی قدس سرہٗ اور دوسرے سیکڑوں مایۂ ناز مشائخین و درویش ایشیا کے اس چمنستان پر گھٹائے معرفت برسا رہے تھے اور گلہائے علم و عمل کی خوشبو پھیلا کر لازوال شہرت حاصل کر رہے تھے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن پر دنیائے فقر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جو خصوصیات آپ کو عطا فرمائیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ اس عالم میں جلوہ فرما ہوتے ہی آپ نے سرزمین تخت گاہ جمشید پر قدم رکھا متصل سنجر اصفہان ہی وہ مقام ہے جہاں جمشید کا مشہور عالم تخت آجتک بچھا ہوا ہے اور جسکی مدح خوانی شاعروں کے دیوان کی زینت بنی ہوئی ہے۔ سرزمین تخت گاہ جمشید میں آپکی ولادت مبارکہ گویا قدرت کا اشارہ تھا کہ ہم نے دنیاوی تخت شاہی کو دینی بادشاہ کے قدموں میں بچھا دیا۔

وسط ایشیا میں آپ کا نشو و نما ہونے سے قدرت کا کنایہ ہے کہ وہ سرزمین جو مادی جنگی قوت کا مرکز بنی ہوئی تھی اب روحانی قوت کے شہنشاہ کی پابوسی کرے۔ اوائل عمر میں اگرچہ بظاہر آپ باغ کی آبپاشی کر رہے تھے مگر بباطن چمنِ اسلام کو آب رحمت سے سیراب فرما رہے تھے۔ آغاز شباب میں قیام سمرقند و بخارا

سے ثابت ہے کہ قدرت نے آپ کو ایشیا کی صدر نشینی عطا فرمائی اور قلب ایشیا میں قرآن خوانی کی بابرکت آواز سے چاروں طرف نور اسلام اور روحانی روشنی کی شعاعیں پھیلائیں۔

قدرت نے آپ کا مستقر اوّل وہ مقام بنایا جو علوم ظاہر و باطن کا مرکز تھا۔ اُس وقت بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں دور دراز کے طالبان علم آکر مستفیض ہو رہے تھے اور اسی مقدس شہر میں طالبانِ معرفت اطراف و جوانب سے وارد ہو کر اپنی روحانی پیاس بجھا رہے تھے۔ مصلحت خداوندی تھی کہ علمائے ظاہر، مشائخین و درویش بادشاہ فقیر سے روشناس ہوں۔ آپ کی سیاحت میں درپردہ مشیتِ ایزدی تھی کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے لے کر سمرقند و بدخشاں تک اور دہلی و اجمیر سے لیکر تبریز و دمشق تک سرزمینِ ایشیا آپ کے قدوم مبارک سے برکت حاصل کرے، تمام ممالک آپ کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوں اور یہ طول و عرض آیندہ نسلوں کے لیے استفادہ گاہ روحانیت رہے۔ دورانِ سیاحت اگرچہ بظاہر آپ تیر و کمان سے پرندوں کا شکار فرما رہے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ بباطن آپ انسانی قلوب پر فتح حاصل کر رہے تھے۔ ثبوت میں مسلمانانِ ہند کی کثیر تعداد پیش کی جاسکتی ہے۔

بہت سی خصوصیات میں سے آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ دربار رسالت سے آپ کو شریعت، طریقت اور معرفت کیلئے وہ ملک ملا جہاں بت پرستی کا دور دورہ یونان کے ہم پلہ تھا بلکہ ہندوستان ہی وہ ملک ہے جہاں دنیا کی توہم پرستی ختم ہو جانے کے سیکڑوں برس بعد بھی ابتک یہ پرستش جاری ہے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے شمالی ہندوستان میں آکے علَم اسلام و روحانیت بے تیغ و تفنگ بلند فرمایا، بلاخوف تیر و شمشیر دشمنان اسلام کے نرغہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح تشریف فرما ہوئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرح سلوک و صلح کا رویہ اختیار کرکے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی خدمات بحُسن و خوبی انجام دیں اور اقتدار اسلام قائم فرمایا۔

آپ کی ذاتِ گرامی آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ جاذب قلوب و روح ہے ہندوستان کا چپہ چپہ آپ کے فیوضِ باطنی اور درس ظاہری سے معمور ہے۔ اہالیان ہندوستان اپنے محسنِ اعظم کے احسانات کو سات صدیاں گذر جانے کے باوجود بھی نہیں بھولے ہیں۔ آجتک ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آکر آپ کی چوکھٹ پر سر نیاز جھکاتے ہیں۔ فیوض صوری و معنوی کیلئے دامن دل پھیلاتے ہیں، قربان ہو ہو کر اظہار تشکر کرتے ہیں اور عدل و انصاف، عجز و نیاز، علم و تواضع، پاک بازی و

پاک باطنی، صدق و راست گفتاری علم و عمل، مخلوق پروری اور انسان نوازی، فرض شناسی، عشق و محبت مساوات و یگانگت اور خداشناسی و فداری کا درس حاصل کرتے ہیں۔

آج سے آٹھ صدی پہلے پیوند دار کپڑوں سے ملبوس چند ملشے سوکھی روٹی کھانیوالا، فقیرانہ زندگی بسر کرنیوالا ایک انسان ہندوستان میں مسافرانہ طور سے وارد ہوتا ہے اور اہلیانِ ہند کے قلوب مسخر کرلیتا ہے۔ اسکے پاس نہ توپ ہوتی ہے نہ تلوار، نہ فوج نہ خزانہ مگر وہ تیغ انصاف چلاکر، فوجِ اخلاقیات پھیلاکر، گنجِ عرفان و صداقت لٹاکر نہ صرف ہندوستان و سلاطین ہندوستان پر روحانی فتح حاصل کرلیتا ہے بلکہ بیرونِ ہندوستان بھی اپنی لازوال روحانی قوت کا سکہ بٹھا دیتا ہے۔ چین و جاپان، روس و ترکستان، عرب و شام، افغانستان وایران، عراق و سیستان میں اس کے عقیدتمند آج بھی نظر آتے ہیں۔ اور افریقہ و مصر، ہالینڈ و فرانس اور یورپ کے دوسرے حصوں سے اُسکے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے کیلئے آتے ہیں۔

کون جانتا تھا کہ مسکین صورت خرقہ پوش غریب الوطن انسان کی گدڑی میں لعلوں سے زیادہ قیمتی خزانہ موجود ہے۔ یہ انسان وہ انسان کامل واکمل ہے جو ہزاروں کو صدق و صفا کا راستہ بتائے گا، اکثر کو زاہد و عابد بنائے گا اور اُسکا درس انسانیت بتصرفات روحانی ہمیشہ جاری رہیگا۔

آخر وہ دن آیا کہ آفتاب ہدایت نے افق ہندوستان پر جلوہ گر ہوکر اپنی شعاعوں سے ملک کا کونہ کونہ منور کردیا۔ یہاں آپ کو سکونت کیلئے وہ صوبہ ملا جو حجاز سے بدرجۂ اتم مشابہت رکھتا ہے۔ راجپوتانے کی ریگستانی سرزمین، پانی کی کمیابی، اونٹوں کی سواری، پہاڑوں کا جابجا وقوع ہمارے اس کہنے کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نے جو درس انسانیت باللسان، بالقلم اور بالقلب دیا ہے اُسکا نمونہ پہلے آپ نے آپ بنکر دکھایا ہے۔ جو کچھ فرمایا اُسکا عملی ثبوت اپنے کردار سے دیا جو لکھا اسکا مصداق پہلے خود بنے، جو بیان کیا اسکا مشاہدہ اپنے اعمال و افعال سے کرایا، جو کہا وہ کرکے دکھایا۔

آپ نے نہ صرف تہذیب و اخلاق کی تعلیم دی بلکہ فقر و درویشی کا بھی وہ اونچا سبق دیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ کہیں ریاضات و مجاہدات سے تزکیۂ نفس کا درس دیا ہے تو کہیں اوراد و وظائف سے خدا کی یاد میں مصروف رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ کہیں ذکر و اذکار سے تصفیۂ قلب کی تعلیم دی ہے تو کہیں پاس انفاس اور شغل چہارم تلقین فرمایا ہے۔ کہیں سلطان الاذکار کی طرف اشارہ کیا ہے تو کہیں قلب جاری ہونیکی طرف کنایہ فرمایا ہے۔ کہیں شغل شمسی کا ذکر کیا ہے تو کہیں شغل ماہتاب کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ کہیں

ماہتاب در آفتاب کا شغل تلقین کیا ہے تو کہیں آفتاب در ماہتاب کا شغل تعلیم فرمایا ہے۔

آپ کی تعلیمات میں عالم ناسوت و ملکوت کی اصلیت اور عالم جبروت ولاہوت کی حقیقت، بے ہمہ وباہمہ کی کیفیت اور سفر در وطن کی منزل کا حال واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور ہمہ از اوست، ہمہ اوست عشق وغنا، خلوص عبادات، توحید حقیقی، وحدت الوجود شاہد ومشہود اور فنا فی البقا کی حقیقت کو آشکار فرمایا گیا ہے۔

کس کو معلوم تھا کہ وہ پیکر استغنا جو ایام جوانی ہی میں اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے۔ ایک دن ہندوستان میں آکر باطن سلطانی کریگا۔ بڑے بڑے اولوالعزم سلاطین اُسکی چوکھٹ پر سر نیاز جھکائینگے۔ اہل دول خاکبوسی کریں گے، صاحب حکومت اُسکے محکوم بنیں گے، اہل اللہ اُسکے نقش قدم پر چلیں گے اہل معرفت اُس کی خاک پا کو آنکھوں سے لگائیں گے۔ آخر وقت آیا کہ خاک نشین نے تخت نشینوں پر حکمرانی کی، غریب نوازی میں خدا کی شان نظر آئی۔ خدا کے بندہ نے بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا، قدمے، سخنے درمے اُنکی امداد کر کے شرف جاں نثاری عطا فرمایا۔

آپ کی جاذبیت صرف ہندوستان تک محدود نہ رہی بلکہ کسی نے خراسان سے آکر شرف قدمبوسی حاصل کیا تو کسی نے سیستان سے، کبھی کوئی ایرانی حلقہ بگوش ہوا تو کبھی کسی افغانی نے سر ارادت جھکایا۔ آخر وہ وقت آیا کہ بمنشائے قضا و قدر آپ نے اپنی آخری خوابگاہ کے لیے وہ شہر پایا جو بلحاظ جائے وقوع مکہ معظمہ کی مثال اور بلحاظ مکانیت مدینہ منورہ کے مشابہ ہے۔ آپ کی شراب الفت کے متوالے آج بھی شراب محبت میں مسرور نظر آتے ہیں۔ کوئی آپ کے خاک آستانہ پر زر لٹاتا ہے کوئی گریہ وبکا میں مبتلا ہے۔ کوئی مدہوش ہے کوئی سرشار ہے کوئی حضرت خواجہ کا نام لے لیکر اشکبار ہے۔

آپ جس قدر مخلوق میں عزیز ہیں اُسی قدر بارگاہ ایزدی میں محبوب ہیں۔ اہل محبت کے لئے آپ کے روضہ کی دید ہی عید ہے۔ اللہ نے جو شرف قبولیت آپ کو بخشا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے تمام اولیائے ہند آپ کے زیر نگیں ہیں

"سب کو عزیز ہو تم سب کے حبیب ہو تم
اللہ کے بھی پیارے مخلوق کے بھی پیارے"

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ "جو خالق سے محبت کرتا ہے مخلوق اُس سے محبت کرنے پر

مجبوری ہے: اس سلسلۂ محبت نے ایسے اعلیٰ مدارج حاصل کئے کہ آپ دربارِ ایزدی میں مقبول اور محبوب ہوگئے۔ مخلوق نے آپ کی روح پُرفتوح کے وسیلہ سے اپنی دلی مرادیں حاصل کیں، ہزاروں روپے آپ کے آستانہ پر نچھاور کئے، قیمتی عمارات تعمیر کیں، مواضعات وقف کئے، آپ کے سوانح حیات مرتب کئے، مناقب لکھے، آپکے نام سے بعض مقامات کو منسوب کیا اور آپ کے آستانہ پر حاضری دینے کو اپنی سعادت سمجھا۔

اس موقعہ پر آپ کی اس درویشانہ خصوصیت کا اظہار بھی بے محل نہ ہوگا کہ آپ سے بتعداد کثیر کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ممکن ہے کہ مقلدین یورپ اس کو افسانہ نگاری سمجھیں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یورپ کے جس مورخ نے بابر کے حالات لکھے ہیں اُس نے بابر کی یہ کرامت ضرور لکھی ہے کہ اُس نے اپنے بیمار فرزند ہمایوں کا طواف کیا، بیٹے کے عوض اپنی جان دی، اور ہمایوں تندرست ہوگیا۔ اندریں حالات ایک دیندار درویش کی کرامتیں لکھنے کو کس طرح مورخین کے طریقہ کے خلاف کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ قریب قریب تمام مذہبی پیشواؤں سے واقعات مافوق العادات رونما ہوتے رہے ہیں جن کا تذکرہ مقدس مذہبی کتابوں میں جا بجا آیا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مردے زندہ کرنے اور بیماروں کو شفایاب کرنے کے معجزے ظہور پذیر ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کے اژدہا بننے کا معجزہ ظہور میں آیا، کرشن جی سے سدا ماکو آنِ واحد میں امیر اور محل والا بنانیکا واقعہ رونما ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت لوگوں کو صاحب کرامت بنانیکا معجزہ منصۂ شہود پر آیا۔ اسی طرح قریب قریب تمام بانیان مذاہب اور پاک لوگوں سے آجتک برابر کرامتیں ظہور میں آتی رہی ہیں اسلئے سوائے لامذہب حضرات کے اور کسی مذہب والیکو کرامت سے انکار کا کوئی موقع حاصل نہیں ہے۔

صرف کرامت ہی وہ طرۂ امتیاز ہے جس سے اللہ تعالیٰ عوام اور خواص کے فرق کو نمایاں کیا کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر کرامت دربارِ ایزدی میں مقبولیت کی ایک ایسی پہچان ہے جو اسبابی دنیا اور مادی قوتوں سے بالاتر ہے۔ یہ جب کسی ولی سے رونما ہو کرامت کہلاتی ہے، جب نبی سے ظہور پذیر ہو تو معجزہ کہتے ہیں اور جب کسی دوسرے مذہب والے سے ظاہر ہو تو باصطلاح شریعت اسلام اسے استدراج کہتے ہیں۔

آپ کی مکمل خصوصیات کا عرفان تو آپ ہی جیسا مکمل انسان حاصل کرسکتا ہے مگر اس موقعہ پر جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ "مشتِ نمونہ از خروارے" کے مصداق ہے۔ لہٰذا ہم اعترافِ عجز کرتے ہوئے اس آیۂ کریمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

"وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ"

ملکی حالات اور آپ کا عہد مُبارک

چھٹی صدی اور اوائل ساتویں صدی ہجری کا دور ایشیائی ملکوں میں اسلام کیلئے پُرخطر تھا۔ فرقۂ باطنی کے مقلدین نے شام و عراق و فارس وغیرہ میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ خدا کے بندوں کو بیدردی سے ذبح کر رہے تھے، اُنکا اعتقاد تھا کہ غیر فرقہ والیکو خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا مباح ہے۔ یہ اسلام پر ڈاکے اور چھاپے مار رہے تھے۔ اللہ کی مخلوق ان کے مظالم سے تنگ آگئی تھی۔ ان کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ خلفائے وقت تک اُن کی آتش فساد بجھانے سے مجبور ہوگئے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ لوگ ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے تھے۔ اُن کے خفیہ کارگذاروں کو فدائی کہا جاتا تھا۔ انھوں نے بڑے بڑے امرائے سلجوقیہ کو خاک میں سلا دیا تھا۔[1]

چھٹی صدی ہجری کے دورِ وسط میں قوم غزان کا گروہ اپنی تیغ ظلم سے خون کی ندیاں بہا رہا تھا خراسان کے علاقوں میں ایسے وحشیانہ طریق سے قتل عام ہوا کہ رعایا کے دل لرز گئے۔ نیشاپور اور مشہد مقدس بیرحمی کے ساتھ لوٹ لئے گئے۔ عمارات و مساجد تک جلادی گئیں۔ جو لوگ مسجدوں میں پناہ گزیں ہوئے انہیں بھی تہ تیغ کردیا گیا۔ ہر طرف لاشوں کے انبار نظر آتے تھے۔ اس گروہ نے ترکان خطا کو زیر و زبر کیا۔ علما و فضلا تک ظالم حملہ آوروں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ محمد یحییٰ فقیہ نے اسی فتنہ میں شہادت پائی۔[2]

آخرکار بے دین تاتاریوں نے بسرکردگی چنگیز خاں اوائل ساتویں صدی ہجری میں اُن کی حکومت کا خاتمہ کردیا اور تقریباً ایک سال کے عرصہ میں ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک کے مالک بن بیٹھے۔[3]

ح ۱ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۸

ح ۲ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۷ اور روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳ و مناد یدہم صفحہ ۱۳۴

ح ۳ ۔ (الف) دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵

(ب) ۶۲۳ھ میں فتنۂ چنگیزیہ سے دولت خوارزمیہ ختم ہوگئی (دیکھو تاریخ عالم صفحہ)

(ج) چنگیز خاں ۶۱۶ھ میں بخارا میں آیا معہ لشکریاں کی جامع مسجد میں اترا، خوب شراب پی، علما کو ستایا۔ سید شریف جلال الدین علی

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

شیخ نجم الدین کبریٰؒ بھی انہی تاتاریوں کی تیغ ظلم سے ۶۱۸ھ میں شہید ہوئے۔[۱]

قانونِ قدرت کے مطابق اس دورِ ظلمت میں ایک ایسے مجسمۂ اخلاق، پیکرِ اسلام، آفتابِ ہدایت سراپا نور ایمان کی ضرورت تھی جسکی باطنی قوت اور روحانی تصرفات سے اسلام کی حفاظت کی جاسکے اس منشائے قدرت کو پورا کرنے کیلئے محسنِ اعظم، مصلح کبیر، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ چھٹی صدی ہجری کے تیسویں سال رونق بخش خطۂ اصفہان ہوئے۔ آپ نے نہ صرف بباطن اپنی ایمانی اور روحانی قوت سے اسلام کو نرغہ سے بچایا بلکہ اپنے تصرفات باطنی سے ظلمت کدۂ ہندوستان میں عَلَم ہدایت بلند کرکے کشور معرفت کیساتھ ساتھ بنا ہر بھی اسلامی حکومت قائم کردی۔ آپ ہی کے قدوم کی برکت سے کفرستان ہندوستان آغوش بہ اسلام ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ ہی کے تصرفاتِ باطنی سے شکست خوردہ شہاب الدین غوری کو پرتھوی راج پر فتح نصیب ہوئی اور ہندوستان میں اسلامی قلمرو کی بنیاد پڑی۔

عالمِ اجسام میں شہنشاہِ کشورِ باطن کے تشریف فرما ہوتے ہی اسلامی انتظامِ ظاہر میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اسی سنہ میں خلیفہ راشد معزول کیا جاتا ہے اور بجائے اسکے ابوعبداللہ بلقب مستظہر المقتفی بغداد میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوتا ہے۔ ابھی شہنشاہِ عرفان کو اس عالم میں تشریف فرما ہوئے صرف دو ہی سال گذرے تھے کہ معزول خلیفہ راشد اور ملک داؤد فارس و خرستان پر قبضہ کرنے کے لئے خوارزم شاہ کو ساتھ لیکر عراق کا قصد کرتے ہیں۔ سلطان مسعود تلوار اور نیزہ لئے ان کے استقبال کو نکلتا ہے۔ یہ لوگ منتشر ہوجاتے ہیں۔ ملک داؤد فارس چلا جاتا ہے۔ خوارزم شاہ اپنے دارالحکومت کی جانب لوٹتا ہے راشد اصفہان کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اثنائے راہ میں چند خراسانی ہمراہی غلام ۵۳۲ھ میں اس کا خاتمہ کردیتے ہیں مقام شہرستان میں اصفہان کے باہر اسکو دفن کیا جاتا ہے، فتنہ وفساد کی گرم بازاری ہوتی ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ (۱۵) کو کر سادات ماوراء النہر میں سے تھے مع شیخ رکن الدین ابن الامام مشکیں باندھ کر مسجد کے دروازہ پر ذلیل و خوار کھڑا کیا۔ مصاحف وکتب کو جمع کرکے گھوڑوں کے تھان میں ڈلوادیا، مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ شہر کے مکانات، محلات لوٹے جلائے اور مسمار کئے۔ کوئی نہ بچا۔ ایک آدمی نے خراسان پہونچکر یہ حال بیان کیا۔ پھر سمرقند میں بھی اسنے ایسا ہی کیا۔ یہ شہر بارہ فرسخ میں آباد تھا پھر خراسان پہونچکر بیمار ہوا۔ اور اپنے ملک الیل قوق قراقرم میں آیا اور بتاریخ ۴ رمضان ۶۲۴ھ میں مرگیا (دیکھو تاریخ عالم صفحہ ۹۳)

[۱] دیکھو تذکرۃ العارفین صفحہ ۲۴۳

یہاں تک کہ بغداد سے جو غلافِ کعبہ سالانہ جایا کرتا تھا وہ بھی اس سال نہیں جاتا ایک فارسی سوداگر اٹھارہ ہزار مصری دینار کے صرفہ سے یہ خدمت بجا لاتا ہے۔ اس سوداگر کی آمد و رفت اُسی ملک ہندوستان میں تھی جو شہنشاد اقلیم معرفت کو اپنے آغوش میں لینے کے لئے ہاتھ پھیلائے بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ۵۳۳ھ کے ربیع الاول میں سلطان مسعود وارد بغداد ہو کر چند قسم کے محصول معاف کر دیتا ہے۔ رعایا کی دعائیں لیتا ہے۔ جب معلم ایشیا اپنی عمر کے پندرہویں سال میں علم ظاہر حاصل کرنے کیلئے سمرقند و بخارا کے سفر میں ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں خلیفہ مقتفی قلمدانِ وزارت یحیٰی کی سپرد کرتا ہے۔ خراسان کا حکمران ملک سنجر[۱] سلجوقی رے کی جانب کوچ کرتا ہے۔ اسی سنہ یعنی ۵۴۲ھ میں ملک شاہ بن سلطان محمود عراق واپس آتا ہے اور سلطان مسعود وارد بغداد ہوتا ہے۔ جب مدرس ایشیا سمرقند و بخارا میں تحصیل علم کر رہا تھا اُن ایام میں برکیارق کے عہدِ سلطنت اور امارت سلطان سنجر میں قطب الدین محمد بن نوشتگین بلقب خوارزم شاہ خوارزم (خیوا) میں حکومت کر رہا تھا[۲]۔ ابھی مصلح ایشیا کو سمرقند و بخارا میں آئے ہوئے چار سال ہی گذرے تھے کہ خراساں میں غزان فتنہ برپا کرتے ہیں یہ ناصر الدین الملقب بہ معز الدین بن جلال الدین ملک شاہ یعنی سلطان سنجر کا لشکرگاہ لوٹ کر اسکو قید کر لیتے ہیں۔ جب معلم انسانیت پانچ سال تک تحصیل علم کرنے کے بعد سمرقند و بخارا سے اپنی قلبی پیاس بجھانے کے لئے بتلاشِ مرشد براہِ خراساں عراقِ عرب کا سفر کر رہا تھا اس زمانہ میں غزان سلطان سنجر کو نظر بند کئے ہوئے خراسان کو لوٹتے پھر رہے تھے، امراؤ ارکین دولت منتشر ہو گئے تھے جو جس شہر میں پہونچا تھا اُسے داب لیتا تھا اس زمانہ میں اس سرزمین سے گذرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ آخر سلطان سنجر ۵۵۱ھ میں احمد حاکم ترمذ کی سعی سے گورخاں والیٔ ترکستان کی قید سے نکل بھاگا اور ۵۵۲ھ میں مدافعتِ ترکانِ خطا کی تمنا لئے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس وقت سے خراسان اُسکے امیروں میں تقسیم ہو گیا بعد ازاں بنی خوارزم شاہ نے ان کل بلادِ اصفہان اور رے پر قبضہ کر لیا۔ اور صوبجاتِ غزنہ بھی بنی سبکتگین سے لے لئے۔ اور بجائے سلاطینِ سلجوقیہ کے یہ خاندان برسر حکومت آیا[۳]۔

عہ۱ (الف) سلطان سنجر کی ولادت ۴۷۹ھ میں بمقام سنجار ہوئی۔ اسی وجہ سے ملک شاہ نے اسکا نام سنجر رکھا۔ (روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۱۳)
(ب) یہ مقام شام و روم کی حدود کے متصل ہے اسلئے لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں ڈاکٹر براؤن نے اسے ایشیائے کوچک میں لکھا ہے

عہ۲ دیکھو روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۲۶-۱۳۰

عہ۳۔ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۹۸ و ۱۴۰ و الفخریہ ۱۶۳ و روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴ و مفتاح التواریخ صفحہ ۴۳-۴۴

جب تاجدار ولایت ہارون میں خواجہ عالم عالمیان حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت اول کرنیکے بعد ڈھائی سال تک مصروف مجاہدہ رہکر خرقۂ خلافت سے مشرف ہوا اور ۵۵۵ھ میں وارد بغداد ہوکر مشائخین سے ملاقات کی بقول ابن خلدون[1] اسی سنہ کے ماہ ربیع الاول میں خلیفہ مقتفی نے چوبیس۲۴ سال چار ماہ عہدۂ خلافت پر مامور رہنے کے بعد وفات پائی اور خلیفہ مستنجد کی خلافت کا دور شروع ہوا۔ اسی سنہ میں محمد بن سلجوق اصفہان کا حاکم تھا[2]

۵۵۵ھ میں سیاح لامکان نے استرآباد، ہرات، سبزوار، قلعہ شادمان، ملتان، لاہور، غزنی، بلخ اور سمرقند وغیرہ کی سیاحت شروع فرمائی۔ انہی ایام میں علاء الدین جہاں سوز کا انتقال ہوچکا تھا اور قوم غزان نے افغانستان میں کچھ عرصہ کیلئے غوری وغزنین حکومت کو مٹاکر ایران کا رُخ کیا تھا۔ بعد ازاں علاء الدین کے بھتیجے غیاث الدین سام نے قوم غزان سے ۵۶۹ھ میں غزنین واپس لے لیا اور دو سال بعد ہرات بھی لے لیا[3]

جب ۵۶۱ھ میں روحانی سلطان الہند بار اول واردِ ہند ہوا اُس زمانہ میں لاہور کا حکمران غزنوی خاندان کا آخری تاجدار خسرو ملک بن خسرو شاہ برسرِ حکومت تھا[4]

۵۶۳ھ میں بعد تعمیل حکم "سیروا فی الارض" رہبرِ اعظم نے سفر ہندوستان سے واپس بغداد میں قدم رنجہ فرماکر مرشد سے بیعت دویم کی اور ۵۶۳ھ سے ۵۸۳ھ تک پیر و مرشد کے ہمرکاب سفر سمرقند و بخارا بدخشاں و سیستان، شام و کرمان و حرمین وغیرہ میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصہ میں خلیفہ مستنجد نے ۵۶۶ھ میں وفات پائی اور اُسکی بجائے مستضی خلیفہ ہوا۔ خلیفہ مستضی کے شروع زمانہ میں دولت علویہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ مصر میں گُل ہوگیا اور محرم ۵۶۷ھ میں عباسی خلیفہ مستضی کا جامع مسجد مصر میں خطبہ پڑھا گیا۔ ذیقعد ۵۷۵ھ خلیفہ مستضی بامر اللہ نے بھی وفات پائی اور الناصر الدین اللہ کی خلافت کا دور شروع ہوا[5]۔ اسکے

ع۱ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۸۳

ع۲ دیکھو تذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام صفحہ ۵۰۱

ع۳ دیکھو محمڈن ڈائنیسٹریز از لین پول اسٹینلے صفحہ ۲۹۲

ع۴ دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۳

ع۵ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۸۳ لغایۃ ۱۹۰

دورِ خلافت میں فخر آدم خلیفۃ اللہ کا جانشین مرشد کے ہمراہ بیس سال سیاحت کر کے ۵۶۲ھ میں وارد بغداد ہوا۔ اور بعد حصولِ خلافت بعمرِ باون ۵۲ سال شیخ اعظم اپنے مرشد سے رخصت ہو کر وارد اوش و اصفہان ہوا۔ قطب الاقطاب کو شرف مریدی بخشا۔ اسی سنہ میں بھلوان نے وفات پائی۔ یہ ہمدان، رے، آذر بائی جان اور آرانیہ وغیرہ میں حکومت کرتا تھا[1]۔

جب شہاب الدین غوری لاہور پر قبضہ کر چکا تھا اور سلطنتِ غزنیہ غوری خاندان میں منتقل ہوگئی تھی[2]۔ اسوقت ۵۸۳ھ میں سلطان العارفین نے معہ قطب الاقطاب اوش سے سفر حرمین اختیار کیا اور بعد زیارت حرمین ۵۸۵ھ میں مدینہ منورہ سے ہندوستان کا رُخ کیا، اُسی زمانہ میں خلیفہ ناصر نے سلاطین سلجوقیہ کے دار الخلافت کے انہدام کا حکم صادر کیا اور اپنے وزیر جلال الدین بن یونس کو کزل کی کمک پر ۵۸۴ھ میں روانہ کیا۔ طغرل اور عبداللہ سے سخت لڑائی ہوئی آخر ۵۹۰ھ میں طغرل قتل کر دیا گیا۔ اسکے قتل سے دولت سلجوقیہ کا چراغ گل ہوگیا[3]۔

مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کے بعد اہالیانِ ہند کے محسنِ اعظم نے ۵۸۶ھ میں وارد اجمیر ہو کر ظلمت کدۂ ہندوستان[4] کو نورِ اسلام، ایمان کی روشنی اور ضیائے معرفت سے منور فرمایا اسوقت رائے پتھورا اجمیر میں حکمران تھا۔ ہنود کی آبادی تھی، بکثرت مندر تھے، ہندوانی رسم و رواج تھے، دھوتی کا پہناوا تھا، ریگستان میں سفر کے لئے اونٹ کی سواری یا بیل گاڑی تھی۔ ناہموار پہاڑی علاقوں میں گھوڑے پر سفر کیا جاتا تھا۔ غربا و مساکین پیادہ سفر کرتے تھے۔ مارواڑ میں پانی کی قلت تھی، زبان مارواڑی تھی۔ ابھی روحانی بادشاہ کو اجمیر آئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ تصرفاتِ باطنی کار فرما ہوئے ۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ میں شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج پر فتح پائی۔ قلعہ سرستی، ہانسی، سامانہ، کہرام و اجمیر اسلامی قبضہ میں آئے اور دورِ اسلامی شروع ہوا۔ اللہ کی عبادت کے لئے مساجد تعمیر ہوئیں۔ اسلامی مراسم نے رواج پایا۔ ۵۸۹ھ میں دہلی پایہ تخت بنا۔ اندھیرا اجالے سے بدل گیا۔ فارسی بھاشا اور مارواڑی ملی ہوئی زبان وجود میں آئی۔ اسلامی فتوحات ترقی پذیر ہوئیں۔ بقول

ع۱ دیکھو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۹۱ - ۱۹۲

ع۲ دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۲

ع۳ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۹۱، ۱۹۲

ع۴ دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۶-۵۸

تاریخ تراب قلعہ بیانہ، گوالیار، ہنرواڑ، گجرات، بدایوں، کالپی، صوبہ بہار وغیرہ اسلامی حکومت میں شامل ہوئے۔[1]

روحانی تاجدار ہند کے حیات ظاہری میں سلطان شہاب الدین کے فتح یاب ہونیکے بعد بطور باجگذار سلطانی ۵۸۹ھ تک گوندراج نے اجمیر میں راج کیا۔ ازاں بعد اُسکے چچا ہری راج نے اُس سے اجمیر چھین لیا۔ قطب الدین ایبک نے ۵۹۲ھ میں ہری راج کو شکست دیکر اجمیر واپس لے لیا۔ شہاب الدین غوری ۶۰۲ھ میں شہید ہوا اور قطب الدین ایبک ۶۰۲ھ سے ۶۰۷ھ تک تخت دہلی پر متمکن رہا۔ قطب الدین ایبک کے بعد اُسکے بیٹے آرام شاہ نے چند ماہ حکومت کی۔ پھر شمس الدین التمش نے سریر حکومت پر جلوس کیا۔[2] اسی نیک، متقی، پرہیزگار، عبادت گذار، انصاف پسند بادشاہ کے عہد میں رونق کونین، فخر ہندوستان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہُ العزیز اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور سرزمین اجمیر کو اپنی آخری خوابگاہ بننے کا شرف عطا فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔[3]

"ہرگز نمیرد آنکس دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(حافظ)

---

[1] دیکھو تاریخ تراب صفحہ ۱۱۲، ۱۲۲۔ فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۶، ۶۷۔ ترجمہ تاج الماثر از ایلیٹ جلد دوم صفحہ ۲۱۳، ۲۱۵ و دیگر تاریخی کتب

[2] دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۶، ۶۷

[3] اس باب کی کل تاریخی روایات ابن خلدون، تاریخ فرشتہ، تاریخ تراب، طبقات ناصری محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول اور روضۃ الصفا وغیرہ سے لکھی گئی ہیں۔ جنکے حوالہ برمحل لکھدئے گئے ہیں اور غریب نواز کے واقعات اسی کتاب (معین الارواح) حصہ سوانح سے درج کئے گئے ہیں۔

قرابت داریاں اور خاندانی حالات

خاندان نائب النبی خواجہ معین الدین حسن سنجری کے خاندانی حالات[1] سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ (صلعم) سے لیکر کئی پشت نیچے تک جو کتابوں میں نظر آتے ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد کو علم و فضل، زہد و تقویٰ، حق طلبی، حق شناسی اور خدارسی میں خاص امتیاز حاصل رہا ہے۔ اور جس طرح رسول خدا (صلعم) کا شجرۂ نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر سرور عالم (صلعم) تک جاہلیت سے پاک وصاف ہے اسی طرح خواجۂ ہند کا شجرۂ نسب سرور عالم (صلعم) سے لیکر حضرت خواجہ بزرگ تک شرک وارتداد کی لغزشوں سے مبرا ہے۔ بلکہ اسی خاندان رسالت میں بعض ایسے مشہور عالم اور امام بھی ہوئے ہیں جو علم وفضل، فقر و درویشی میں یگانۂ روزگار تھے۔ چونکہ خلفائے عباسیہ سادات کو طرح طرح کی تکالیف پہونچایا کرتے تھے بایں وجہ گمان غالب ہے کہ آپ کے اجداد نے وطن سے ہجرت کر کے دار الخلافت (بغداد) سے دور قصبۂ سنجر (واقع سیستان) میں اقامت اختیار فرمائی۔

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں ہیں اور والدہ محترمہ حضرت امام حسن ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کے جو مختصر حالات کتابوں میں ملتے ہیں وہ اہل علم وعقیدت کی تشنگی بجھانے کے لئے ناکافی ہیں، تاہم جو میسر آسکے لکھے جاتے ہیں

آپ کے والدین وبرادران آپ کے والد خواجہ غیاث الدینؒ بہت متقی وپرہیزگار تھے۔ خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ صاحب دولت وثروت بھی تھے[2]۔ خاکسار نے آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی ہے۔ بغداد شریف[3] میں متصل دروازہ[4] شام ایک پختہ حجرہ میں واقع ہے۔ مزار شریف پر کپڑے کی چادر پڑی رہتی ہے

---

[1] دیکھو تذکرۃ العابدین۔ سوانحعمری حضرت علی کرم اللہ وجہہ مرتبہ عبد اللہ بن ظہیر جمالی امرتسری۔ روضۃ الصفا جلد دوم وغیرہ

[2] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۵۷ ودیگر کتب

[3] صاحب اقتباس الانوار نے صفحہ ۳۳۲ پر آپکا مزار عراق میں بتایا ہے۔ بعض نے دروازۂ شام میں لکھا ہے۔

[4]۔ ایک دروازہ باب شام شمال میں کاظمیہ کے رُخ پر واقع تھا۔ اسکے آس پاس کی آبادی کو حربیہ کہتے تھے۔ دیکھو رسالہ الناظر اشاعت ماہ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۲ پر مقالہ بعنوان بغداد از کرنل بھولاناتھ مقیم میسوپٹامیہ)

اور ایک مجاور رہتا ہے۔ حجرہ کی عمارت بہت پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہے۔ مزار اقدس زیارت گاہ مخلوق ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک بی بی اُم الورع بقول دیگر ماہ نور خاص الملکہ ہے۔ آپ داؤد بن عبداللہ الحنبلی کی صاحبزادی ہیں[ب]۔ حضرت خواجہ کے دو حقیقی بھائی بھی تھے[۳]۔

غوث پاک سے آپ کا رشتۂ قرابت حضرت خواجہ معین الدین کے شجرۂ مادری مندرجہ مسالک السالکین صفحہ ۱۴۹-۱۶۰ کے مطابق حضرت محی الدین عبدالقادر (غوث پاک) عبداللہ الحنبلی کے پوتے ہیں اور حضرت خواجہ کی والدہ محترمہ بی بی ماہ نور حضرت عبداللہ الحنبلی کی پوتی ہیں اور ان دونوں کے والد آپسیں حقیقی بھائی ہیں یعنی غریب نوازؒ کی والدہ محترمہ غوث پاک کی چچازاد بہن ہیں اس رشتہ سے غوث پاک حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ماموں ہوتے ہیں۔

بغداد شریف میں عام طور سے مشہور ہے اور صاحب مسالک السالکین نے بھی جلد دوم کے صفحہ ۲۷۱ پر لکھا ہے کہ غریب نواز اور غوث پاک آپسیں خالہ زاد بھائی ہیں۔ صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۰۱ پر غریب نوازؒ کو غوث پاک کا ماموں لکھا ہے ان دونوں رشتوں کی مطابقت اسی طرح ہو جاتی ہے کہ غوث پاک کی والدہ غریب نوازؒ کی ننہالی رشتہ میں خالہ اور ددھیالی رشتہ میں بہن ہیں اس لئے غریب نوازؒ حضرت غوث پاک کے خالہ زاد بھائی اور ماموں بھی ہوتے ہیں۔

آپ کا نسب نامہ پدری صاحب تذکرۃ الانساب، خزینۃ الاصفیاء، اقتباس الانوار، اخبار الاخیار، احسن السیر، وقایع شاہ معین الدین چشتی، روایح المصطفٰی، رسالہ انساب، مدائن المعین وغیرہ میں جو شجرے دئے گئے ہیں ان میں اختلافات ہیں۔ سنہ ۱۱۸۰ھ میں شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی نے بحکم سلطان ابو المظفر شاہ عالم بہادر شاہ رسالہ تذکرۃ السادات مرتب کیا ہے اس رسالہ میں موصوف نے بڑی تحقیق سے حضرت خواجہ کا شجرہ بھی مرتب کرکے

---

[۱] دالفیہ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۲ و دیگر کتب

(ب) بقول مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۷۲) آپ کی والدہ کا نام ام الورع مع شجرہ بحوالہ تاریخ آئینہ تصوف میں طاہرت نام و مکتوب نقاب مرقوم ہے۔

[۲] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۱ [۳] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۱

لکھا ہے ہمارے نزدیک یہ شجرہ بھی غیر مستند نہیں ہے۔ موصوف صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں "یہ رسالہ (تذکرۃ السادات)
شیخ منیر و سید احمد اربلی و شرف الدین ابن عبد اللہ عتاب سید جمال الدین احمد غیرو سید ابو القاسم و ابو غنایم نساب
اصفہانی و ابو محمد نقیب نساب غزنوی و علی بن زید ہراتی و ملا حسین واعظ و ابو القاسم کابلی و سید علی ہمدانی و مخدوم
اشرف جہانگیر و شیخ معروف محمدی الصدیقی و سید لعل محمد قطبی الحسینی و سید حامد بخاری الندی کے ملفوظات سے
سے مرتب کیا گیا ہے جو ان حضرات نے خود بیان کئے ہیں اور لکھے ہیں شجرہ حسب ذیل ہے:۔
خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید سراج الدین بن سید عبد اللہ بن سید عبد الکریم بن سید عبد الرحمٰن
بن سید علی اکبر بن سید ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام
زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

ہمارے نزدیک صاحب مراۃ الاسرار کا بیان کردہ شجرہ سب سے زیادہ مستند ہے موصوف نے آپکا
شجرہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس طرح ملایا ہے۔
خواجہ معین الدین بن خواجہ غیاث الدین بن خواجہ نجم الدین طاہر بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید
ادریس بن سید امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

آپ کا نسب نامہ مادری آپ کا نسب نامہ مادری بقول صاحب مسالک السالکین جلد دوم
صفحہ ۲۷ کتاب آئینہ تصوف میں بحوالہ ظہرت نامہ و مکتوب نقاب (مرتبہ غریب نواز) میں اس طرح
لکھا ہے:۔

بی بی ام الورع (یا بی بی ماہ نور یا بی بی خاص الملکہ) بنت سید داؤد بن سید عبد اللہ الحنبلی
بن سید نا زاہد[1] بن سید مورث بن سید داؤد بن سیدنا موسیٰ جون بن سیدنا عبد اللہ محض بن سیدنا حسن
مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

---

[1] مراۃ الانساب میں صفحہ ۵۲ پر سیدنا زاہد سے موسیٰ جون تک اس طرح مرقوم ہے:۔
سید نا زاہد بن سید نا محمد روحی بن سیدنا داؤد بن سیدنا موسیٰ ثانی بن سیدنا عبد اللہ ثانی بن سیدنا موسیٰ الجون۔

آپ کی ولادت مبارکہ

جائے ولادت سیر الاولیا، دلیل العارفین اور حضرت خواجہ بزرگ کی مرتبہ گنج اسرار و انیس الارواح میں آپ کو صرف سنجری لکھا گیا ہے مگر بعد کی مختلف روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے سنجر تین ہیں جن کو مختلف تذکرہ نویسوں نے مختلف پتوں کے ساتھ آپ کا مولد لکھا ہے۔ بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

سنجر واقع ایشیائے کوچک:۔ ڈاکٹر براؤن نے لٹریری ہسٹری آف پرشیا مطبوعہ سنہ ۱۹۳۰ء جلد دوم کے صفحہ ۳۰۳ پر سنجر (Sanjar) لکھا ہے اور محل وقوع ایشیا، کوچک بتایا ہے۔ بقول مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۱ بعض نے اسے سنجر لکھا ہے اور موصل سے تین دن کی راہ پر بتایا ہے۔ بعض نے سنجار لکھا ہے اور اسے عراق میں بغداد سے سات دن کی راہ پر بتایا ہے۔ چونکہ یہ مقام ایشیا، کوچک اور عراق عرب کے متصل ہے اس لئے بعض نے اسی ایک مقام کو موصل سے تین دن کی راہ پر اور بغداد سے سات دن کی راہ پر بتایا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے "بیابان سنجار نزد موصل" اور حاشیہ پر مرقوم ہے "نام کوہی و نام قلعہ ایست در موصل کہ شہریست در عراق و دیاریکہ گویند تولد سلطان سنجر آنجا واقع شد"۔ جغرافیہ خلافت مشرقی نے صفحہ ۹۰ پر ایک مفصل بیان میں بتایا ہے کہ سنجار دریائے ثرثار کے کنارہ جبل حمرین یا جبل بارہما کے پہاڑی سلسلہ میں واقع ہے۔ آٹھویں صدی ہجری میں شہر سنجار کے گرد چونہ اور پتھر سے بنی ہوئی فصیل تھی۔ یہاں کے بڑھئی بڑے کاریگر تھے۔ یہاں نارنگیاں لیمو اور کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ وسط شہر میں ایک جامع مسجد ہے شہر کے اکثر مکانات پہاڑ کی چڑھائی پر بنے ہوئے ہیں۔ باغوں میں انگور، زیتون اور سماق (دوا) بکثرت پیدا ہوتا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے زمانہ میں سنجار (متصل موصل) کے شمال میں ایک پہاڑی پر لگی تھی۔ پھر آگے بڑھکر دریائے دجلہ کے مغربی جانب جبل جودی پر ٹھہری تھی۔ ہمارے نزدیک یہ مقام (سنجر یا سنجار) مولد غریب نواز نہیں البتہ شیخ نجم الدین کبریٰ سے حضرت خواجہ بزرگ کی ملاقات ہونے کا مقام ہے۔

سنجر واقع سیستان:۔ صاحب سیر العارفین نے صفحہ ۵ پر آپ کا مولد سجستان[1] لکھا ہے۔

---

[1] تقویم البلدان جز دوم میں زابلستان اور غزنی کے درمیان دریائے ہلمند کے نیچے کے علاقہ کو سجستان اور اوپر کے علاقہ کو بلخ تک طخارستان لکھا ہے۔ (دیکھو خاندان زبیر کنزی جلد اول صفحہ ۲۱۳)

جغرافیہ خلافت مشرقی کے بیان کا خلاصہ ہے کہ "سیستان فارسی لفظ سگستان سے ماخوذ ہے عرب اسے سجستان کہتے تھے۔ فارسی میں سیستان کو نیمروز (یا جنوبی ملک) بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ خراسان کے جنوب میں واقع ہے۔ صوبہ سجستان کی زرخیزی مشہور تھی۔ یہاں کھجور اور غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ یہاں ہینگ بھی ہوتی ہے۔ ایرانی روایات میں سیستان کی شہرت کی وجہ یہ تھی کہ وہ رستم کے باپ زال کا وطن تھا اور رستم ایرانیوں کا قومی ہیرو تھا۔ اس صوبہ کا موجودہ دارالسلطنت نصرت آباد (جو آجکل نصریہ کہلاتا ہے) سابقہ دارالسلطنت زارنج کے جنوب میں چندمیل پر ہے۔ صاحب مسالک السالکین نے جلد دوم کے صد۱۰۲ پر سجستان کو سیستان کا معرب بتایا ہے اور اسکا مخفف بفتح سین وسکون جیم وزائے معجمہ یعنی سجز[1] (س۔ ج۔ ز) لکھا ہے۔ ہربلاس ساردا نے بھی کتاب اجمیر کے صفحہ۳ پر اس کا تلفظ سجز (س۔ ج۔ ز) لکھا ہے۔ ہنری جارج کین نے نظر ثانی شدہ اورینٹیل بایوگرافیکل ڈکشنری میں تحت حالات ابوالفرج اسے سجز (س۔ ج۔ ز) ہی لکھا ہے اور اس کا محل وقوع سیستان بتایا ہے۔ آئین اکبری جلد دوم (مترجمہ فدا علی) کے صد۳۲ پر مرقوم ہے "خواجہ معین الدین چشتی قصبہ سجز (س۔ ج) میں جو سیستان سے متعلق ہے پیدا ہوئے"۔ اکبر نامہ جلد دوم کے صفحہ۹۶ پر ابوالفضل نے لکھا ہے۔ "خواجہ معین الدین چشتی از سیستان است و اہل آں دیار را سنکر (سنگر) می خوانند و سنجری می نویسند، معرب سنکر (سنگر) است"۔ صاحب سیرالاقطاب نے غالباً اسی کو سنجرستان لکھا ہے مگر اسے غریب نوازؒ کا مولد تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اسے آباؤ اجداد کی جائے سکونت (یعنی اصل آنحضرت (غریب نواز) از سادات سنجرستان است، لکھا ہے۔ پس ہمارے نزدیک قصبہ سنجر کو سجز یا سنکر (سنگر) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور یہ صوبہ سیستان (سنجرستان یا سجستان) میں واقع ہے مگر یہ خواجہ بزرگ کا مولد نہیں بلکہ آپ کے آباؤ اجداد کی جائے سکونت ہے۔

سنجر متصل اصفہان: ۔ بعض نے اصفہان کو بعض نے سنجر متصل اصفہان کو مولد غریب نواز[2] لکھا ہے کتاب مولد عطائے رسول میں علامہ احمد علی نے بحوالہ کتاب گلشن لکھا ہے کہ "بعد حصول خلافت خواجہ غریب نوازؒ نے

---

[1] بلاذری کی مولفہ کتاب فتوح البلدان کے جزو دوئم حصہ ہشتم کے ساتھ جو نقشہ لگا ہوا ہے اس میں علاقہ سجستان میں ایک مقام سجز بھی دیکھیے یہ نقشہ صد۸۵ کا محاذی ہے۔

[2] دیکھو سیرالاقطاب، سوانح عمری خواجہ عثمان، مراۃ الانساب، خزینۃ الاصفیا وغیرہ

اصفہان کی طرف توجہ فرمائی بلدہ دلبستی) سنجر انہی اطراف پر مشتمل ہے[۱]۔ مگر ایرانی کونسل اور دیگر ذرائع سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ متصل اصفہان سنجر نہیں ہے البتہ سنجرہ ہے مگر مزید تحقیق کرنے پر موصوف نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۵۲ء میں لکھا کہ زمانہ سابق میں اصفہان کا ایک محلہ سنجر تھا۔ صاحب سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں: "آنحضرت (خواجہ بزرگ) اصل از سادات سنجرستان (سیستان) است" پھر لکھتے ہیں: "مولد شریف آنحضرت (خواجہ بزرگ) در صفاہان[۲] است"۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے جلد اول کے صفحہ ۲۳۲ پر اور مراۃ الانساب نے صفحہ ۱۶ پر بھی حضرت خواجہ کا مولد صفاہان ہی لکھا ہے۔ ان روایات کے پیش نظر قرین قیاس ہے کہ حضرت خواجہ کے والد نے اپنے آبائی وطن سنجر (واقعہ سیستان) سے ہجرت کرکے اصفہان کے مضافاتی محلہ سنجر میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ چونکہ یہ خاندان رسالت سیستانی سنجر کی نسبت مکانی کی وجہ سے سنجری کہلاتا تھا۔ اس لئے اصفہان میں یہ مقام سکونت[۳] بھی اس نسبت سے سنجر کہلانے لگا یہیں حضرت خواجہ کی ولادت ہوئی اور اس نسبت مکانی یا آبائی نسبت مکانی کی وجہ سے آپ سنجری کہلاتے ہیں۔

تاریخ و سنہ ولادت

صاحب سیر الاولیا و سیر العارفین نے آپ کا کوئی سنہ ولادت نہیں لکھا البتہ صاحب سیر العارفین نے صفحہ ۱۶ پر آپ کی عمر ۹۷ سال لکھی ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کی ولادت کے سنین ۵۲۳ھ، ۵۲۷ھ، ۵۳۳ھ، ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ اور ۵۳۷ھ لکھے ہیں۔ زیادہ تر ۵۳۷ھ لکھا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک مراۃ الاسرار (جس کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں ہے دوسرا لندن میوزیم لائبریری میں ہے) کی یہ روایت کہ "حضرت خواجہ کا وصال بعمر ۹۷ سال ۶۲۷ھ میں ہوا" معتبر ہے۔ یہی روایت بحوالہ مراۃ الاسرار اقتباس الانوار کے صفحہ ۳۴۲ پر مرقوم ہے پس ۶۲۷ میں سے ۹۷ سال کم کردینے سے سال ولادت ۵۳۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہی سال ولادت مراۃ الانساب کے صفحہ ۱۶ پر اور خاندان زبیر کبوی کے صفحہ ۳۱۶ پر اور بعض دوسری کتابوں میں مرقوم ہے۔ یہی سنہ ولادت روایات مابعد سے تاریخی مطابقت کرتا ہے۔ پس ہمارے نزدیک بہزاد فیوض و برکات حضرت خواجہ بزرگ کی ولادت ۵۳۰ھ میں ہونا معتبر ہے۔

---

[۱] دیکھو تاریخ سلف صفحہ ۱۲۵-۱۲۶ [۲] نام شہر یست کہ آں را اصفہان نیز گویند۔ [۳] صاحب مراۃ الانساب نے صفحہ ۱۶ پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آپ کی ولادت اصفہان میں ہوئی لیکن بود و باش آپ کی سنجان میں ہی رہی جو سنجر کے نام سے مشہور ہے۔

بعض سوانح نگاروں نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۴ رجب بعض نے ۹ جمادی الثانی مطابق ۱۵ مارچ ۱۱۳۶ء لکھی ہے مگر کسی پرانی معتبر کتاب میں یہ تاریخیں ہماری نظر سے نہیں گذریں اس لئے انہیں مستند نہیں کہا جاسکتا سنہ ۵۳۰ھ کے آخر زمانہ میں آپ کی ولادت بعض روایات مابعد سے پوری تاریخی مطابقت کرتی ہے

آپ کا اسم گرامی اور القاب و خطابات

آپ کا اسم مبارک معین الدین ہے. کہا جاتا ہے کہ والدین کے پکارنے کا نام حسن ہے. بعض معین الدین حسن کو پورا نام تصور کرتے ہیں۔

خالق و مخلوق میں آپ وایسی مقبولیت ہوئی کہ بعد وفات ید قدرت نے آپ کی پیشانی پر بخط نور "ھذا حبیب اللہ" لکھا اور دربار رسالت سے "قطب المشایخ بحر و بر" کا خطاب عطا ہوا۔ اور مخلوق آپ کی لاثانی خصوصیات سے متاثر ہو کر آپ کو متعدد خطابات و القاب سے یاد کرنے لگی۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

خطابات :۔ ہندالنبی، ہندالولی، عطائے رسول خواجۂ خواجہ بزرگ، غریب نواز، سلطان الہند نائب رسول فی الہند

القاب :۔ معین الحق، معین الملۃ، سلطان العارفین، قطب دوراں، وارث الانبیا والمرسلین محب الاولیائے زماں، امام شریعت والطریقت، مخزن معرفت، مقتدائے ارباب دیں پیشوائے ارباب یقیں، صاحب اسرار، مہبط انوار، عالم علم ظاہری و باطنی، واقف رموز صوری و معنوی، قدوۃ السالکین، تاج المقربین والمحققین، سید العابدین، امام العارفین، رہنمائے کاملین تاج العاشقین برہان الواصلین، پناہ بیکساں، آفتاب جہاں، قدوۃ الاولیا برہان الاصفیا۔

چشتی کہلانیکی وجہ تسمیہ مبداو منشاء چشتیاں حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ جب بقصد حصول بیعت حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کے پاس بغداد شریف میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ نے دریافت فرمایا "تیرا

۱؎ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۴۵ ۲؎ دیکھو انیس الارواح صفحہ ۳ ۳؎ مذکورہ بالا خطابات و القاب میں سے بعض تذکروں میں موجود ہیں بعض بوقت فاتحہ پڑھے جاتے ہیں اور بعض آپ کے نام کیساتھ لگا کر تنہا بولے جاتے ہیں۔

۴؎ سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۵۶ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۲ وغیرہ

کیا نام ہے؟ عرض کیا۔" اس عاجز کو ابو اسحاق شامیؒ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔" آج سے ہم تجھے ابو اسحاق چشتی کہیں گے اور جو تیرے سلسلۂ ارادت میں تا قیام قیامت داخل ہوگا وہ بھی چشتی کہلائے گا؟ پس حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ حسب فرمان مرشد چشت (شاقلان[1] جو ہرات سے تیس کوس ہے) میں تشریف لائے اور رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے آپ کے سلسلہ کے بزرگان میں سے حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد چشتیؒ، خواجہ ابو یوسف چشتیؒ، اور حضرت قطب الدین مودود چشتیؒ بھی چشت میں قیام پذیر ہو کر مدفون ہوئے۔ بایں وجہ یہ سلسلہ چشتی کے نام سے مشہور ہوا۔ چونکہ مذکورہ بالا حضرات غریب نوازؒ کے پیران عظام ہیں اسلئے غریب نواز بھی چشتی کہلائے[2]

عہد اوائل

ایام رضاعت و صغیر سنی دودھ پینے کے زمانے میں جب کوئی عورت اپنا بچہ لیکر آپ کے یہاں آتی اور اس کا بچہ دودھ کے لئے روتا تو آپ اپنی والدہ کی طرف اشارہ کرتے کہ آپ کا دودھ اُسے پلا دیا جائے آپ کی والدہ محترمہ آپ کا اشارہ سمجھ جاتیں اور اس بچہ کو دودھ پلا دیتیں۔ اس نظارے سے آپ بہت خوش ہوتے اور فرطِ مسرت سے ہنستے۔ جب آپ کی عمر تین چار سال کی ہوئی تو آپ اپنے ہم عمر بچوں کو بلاتے اور انہیں کھانا کھلاتے[3]

ایک عید کے موقعہ پر حضرت خواجہ بزمانہ صغر سنی عمدہ لباس پہنے نماز کیلئے عید گاہ جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ نے ایک نابینا لڑکے کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا آپ کو اس پر رحم آیا اور اسی وقت اپنے کپڑے اتار کر اس بچہ کو دیدئے اور اسے اپنے ساتھ عید گاہ لے گئے۔ آپ اپنے ہمعمر بچوں کے ساتھ کبھی کھیل میں شریک نہیں ہوئے نہ کبھی آپ نے خراب صحبت اختیار کی[4]

عا (الف) آجکل چشت کا نام شاقلان ہے (دیکھو احسن السیر صد ۱۳۲)
(ب) گیٹ جانسٹن اٹیلس میں ہرات کے متصل چگیان لکھا ہے۔

عا۲۔ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صد ۱۹۶ و احسن السیر صد ۱۳۳ عا۳ دیکھو کتاب ہولی سینٹ آف اجمیر صد ۲۲

عا۴ (الف) دیکھو کتاب ہولی سینٹ آف اجمیر صد ۲۲ (ب) ہولی سینٹ آف اجمیر کی ان دونوں روایتوں کی کسی پرانی کتاب سے تصدیق نہیں ہوئی۔

سنہ ۵۳۰ھ تا سنہ ۵۴۴ھ
سنہ ۱۱۳۶ء تا سنہ ۱۱۵۰ء

نشو و نما اور ابتدائی تعلیم

آپ کا نشو و نما (بقول بعض ۱۸ سال کی عمر تک) خراساں[1] (صوبہ) میں ہوا۔[2] آپ کی ابتدائی تعلیم کے باب میں پرانے تذکرے خاموش ہیں حال کے تذکروں میں بلا ماخذ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہونا لکھا ہے۔ بعد ازاں سنجر کے مدرسہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم پانا بیان کیا ہے۔ ہمارے نزدیک خاندانی علمی ماحول کے پیش نظر آپ کی ابتدائی تعلیم سایۂ پدری میں ہوئی۔

سنہ ۵۴۴ھ مطابق سنہ ۱۱۵۰ء

آپ کے والد کا وصال اور آپ کی عمر شریف

جب آپ کی عمر کا چودہواں سال ختم ہو کر پندرہواں سال چل رہا تھا اس زمانہ میں آپ کے والد بزرگوار کا وصال ہو گیا۔[3] آپ کے والد کا مزار اقدس بغداد میں ہونے سے ثابت ہے کہ وہ آخری زمانہ میں بغداد آ گئے تھے۔

ترکہ پدری

آپ کے والد کی وفات کے بعد پسماندگان میں جب ترکہ تقسیم ہوا تو آپ کے حصہ میں ایک پن چکی اور ایک باغ آیا۔ اُن کی آمدنی سے آپ قوت بسری فرماتے تھے۔[4] جب تفصیل گذشتہ سیستانی سنجر سے اصفہانی سنجر میں اقامت گزیں ہونے کے پیش نظر گمان غالب ہے کہ یہیں (اصفہانی سنجر) آپ کے والد نے ترکہ چھوڑا۔

آخر زمانہ سنہ ۵۴۴ھ

حضرت ابراہیم قندوزی مجذوب سے ملاقات

ایک دن آپ اپنے باغ کو سیراب فرما رہے تھے کہ وہاں ابراہیم قندوزی (قہندوزی) مجذوب کا گذر ہوا۔ آپ نے نہایت عزت کیساتھ انہیں بٹھایا اور خوشۂ انگور سے تواضع کی۔ مجذوب آپ کے اس برتاؤ سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اپنی بغل سے ایک کھل کا ٹکڑا نکالا اور دانت سے کتر کر آپ کو دیا۔

ع[1] جب مسلمانوں نے فتح کیا تو کابل و قندھار سے لیکر ایران تک کا ملک خراسان کہلایا۔ جب ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ ابدالی تخت قندھار پر بیٹھا تو اس وقت سے اس ملک کا نام افغانستان ہوا۔ مگر مغربی حصہ اب بھی خراساں ہی کہلاتا ہے (دیکھو خاندان زبیری کنتوی جلد اول صفحہ ۲۱۳)

ع[2] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱ و سیر العارفین صفحہ ۵

ع[3] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۵ سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱ و تذکرۃ الاولیائے ہند وغیرہ

ع[4] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۵ -

اُسکو کھانے کے بعد آپ کا دل دنیائے دنی سے سرد ہو گیا باغ اور پن چکی فروخت کر کے زر موصولہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور (سنجر واقعہ اصفہان سے) سفر خراساں اختیار فرمایا۔[1]

ترتیب سفر کی تحقیق

تذکرہ نویسوں نے ایک ہی سلسلۂ سفر میں بلالحاظ ترتیب مقامات کے نام لکھدئے ہیں حالانکہ سفر مختلف اوقات میں ہوئے ہیں اور بعض مقامات پر آپ کا چند بار تشریف فرما ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ جن کی تفصیلات اپنے اپنے موقعہ پر آگے آئیں گی۔ مزید برآں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں حسب دلیل العارفین (آپکے بیانات کا مجموعہ مرتبہ قطب صاحب) آپ کا تشریف لے جانا ثابت ہے مگر مذکورہ سلسلۂ سفر میں کہیں اُن کا نام نہیں ہے۔ یعنی ملتان و کرمان چشت وغیرہ کا تذکرہ اس سلسلۂ سفر میں کہیں نہیں کیا گیا۔

سیر العارفین فرشتہ و صاحب خزینۃ الاصفیا وغیرہ نے جو ترتیب سفر لکھی ہے اسمیں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ بغداد سے ہندوستان جاتے ہوئے بعض مقامات سے بجائے آگے بڑھنے کے سیکڑوں میل پیچھے لوٹنا ثابت ہوتا ہے اگر سیاحت کے پیش نظر واپس ہونا مان بھی لیا جائے تب بھی وقت اور فصل کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی زیادہ بعید مقام سے پیچھے لوٹنا قرین قیاس نہیں ہے۔ مثلاً حسب سیر العارفین بغداد سے ہندوستان جاتے ہوئے ہمدان سے تبریز ہو کر استرآباد جانا اور حسب فرشتہ خرقان سے استرآباد آکر ہرات جانا۔ یا سبزہ وار (واقع افغانستان) سے قلعہ شادمان ہو کر بلخ جانا سیکڑوں میل واپس آکر پھر آگے بڑھتا ہے۔

علاوہ ازیں صاحب سیر العارفین اور فرشتہ نے جو ترتیب سفر بیان کی ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چونکہ ان حضرات کے پیش نظر ایک ہی ورود ہند تھا اس لئے انھوں نے پانچ ورود ہند کے مواقع پر کسی مقام کا نام کئی مرتبہ لکھنے کے بجائے اکثر مقامات ایک ہی سلسلۂ سفر میں ایک مرتبہ لکھے ہیں۔ ان حالات میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اُسوقت چونکہ فن تاریخ زمانہ حال کی طرح ہندوستان میں ترقی پذیر نہ تھا۔ نیز شاید سب سے پہلی کتاب سیر العارفین بشکل تذکرہ غریب نوازؒ کی وفات کے تقریباً تین سو برس بعد

---

[1] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۵ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۳

بروایات منتشر لکھی گئی اندریں صورت یہ قابل تسلیم ہے کہ ان حضرات کا منشا صرف مقامات ورود کا اظہار تھا اور ترتیب سفر کا چنداں لحاظ نہ تھا۔ پس بوجوہات متذکرہ بالا ہمارے نزدیک نقشہ اور روایات کے پیش نظر مندرجہ ذیل ترتیب سفر کا اجمالی خاکہ قرین قیاس اور مطابق روایات ہے:۔

(الف) سفر سمرقند و بخارا و قیام (۵۴۵ھ تا ۵۵۰ھ)

(ب) سمرقند و بخارا سے سفر عراق عرب و ہارون و واپسی بغداد (۵۵۰ھ تا ۵۵۱ھ)

(ج) بغداد سے سفر بجانب شام و واپسی بغداد (۵۵۵ھ)

(د) بغداد سے سفر کرمان و واپسی بغداد (۵۵۶ھ)

(ہ) بغداد سے بار اول سفر ہندوستان و واپسی بغداد۔ براہ ہمدان۔ تبریز۔ استرآباد۔ بخارا۔ خرقان۔ سمرقند۔ میمنہ۔ ہرات۔ سبزوار (افغانستانی) قلعہ شادمان (بلوچستان میں مابین سبزوار و ملتان) ملتان۔ لاہور۔ غزنی براہ ضلع حصار و کوہ حصار بلخ۔ استرآباد۔ رے۔ بغداد (۵۵۶ھ تا ۵۶۲ھ)

(و) بغداد شریف سے مرشد کے ہمرکاب بیس سال تک سفر (وسط ۵۶۲ھ تا وسط ۵۸۲ھ)

(و۱) بغداد سے براہ فالوجہ سفر حرمین شریفین۔ بدخشاں، بخارا و واپسی بغداد (۵۶۲ھ تا ۵۶۳ھ)

(و۲) بغداد سے سفر اوش۔ سیوستان۔ دمشق۔ بخارا۔ قصبہ جیل (زیر کوہ جودی) و واپسی بغداد (۵۶۳ھ وسط ۵۸۲ھ)

(ز) مرشد سے رخصت ہو کر بغداد سے سفر اوش۔ اصفہان۔ حرمین شریفین و قیام (۵۸۲ھ تا ۵۸۳ھ)

(ح) مدینہ منورہ سے سفر ہندوستان بار دوم و ورود اجمیر بار اول براہ بغداد۔ چشت۔ ہرات دہری براہ سبزوار (افغانستانی) قلعہ شادمان۔ ملتان۔ لاہور۔ سمانہ۔ دہلی۔ اجمیر (۵۸۵ھ۔ ۵۸۶ھ)

(ط) اجمیر سے سفر اوش و واپسی اجمیر براہ غزنین لاہور۔ دہلی (ورود ہند بار سوم و ورود اجمیر بار دوم آخر ۵۸۶ھ یا شروع ۵۸۸ھ۔ ۵۸۹ھ)

(ی) ہندوستان سے سفر بغداد و واپسی اجمیر براہ بلخ غزنی لاہور۔ دہلی (ورود ہند بار چہارم ورود اجمیر بار سوم ۵۹۸ھ تا ۶۰۲ھ)

(ک) سفر خراسان سے واپسی اجمیر اور ورود ہند بار پنجم ورود اجمیر بار چہارم (آخر ۶۱۰ھ یا شروع ۶۱۱ھ)

(ل) بعہد شمس الدین التمش بار اول سفر دہلی (۶۱۱ھ)

(م) بعہد شمس الدین التمش بار دوم سفر دہلی (درمیان ۶۲۰ھ و ۶۲۲ھ)

۵۴۴ھ / ۱۱۵۰ء — ۵۵۰ھ / ۱۱۵۵ء

سفر سمرقند و بخارا و قیام

۵۴۵ھ تا ۵۵۰ھ سمرقند و بخارا میں تحصیل علوم ظاہری

چونکہ خراسان سے آپ کو بچپن سے واقفیت تھی اس لئے آپ سنجر سے خراسان میں تشریف فرما ہوئے بعد ازاں سمرقند و بخارا میں تشریف لاکر علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور قرآن مجید حفظ کیا[1]۔ بعض نے بحوالہ[2] تاریخ آئینہ تصوف بتاریخ ۱۱، ماہ صفر ۵۴۵ھ بخارا سے سمرقند جاتے ہوئے آپ کا توقند میں تشریف فرما ہونا لکھا ہے۔

آپ نے مولانا حسام الدین بخاری اور مولانا شرف الدین صاحب شرع الاسلام سے دادپنجے درجہ کی تعلیم حاصل کی[3]۔ سمرقند و بخارا میں آپ بیس سال کی عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے۔ بعض نے آپ کا ۲۴ سال یا ۲۲ سال بعض نے ۲۴ سال کی عمر تک آپ کا یہاں تحصیل علم میں مشغول رہنا لکھا ہے مگر ہمیں ان روایات سے اتفاق نہیں۔ البتہ ممکن کہ آپ بعد تحصیل علوم بھی عرصہ تک مطالعہ میں معروف رہے۔

۵۵۰ھ / ۱۱۵۵ء ---------- ۵۵۵ھ / ۱۱۶۱ء

سمرقند سے سفر عراق و عرب و ہارون و واپسی بغداد

۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء غوث پاک سے بار اول ملاقات

سمرقند و بخارا سے آپ نے سفر عراق عرب بیس[4] سال کی عمر میں اختیار فرمایا۔ عراق عرب سے عرب تشریف لے گئے بعد ازاں ہارون میں پہونچے پھر بغداد آئے[5] عراق عرب میں آپ نے بار اول حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی[6] سے

عہ (الف) دیکھو سیر العارفین صفحہ ۵ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۱ (ب) صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۰۱ پر اس سفر میں خراسان میں الا بعض تذکرہ نویسوں نے نواح خراسان میں تعلیم پایا اور قرآن مجید حفظ کرنا لکھا ہے۔ عہ۲ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۴ و ترجمہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰ و خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۵۷ عہ۳ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۳ بحوالہ آرائش محفل

عہ۴ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۲

(سنہ ۵۵۰ھ میں) ملاقات کی[۱]۔ اس ملاقات اوّل کے موقعہ پر غوث پاک نے آپ کو ابتدائی حال میں دیکھکر فرمایا کہ جیہ مرد مقتدائے روزگار ہے بہت سے لوگ اس سے منزل مقصود کو پہونچیں گے[۲]۔ مقام ملاقات جیل یا بغداد ہو سکتا ہے مگر گمان غالب ہے یہ ملاقات بغداد میں ہوئی کیونکہ اس زمانہ (سنہ ۵۵۰ھ) میں غوث پاک (ولادت سنہ ۴۷۱ھ) بعمر ۱۸ سال (سنہ ۴۸۸ھ میں) جیلان سے آکر بغداد میں قیام فرما چکے تھے[۳]۔

سنہ ۵۵۱ھ مطابق سنہ ۱۱۵۶ء
عراق سے سفر عرب و ہارون

عراق عرب سے آپ نے (سنہ ۵۵۱ھ میں) سفر حرمین شریفین اختیار فرمایا۔ عرب سے واپسی پر آپ ہارون میں تشریف فرما ہوئے[۴]۔ یہ مقام بقول مولانا عبدالرحمٰن صاحب سیاح متوطن موصل ایرانی سبزہ وار اور فیروزکوہ کے درمیان سبزہ وار سے ایک منزل پر متصل مشہد مقدس واقع ہے۔ آجکل اس کا نام ہارون آباد ہے۔ یہاں ڈاک خانہ بھی ہے۔

سنہ ۵۵۲ھ — سنہ ۱۱۵۷ء
بیعت سلسلہ اور خدمت مرشد

آپ نے سنہ ۵۵۲ھ میں ہارون (ہارون آباد) پہنچکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت سلسلہ کی اور ڈھائی سال تک مرشد کی خدمت میں معروف مجاہدہ رہ کر صاحب اجازت ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا[۵]۔ بعدازاں بغداد کی طرف روانہ ہو گئے[۶]۔

شجرۂ بیعت

آپ کا شجرۂ بیعت پندرہ واسطوں سے امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے ملتا ہے "خواجہ معین الدین حسن سنجری وھو من حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (ہرونی) چشتیؒ وھو من حضرت حاجی شریف زندنی چشتیؒ وھو من حضرت خواجہ قطب الدینؒ مودود چشتیؒ وھو من حضرت خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتیؒ وھو من خواجہ ابو محمد چشتیؒ وھو من خواجہ احمد ابدال چشتیؒ وھو من حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ

ع۱ (الف) دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۶ و احسن السیر صفحہ ۱۳۴ بحوالہ تذکرہ آرائش محفل۔ (ب) دوسری ملاقات جب آپ نے سفر ہندوستان کا قصد ظاہر فرمایا تو بقول افاضات حمید (صفحہ ۱۳) غوث الاعظم نے فرمایا کہ "اے معین الدین! سرحد ہند پر ایک شیر بیٹھا ہے اس سے ڈرنا"۔ یہ کنایہ شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش کے مزار کے متعلق تھا۔

ع۲ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۶ ع۳ دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۳۰ و ۷۷ ع۴ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۳

ع۵۔ دیکھو ترجمہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰۶ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۳ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۳ ع۶ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۷

وھو من حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ وھو من شیخ امین الدین ہبیرۃ البصریؒ وھو من حضرت شیخ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ وھو من حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخیؒ وھو من حضرت خواجہ ابو فضیل بن عیاضؒ وھو من حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ وھو من حضرت خواجہ حسن بصریؒ وھو من امام الاولیا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ عـ۱

بغداد شریف میں مشائخین سے ملاقاتیں

۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء

ہارون سے جب آپ بغداد شریف میں تشریف لائے اس وقت شیخ احد الدین کرمانیؒ (متوفی ۶۳۲ھ یا ۶۳۵ھ) و شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (ساکن سہرورد جو عراق عجم میں متصل زنجان ایک قصبہ ہے) ابتدائے سلوک میں تھے عـ۲ بغداد شریف میں آپ نے چندے قیام فرمایا دوران قیام آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرشد حضرت شیخ ضیاء الدین عـ۴ ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی سے ملاقات کی عـ۵

بغداد شریف سے شام کی طرف سفر اور واپسی

۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء

اس زمانہ (بعہد نورالدین محمود) میں آپ نے اپنے مستقر بغداد سے شام کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر کے متعلق خواجہ قطب صاحبؒ دلیل العارفین کے صفحہ ۱۰۹ پر آپ کا بیان اس طرح ارقام فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایک شہر میں پہونچا جو شام کے نزدیک ہے یہاں ایک بزرگ احد محمد الواحدی غزنوی ایک غار میں رہا کرتے تھے۔ بہت لاغر تھے۔ سجادہ پر بیٹھے تھے دو شیر اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ دعاگو (غریب نواز) شیروں کی وجہ سے نزدیک نہیں گیا۔ جب اُن بزرگ نے دیکھا فرمایا۔ چلے آؤ ڈرو نہیں؟ کہنے لگے اگر تم کسی کو

عـ۱ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۱۹۷، و سیر الاقطاب صفحہ ۱

عـ۲ دیکھو ترجمہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰ و سیر العارفین صفحہ ۶

عـ۳ بقول مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۵۰۳ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی ولادت ۵۳۹ھ بقول تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۴۲۵ ۵۳۲ھ میں اور بقول بعض ۵۳۶ھ میں ہوئی۔

عـ۴ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا وصال بعمر ۷۳، سال ۵۶۳ھ میں ہوا (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۶)

عـ۵ دیکھو سیر العارفین صفحہ ۶ اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۵ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۵

عـ۶ ہمارے نزدیک متصل شام سفر کا یہی زمانہ ہو سکتا ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ سفر کرمان کے سفر کے بعد کیا ہو۔

ضرر رسانی کا قصد نہ کروگے تو وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہونچائے گا۔ شیر کیا چیز ہیں۔ جو ان سے خوف کیجئے جو خدا سے ڈرتا ہے اُس سے سب ڈرتے ہیں"۔ پھر پوچھا "کہاں سے آنا ہوا؟" میں نے کہا "بغداد سے"۔ کہنے لگے "خوب آئے لیکن یہ ضروری ہے کہ درویشوں کی خدمت کیا کرو تاکہ تم مرد بزرگ بن جاؤ"۔ پھر فرمایا "خلقت سے عزلت گزیں ہو کر اس غار میں مقیم ہوں اور ایک چیز کے خوف سے تیس سال روتے ہوئے گذر گئے ہیں" میں نے دریافت کیا "وہ کیا ہے؟" فرمایا "نماز! جب میں نماز پڑھتا ہوں تو یہ دیکھکر روتا ہوں کہ اس نماز کی کیا حقیقت ہے جو میں پڑھتا ہوں۔ کیونکہ اگر ذرہ بھر شرط نماز فوت ہو جائے تو میرا سب کیا ہوا بیکار ہو جائے"۔

پھر فرمایا کہ "اے درویش! اگر حق نماز کا ادا کیا تو بڑا کام کیا ورنہ عمر غفلت میں گذاری"۔

۵۵۶ھ ورود کرمان گمان غالب ہے کہ شام سے بغداد آنے کے بعد ۵۵۶ھ[1] میں (بعہد سلطان محی الدین طغرل فرمانروائے کرمان) آپ نے کرمان کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر کے متعلق خواجہ قطب صاحب دلیل العارفین کے صفحہ ۱۰۲ پر آپ کا یہ بیان ارقام فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ میں (غریب نواز) اور شیخ احد الدین کرمانی کرمان میں سفر کر رہے تھے۔ یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی یہ بڑے مشغول اور پرہیزگار متقی تھے۔ الغرض انکے پاس پہونچکر سلام کیا۔ یہ بزرگ بہت نحیف و زار تھے بات بھی بہت کم کرتے تھے مجھے خیال ہوا کہ ان سے دریافت کروں کہ آپ اس قدر ضعیف کس وجہ سے ہیں چونکہ وہ روشن ضمیر تھے انہوں نے میرے دریافت کرنے سے پہلے فرمایا "اے درویش! ایک دن دوستوں کے ساتھ میرا گورستان میں گذر ہوا میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ وہاں کوئی بات ہنسی کی ہوئی اسپر میں قہقہہ کے ساتھ خندہ زن ہوا۔ اس قبر سے آواز آئی "اے غافل جسے یہ مقام گور درپیش ہو ملک الموت جیسا حریف ہو اور زیر خاک جس کے مونس سانپ بچھو ہوں اُس کو ہنسی سے کیا کام"۔ جب میں نے یہ سنا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور یاروں کے ہاتھ چوم کر رخصت ہوا اور اس غار میں آکر مقیم ہوا آجتک اس واقعہ کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں۔ اور چالیس سال سے بوجہ شرمندگی آسمان کی طرف نہیں دیکھا"۔

---

[1] ہو سکتا ہے کہ سفر کرمان و شام ۵۵۶ھ اور ۵۵۸ھ میں کئے گئے ہوں مگر ہمارے نزدیک ۵۵۵ھ و ۵۵۶ھ قابل ترجیح ہیں۔

پانچ بار وارد ہند ہونیکا تاریخی ثبوت

ہر چند کسی تذکرہ نویس نے صاف طور سے آپ کا پانچ بار وارد ہند ہونا نہیں لکھا مگر پرانے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ورود ہند کے پانچ مختلف زمانے ضرور لکھے ہیں۔ جس تذکرہ نویس کو جس زمانہ ورود کی روایت دستیاب ہوئی اُس نے وہ ہی نقل کردی۔ مزید براں ایک ہی تذکرہ نویس نے آپ کے ورود کے دو مختلف زمانہ بھی بلا اشتباہ لکھے ہیں۔ چنانچہ صاحب سیر العارفین نے آپ کے دوبار وارد ہند ہونے کے دو مختلف زمانے لکھے ہیں ایک ورود بسال وفات شہاب الدین غوری (سنہ ۶۰۲ھ) دوسرا ورود بزمانہ قباچہ بیگ جبکہ کفار مغلوں نے قلعہ ملتان کا محاصرہ کر لیا تھا (سنہ ۶۱۱ھ) لکھا ہے۔ فرشتہ وغیرہ نے ایک ورود سنہ ۵۶۱ھ میں دوسرا مذکورہ بالا (سنہ ۶۱۱ھ میں) بزمانہ قباچہ بیگ لکھا ہے۔ صاحب سیر الاقطاب نے ایک ورود بزمانہ پرتھوی راج دوسرا مذکورہ بالا (سنہ ۶۱۱ھ میں) بزمانہ قباچہ بیگ لکھا ہے۔ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں ایک ورود بزمانہ پرتھوی راج قبل زوال پرتھوی راج دوسرا آئین اکبری میں بعد زوال پرتھوی راج بسال فتح دہلی لکھا ہے۔ بعض روایات کا خلاصہ مع تشریحات مختصر طور پر حسب ذیل ہے۔ مزید تفصیلات ہر ورود کے موقع پر درج ہیں۔

(۱) زمانہ ورود اوّل سنہ ۵۶۱ھ :- حسب ترجمہ فرشتہ جلد دوئم صفحہ ۵۷۳ آپ بتاریخ ۱۰ محرم سنہ ۵۶۱ھ وارد اجمیر (ہند) ہوئے۔

(۲) ورود دوئم بعہد پرتھوی راج درمیان سنہ ۵۷۲ھ/۵۷۴ھ و سنہ ۵۸۸ھ/۵۸۹ھ سیر الاولیا کے صفحہ ۴۶ اخبار الاخیار کے صفحہ ۲۲ اور فوائد السالکین کے صفحہ ۲ کے بیانات کے مطابق آپ اوس وقت وارد اجمیر ہوئے جب راجہ پتھورا اجمیر میں موجود تھا۔

(۳) زمانہ ورود سوئم سنہ ۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ :- حسب ترجمہ آئین اکبری صفحہ ۲۲۶ آپ اس سال وارد اجمیر ہوئے جس سال معز الدین سام بعد زوال پرتھوی راج دہلی پر قابض ہوا۔ چونکہ بقول فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ شہاب الدین غوری سنہ ۵۸۸ھ میں بقول بعض ۵۸۹ھ میں قابض ہوا۔ اس لئے یہی زمانہ وارد اجمیر ہونے کا ہے۔

(۴) سال ورود چہارم سنہ ۶۰۲ھ :- بقول سیر العارفین صفحہ ۱۲ آپ اس سال وارد اجمیر ہوئے جس سال شہاب الدین غوری ہندوستان سے غزنین جاتے ہوئے اثنائے راہ میں واصل بحق ہوا۔ چونکہ حسب

فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۶ شہاب الدین کا انتقال سنہ ۶۰۲ھ میں ہوا اس لئے یہی سنہ آپ کے ورود ہند کا ہے۔

(۵) سال ورود پنجم سنہ ۶۱۱ھ :- حسب روایت سیر العارفین صفحہ ۱۹ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۴۹ آپ خراسان سے اسوقت وارد ہندوستان ہوئے جب کفار مغلوں نے بزمانہ قباچہ بیگ ملتان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ چونکہ حسب منتخب التواریخ صفحہ ۱ یہ واقعہ سنہ ۶۱۱ھ میں پیش آیا اس لئے یہی سنہ آپ کے ورود ہند کا ہے۔

زمانہ حال کے تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کا صرف ایک مرتبہ ہندوستان میں تشریف لانا تصور کیا ہے۔ اِس وجہ ان میں سے بعض نے ورود ہند کی روایات کے زمانوں میں بعد عظیم پاکر پرانے تذکرہ نویسوں کو دروغگو تک لکھدیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حال کے تذکرہ نویس آپ کے ورود ہند کے معمّہ کو خود نہیں سمجھے اس لئے انھوں نے پرانے تذکرہ نویسوں کو دروغگو لکھدیا حالانکہ محققانہ نظر سے روایات پر غور کرنے سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ روایات ورود کے زمانوں میں بُعد عظیم کا ہونا ہی اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ آپ وارد ہند ہوکر واپس تشریف لے گئے پھر دوسرے وقت تشریف لائے۔ ایک ورود کے پانچ مختلف زمانے نہیں ہوسکتے۔

عام طور سے تذکرہ نویسوں نے غریب نوازؒ کے وارد ہند ہونے کے دو مختلف زمانے لکھے ہیں ایک جماعت نے سنہ ۵۶۱ھ میں اجمیر (ہندوستان) آنا لکھا ہے دوسری جماعت نے بزمانہ پرتھوی راج (سنہ ۵۸۶ھ یا سنہ ۵۸۸ھ یا سنہ ۵۸۹ھ) وارد اجمیر ہونا لکھا ہے۔ پس اگر سنہ ۵۶۱ھ میں آپ کا وارد اجمیر ہوکر واپس تشریف نہ لے جانا تسلیم کر لیا جائے تو مندرجہ ذیل اور بعض دوسری روایات سے مطابقت نہیں ہوتی۔

یہ امر بالاتفاق ہے کہ غریب نوازؒ کی ولادت سنہ ۵۲۳ھ اور سنہ ۵۲۷ھ کے درمیان ہوئی اور یہ روایت بھی بالاتفاق ہے کہ غریب نوازؒ بعمر ۵۲ سال بمقام بغداد اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہوئے پس اگر سنہ ۵۲۳ھ کو بھی آپ کا سنہ ولادت تسلیم کر لیا جائے تو غریب نوازؒ سنہ ۵۷۵ھ میں ہندوستان سے باہر بغداد شریف میں اپنے پیر سے رخصت ہوئے لہذا اس صورت میں آپ کا سنہ ۵۶۱ھ میں ہندوستان آکر واپس نہ جانا غلط ہو جاتا ہے۔

پس جبکہ سنہ ۵۶۱ھ کے بعد ہندوستان سے باہر بغداد شریف میں آپ کا پیر و مرشد سے رخصت ہونا ثابت ہے تو ایسی حالت میں یہی ہو سکتا ہے کہ صرف بعہد پرتھوی راج آپ کا وارد اجمیر ہونا تسلیم کر لیا جائے مگر ایسا مان لینے سے سنہ ۵۶۱ھ میں وارد ہند ہونیکی روایت غلط قرار پائے گی۔ لیکن چونکہ ہر دو

روایات مستند کتابوں میں ہیں اس لئے ان میں سے کسی ایک کی بھی تکذیب بلا مکمل ثبوت نہیں کی جا سکتی لہٰذا ان حالات میں ان ہر دو ورود ہند کے زمانوں کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ۵۶۱ھ میں وارد ہند ہو کر واپس تشریف لے گئے اور ۵۶۲ھ کے بعد کے واقعات (قطب صاحب کو بغداد میں بیعت کرنے اور قطب صاحب کیساتھ حج کو تشریف لے جانے وغیرہ وغیرہ) بیرون ہند ظہور پذیر ہونے کے بعد دوبارہ آپ بعہد پرتھوی راج وارد اجمیر ہوئے۔ بایں وجہ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ صرف ایک بار وارد ہند ہو کر آپ واپس تشریف نہیں لے گئے۔

علاوہ ازیں ہندوستان آکر واپس جانیکی تصدیق روایات مندرجہ ورود سوم، چہارم و پنجم سے بھی ہوتی ہے یہ روایات مستند کتابوں (جن کا حوالہ دیا جا چکا ہے) میں موجود ہیں۔ اور ورود پنجم کی روایت سیر العارفین۔ سیر الاقطاب۔ اقتباس الانوار۔ فرشتہ۔ خزینۃ الاصفیا اور مسالک السالکین (جلد دوم) میں قطب صاحب کے حالات میں موجود ہے۔ اس لئے یہ قریب بالاتفاق ہے۔ اس روایت میں صاف طور کو بزمانہ قباچہ بیگ جبکہ ترکان خطا و ختن نے قلعہ ملتان کا محاصرہ (بقول منتخب التواریخ ۶۱۱ھ میں) کر لیا تھا آپ کا خراسان سے دہلی آنا مرقوم ہے چونکہ قبل ۶۱۱ھ ہندوستان میں آپ نے بقول سیر الاقطاب راجہ کو دعوت اسلام دی اور بقول سیر الاولیاء پرتھوی راج سے کشمکش رہی۔ نیز بعض دوسری روایات سے آپ کا ۶۱۱ھ سے قبل اجمیر میں موجود ہونا پایا جاتا ہے لہٰذا یہ کسی طرح درست نہیں کہ آپ ہندوستان آکر واپس تشریف نہیں لے گئے۔

اس تحقیق کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ خود اپنے مرتبہ رسالہ گنج اسرار میں ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے یہ رسالہ بعہد شمس الدین مکمل کر کے سلطان موصوف کے پاس بھیجا۔ بعد ازاں مرشد کے حکم کے مطابق اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ غریب نوازؒ کے اس بیان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قبل عہد سلطان شمس الدین (جو ۶۰۷ھ سے شروع ہوتا ہے) آپ اجمیر میں مستقل طور سے سکونت پذیر نہیں ہوئے تھے بلکہ اس وقت تک آپ بضرورت تبلیغ اجمیر میں تشریف لاتے تھے اور کچھ عرصہ قیام کر کے واپس تشریف لے جاتے تھے تاآنکہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں آپ نے اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ مزید تفصیلات ہر ورود کے موقعہ پر لکھ دی گئی ہیں۔

سنہ ۵۶۱ھ میں وارد اجمیر ہونیکے متعلق فرشتہ کے بیان کی تردید

سنہ ۵۶۱ھ میں حضرت خواجہ کے وارد اجمیر ہونیکے متعلق فرشتہ نے ذیل کی روایت لکھی ہے۔ اس روایت کو خزینۃ الاصفیا وغیرہ نے بھی معہ اس سنہ کے تھوڑے تغیر اور اضافہ کیساتھ نقل کیا ہے۔

روایت مترجمہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰۳:- "خود (حضرت خواجہ) بالاتفاق اس خادم کے غزنین میں تشریف لائے۔ شمس العارفین عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابو المؤید کے پیر تھے اُن سے ملاقات کر کے لاہور میں وارد ہوئے۔ یہاں سے دلّی میں نزول اجلال فرمایا اور جب خاص وعام کا وہاں اژدہام ہوا حضرت اس امر سے متنفر ہو کر اجمیر میں تشریف لے گئے۔ اور محرم کی دسویں تاریخ بروز عاشورہ سنہ ۵۶۱ھ میں آنحضرت نے خطۂ اجمیر میں نزول اجلال فرمایا اور سید السادات سید حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو صوفی مذہب تھے اور حلیہ تقویٰ اور صلاح سے آراستہ تھے اور اولیاؤں کی ملک میں انتظام رکھتے تھے اور سلطان قطب الدین ایبک نے ان کو اس شہر کا داروغہ کیا تھا۔ شیخ (حضرت خواجہ) کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔"

قریب قریب ایسی روایت سیر العارفین نے بھی صفحہ ۱۲ پر لکھی ہے مگر زمانہ ورود کا پتہ بجائے سنہ ۵۶۱ھ کے یہ لکھا ہے کہ جب غریب نواز وارد اجمیر ہوئے اس وقت معز الدین سام (شہاب الدین غوری) ہندوستان سے غزنی جاتے ہوئے راستہ میں (سنہ ۶۰۲ھ میں) شہید ہوا۔ لیکن ہر دو راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ غزنی سے لاہور آئے اور لاہور سے دہلی تشریف لائے پھر اجمیر آئے اور جب آپ اجمیر میں تشریف لائے اسوقت قطب الدین ایبک کی طرف سے سید حسن (بقول سیر العارفین سید حسین) داروغہ اجمیر تھے۔ اگر فرشتہ کے بیان کے مطابق آپ کا سنہ ۵۶۱ھ میں وارد اجمیر ہونا مان لیا جائے تو اس سنہ میں سید حسن یا سید حسین کا منجانب قطب الدین ایبک بطور داروغہ اجمیر میں موجود ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ کیونکہ سنہ ۵۶۱ھ تک اجمیر میں اسلامی تسلط نہیں ہوا تھا بلکہ حسب فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ سنہ ۵۸۸ھ میں بقول بعض سنہ ۵۸۹ھ میں اجمیر اسلامی قبضہ میں آیا بایں وجہ ورود سنہ ۵۶۱ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۵۸۸ھ یا سنہ ۵۸۹ھ میں ہو سکتا ہے۔ چونکہ حسب فرشتہ (جلد اول صفحہ ۵۸) وغیرہ اجمیر میں مسلمان گورنر کا تقرر سنہ ۵۹۱ھ میں ہوا اس لئے ورود اجمیر کی یہ روایت سنہ ۵۹۱ھ یا اسکے بعد کی ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ اصل روایت میں صاحب سیر العارفین نے یہ ورود شہاب الدین کے سال وفات (سنہ ۶۰۲ھ) میں لکھا ہے اس لئے اس روایت کے ساتھ فرشتہ

کا سنہ ۵۶۱ھ لکھنا الحاقی ہے۔ اس الحاق کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سیر العارفین کی روایت میں ورود اجمیر کا سنہ نہ تھا اور فرشتہ کو جو روایت دستیاب ہوئی اس میں ۵۶۱ھ میں وارد ہند ہونا تو تھا مگر ورود اجمیر نہ تھا اس لئے فرشتہ نے سیاحت کے سلسلہ میں حضرت خواجہ کے وارد ہند ہونے کا سنہ ۵۶۱ھ سیر العارفین کی روایت سے ملحق کر کے مع سنہ اجمیر تک پہونچنے کا سلسلہ قائم کر دیا۔ اگرچہ ۵۶۱ھ میں آپ کا وارد ہونا اپنی جگہ صحیح ہے مگر سیر العارفین کی مذکورہ بالا روایت (ورود لاہور بسال وفات شہاب الدین غوری) کے ساتھ اس کا الحاق صحیح نہیں ہے۔

بسلسلہ سیاحت بغداد شریف سے باراول سفر ہندوستان و واپسی بغداد

۵۵۷ھ / ۱۱۶۱ء — ۵۶۲ھ / ۱۱۶۶ء

اس زمانہ میں آپ کا مستقر بغداد تھا چنانچہ یہیں سے آپ ۵۵۷ھ میں بسلسلہ سیاحت سفر ہندوستان پر روانہ ہوئے۔ اسوقت آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ اس سلسلۂ سفر میں ایسے مقامات جو بوجوہات مندرجہ باب "ترتیب سفر کی تحقیق" ہمارے نزدیک ۵۵۷ھ اور ۵۶۲ھ سے متعلق تھے وہ یہیں لکھے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سفر میں حسب ذیل مقامات پر آپ کا تشریف فرما ہونا قرین قیاس اور ورود روایات کے مطابق ہے۔

ورود ہمدان ۵۵۷ھ بقول سیر العارفین بغداد سے ہمدان پہونچکر اپنے شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی[1]۔ بعض نے ابو یوسف ہمدانی سے ملاقات کرنا لکھا ہے۔ ابو یوسف ہمدانی[2] کا وصال بقول مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۶ بتاریخ ۲۷ رجب ۵۳۵ھ میں ہوا۔ یہ زمانہ غریب نوازؒ کی ولادت سے پانچ سال بعد کا ہے۔ اسلئے ان سے ملاقات ہونا ممکن نہیں۔

ورود تبریز ۵۵۷ھ ہمدان سے تبریز میں تشریف لاکر آپ نے شیخ المشائخ ابو سعید تبریزیؒ سے ملاقات کی۔ شیخ موصوف شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر و مرشد ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں: "شیخ ابو سعید ایسے عالی مرتبت تھے کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ جیسے ستر مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے"[3]۔

---

[1] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۷ و دیگر کتب [2] بقول گنج تاریخ صفحہ ۶۹ آپ کا وصال ۵۳۵ھ یا ۵۳۶ھ میں ہوا اور ولادت ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ بقول رشحات صفحہ ۶ آپ کا وصال ۵۳۵ھ میں ہوا۔ [3] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۷

اس سلسلۂ سفر میں تبریز کے بعد فرشتہ نے لکھا ہے کہ آپ نے وارد اصفہان ہو کر قطب صاحبؒ کو مرید کیا۔ ہمارے نزدیک یہ واقعہ اس سفر کا نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ (۵۵۶ھ) میں قطب صاحبؒ کی ولادت تک نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وارد اصفہان ہو کر قطب صاحب کو مرید کرنے کا واقعہ ۵۸۲ھ کا ہے۔ ورود اصفہان کے بعد صاحب خزینۃ الاصفیا نے جلد اول کے صفحہ ۲۵۵ پر بلا ماخذ لکھا ہے کہ آپ نے وارد میہنہ ہو کر شیخ ابو سعید میہنیؒ سے ملاقات کی مگر یہ روایت سیر العارفین، اقتباس الانوار، سیر الاقطاب اور مسالک السالکین وغیرہ میں نہیں ہے۔

ورود استرآباد ۵۵۶ھ تبریز سے استرآباد پہنچ کر آپ نے شیخ ناصر الدین استرآبادیؒ سے ملاقات کی۔[1] یہ شیخ عظیم المرتبت تھے۔ ان کی عمر ایک سو ستائیس[2] سال بقول دیگر ایک سو ستر سال کی تھی شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ اور شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور دو واسطوں سے سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ سے نسبت رکھتے تھے۔[3] صاحب سیر العارفین نے صفحہ ۹ پر ان کی عمر ایک سو سات سال لکھی ہے، مگر اس عمر کے پیشِ نظر ہر دو بزرگان مذکور سے ان کی ملاقات ہونا غیر ممکن ہے۔

ورود بخارا ۵۵۶ھ غریب نواز فرماتے ہیں کہ "بحالت مسافرت بخارا میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ از حد مشغول تھا، لیکن نابینا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "کب سے نابینا ہوئے ہو" فرمایا "جب میرا کام کمالیت کو پہنچا اور وحدانیت وعظمت پر نگاہ پڑنا شروع ہوئی تو ایک دن میری نگاہ غیر پر پڑ گئی غیب سے آواز آئی "اے مدعی! دعویٰ تو ہماری محبت کا کرتا ہے مگر غیر کی طرف دیکھتا ہے" جب یہ آواز سنی ایسا شرمندہ ہوا کہ بات تک نہ ہو سکی۔ بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ جو آنکھ دوست کے سوا غیر کو دیکھے وہ اندھی ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پایا تھا کہ دونوں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔"[4]

ورود خرقان ۵۵۶ھ خرقان[5] میں تشریف فرما ہو کر آپ نے شیخ ابو الحسن[6] خرقانیؒ کے مزار اقدس سے فیض باطنی حاصل کیا۔[7]

---

[1] ممکن ہے یہ ملاقات [illegible] میں سمرقند و بخارا جاتے ہوئے ہوئی ہو۔ [2] ایک سو ستائیس سال کی عمر شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کی روایت سے مطابقت نہیں کرتی۔ [3] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۶۔ [4] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۲-۹۰۴۔ [5] یہ قریہ صوبہ جرجان میں ہے۔ (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۳۱) [6] شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کا وصال بعمر ۷۳ سال ۴۲۵ھ میں ہوا (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۳۴) [7] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۶

۵۵۵ھ ورود سمرقند

خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ہنگام سافرت جب میں سمرقند میں تھا وہاں ابو اللیث سمرقندی کے مکان کے قریب ایک مسجد تھی اسکی محراب کے قبلہ رُخ ہونے کے متعلق ایک دانشمند نے اعتراض کیا۔ لیکن میں نے اسے محراب کے صحیح قبلہ رُخ ہونیکا بالمشاہدہ اطمینان کرا دیا۔[۱]

۵۵۹ھ ورود میمنہ یا مہنہ و قیام

میمنہ[۲] پہونچکر آپ نے خواجہ ابو سعید ابو الخیر[۳] کے مزار اقدس سے فیض باطنی حاصل کیا۔[۴] بقول صاحب سیر العارفین صفحہ ۹ اسی نواح (نواح میمنہ یا خرقان) میں آپ نے دو سال تک قیام فرمایا۔[۵]

۵۶۰ھ ورود ہرات

بعد ازاں آپ میمنہ سے براہ چشت وارد ہرات[۶] (ہری) ہوئے۔ یہاں اکثر آپ شیخ عبد اللہ[۷] انصاری کے قبہ مزار میں شب بیداریاں کیا کرتے تھے۔ جیشتر عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔[۸]

۵۶۰ھ ورود سبزوار (افغانستانی)

جب آپ کی بزرگی اور کشف و کرامت کا ہرات (واقع افغانستان) میں شہرہ ہوا اور خلقت کا ہجوم ہونے لگا تو آپ ہرات سے سبزوار[۹] (جو افغانستان میں ہے) تشریف لائے۔

ع۱ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۶۹ ع۲ مسالک السالکین جلد دوم کے صفحہ ۵۵ پر مہنیہ لکھا ہے مگر نقشہ مڈل ایسٹ سنڈے نیوز مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء میں میمنہ لکھا ہے۔ ع۳ خواجہ ابو سعید ابو الخیر کی ولادت غرہ محرم ۳۵۷ھ میں اور وفات بتاریخ ۴ شعبان ۴۴۰ھ میں ہوئی (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۹) ع۴ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۶ ع۵ مترجمہ فرشتہ میں صفحہ ۵۰ پر خرقان میں دو سال قیام فرمانا لکھا ہے۔ مسالک السالکین کے صفحہ ۲۷۶ پر میمنہ میں دو سال قیام فرمانا لکھا ہے۔ ع۶ چونکہ ہرات سے چشت تیس کوس ہے اس لئے اغلب گمان ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے چشت پہونچکر اپنے پیران سلسلہ کے مزارات کی زیارت کی۔ ع۷ آپ کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے والد کا نام ابو منصور ہے۔ شیخ مالی مرتبت ہیں۔ نو سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے آپ کو چھ ہزار سے زیادہ عربی اشعار اور ایک لاکھ فارسی کے اشعار یاد تھے اور تین ہزار احادیث اسناد کے ساتھ یاد تھیں۔ آپ کی ولادت ۳۰۹ھ میں اور وفات بتاریخ ۹ ربیع الاول ۴۸۱ھ میں ہوئی (خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ و نفحات الانس) ع۸ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۳۔

ع۹ سبزوار دو ہیں ایک ایران میں ریلوے اسٹیشن شاہرود کے قریب ہے دوسرا افغانستان میں ہرات کے متصل ہے۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۱)

باراول ورود ہند یعنی ملتان میں تشریف آوری

۱۰ محرم ۵۶۱ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۱۶۵ء سبزہ وار سے براہ قلعہ شادمان آپ ملتان[1] میں تشریف لائے حسب دلیل العارفین (صفحہ ۵۴) یہاں آپ نے ایک بزرگ سے ملاقات کی۔ ان بزرگ نے دوران ملاقات میں فرمایا کہ "اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل بوجہ ندامت، دوم معصیت ترک کرنے کے خیال سے، سویم اپنے آپ کو خصومت اور ظلم سے پاک رکھنے کے لئے"۔

اس ورود کے متعلق بعض امور کی تحقیق

بعض مورخین کا خیال ہے کہ ورود اجمیر کا سال ۵۶۱ھ لکھنے میں سہو ہوا ہے۔ دراصل صحیح سال ورود اجمیر کا ۵۹۱ھ ہے اس سنہ میں آپ صرف ایک مرتبہ وارد اجمیر ہو کر واپس تشریف نہیں لے گئے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سنہ (۵۹۱ھ) میں وارد اجمیر ہونے کی مطابقت سیرالاولیا (صفحہ ۴۶) وغیرہ کے اس بیان سے نہیں ہوتی کہ "آپ بزمانہ حیات پرتھوی راج اجمیر میں تشریف لائے تھے"۔ کیونکہ پرتھوی راج کا زمانہ بقول فرشتہ (جلد اول صفحہ ۵) ۵۸۸ھ (بقول دیگر ۵۸۹ھ) میں ختم ہو جاتا ہے۔

یہ ورود ہند باراول بسلسلہ سیاحت تھا نہ کہ اس موقعہ پر آپ باشارہ باطنی دربار رسالت سے اجمیر بھیجے گئے تھے اس لئے اس سفر میں آپ کے اجمیر آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ علاوہ ازیں دلیل العارفین (صفحہ ۵۴۔ ۵۵) کی روایت (مندرجہ ورود ہند بار دوم) سے بدلائل یہ امر ثابت ہے کہ اس ورود (ورود ہند باراوّل) کے موقعہ پر آپ اجمیر نہیں گئے بلکہ ہندوستان میں صرف ملتان و لاہور تک تشریف لے گئے۔ کیونکہ اس زمانہ (۵۶۱ھ) میں ان ہر دو مقامات پر ہندوستان میں رونق اسلام اور مسلمانوں کی آمدورفت تھی اور یہی مقامات ایک مسلمان سیاح کے لئے سیر کے قابل تھے۔ حسب فرشتہ (جلد اول صفحہ ۲۷۔ ۴۶۔ ۵۹) محمود غزنوی ۳۹۶ھ میں ملتان (جو ہندوستان میں قبۃ الاسلام مشہور رہا) فتح کر چکا تھا۔ بعد ازاں علی بن ربیع ۴۲۱ھ میں ملتان پر قابض ہو چکا تھا۔ بزرگان اسلام ہندوستان میں پہونچ چکے تھے۔ بقول ماثر الکرام (صفحہ ۶) شاہ یوسف گردیزی ۴۸۱ھ

---

[1] بعض سے بزرگوں کے وارد ملتان ہونیکو وارد ہند ہونا لکھا گیا ہے۔

میں گردیز (علاقہ کابل) سے آکر ملتان میں رہنے لگے تھے۔ حسب گلزار ابرار (صفحہ ۲۳) شاہ یوسف ملتانی ترک سکونت وطن ۵۲۰ھ میں ملتان میں رہنے لگے تھے۔ اور حسب تاریخ تراب (صفحہ ۱۱۲) اسلامی طرز معاشرت سے وہاں کے ہنود اتنے موثر ہو چکے تھے کہ انھوں نے بجائے دھوتی کے پائجامہ پہننا شروع کر دیا تھا۔

۵۶۱ھ ورود لاہور

ملتان سے آپ وارد لاہور ہوئے بقول مسالک السالکین وغیرہ لاہور میں آپ دو ہفتہ[1] یک شیخ علی ہجویری[2] الملقب بہ داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر معتکف رہے آپ کا حجرۂ اعتکاف ابتک اندرون احاطۂ مزار موجود ہے۔ رخصت کے وقت آپ نے یہ شعر پڑھا:۔

"گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما"[3]

ورود لاہور کے متعلق چند امور کی تحقیق

یہاں بھی اس زمانہ میں رونق اسلام ہو چکی تھی حسب فرشتہ (جلد اول صفحہ ۵۲) بہرام شاہ کا پوتا خسرو ملک بن خسرو شاہ غزنوی یہاں حکمرانی کر رہا تھا صرف فرشتہ اور بعض بعد کے تذکرہ نویسوں نے ۵۶۱ھ میں آپ کا اس سفر میں لاہور سے اجمیر آنا لکھا ہے مگر حسب تفصیل گذشتہ ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ نیز چونکہ بزمانہ پرتھوی راج اول مرتبہ آپ کے اجمیر آنے کا اکثر پرانے تذکروں سے پتہ چلتا ہے اس لئے ہم بھی اس سفر میں آپ کے اجمیر آنے سے متفق نہیں۔

۵۶۱ھ لاہور سے براہ غزنین۔ بلخ استر آباد۔ ۵۶۲ھ واپسی بغداد

لاہور سے آپ غزنی میں تشریف فرما ہوئے۔ غزنی سے براہ ضلع حصار کوہ حصار بلخ میں تشریف لائے۔ بلخ سے آپ وارد استر آباد ہوئے۔ بقول جواہر فریدی استر آباد سے آپ وارد ہرے ہوئے[4]۔ بعدازاں بغداد پہونچکر بیس سال تک مرشد کے ہمرکاب سفر میں رہے۔ تفصیل آگے آئیگی۔

---

[1] تذکرۃ الاولیائے ہند کے صفحہ ۸۰ پر اور بعض دوسری کتابوں میں مدت اعتکاف دو ماہ لکھی ہے۔

[2] آپ کے والد کا نام عثمان ہے سلسلہ طریقت میں شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی الجنیدی کے مرید ہیں۔ آپ کا شجرۂ بیعت تین واسطوں سے حضرت شبلی سے ملتا ہے۔ وطن غزنین کے محلہ ہجویر اور جلاب ہے ہجویر کی نسبت مکانی کی وجہ سے آپ ہجویری کہلاتے ہیں آپ مراتب عالیہ رکھتے تھے آپ کی تصانیف بہت ہیں "کشف المحجوب" آپ کی مشہور ترین تصنیف ہے آپکا وصال ۴۶۴ھ یا ۴۶۵ھ (بقول فقر نامہ ۴۶۶ھ) میں ہوا۔ مزار اقدس لاہور میں ہے (دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۳۳-۲۳۴)

[3] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۰۲۔ ترجمہ اردو فقر نامہ مع سوانح صفحہ ۱۰ و خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۳۳-۲۳۴۔

[4] دیکھو جواہر فریدی صفحہ ۱۶۳۔

درمیان ۵۵۵ھ و ۵۵۹ھ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا غریب نوازؒ کی طلب محبت میں سفر

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بہت محبت تھی اس لئے جب حضرت خواجہ معین الدینؒ ہارون میں بیعت اوّل کرنے کے بعد) بغداد کی طرف روانہ ہو گئے (نہ کہ بعد حصول تبرکات بعمر ۲۰ سال بغداد سے روانہ ہوئے) اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی نے غریب نوازؒ کی طلب محبت میں اپنی جگہ (ہارون) سے سفر (بغداد) فرمایا۔ چند منزل کے بعد ایک ایسے مقام[۲] پر پہونچے جو آتش پرستوں کا مسکن تھا۔ یہاں ایک آتش کدہ تھا جس میں سو خروار لکڑیاں (بروایت مسالک السالکین بیس گاڑی لکڑیاں) روزانہ ڈالی جاتی تھیں اور ہمیشہ آگ روشن رکھی جاتی تھی۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ یہاں تشریف فرما ہوکر ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے اور مصلےٰ بچھاکر نماز میں مشغول ہوئے اور اپنے خادم فخر الدین سے فرمایا کہ "آگ لاکر افطار کے لئے روٹی تیار کرو۔" وہ آتشکدہ پر آگ لینے گئے۔ آتش پرستوں نے آگ دینے سے انکار کیا اور کہا "یہ ہمارا معبود ہے ہم اس میں سے آگ نہیں دے سکتے۔" خادم نے واپس آکر سب ماجرا آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ تجدید وضو فرماکر خود وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک پیر مرد جس کا نام مختیا تھا ایک چوبی تخت پر بیٹھا ہے اور ایک ہفت سالہ لڑکا اسکی گود میں ہے اور بہت سے آتش پرست اُس کے گرد بیٹھے ہوئے آگ کی پرستش کر رہے ہیں آپ نے اُس پیر مرد سے فرمایا "آگ پوجنے سے کیا فائدہ یہ حق تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جو تھوڑے سے پانی سے نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ کیوں اس خالق کی پرستش نہیں کرتے جس کی یہ مخلوق ہے تاکہ کار آمد ہو۔" اس نے جواب دیا "آگ ہمارے دین میں بہت بزرگ اور ہمارے لئے باعث نجات ہے۔" آپ نے فرمایا "تم اس کو بہت عرصہ سے پوجتے ہو اور اسکی خدمت کرتے ہو آؤ اس میں ہاتھ ڈالو اگر یہ باعث نجات ہے تو تمہیں جلنے سے نجات دے گی۔"

---

[۲] صاحب مسالک السالکین نے صفحہ ۲۶۶-۲۶۷ پر علاقہ گجرات میں پہونچنا لکھا ہے۔ موصوف کے نزدیک یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب غریب نوازؒ پیرو مرشد سے رخصت ہوکر ہندوستان آگئے تھے۔ مگر سیر العارفین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب خواجہ بزرگ ہارون میں بیعت اول کرنے کے بعد مرشد سے رخصت ہوکر بغداد روانہ ہو گئے تھے نہ کہ ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ ہمیں بھی اسی سے اتفاق ہے۔

اس نے کہا: "جلانا آگ کی خاصیت ہے کس کی مجال جو اس میں ہاتھ ڈالے اور سلامت رہے۔" آنحضرت نے فرمایا: "یہ حکم خالق کی تابع ہے کیا مجال جو بلا حکم ربی ایک بال بھی جلا سکے۔" یہ فرماکر آنحضرت نے اسکی گود سے لڑکے کو اپنی گود میں لے لیا اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراھیم" کہکر آتشکدہ میں داخل ہوگئے۔ یہ حال دیکھکر آتش پرست آہ و فغاں کرنے لگے۔ آپ کامل چار ساعت آتشکدہ میں رہ کر مع اس لڑکے کے صحیح و سالم باہر تشریف لے آئے آگ نے جسم اطہر یا ملبوس مبارک پر کچھ اثر نہیں کیا نہ اس لڑکے کو کچھ ضرر پہونچا۔ پیر مرد اپنے اس لڑکے کو صحیح و سالم دیکھکر بہت خوش ہوا اور اس سے دریافت کیا: "تو نے آگ میں کیا دیکھا؟" لڑکے نے جواب دیا: "میں تو شیخ کی بدولت وہاں باغ میں سیر کر رہا تھا۔" یہ کرامت دیکھکر آتش پرستوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور آپ کے مرید ہوئے۔ آپ نے مخیشا کا اسلامی نام عبداللہ اور لڑکے کا ابراہیم رکھا۔ صاحب سیر العارفین کا صفحہ۹ پر بیان ہے کہ "ڈھائی برس آپ یہاں مقیم رہے۔ سب کو طریق اسلام سکھایا۔ شیخ عبداللہ کو خرقہ پہنایا۔ وہ اور ان کے صاحبزادے اولیا اللہ میں سے ہوگئے۔ آتشکدہ مسمار کرکے وہاں عالیشان مسجد بنوائی۔ شیخ عبداللہ اور ابراہیم کا مقبرہ اس مسجد کے پہلو میں ہے اور بہت سے متبرک لوگوں کی قبریں یہاں ہیں اور ان سے فیض جاری ہے۔ آپ کا حجرہ بھی یہاں موجود ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔ زائرین و حاجت مند جمع ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔" پھر لکھتے ہیں: "میں نے اس مقام کی زیارت کی ہے اور یہاں دو ہفتہ مقیم رہا ہوں۔"[۲]

---

[۱] چونکہ خواجہ عثمان ہارونیؒ نے غریب نواز کو ۵۵۵ھ میں ہارون میں مرید کرنے کے بعد رخصت کیا اسکی تفصیل پیچھے آچکی ہے۔ اور ہارون سے سفر کرنے کے بعد ڈھائی برس یہاں (ولایت رے میں) قیام فرمایا۔ بعد ازاں ۵۶۳ھ میں غریب نواز بعد سفر ہندوستان آپ سے بغداد میں آکر ملے اس لئے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اس سفر پر ہارون سے ۵۵۵ھ اور ۵۵۹ھ کے درمیان روانہ ہوئے۔ صاحب گلزار ابرار نے صفحہ۳ پر ان ہر دو کو رازی لکھا ہے۔ یعنی ساکن رے:

[۲] دیکھو سیر العارفین صفحہ۹ و فرشتہ جلد دوم ترجمہ اردو صفحہ۵۷۴، ۵۷۵ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ۲۶۶، ۲۶۷

آخر ۵۶۲ھ مطابق ۱۱۶۶ء

سفرِ ہند سے واپسی بغداد اور بیعت تقرب

استرآباد سے رَے[1] میں تشریف لاکر چندے قیام فرمایا۔ ان سرد مقامات کی سمت و توجہ کے پیش نظر ہمارے نزدیک یہ ہندوستان سے واپسی بغداد کا سفر تھا۔ واپس بغداد شریف پہونچکر آپ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (ہرونی) قدس سرہٗ سے بیعت تقرب (بیعت ثانی) کا شرف حاصل کیا۔ اس موقعہ پر حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ آپ کے بغداد پہونچنے سے پہلے بغداد میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ انیس الارواح میں آپ خود اس بیعت کے واقعات اس طرح ارقام فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں کا یہ دعاگو معین الدین حسن سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنید کی مسجد میں دولت پابوسی حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ سے مشرف ہوا۔ اس وقت مشائخ کبار حاضر خدمت اقدس تھے جب اس درویش نے سرنیاز زمین پر رکھا۔ پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا: "دو رکعت نماز ادا کر" میں نے ادا کی۔ پھر فرمایا: "قبلہ رو بیٹھ"۔ میں بیٹھ گیا۔ حکم دیا کہ "سورۃ بقر پڑھ"۔ میں نے پڑھی۔ فرمان ہوا کہ "اکیس[2] بار درود شریف پڑھ"۔ میں نے پڑھا۔ پھر آپ (مرشد) کھڑے ہوگئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا: "آ تاکہ تجھے خدا تک پہنچا دوں"۔ بعد ازاں مقراض لیکر دعاگو کے سر پر چلائی اور کلاہ چہار ترکی اس درویش کے سر پر رکھی، گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: "بیٹھ جا"۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا۔ ہمارے خانوادہ میں ایک شبانہ روز مجاہدہ کا معمول ہے۔ تو آج رات دن مشغول رہ"۔ یہ درویش بحکم محترم مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضر خدمت ہوا۔ ارشاد فرمایا: "بیٹھ جا اور ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ"۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا "آسمان کی طرف دیکھ"۔ میں نے دیکھا۔ استفسار فرمایا: "کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا عرش اعظم تک۔ فرمایا

---

[1] (الف) رے والی عجم کا مشہور شہر ہے آجکل اس دیار شہرستان کا نام طہران ہے جو پہلے قریہ تھا انکے قریب سے رودخانہ کیرج گذرتا ہے (دیکھو آتشکدۂ آذر صفحہ ۲۱۴-۲۱۵)

(ب) رے بفتح اول وسکون ثانی نام شہر است درعراق و نام پادشاہ زادہ ہم بودہ گویند۔ رے را برادر بود راز نام داشت ہر دو باتفاق شہر بنا کردند و در تسمیہ ان ایشاں را باہم نزاع شدہ ہر یک می خواستند بنام خود کنند۔ بزرگان آں زماں برائے دفع نزاع شہر را بنام "رے" و اہل شہر را بنام "راز" کردند و حالا نیز شہر را "رے" می گویند و اہل شہر را رازی۔ و بزبان فرنگی پادشاہ را گویند۔ (دیکھو برہان قاطع جلد اول صفحہ ۴۳۱)

"زمین کی طرف دیکھ" میں نے دیکھا۔ دریافت فرمایا: "کہاں تک دیکھتا ہے"؟ عرض کیا تحت الثریٰ تک۔ فرمایا "پھر ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ"۔ میں نے پڑھی فرمایا: "پھر آسمان کی طرف دیکھو" میں نے دیکھا۔ پوچھا "اب کہاں تک دیکھتا ہے"؟ عرض کیا حجاب عظمت تک" فرمایا "آنکھیں بند کر"۔ میں نے بند کرلیں۔ فرمایا "کھول دے" کھولیں۔ پھر مجھ کو اپنی انگلیاں دکھا کر استفسار فرمایا "کیا دیکھتا ہے"؟ میں نے عرض کیا "ہژدہ ہزار عالم دیکھتا ہوں"۔ بعدازاں سامنے پڑی ہوئی ایک اینٹ کے اٹھانے کیلئے فرمایا۔ میں نے اٹھایا تو مٹھی بھر دینار برآمد ہوئے فرمایا "ان کو لے جاکر فقراء میں تقسیم کر" میں نے حکم کی تعمیل کی بعدازاں حاضر خدمت ہوا ارشاد ہوا "چند روز ہماری صحبت میں رہو"۔ عرض کیا "تابع فرمان ہوں"[1]۔

خواجگان چشت میں چند بار مرید کرنے کا ثبوت

ممکن ہے چند بار مرید کرنے کے متعلق لوگوں کو خدشہ گزرے لہذا اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس باب میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

جب رسول خدا نے مکہ کی عزیمت فرمائی تو پہلے حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ روانہ کیا۔ اس زمانہ میں سرور عالم کو یہ خبر دی گئی کہ دشمنوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کردیا۔ یہ سنکر سرور عالم نے تمام اصحاب کو طلب فرمایا اور تازہ بیعت کرنے کا حکم دیا تاکہ مکہ والوں سے حرب کریں۔ صحابہ کبار نے بتعمیل فرمان نبوی تازہ بیعت کی اس موقعہ پر سرور عالم ایک درخت کے تنے کا تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیعت کو بیعت رضواں کہتے ہیں۔

اس موقع پر ایک صحابی نے ازسرنو بیعت ہونیکی درخواست کی سرور عالم نے دریافت فرمایا: "کیا تم نے پہلے بیعت کی ہے"؟ ان صحابی نے عرض کیا "اسوقت جبکہ ہم مکہ والوں سے جنگ کرنے جارہے ہیں دوبارہ بیعت لازم ہے"۔ سرور عالم نے اپنا دست مبارک دیا اور شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا "اس جگہ سے تجدید بیعت کا ہونا وارد ہے دعاگو (بابا فرید الدین گنج شکرؒ) نے التماس کیا کہ اگر پیر نہ ہو تو کیا کرے"؟ فرمایا "جامۂ پیر سامنے رکھکر بیعت کرے بعدازاں حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا "خواجہ معین الدین کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور دعاگو (قطب الدین بختیار کاکیؒ) بھی اسی طرح کرتا ہے"[2]۔

---

[1] دیکھو انیس الارواح نسخہ فارسی صفحہ ۲ [2] دیکھو فوایدالسالکین صفحہ ۱۳۰

مزید برآں فوائد الفوائد جلد دوم کے صفحہ ۴۴ پر مجلس ششم رجب روز پنجشنبہ میں حضرت امیر حسن سنجری بھی ارقام فرماتے ہیں: "اس روز میں نے مع چند یاروں کے از سرِ نو بیعت کی" پس ثابت ہوا کہ خواجگان چشت میں اپنے مرید کو چند بار بیعت کرنا سنّت نبوی کے پیش نظر رائج تھا۔

وسط سنہ ۵۶۲ھ [۱] ——— وسط سنہ ۵۸۱ھ [۲]

سنہ ۱۱۶۷ء ——— سنہ ۱۱۸۶ء [۳]

ورودِ بغداد شریف اور مرشد کے ہمرکاب سفر

حصہ اوّل :- بغداد شریف سے سفر فالوجہ، حرمین شریفین، بخارا و واپسی بغداد شریف

سنہ ۵۶۳ھ مطابق سنہ ۱۱۶۸ء سفرِ حرمین شریفین

ہندوستان سے آپ بغداد شریف میں واپس تشریف لائے [۴] چندے قیام فرمایا بعد ازاں مرشد کے ہمراہ سفرِ حرمین شریفین اختیار کیا۔ انیس الارواح (صفحہ ۳) میں غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "بعد ازاں میں چند روز پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہا۔ پھر آنحضرت نے اس دعاگو کو ساتھ لیکر خانۂ کعبہ کا سفر اختیار فرمایا۔ الحاصل ایک شہر میں پہونچے یہاں ایک جماعت درویشوں کی دیکھی جو شراب عشق الٰہی میں سرشار عالمِ سکر و حیرت میں از خود رفتہ تھی چند دن اُنکی صحبت میں رہنا ہوا مگر وہ حضرات عالم صحو میں نہ آئے"۔

[۱ و ۲ و ۳] حسب انیس الارواح صفحہ ۲ و اسرار الاولیا صفحہ ۱۳۲ آپ مسلسل بیس سال تک مرشد کے ہمراہ سفر میں رہے اور حسب سیر العارفین صفحہ ۷ آپ باون سال کی عمر (سنہ ۵۸۲ھ) میں مرشد سے رخصت ہوئے۔ پس سنہ ۵۸۲ھ میں سے بیس سال کم کردینے سے سنہ ۵۶۲ھ برآمد ہوتا ہے اس لئے ہمارے نزدیک وسط سنہ ۵۶۲ھ سے وسط سنہ ۵۸۲ھ تک (۲۰ سال) مرشد کے ہمرکاب سفر ممکن ہے

[۴] اس ورودِ بغداد کے موقعہ پر مولانا عبدالحلیم شررؔ لکھنوی نے اپنے رسالہ الفرقان کے صفحہ ۱۴ پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کچھ تعجب نہیں جو غریب نوازؒ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ (متوفی سنہ ۵۶۳ھ) کے تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے ہوں۔

۵۶۳ھ مطابق ۱۱۶۸ء ورود فالوجہ وحرمین

بعد ازاں ہر دو حضرات فالوجہ[1] (متصل کربلا) میں تشریف فرما ہوئے یہاں کی جامع مسجد میں اعتکاف فرما کر[2] مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے[3]. ازاں بعد حسب انیس الارواح صفحہ ۳ وارد مکہ معظمہ ہو کر زیارت و طواف خانہ کعبہ سے مشرف ہوئے. غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "پیر و مرشد نے یہاں بھی میرا ہاتھ پکڑا اور حق تعالیٰ کی سپرد کیا اور زیر ناؤدان خانہ کعبہ دعا گو کے باب میں مناجات کی. ندا آئی "ہم نے معین الدین کو قبول کیا". بعد ازاں مدینہ منورہ آئے اور حرم نبوی میں حاضری دی". مجھ سے فرمایا "سلام کر" میں نے سلام عرض کیا. آواز آئی "وعلیکم السلام یا قطب مشائخ بر و بحر" یہ آواز سنکر پیر و مرشد نے فرمایا "اب تو درجۂ کمال کو پہونچ گیا".

ورود بخارا

بعد ازاں آپ پیر و مرشد کے ہمراہ بخارا میں تشریف لائے. یہاں کے صدر مشائخ سے ملاقات کی. غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "یہ بزرگ دوسرے عالم میں تھے انکی تعریف و توصیف حد بیان سے باہر ہے".

ورود اوش

غریب نوازؒ فرماتے ہیں ایک وقت میں اور شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ معہ ایک درویش کے مسافرت میں تھے. دوران سفر ہم (اوش[4]) میں

---

[1] فالوجہ بغداد سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بغداد کے مغرب میں لب دریائے فرات ایک قصبہ ہے. نقشہ میں اسکو فیلوجہ لکھا ہے

[2] باخبر باشند: جمہوری فالوجہ آجتک اس مسجد میں ہر دو حضرات کے ٹھہرنے کی روایات بیان کرتے ہیں اور بایں وجہ اس مسجد کو خصوصی نظر سے دیکھتے ہیں. آجتک یہ مسجد آپ کے مرشد کے نام کی نسبت سے مسجد عثمانی کہلاتی ہے

[3] (الف) تحقیق موقعہ مندرجہ علمائے رسول صفحہ ۳۹ (ب) ہمارے نزدیک اس سفر کے دوران فالوجہ (فیلوجہ) میں قیام فرمایا. (ج) چونکہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ فالوجہ سے قریب ہیں اس لئے گمان غالب ہے کہ اس موقعہ پر آپ اپنے جد حضرت امام حسین علیہ السلام اور پیشوائے سلسلہ و جد اعظم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے.

[4] (الف) بموجب ٹیلیس اٹلس اوش ۲۷، ۵ ۳ مشرقی طول البلد اور ۴۰ و ۳۴ عرض البلد شمال پر واقع ہے (دیکھو نقشہ منسلکہ) (ب) بقول ترجمہ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۷۵ و سیر العارفین صفحہ ۶ اوش پرگنہ ماوراء النہر کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے بقول تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۱۳ اوش تابع فرغانہ ہے. بقول مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۲ قصبہ اوش ولایت فرغانہ میں توابع اندجان سے ہے بقول مفتاح التواریخ صفحہ ۵ اوش اندجان کے گوشہ مشرق و جنوب میں ہے. اکبر نامہ جلد دوم کے صفحہ ۱۹۶ پر قطب صاحب کو اوشی اندجانی لکھا ہے. بقول برہان قاطع اوش بر وزن موش نام قصبہ است از ولایت فرغانہ مابین سمرقند و چین.

جو قصبات ماوراءالنہر[1] میں سے ہے) شیخ بہاالدین اوشی[2] سے ملے۔ یہ بڑے بزرگ اور واصلان حق میں سے تھے۔ ان کے یہاں یہ رسم تھی کہ جو کوئی ان کی خانقاہ میں آتا وہ محروم نہ جاتا۔ اگر برہنہ آتا تو کپڑے دیدیتے اُن کے لئے عالم غیب سے اور کپڑے آجاتے الغرض کچھ دن ہم اُنکی صحبت میں رہے انھوں نے یہ نصیحت کی "اے درویش! جو کچھ تجھے ملے وہ خدا کی راہ میں دیناد دولت جمع نہ کرنا اور خدا کے بندوں کو کھانا پہونچانا تاکہ خدا کے دوستوں میں ہوجاؤ"[2]

ورود بدخشاں بعد ازاں بدخشاں میں تشریف فرما ہوئے یہاں ایک بزرگ سے ملاقات کی یہ بزرگ خواجہ جنید کے پیشکاروں[3] میں سے تھے۔ سو سال کی عمر تھی، ازحد مشغول تھے۔ ان کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ اُنکی نسبت ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے "ایک مرتبہ میں نے اپنی خواہش نفس سے اس پاؤں کو صومعہ سے باہر نکالا تھا کہ ندا آئی "اے مدعی! ایسی عہد تھا جو فراموش کردیا" میں نے اسی وقت پاؤں کاٹکر پھینکدیا۔ اس واقعہ کو گذرے چالیس سال ہوگئے اُسوقت سے عالم حیرت میں مبتلا ہوں کہ کل قیامت کے دن درویشوں میں کیا منہ دکھاؤں گا"[4]

---

[1] صاحب جامع التواریخ صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں نیم توران کہ از ماوراءالنہر گویند در آں سمرقند و بخارا، خجند و تاشکند (تاشقند) است یعنی ششم فرغانہ کہ دراں اندجان۔ بقول برہان قاطع صفحہ ۲۰ توران نام ولایت است براں طرف (از ایران) آب آموں یعنی ماوراءالنہر گویند بقول جغرافیہ ولکسن حصہ اول صفحہ ۶ آموں دریائے جیحون کو کہتے ہیں۔ بقول غیاث اللغات جیحون بفتح رودے است درمیان خراسان و ماوراءالنہر نزدیک بلخ اور آموں کے متعلق بحوالہ مثنوی مولانا روم لکھا ہے "آموں دراموی نام رود یست میان ایران و توران۔ بقول فرسٹ جاگرفی صفحہ ۱۰۰-۱۰۱ دریائے آموں کو پرانے زمانہ میں آکس (Oxus) کہتے تھے اور ماوراءالنہر کو اسوقت چائنیز ترکستان کہتے ہیں۔ جیسے کاشغر، یارقند، کوٹان شامل ہیں اور فرغانہ کا موجودہ نام کوہ قند ہے۔ صاحب آتشکدہ آذر صفحہ ۳۳۲ پر لکھتے ہیں "ماوراءالنہر و نواحی آن دراں دیار مشکل است بر حصار معمورہ و قصبات مشہورہ کہ دراں طرف (از ایران) واقع است۔ صاحب آتشکدہ آذر صفحہ ۳۵۹ پر لکھتے ہیں فرغانہ در کنار آموں (جیحون) معمورہ عالم است و شرقیش کاشغر و غربیش، کوہستان بدخشاں و شمالش طراز گویندی ببرو ج النعم یعنی جبر گیاہ (ایک بوٹی) از فرغانہ است:" [2] دلیل العارفین صفحہ ۴۹

[3] پیشکاراں درویشوں کو کہتے ہیں جنکی معرفت لوگ کسی بزرگ سے اُنکی حیات میں یا بعد وفات استعانت باطنی چاہا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بعض درویش خواجہ غریب نوازؒ کے پیشیو رکہلاتے ہیں [4] دیکھو انیس الارواح صفحہ ۳و۴

غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "میں دس سال تک اپنے مرشد کے ہمرکاب سفر میں رہا بعد ازاں مرشد محترم واپس بغداد آکر عزلت گزیں ہوئے۔"[۱]

حصہ دویم:- سفر اوش بیونشان۔ دمشق و واپسی بغداد شریف

۵۷۲ھ لغایۃ وسط ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۷۶ء لغایۃ ۱۱۸۶ء

انیس الارواح (صفحہ) میں غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "چند دن بعد پھر پیر و مرشد نے مسافرت اختیار فرمائی اور میں مزید دس سال آنحضرت کے رخت خواب اور پانی کی چھاگل سفر میں سر پر لئے ساتھ رہا۔" ہمارے نزدیک اس مزید دس سال کی سیاحت میں آپ کا مرشد کے ہمراہ حسب ذیل مقامات پر پہونچنا مطابق ہے

حضرت قطب صاحب کا بسم اللہ خوانی کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا

۵۷۳ھ مطابق ۱۱۷۷ء

وارد اوش علاقہ[۲] (جو تابع موضع بغداد ہے) ہونے پر دوران قیام اوش قطب صاحبؒ کی والدہ نے قطب صاحبؒ

علہ۔ دیکھو انیس الارواح صفحہ۳ دم ۳۰۲ (الف) صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ۱۴۲ پر لکھا ہے: "آنحضرت (قطب صاحبؒ) اصل از سادات اوش بود کہ ان قصبہ ایست ور الہنرات" پھر آگے قطب صاحبؒ کے جد کو اوشی کہتے ہیں۔

(ب) صاحب سولت افغانی نے صفحہ۶۹۳ پر اوش کو تابع موضع بغداد لکھا ہے۔ اس بیان کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ اوش نہیں ہے جو تابع فرغانہ ہے بلکہ یہ بغداد کا مضافاتی محلہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قطب صاحب کا خاندان اوش (تابع فرغانہ) سے آکر بغداد کے متصل سکونت پذیر ہوا اور یہ مقام سکونت بھی سابقہ نسبت مکانی کی وجہ سے اوش کہلایا۔

(ج) اخیکث اور تبا کے درمیان نصف راہ پر اشتیقان کا شہر واقع تھا جسکے بازاروں میں ایک جامع مسجد تھی۔ تبا کے مشرق میں اوش تھا۔ جسکی حیثیت چوتھی (دسویں عیسوی) صدی ہجری ہی میں ایک بڑے شہر کی قائم ہو چکی تھی اوش کے قلعہ میں حسب معمول حاکم کا محل اور محبس (یعنی جیل) واقع تھا۔ اندر والے شہر کے گرد فصیل تھی اور باہر شہر کے گرد جو بستی تھی اُسکے گرد بھی فصیل تھی اس باہر والی بستی کے مکانات ایک پہاڑی کے اوپر دور تک چلے گئے تھے باہر والی فصیل میں تین دروازے تھے باب الجبل۔ باب الماء۔ باب المقبرہ۔ شہر کی جامع مسجد ربض یا چوک میں تھی اور اسکے گرد بازار تھے قریب ہی ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک سرنگ تھی (برج) تھا جسمیں سپاہی (یار خاکار) مقیم تھے۔ یہ لوگ ترکی قبائل کی یورش سے شہر کی حفاظت کرتے تھے۔ اوش سے آگے اوزکند صوبہ فرغانہ کا سب سے زیادہ مشرقی شہر واقع تھا اسکے آگے چین کی سرحد تھی یعنی یہ چین کی سرحد پر واقع ہو۔ (زمیری) کتاب ہذا سے سند جو بالا حالات لئے گئے ہیں قدیم عرب جغرافیہ نویسوں کے بیان کردہ حالات سے ماخوذ ہیں (جغرافیہ خلافت مشرقی صفحہ۴۲۳)

کو بسم اللہ خوانی کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا اسوقت قطب صاحب کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی تھی۔ غریب نوازؒ نے چاہا کہ قطب صاحب کی تختی لکھیں مگر غیب سے آواز آئی: "اے خواجہ ابھی لکھنے میں توقف کرو۔ حمید الدین ناگوری آتا ہے وہ ہمارے قطب کی تختی لکھے گا"۔ یہ روایت سیر الاقطاب وغیرہ نے بھی لکھی ہے۔ مگر سیر العارفین و سیر الاولیا وغیرہ میں نہیں ہے۔ بلکہ صاحب سیر العارفین نے قطب صاحبؒ کی الذکا قطب منا کر تقریباً پانچ سال کی عمر میں ایک ہمسایہ کے ساتھ خواجہ ابو حفص کے پاس کتب میں بھیجنا لکھا ہے۔ تفصیلات صولت افغانی کے صفحہ ۶۳۹ پر اور سیر العارفین کے صفحہ ۱ پر درج ہیں۔ ممکن ہے یہ واقعہ بسم اللہ خوانی کے بعد کا ہو۔

درود سیوستان

غریب نوازؒ فرماتے ہیں: "ایک وقت میں خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ سیوستان کے سفر میں تھا۔ یہاں صومعہ میں ایک بزرگ رہتے تھے ان بزرگ کا نام صدر الدین محمد سیوستانی تھا۔ بڑے مشغول بزرگ تھے۔ چند دن ان کے پاس رہنا ہوا۔ جو شخص ان کے صومعہ میں آتا محروم نہ جاتا، عالم غیب سے کوئی چیز لا کر دیتے اور کہتے "اس درویش کو ایمان کی سلامتی کی دعا سے یاد کرو کیونکہ اگر گور میں اپنا ایمان سلامت لے گیا تو بہت بڑا کام کیا"۔

یہ بزرگ جب ہیبت گور کا تذکرہ سنتے مثل بید کے کانپنے لگتے۔ آنکھوں سے خون کے آنسو پانی کے چشمے کی طرح جاری ہو جاتے۔ سات دن تک روتے رہتے اور اپنی آنکھیں ہوا میں کھول کر کھڑے ہو جاتے۔ ہمیں ان کے رونے سے رونا آجاتا اور کہتے یہ کیسا بزرگ شخص ہے جب وہ اس عالم سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف منہ کر کے کہتے: "اے عزیزان مجھے مرگ در پیش ہے۔ جسکا ملک الموت حریف ہو اور قیامت جیسا دن پیش نظر ہو اسکو سونے، خوشدلی اور خندگی سے کیا کام اور اسے کیسے کسی کام میں مشغول رہنا اچھا معلوم ہو"۔[1]

پھر موصوف (صدر الدین محمد احمد) نے فرمایا کہ "اے عزیزان! اگر تمہیں خفتگان زیر خاک کا جو اسیر مور و مار ہیں اور زندان خاک میں محبوس ہیں ذرہ بھر حال معلوم ہو جائے تو مثل نمک کے پانی ہو جاؤ"۔ بعد ازاں موصوف نے یہ حکایت بیان کی کہ: "ایک وقت میں نے بصرہ میں ایک بزرگ کو دیکھا یہ بہت

۱۔ دیکھو افضات سید صفحہ ۱۲، ۳۰ و دیگر کتب ۲۔ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۴۶

مشغول تھے۔ میں (صدر الدین محمد احمد) اور وہ بزرگ گورستان میں ایک قبر کے پاس بیٹھے تھے وہ بزرگ صاحب کشف تھے انہیں کشف سے معلوم ہوا کہ اس قبر کے مردہ پر سخت عذاب ہو رہا ہے۔ یہ دیکھکر وہ بزرگ نعرہ مار کر واصل بحق ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مثل نمک کے پگھل کر پانی ہو کر ناپید ہو گئے۔ جیسا خوف میں نے ان بزرگ میں دیکھا ویسا آجتک نہ کسی میں دیکھا نہ سنا؛ پھر فرمانے لگے کہ میں ہیبت گور کی وجہ سے گوشہ تنہائی میں ہوں تم سے آج تیس سال کے بعد گفتگو کی ہے اور یہ حکایت بیان کی ہے پس اے عزیزان مخلوق کیساتھ وقت گذارنے سے یاد حق میں وقت صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ جتنی دیر لوگ خلق میں مشغول رہتے ہیں خدا سے باز رہتے ہیں پس صحبت مخلوق سے باز رہنا چاہئے اور زادراہ کا انتظام کرنا چاہئے۔ ہم سب کو وہ دن (روز قیامت) درپیش ہے۔ ایمان سلامت لیجانا چاہئے یہ کہکر دو خرمے میرے (غریب نوازؒ) ہاتھ میں دئے اور اٹھکر چلے گئے۔ ان پر گریہ طاری ہوا اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔[1]

ورود دمشق غریب نوازؒ فرماتے ہیں :- ایک مرتبہ خواجہ عثمان ہارونیؒ شیخ احد الدین کرمانی اور میں مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے کہ شہر دمشق میں پہونچے۔[2] دمشق کی مسجد کے سامنے بارہ ہزار انبیا علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ یہاں لوگوں کی حاجتیں بر آتی ہیں مزارات کی زیارات کیں یہاں کے بزرگوں سے ملے۔[3]

ایک دن خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ، شیخ احد الدین کرمانی، محمد عارف (جو بہت بزرگ و عامل تھے) اور دعاگو دمشق کی مسجد میں موجود تھے۔ آنکی برابر چند اور درویش بیٹھے تھے۔ محمد عارف نے کہا "قیامت کے دن درویش معذور ہوں گے مالداروں سے حساب ہوگا"؟ ایک شخص پر یہ بات گراں گذری وہ اس باب میں بحث کرنے لگا اور کہا "یہ کس کتاب میں لکھا ہے"؟ محمد عارف کو اس کتاب کا نام یاد نہ تھا انھوں نے مراقبہ کیا فرشتوں کو حکم ہوا کہ "جس کتاب میں یہ لکھا ہے وہ کتاب اس شخص کو دکھادو"؟ کتاب دکھائی گئی وہ شخص کتاب دیکھکر کھڑا ہو گیا اور قدموں پر سر رکھدیا۔ بعد ازاں یہ گفتگو ہوئی کہ جو درویش

ع۱ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۱۶-۱۷ ع۲ گمان غالب ہے کہ اس سفر میں آپ نے شام میں بیت المقدس ہو کر کوہ سبا جی اور حضرت داؤدؑ حضرت یوسفؑ حضرت اسحاقؑ اور دیگر انبیا علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کی ع۳ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۲۰-۲۱

یہاں موجود ہیں وہ اپنی اپنی کرامت دکھائیں۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ نے مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر تنکہائے زر نکال کر ایک درویش کو دیئے تاکہ حاضرین کیلئے حلوہ لائے۔ پھر شیخ احد الدین کرمانیؒ نے اپنے قریب کی لکڑی پر ہاتھ مارا خدا کے حکم سے وہ لکڑی زر ہوگئی۔ مگر اس دعاگو نے بپاس ادب مرشد کچھ نہیں کیا۔ پیر و مرشد نے میری طرف منہ کر کے فرمایا "تم نے کچھ نہیں کیا۔" مرشد کا حکم پاکر میں نے گلیم سے چار قرص نکالے اور ایک بھوکے درویش کی طرف بڑھا دیئے۔ اس درویش اور محمد عارف نے کہا "جس درویش میں اتنی قوت نہ ہو اُسے درویش نہ کہنا چاہیے۔"[۱]

شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات

۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ مطابق ۱۱۸۴ء یا ۱۱۸۵ء فرشتہ (مترجمہ جلد دویم صفحہ ۵۷) نے آپ کا شیخ سنجار[۲] میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملنے کے لئے جانا تو لکھا ہے مگر ملاقات ہونے سے انکار کیا ہے۔ ملاقات نہ ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس زمانہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ قصبہ جبل (جیل) میں تشریف لے گئے تھے۔ شیخ محی الدین عبد القادرؒ وہاں (جیل میں) موجود تھے۔ مگر صاحب سیر العارفین نے غریب نوازؒ اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات ہونا لکھا ہے۔ اس بیان کی تائید اقتباس الانوار (صفحہ ۱۳۴) وغیرہ کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا ہر دو متضاد بیانات میں اس طرح مطابقت ہوجاتی ہے کہ ہمراہ مرشد سیستان سے دمشق جاتے ہوئے آپ سنجار میں بھی تشریف فرما ہوئے مگر اسوقت چونکہ شیخ نجم الدین کبریٰ جبل (جیل) چلے گئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہوئی مگر بعد حج کے مدینہ منورہ سے واپسی پر (۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ میں) شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات ہوئی صاحب سیر العارفین نے صفحہ ۵ پر اس ملاقات کے حالات اس طرح لکھے ہیں "خواجہ معین الدینؒ نے بغداد جانا چاہا اور قصبہ سنجار[۲] میں تشریف لائے اس زمانہ میں شیخ نجم الدینؒ[۳] کبریٰ وہاں موجود تھے۔

---

[۱] دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۴۱-۴۲

[۲] (الف) سنجار بغداد سے سات منزل ہے (دیکھو مسالک السالکین جلد دویم صفحہ ۲۷۱ و نقشہ منسلکہ) (ب) بقول بعض یہ مقام عراق میں ہے بقول ڈاکٹر براؤن ایشیائے کوچک میں ہے۔ تفصیل پیچھے آچکی ہے۔ [۳] شیخ نجم الدین کبریٰ کا مزار خوارزم (خیوا) میں ہے (دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۷۵)

اُن سے ملاقات کی اور ڈھائی مہینہ[1] اُن کے پاس قیام فرمایا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات کا زمانہ

بعض نے ہارون میں خلافت ملنے کے بعد مرشد سے رخصت ہو کر (۵۵۰ھ میں) ہارون سے بغداد جاتے ہوئے سنجار میں ملاقات ہونا لکھا ہے مگر صاحب تذکرۃ العابدین (صفحہ ۱۴۳) کا بیان ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ بعمر ۶۶ سال ۶۱۶ھ یا ۶۱۸ھ میں چنگیزیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۶۱۸ھ میں شہید ہونے کی تصدیق اورئینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری نظر ثانی شدہ ہنری جارج کین (صفحہ ۲۹۰) اور لٹریری ہسٹری آف پرشیا مؤلفہ ڈاکٹر براؤن (صفحہ ۴۹۱) سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا ۶۱۸ھ میں سے ۶۶ سال عمر کے کم کر دینے کے بعد شیخ نجم الدین کبریٰ کا سنہ ولادت ۵۵۲ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ زمانہ یعنی شیخ نجم الدین کبریٰ کی ولادت (۵۵۲ھ) سے لیکر غریب نوازؒ کے ہندوستان پہونچنے (۵۶۱ھ) تک کا زمانہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خورد سالی کا ہے اس لئے اس زمانہ میں ایک خورد سال بچے سے ملنے غریب نوازؒ کا تشریف لے جانا قرین قیاس نہیں۔ چونکہ سیر العارفین نے بیان کیا ہے کہ سنجار میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات کرنے کے بعد غریب نوازؒ نے سنجار سے جیل میں آکر غوث پاک سے ملاقات کی۔ اس لئے ان دونوں حضرات سے ملاقات کرنے کا زمانہ منفصل ہے۔ ہماری تحقیق کے بموجب (جسکی تفصیل آگے آئیگی) چونکہ غوث پاک سے باردوم ملاقات ہونے کا زمانہ ۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ ہے لہٰذا شیخ نجم الدین کبریٰ سے اسی زمانہ میں پہلے ملاقات ہوئی۔

غوث پاک سے باردویم ملاقات
۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ مطابق ۱۱۸۴ء یا ۱۱۸۵ء

بعض نے غوث پاک اور غریب نوازؒ کی ملاقات سے انکار کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صاحب سیر العارفین (صفحہ ۵) کا اس باب میں حسب ذیل بیان ہے:

"وہاں سے (سنجار سے حضرت خواجہ) قصبہ جیل میں تشریف لائے اور غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے ملاقات کی۔ حضرت غوث پاک اس زمانہ میں جیل (متصل موصل) میں موجود تھے جیل بہت پر فیض اور معتدل آب ہوا کا مقام ہے۔ یہ مقام کوہ جودی کے تحت میں واقع ہے یہاں نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھری تھی چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ "واستوت علی الجودی" یہ درویش (صاحب سیر العارفین مولانا جمالی) اس قصبہ میں تھا کہ بغداد سے قاصد پہونچا۔ معلوم ہوا کہ

[1] صاحب مسالک السالکین نے جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر پندرہ دن قیام کرنا لکھا ہے۔ بعض نے دو سال قیام کرنا لکھا ہے۔

کہ حضرت غوث الاعظم نے اس قصبہ میں زمین خرید فرماکر وقف علی الاولاد کر دی تھی چنانچہ آپ کی اولاد پاک بغداد اس قصبہ میں آپ کے جادہ پر سجادہ نشین ہوتی ہے ۔ مقبرہ آپ (غوث پاک) کا بغداد میں ہے ۔ قصبہ جیل بغداد سے سات منزل ہے ۔ جب خواجہ معین الدینؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملے تو ستاون دن[1] تک ان کی صحبت میں رہے اور بہت سے فیوض اور جمعیت باطنی آپ کی صحبت سے حاصل کی[2] ۔ چونکہ اس سلسلہ سفر میں غریب نوازؒ اپنے مرشد کے ساتھ تھے اس لئے گمان غالب ہے کہ غوث پاک اور خواجہ عثمانؒ ہارونی قدس سرہٗ العزیز کی بھی ملاقات ہوئی ۔

صاحب اقتباس الانوار (صفحہ ۱۴۲) نے بحوالہ مراۃ الاسرار لکھا ہے کہ "یہاں (جیل، غوث پاک کے پاس آپ پانچ ماہ سات دن تک مقیم رہے اور ہر دو حضرات میں صحبت محرمانہ رہی ۔ غریب نوازؒ یہاں ایک حجرہ میں معتکف رہے ۔ صاحب سیر العارفین (صفحہ ۶) کا بیان ہے کہ "میں نے اس حجرہ کی زیارت کی ہے زیارتگاہ خلائق ہے ۔ اسکی مرمت ہوتی رہتی ہے" ۔ مولانا عبدالرحمن صاحب سیاح متوطن موصل نے بیان کیا کہ جیلان (بحر اخضر کے کنارہ) اور جیل (زیر دامن کوہ جودی) میں غریب نوازؒ کے ٹھہرنے کا کوئی حجرہ نہیں ہے ۔ البتہ کوہ جودی (جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی) پر ایک حجرہ میں چند تختیاں ہیں ۔ انہیں کشتیٔ نوح کی تختیاں بتایا جاتا ہے" ۔ ان ہر دو بیانات میں اس طرح مطابقت ہو جاتی ہے کہ اسی حجرہ میں (جسمیں کشتیٔ نوح کی تختیاں ہیں) غریب نوازؒ نسبت ولایت نوحی حاصل کرنے کے لئے معتکف رہے اور اسی کی زیارت صاحب سیر العارفین نے کی تھی ۔

بقول صاحب اقتباس الانوار (صفحہ ۱۴۳) اس ملاقات کے موقعہ پر غریب نوازؒ کی خاطر سے غوث پاک نے مجلس سماع منعقد فرمائی اور تین شبانہ روز ہر دو حضرات حجرۂ خاص میں خلوت نشین[3] رہے اور اسم اعظم کی خاص ترتیب جو غوث پاک کو دربار رسالت سے سلسلہ بسلسلہ پہونچی تھی وہ غوث پاک سے

---

[1] غالباً بوجہ سہو کتابت بجائے پنج ماہ ہفت روز کے پنجاہ و ہفت روز لکھا گیا ۔

[2] صاحب خزینۃ الاصفیا نے صفحہ ۲۵۶ پر ہر دو حضرات کا (جیل سے) بغداد ساتھ آنا لکھا ہے ۔

[3] صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۰۶-۱۰۰ پر غوث پاک اور غریب نوازؒ کا مکالمہ لکھا ہے اس مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ غریب نواز اور غوث پاک میں صحبت تخلیہ نہیں ہوئی ۔

غریب نوازؒ کو حاصل ہوئی اور مخصوص ترتیب اسم اعظم جو رسول خدا سے سینہ بسینہ حضرت خواجہؒ کو پہونچی تھی وہ آپ سے حضرت غوث الاعظم نے حاصل کی۔

غوث پاک سے ملاقات کا زمانہ

زمانہ ملاقات کے متعلق صاحب اقتباس الانوار (صفحہ ۱۳۵) نے زبدۃ الحقائق (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ) سے حسب ذیل روایت نقل کی ہے:-

عبارت فارسی

"خواجہ بزرگ با جازت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خرقۂ خلافت حضرت غوث الاعظم و خالے وے رضی اللہ عنہ پوشیدہ است ودراں وقت عمر خواجہ بزرگ بنجاہ سالگی رسیدہ بود و عمر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بہ نود ۹۰ سال رسیدہ بود۔"

ترجمہ اردو

خواجہ بزرگ نے باجازت (باطنی) سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماموں غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت پہنا ہے۔ اسوقت حضرت خواجہ کی کی عمر پچاس سال کی تھی اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عمر نوے ۹۰ سال کی تھی۔

عام طور سے تذکرہ نویسوں نے غوث پاک کی ولادت کے سنین ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ لکھے ہیں اور امام جوزی نے اپنی کتاب منتظم میں اور بعض دوسرے حضرات نے غوث پاک کا سنہ ولادت ۴۷۰ھ لکھا ہے۔ ہنری جارج کین نے اور بعض دوسرے لوگوں نے ۴۷۱ھ لکھا ہے مگر صاحب اقتباس الانوار نے صفحہ ۳۴ پر غوث پاک کی ولادت کا سنہ ۴۷۱ھ کے علاوہ ۴۹۱ھ بھی لکھا ہے۔ چونکہ سبعین اور تسعین کی کتابت میں تھوڑا فرق ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک سہو کتابت کی وجہ سے بجائے واحد تسعین اربعمایۃ کے واحد سبعین اربعمایۃ لکھا گیا اور ۵۸۱ھ میں غوث پاک کی عمر شریف کے نوے ۹۰ یا اکیانوے ۹۱ سال ملا کر بعض نے سنہ وفات ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ لکھا ہے اور انہی سنین وفات کی نقل ہوتی چلی آئی

عہ (الف) اس روایت کے خلاف جو بیانات ہیں ہمیں اُن سے اتفاق نہیں۔ (ب) ہمیں اس سے بھی اتفاق نہیں کہ غوث پاک سے یہ ملاقات (ملاقات بار دوم) کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے بغداد میں آکر شیخ ابو نجیب سہروردی (متوفی ۵۶۳ھ) سے ملاقات کی بلکہ ہمارے نزدیک شیخ ابو نجیب اور حضرت خواجہ کی ملاقات حضرت غوث پاک سے غریب نوازؒ کی بار اول ملاقات ہونے کے بعد ہوئی۔ عہ دیکھو قراۃ الناظرین ترجمہ حاصل المتن خلاصۃ المفاخر (مصنفہ امام یافعیؒ متوفی ۷۶۸ھ) از مولوی ذوالفقار احمد نقوی سہارنپوری صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ مطبع سلطانی بھوپال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء و دیگر کتب

اور انہی سنین سے بعض دیگر واقعات کے سنین قائم کئے گئے۔ مگر ہمارے نزدیک حسب تذکرۃ العابدین (صفحہ ۱۸۹) غوث پاک کا صحیح سنہ وفات ۵۸۳ھ ہے۔ اس سنہ وفات کو خواجہ قطب الدین صاحبؒ کی مذکورہ سابق روایت مندرجہ زبدۃ الحقائق اور شیخ سعدی کی مرقومہ روایت (مندرجہ گلستان) نیز دیگر روایات سے تقویت پہونچتی ہے۔ تشریح حسب ذیل ہے:-

حسب اقتباس الانوار غرہ رمضان ۴۹۱ھ میں غوث پاک کی ولادت ہونے کے پیش نظر ۵۸۰ھ کے ماہ رمضان میں غوث پاک کی عمر کا نوّواں (۹۰ واں) سال شروع ہو گیا تھا اور ۵۸۱ھ میں نوّواں (۹۰ واں) سال پورا ہوا۔ اور غریب نوازؒ کی ولادت ۵۳۰ھ میں ہونے کے پیش نظر ۵۸۰ھ میں حضرت خواجہ کی عمر پچاس[۱] سال کی تھی اور ۵۸۱ھ میں اکیاونواں (۵۱ واں) سال چل رہا تھا۔ پس باین وجوہات یہ ملاقات ۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ میں ہوئی لیکن ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ میں غوث پاک کا وصال مان لینے سے ان سنین (۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ) میں غریب نوازؒ کی عمر ۳۱ یا ۳۲ سال کی ہوتی ہے علاوہ ازیں بوجوہات مندرجہ ذیل بھی ہمیں غوث پاک کی وفات ۵۶۱ھ یا ۵۶۲ھ میں ہونے سے اتفاق نہیں ہے۔

نظر ثانی شدہ بایوگرافیکل ڈکشنری (صفحہ ۳۳۹) میں ہنری جارج کین شیخ سعدیؒ کے حالات میں لکھتے ہیں: "شیخ سعدیؒ کی ولادت ۵۷۱ھ[۲] میں ہوئی اور شیخ موصوف عالی مرتبت صوفی عبدالقادر جیلانیؒ کے مرید تھے۔ یا کم از کم ان کے آگے سر ارادت جھکایا تھا" اس روایت کی تائید صاحب مفتاح التواریخ (صفحہ ۷) کے بیان کے مطابق نسخہ ہفت اقلیم و تذکرہ دولت شاہی کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ اس بیان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ شیخ سعدیؒ نے (غالباً شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے مرید ہونے کے قبل) غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا یا سر ارادت جھکایا۔ پس معلوم ہوا غوث پاک شیخ سعدیؒ کی ولادت (۵۷۱ھ) کے بعد حیات ظاہری میں رونق افروز تھے۔

---

[۱] یعنی بعمر باون سال پیر و مرشد سے رخصت ہونے سے پہلے۔

[۲] شیخ سعدیؒ کے سنہ ولادت میں اختلاف ہے مگر ہمارے نزدیک ۵۷۱ھ صحیح ہے تشریحات آگے آئیں گی۔

حیات سعدیؒ میں مولانا الطاف حسین حالی بحوالہ سرگور اوسلی لکھتے ہیں: "جس زمانہ میں شیخ (سعدیؒ) بغداد میں علامہ ابن جوزی سے پڑھتا تھا اسوقت شیخ کی جوانی کا آغاز تھا۔ دولت شاہ سمرقندی اور سرگور اوسلی نے لکھا ہے کہ ابن جوزی سے تحصیل علم کرنے کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بیعت کی تھی اور آنحضرت سے علم تصوف اور طریق معرفت وسلوک حاصل کیا اور پہلی مرتبہ آنحضرت غوث پاک کے ساتھ بیت اللہ حج کو گیا۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی یعنی شیخ سعدیؒ کی ولادت سے پہلے ہو چکی تھی۔"

مولانا حالیؔ نے اس روایت کو محض اس وجہ سے تسلیم نہیں کیا کہ اُن کے نزدیک ۵۶۱ھ میں غوث پاک کی وفات ہو چکی تھی مگر یہی روایت ہم اس امر کی تصدیق میں پیش کرتے ہیں کہ غوث پاک کی وفات ۵۶۱ھ میں نہیں بلکہ شیخ سعدی کے سن شعور کو پہونچنے کے بعد (۵۸۳ھ میں) ہوئی۔ ماسوا اس کے شیخ سعدیؒ خود گلستاں میں لکھتے ہیں: "عبدالقادر جیلانی را دیدم کہ در حرم کعبہ روئے بر حصار نہادہ ہمیگفت"۔ اگرچہ شیخ سعدیؒ کے بیان کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی مگر صاحب مفتاح التواریخ (صفحہ ۷) نے اس بیان میں محض اس وجہ سے قیاسی ترمیم فرمائی ہے کہ انکے نزدیک غوث پاک کا وصال ۵۶۱ھ میں شیخ سعدیؒ کی ولادت سے قبل ہو چکا تھا مگر ہمارے نزدیک شیخ سعدیؒ کا مندرجہ بالا بیان خود اس امر کا ثبوت ہے کہ غوث پاک کا وصال ۵۶۱ھ کے بعد اسوقت (۵۸۳ھ میں) ہوا جبکہ شیخ سعدیؒ سن شعور کو پہونچ چکے تھے اور غوث پاک کے ہمراہ حج بھی کر چکے تھے۔

مقام ملاقات کی تحقیق بعض نے ملاقات کا مقام جیلان لکھا ہے اور اسی کو بعض نے جیل یا گیل یا گیلان وجیلان بتایا ہے۔ صاحب اقتباس الانوار نے صفحہ ۲ وہ ۱۳۴ پر اس کا

۱؎ قلمی نسخہ گلستان مرقومہ ۱۲۴۳ھ کے باب دوئم کے اندر حکایت دوم ۳، لکھا ہے: "سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ را دیدم" جسکی تائید گلستان (صفحہ ۱۱) مشمولہ کلیات سعدی مطبوعہ بمبئی ۱۲۸۲ھ سے بھی ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔ مگر مطبع مجیدی کانپور کے مطبوعہ نسخہ میں اس طرح مرقوم ہے: "عبدالقادر جیلانی را دیدہ رحمۃ اللہ علیہ" جو ہمارے نزدیک سہو کتابت پر مبنی ہے۔

نام جیال لکھا ہے۔ مسالک السالکین جلد دوم کے صفحہ ۲۸۵ پر، سیر العارفین کے صفحہ ۷ پر اور المشاہیر کے صفحہ ۲۱ پر اس کا نام جیل لکھا ہے۔ فرشتہ نے جلد دوم کے صفحہ ۵۶ پر اس کا نام جبل لکھا ہے۔ ان میں سے صاحب مسالک السالکین، المشاہیر، فرشتہ اور سیر العارفین نے اسے کوہ جودی (جہاں نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی) کے دامن میں بتایا ہے۔ جیل کی نسبت سے غوث پاک جیلی کہلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود قصیدۂ غوثیہ میں فرماتے ہیں :-

"انا جیلی ومحی الدین اسمی ✽ واعلامی علیٰ راس الجبالی"

ترجمہ :- میں جیلی ہوں اور میرا نام محی الدین ہے اور میری نشانیاں پہاڑوں پر ظاہر ہیں۔

پس ہمارے نزدیک غوث پاک کا آبائی وطن اور جائے ولادت ولایت جیل [۳] (علاقہ جیلان بحر اخضر کے کنارہ) میں قصبہ جیل [۵] (زیر دامن کوہ جودی) ہے یہیں غوث پاک نے اپنے فرزندوں کے لئے زمین خرید فرمائی تھی اور یہیں غریب نوازؒ اور غوث پاک کی ملاقات ہوئی تھی اور حسب تفصیل گذشتہ بقول

---

[۲] جیلی آنحضرت (غوث پاک) بجہت آں گویند کہ اصل آں غوث آفاق از ولایت جیل است و ولادت باسعادت آنحضرت (غوث پاک) ہم دراں جا واقع شدہ واں ملکیت ورائے طبرستان کہ آں را جیلان وگیلان نیز گیل وجیل گویند و بعضے گفتہ اند کہ جیل موضع است بر کنارہ دجلہ یکروزہ راہ از بغداد است بطرف واسطہ و نیز موضع است جیل نام نزدیک مداین اما جماعتہ کہ نسبت آنحضرت بایں دو موضع کردہ اند صاحب روضتہ الناظر کہ تصنیف علامہ مجد الدین صاحب قاموس است کہ اکابر وقت بودہ اند قول ایشاں (صاحب قاموس سند است) نوشتہ اند کہ قول آنہا غلط است (قلمی نسخہ سفینۃ الاولیا صفحہ ۴۲)

[۳ و ۴ و ۵ و ۶] (الف) جیل جودی یا کوہ جودی شمالی عراق میں کوہ البرز کی ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے موصل سے اسکا فاصلہ ۳۵ میل ہے۔ یہاں نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری تھی مگر یہاں غریب نوازؒ کے ٹھہرنے کا کوئی حجرہ نہیں ہے البتہ یہاں چند تختیاں ایک حجرہ میں محفوظ ہیں۔ انہیں کشتی نوح کی تختیاں بتایا جاتا ہے۔ یہاں سے جیلان کئی سو میل ہے اور بغداد سے براہ دجلہ دو سو میل ہے اور براہ راست ۱۸۰ میل ہے۔ جیلان ایران کے علاقہ انزلی میں بحر اخضر (کیسپین سی) کے کنارہ ہے۔ میں نے یہ مقام دیکھا ہے بغداد سے تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے (بیان عبد الرحمٰن صاحب متوطن موصل و امام صندلی مسجد اجمیر شریف)

(بقیہ صفحہ ۶۲ پر)

فرشتہ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ اسی جیل میں غوث پاک سے ملنے تشریف لے گئے تھے یہی مقام جبل جودی کہلاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۱) (ب) سید محمد شاہ صاحب ساکن نگر ٹھٹہ اسلام پور ضلع کراچی (سندھ) نے بیان کیا کہ "میں نے ۱۹۵۱ء میں بغداد سے جبل جودی کا سفر کیا تھا یہ موصل سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے یہ مسافت موٹر تقریباً دو گھنٹہ میں طے کرتی ہے یہاں کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ملاقات ہوئی تھی۔ یہیں غوث پاک نے اپنی عیال کیلئے زمین خرید فرمائی تھی۔ یہاں غوث پاک کی درگاہ کا سجادہ بنایا جاتا ہے۔ یہاں سے چالیس میل پر اکوایں غوث پاک کے صاحبزادے کی درگاہ ہے اس مقام سے دو میل کے فاصلہ پر ترکستان کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ (ج) جبل جودی بجزیرۂ ابن عمر است وسفینۂ نوح علیہ السلام انجا قرار یافت و محل تعبد آں حضرت است و جہت اجابت دعا خلائق بداں جا توجہ نمایند۔ (روضۃ الصفا باب خاتمہ و بدایۂ صفحہ ۱ متعلق جلد پنجم)

(د) بقول غیاث اللغات بحوالہ منتخب اللغات "جیلان نام ملکیست و دہ لیست نزدیک بغداد آنرا جیل نیز گویند۔ پھر آگے حرف (گ) میں لکھتے ہیں "گیلان" نام ملکیست و نام دہ است نزدیک بغداد مولد حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ و جیلان معرب آنست" (غیاث اللغات)

(ہ) مشتمل بر بلاد و قصبات چند است کہ محدود باذربائیجان و عراق عجم و مازندران و بحر خزر است۔ (آتشکدہ آذر صفحہ ۲۶)

(و) جیل معرب گیل بثانی مجہول بروزن فیل گیلان راگویند و آں ولایت است معروف بہ طبرستان (دیکھو برہان قاطع جلد ثانی صفحہ ۲۱۹ و جلد اول صفحہ ۲۳۲) (ز) جیلان ایک صوبہ ایران کے شمال میں کیسپین سی (بحر خزر) کے ساحل پر ہے اس صوبہ کا صدر مقام رشت ہے۔ یہ طہران سے تقریباً ۳۲۹ کیلو میٹر پر گوشہ شمال و مغرب میں ہے اور اصفہان سے ۴۲۹ کیلو میٹر پر گوشہ شمال و مغرب میں واقع ہے۔ (مکتوب ایرانی ایمبیسی نئی دہلی۔ نیلسن اٹلس و نقشہ منسلکہ)

(ح) ہنری جارج کین نے نظر ثانی شدہ بایو گرافیکل ڈکشنری کے صفحہ ۸ پر جیلان کو بغداد کے قریب لکھا ہے۔

(ط) قلمی نسخہ دوازدہ صوبہ کے صفحہ ۹۲ پر ابوالفضل نے لکھا ہے کہ "جیل دہ است نزدیک بہ بغداد و برخے گیلان پندارند"

(ی) جیلان متصل کربلا عراق میں ہے۔ (بیان باقر صاحب بغدادی)

(ک) شیخ ابوالفضل بن صالح بن شافعی جیلی سے روایت ہے کہ نسبت جیل کہ جیلان کی طرف ہے اور جیل چند بلاد متفرقہ کا نام ہے جو طبرستان کے عقب میں واقع ہیں (حیات فوخیہ از مقبول احمد لقمان صفحہ ۳)

(ل) غالباً ولایت جیل میں قصبہ جیل جو زیر دامن کوہ جودی واقع ہے بزمانہ سابق شامل تھا (مولف)

شروع ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء
واپسی بغداد شریف

غریب نوازؒ فرماتے ہیں :- "بعد ازاں حضرت خواجہ عثمان قدس سرہٗ بغداد میں واپس تشریف لاکر معتکف ہوئے اور دعاگو (غریب نوازؒ) سے ارشاد فرمایا" میں اس مقام سے چند روز تک باہر نہ آؤں گا مگر تو چاشت کے وقت آیا کر کہ تجھ سے ترغیب فقر بیان کروں تاکہ مریدوں اور فرزندوں کے لئے میرے بعد یادگار رہو" یہ فقیر (غریب نوازؒ) روزانہ حاضر خدمت ہوتا رہا جو کچھ مرشد کی زبان فیض ترجمان سے سنتا تھا قلمبند کرلیتا تھا" چنانچہ آپ نے اٹھائیس مجلسوں کا ایک رسالہ الموسوم بہ انیس الارواح مرتب[1] کیا اور حسب منشاء مرشد اپنے شجرہ طریقت میں شامل کیا۔

رسالہ انیس الارواح اور ملفوظات خواجگان چشت کے متعلق تحقیقات

حضرت خواجہ بزرگؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ کے ملفوظات "انیس الارواح" میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنے پیرو مرشد کی سنت کے پیش نظر حضرت خواجہؒ کے ملفوظات "دلیل العارفین" میں بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوظات "فوائد السالکین" میں اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات "راحت القلوب" میں قلمبند فرمائے ہیں۔ یہ چاروں رسالے ملفوظات خواجگان چشت کہلاتے ہیں۔ ان ملفوظات کے متعلق مولانا حمید قلندر نے سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس کے صفحہ ۳۵، ۳۶ پر مجلس یازدھم میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا بیان لکھا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

"اہل محفل میں سے ایک عزیز نے عرض کیا کہ ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ میں لکھا ہے کہ درویشوں کا مقولہ ہے جو شخص دو گائیں ذبح کرے اس نے دو خون کئے اور چار ذبح کرے تو گویا چار خون کئے اور جو چار گوسفند ذبح کرے تو اس نے ایک خون کیا[2]۔

[1] دیکھو انیس الارواح صفحہ ۳۴ [2] دیکھو انیس الارواح صفحہ ۲ و سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷

[2] انیس الارواح مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی میں روایت اس طرح ہے :- "عبد اللہ بن مسعود روایت کرد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر کہ چہار گاؤ بسمل کند یک خون کبیرہ بر گردن او نویسند و ہر جانورے کہ بہ ہوائے نفس بکشتہ ہمچناں باشد کہ بویران کردن خانہ کعبہ یاری کردہ باشد مگر گلے کہ درآں بسمل کردن روا باشد۔"

حضرت خواجہ (نصیر الدین چراغ دہلویؒ) نے فرمایا "وہ ملفوظ ان کا نہیں ہے میری نظر سے گذرا ہے۔ اس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اُن کے علم و ارشاد کے مناسب نہیں ہیں؟ پھر فرمایا "میرے حضرت پیر و مرشد سلطان الاولیا قدس سرہٗ فرماتے ہیں "میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اسلئے کہ شیخ الاسلام حضرت فریدالدین اور شیخ الاسلام مولانا قطب الدین (بختیار کاکیؒ) نیز باقی خواجگان غیرہ ان مشائخ نے جو داخل شجرہ ہیں کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی" میں (حمید قلندر) نے عرض کیا۔ فوائد الفوائد میں ہے کہ ایک شخص نے سلطان الاولیا (نظام الدین) قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا "میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے آپ کی تصنیف سے ایک کتاب دیکھی ہے" حضرت سلطان الاولیا نے فرمایا "اس نے غلط کہا میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس لئے کہ ہمارے خواجگان نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی"

یہ سنکر خواجہ ذکراللہ بالخیر (نصیر الدین چراغ دہلویؒ) نے فرمایا "واقعی ہمارے حضرت سلطان الاولیا نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی" پھر میں نے عرض کیا جو رسالے اس وقت دستیاب ہوتے ہیں جیسے ملفوظات خواجہ عثمان ہارونیؒ اور ملفوظات حضرت قطب الدین (بختیار کاکیؒ) وغیرہ کیا یہ کتابیں بڑے حضرت (بابا فرید گنج شکرؒ) کے زمانہ میں ظاہر نہ ہوئیں تھیں؟ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے فرمایا "اس وقت نہیں تھیں اگر ان حضرات کی تصنیف سے ہوتیں تو بڑے حضرت ان کا ذکر ضرور فرماتے اور ضرور دستیاب ہوتیں"۔

فوائد الفوائد صفحہ ۳۶ (ملفوظات حضرت محبوب الٰہی مرتبہ امیر حسن علی سنجری) کی اصل عبارت اس طرح ہے:

"اس وقت کتب مشائخ کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی ایک عزیز حاضر خدمت تھا اس نے عرض کیا "اُودھ میں مجھے ایک شخص نے ایک کتاب دکھائی اور یہ کہا "یہ آنجناب کی لکھی ہوئی ہے۔" خواجہ صاحب (محبوب الٰہیؒ) نے فرمایا "اس نے غلط کہا میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی"۔

حضرت حمید قلندر نے "فوائد الفوائد" کے حوالہ سے حضرت محبوب الٰہیؒ کے بیان میں یہ فقرہ (ہمارے خواجگان نے کوئی کتاب نہیں لکھی) تحریر کیا ہے۔ حالانکہ "فوائد الفوائد" کی اصل عبارت میں یہ فقرہ نہیں ہے۔[1]

[1] دیکھو فوائد الفوائد مترجم صفحہ ۳۶ مجلس پنجم مطبوعہ مسلم پریس جھجر و نسخہ فارسی صفحہ ۳۲ مجلس ۱۵ محرم ۷۰۸ھ مطبوعہ منشی نولکشور پریس لکھنؤ و نسخہ دیگر مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور صفحہ ۹۹

بلکہ اسمیں سلطان المشائخ نے صرف اپنی تصنیف کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی چنانچہ صرف اسی کی تصدیق حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے بھی آگے بایں الفاظ (واقعی ہمارے حضرت سلطان الاولیا نے کوئی کتاب نہیں لکھی) کی ہے پس جس طرح فوائد الفوائد کی عبارت میں مندرجہ بالا فقرہ کا الحاق کیا گیا ہے اسی طرح بعض اور فقرے بھی الحاقی ہیں، تشریح حسب ذیل ہے۔

چونکہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی متعدد تصانیف موجود ہیں چنانچہ گنج اسرار و کشف الاسرار وغیرہ کے قلمی نسخے مولف اور دیگر حضرات کے پاس موجود ہیں۔ نیز صاحب "سبع سنابل" لکھتے ہیں: "خواجہ معین الدین سنجریؒ علم بر کمال داشت. تصانیف خواجہ معین الدین در اطراف نواح خراساں بسیار است۔" سیر العارفین کے صفحہ ۱۲ پر شیخ محمود ناگوری لکھتے ہیں۔ "آپ (حضرت خواجہؒ) اعلیٰ درجہ کے عالم تھے آپ کی تصانیف بڑے پایہ کی ہیں۔" چنانچہ حسب مکتوب جے۔ آر۔ ڈائریکٹر اسسٹنٹ کیپر انڈیا آفس لائبریری لندن مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۵۲ء قلمی نسخہ رسالہ فی آفاق و انفس مرتبہ خواجہ معین الدین مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔ اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں قلمی نسخہ رسالہ تصوف منظوم مصنفہ خواجہ معین الدین چشتیؒ موجود ہے اور خواجہ قطب الدینؒ کا صاحب تصانیف ہونا۔ زبدۃ الحقایق و دیوان وغیرہ سے ثابت ہے رسالہ قطب صاحب کا ترجمہ دیوان خواجہ قطب صاحب اور مثنوی نیرنگ از قطب صاحب کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مصنفہ رسالہ موجود ہیں جو "رسالہ گفتار" و "الہی نامہ" کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ذیل کی تفصیلات کے پیش نظر حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ہی بیانات مندرجہ مفتاح العاشقین (ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرتبہ محب اللہ) سے یہ بخوبی ثابت ہے کہ خواجگان چشت صاحب تصانیف ہیں۔

ترجمہ مفتاح العاشقین صفحہ ۱۱:۔ (ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرتبہ محب اللہ) شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا۔ "اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہ العزیز کے رسالہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی ہے تو ساتوں اعضا زبان حال سے زبان کے روبرو فریاد کرتے ہیں۔

صفحہ ۱۲ بعد ازاں شیخ نصیر الدینؒ نے فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہ العزیز اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر اعضا میں شہوت و حرص ہے۔"

صفہ ۱۴۔ ۱۵ شیخ نصیر الدینؒ نے فرمایا: "میں نے انیس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ عالم سکر میں تھا اسی حالت میں اُس نے کہا: لیس لی سوائک ولا قلبی بغیرک راغب" (یعنی تیرے سوا میرے نصیب میں کچھ نہیں نہ میرا دل تیرے غیر کی طرف راغب ہے) یہ روایت "انیس الارواح" مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی (مرتبہ خواجہ غریب نوازؒ) میں نہیں ہے۔ شاید لکھنے سے رہ گئی ہے۔

صفہ ۱۷ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا: "دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ عالم سکر میں آسمان کی طرف آنکھیں جمائے کھڑے تھے۔ اس حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ عرش سے کرسی اور کرسی سے عرش تک پوچھ رہا ہے کہ تیری کیا حالت ہے۔ بزرگ یہ دیکھکر نعرہ مار کے بیہوش ہو گئے" یہ روایت بھی دلیل العارفین (مرتبہ قطب صاحبؒ) میں نہیں ہے۔ شاید لکھنے سے رہ گئی۔

صفہ ۵ ایں (محب اللہ) نے آداب بجالاکر التماس کیا کہ مجھے شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہ العزیز کا قول یاد ہے۔ حکم ہو تو پڑھوں۔ فرمایا: "پڑھو۔"

غزل

از مطلع دل علم یک لمحہ از رخسار او	ذرّہ ذرّہ ہستیم در پردۂ انوار او
بانکہ ذرّات تنم ہر یک ہزاراں دیدہ شد	یک ذرّہ ہم دیدہ نشد از پرتو رخسار او
حسنش چو آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم سر	از دیدۂ دل کن نظر تا بنگری دیدار او
بگذار کوئے آب و گل در القصر جان و دل	با سرّ خود متصل سرے ہم از اسرار او
اظہار حسن دلبری می بیں ز ہر مہ پیکرے	پیداست در ہر مظہرے آں حُسن آں اظہار او
خواجہ کند در خود نظر اندیشہ سازد از بشر	بازش کند زیر و زبر حیرانم اندر کار او
پر شد جہاں یکسر از و شد نیک و بد مظہر از و	مومن از و کافر از و در قید نور و نار او
ترسا سوئیش بشتافتہ بو از چلیپا یافتہ	زلف تو برہم تافتہ آں حلقۂ زنّار او

مسکیں معینؔ در یک غزل برخواند اسرار ازل
بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او

جب میں (محب اللہ) نے یہ غزل پڑھی تو خواجہ صاحبؒ (نصیر الدین چراغ دہلویؒ) زار زار روئے اور فرمایا: "اے درویش! تجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

یہ غزل "دیوان معین" میں موجود ہے۔ پس ثابت ہوا دیوان معین بھی غریب نوازؒ کی تصنیف ہے مزید تفصیلات حصہ سیرت میں ہیں۔

صفحہ ۲۲ بعد ازاں فرمایا: "میں نے دلیل العارفین میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے رسول خدا سے ایام بیض کے بارہ میں دریافت کیا۔ ارشاد ہوا: ہر مہینہ کی تیرہویں چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا ایسا ہے گویا اُس نے سارے سال روزہ رکھا ہے۔" یہ روایت دلیل العارفین (مرتبہ قطب صاحبؒ) میں نہیں ہے۔ شاید لکھنے سے رہ گئی۔

اس باب میں صاحب سیر العارفین کا حسب ذیل مترجمہ بیان ہے:۔

"حضرت نصیر الملتہ والدین چراغ دہلویؒ کے ملفوظ مبارک کتاب خیر المجالس کے کاتب حمید قلندر سے نقل ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت (چراغ دہلویؒ) کی خدمت میں عرض کیا: "میں نے حضرت خواجہ معین الدینؒ قدس سرہٗ اور حضرت قطب الدین کے ملفوظات میں ایسا دیکھا ہے۔" ارشاد ہوا: "یہ تمام باتیں مجھ تک پہونچی ہیں خدا کی قسم جو اُن سے ہوں۔ اس جگہ نادقوف معتقدین اور مجاورین نے بہت سی باتیں بڑھا دی ہیں۔ جو اُن کے اعمال و احوال کے مطابق نہیں ہیں۔"

سیر العارفین کے مندرجہ بالا بیان سے فقط اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ ان ملفوظات میں صرف بعض باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے مگر اس امر سے انکار نہیں کیا گیا کہ یہ (ملفوظات خواجہ معین الدینؒ و قطب الدینؒ) ملفوظات ان حضرات کے نہیں۔ لہٰذا بوجوہات مذکورہ بالا" خیر المجالس کا یہ فقرہ (شیخ الاسلام بابا فرید الدینؒ اور مولانا قطب الدینؒ نیز باقی خواجگان وغیرہ اُن مشائخ نے جو داخل شجرہ ہیں کوئی کتاب نہیں لکھی) اور یہ نتیجہ (اسوقت یہ کتابیں) نہیں تھیں اگر (یہ) ان حضرات کی تصانیف ہوتیں تو بڑے حضرت (بابا فرید گنج شکرؒ) اُن کا ذکر ضرور فرماتے اور ضرور دستیاب ہوتیں" بھی الحاق ہے۔

براں مزید افضل الفوائد (ملفوظات حضرت سلطان المشائخ مرتبہ حضرت امیر خسروؒ) کے صفحہ ۱۰۹ و ۱۰۰ پر حضرت امیر خسرو و حضرت نظام الدین والاولیا کا مندرجہ ذیل بیان ستائیسویں تاریخ

میں ارقام فرماتے ہیں اُس روز میں نے چند جزو جن میں خواجہ راستاں (محبوب الٰہی) کے الفاظ دربارہ گُہر تھے حاضر خدمت کئے ...... اور عرض کیا کہ آجتک جو کچھ بندہ نے جناب کی زبان مبارک سے اپنی سمجھ کے مطابق سنا ہے قلمبند کرتا رہا۔ اور اسکا نام "افضل الفوائد" رکھا۔ جناب (محبوب الٰہی) نے اُن جزوں کا مطالعہ فرماکر کہا کہ "اچھا لکھا ہے اور عمدہ نام رکھا ہے۔ اور جہاں کہیں مجھ سے کوئی بات رہ گئی تھی اپنے دست مبارک سے لکھدی۔ پھر شیخ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی حضرت (نظام الدین والاولیا) نے زبان مبارک سے فرمایا "جس روز شیخ معین الدین قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں بیعت کی تو آپ (خواجہ معین الدینؒ) بھی جو فوائد شیخ صاحب (شیخ عثمان ہارونیؒ) کی زبان سے سنتے رہے قلمبند کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ حسن بصری علیہ رحمتہ کی بزرگی کی یہ روایت آپ کے فوائد میں میں نے لکھی دیکھی ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کی والدہ ماجدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی تھیں۔ جب کبھی آپ کام میں مشغول ہوتیں اور خواجہ صاحب (حسن بصریؒ) روتے تو اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پستان مبارک سے چند قطرے دودھ کے خواجہ حسن بصریؒ کو پلا دیتیں" پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا جب مرید اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو تو جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے اسے قلمبند کرتا رہے۔ نیز اس پر عمل کرتا رہے یعنی عبادت کے بارہ میں جو کچھ پیر فرمائے اسے عملی صورت میں لائے اور جو وعظ و نصیحت سُنے اُسے قلمبند کرتا رہے" پھر فرمایا "جب شیخ الاسلام فرید الحق والدین نے سنا کہ میں (نظام الدین) جو کچھ شیخ (بابا فرید گنج شکرؒ) کی زبان مبارک سے سنتا ہوں قلمبند کرلیتا ہوں تو پھر یہ حالت ہوگئی کہ جب کبھی میں (سلطان المشائخ) مجلس سے غائب ہوتا اور پھر حاضر خدمت ہوتا تو آپ (بابا فریدؒ) پوچھتے کہ میاں کہاں تھے۔ اور جو فوائد آپ نے بیان کئے ہوتے پھر اعادہ فرماتے"[۱]

حضرت محبوب الٰہیؒ کے مندرجہ بالا بیان سے بھی یہ بخوبی ثابت ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ اپنے اپنے پیر و مرشد کے ارشادات لکھ لیا کرتے تھے مگر حضرت محبوب الٰہیؒ اپنے مرشد کے ان ارشادات کا اپنے آپ کو صرف کاتب تصور فرماتے تھے یعنی جس طرح مریدین اپنے

---

[۱] دیکھو افضل الفوائد حصہ اوّل صفحہ ۹

شجروں کے ساتھ اوراد وغیرہ لکھتے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنے پیر کے اقوال سمجھ کر لکھ لیا کرتے تھے لیکن اُن کو اپنی تصنیف تصور نہیں کرتے تھے۔ دراصل صحیح بھی یہی ہے کہ وہ اُن کے پیر کے اقوال ہیں نہ کہ اُن کی تصانیف۔

چونکہ افضل الفوائد کے مندرجہ بالا بیان میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے متعلق جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ انیس الارواح (مرتبہ غریب نوازؒ) میں نہیں ہے۔ نیز حسب تفصیل گذشتہ بعض دیگر روایات بھی انیس الارواح اور دلیل العارفین کے موجودہ نسخوں میں نہیں ہیں۔ اس لئے یقیناً ان ہر دو کتابوں میں بعض روایات حذف کی گئی ہیں۔ چنانچہ صوفی سردار ہالینڈ سے اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں لکھتے ہیں "علاوہ قلمی نسخہ کے دلیل العارفین کے دو مطبوعہ نسخے بھی لندن میوزیم کی لائبریری میں موجود ہیں ان میں سے ایک ۱۸۵۹ء میں کانپور میں طبع ہوا یہ ۵۶ صفحات کا حامل ہے دوسرا ۱۸۹۰ء میں لکھنؤ میں چھپا اسکے ۶۸ صفحات ہیں۔

چونکہ خیر المجالس کے اس بیان "[یہ ملفوظ اُن (خواجہ عثمانؒ) کا نہیں ہے]" کی تردید افضل الفوائد کے بیان "[جب خواجہ معین الدین قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت کی تو آپ جو فوائد شیخ صاحب (خواجہ عثمان ہارونیؒ) سے سنتے تھے قلمبند کر لیتے تھے]" سے بھی ہوتی ہے اس لئے خیر المجالس کے نہ صرف مذکورہ سابق ہر دو فقرہ الحاقی ہیں بلکہ یہ فقرہ "[وہ ملفوظ اُن (خواجہ عثمانؒ) کا نہیں ہے]" بھی الحاقی ہے۔ بایں وجوہات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ملفوظات (انیس الارواح) غریب نوازؒ ہی کے مرتبہ ہیں اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے اس ارشاد (مندرجہ انیس الارواح صفحہ ۲۴) "فرزند خلف آنست کہ ہرچہ از زبان پیر خود بشنود درمیان شجرہ خویش بنویسید" کے پیش نظر یقیناً نہ صرف غریب نوازؒ بلکہ حضرت قطب صاحبؒ۔ بابا فرید گنج شکرؒ۔ سلطان المشائخؒ حضرت امیر خسروؒ۔ حسن علی سنجریؒ نیز دیگر اہل سلسلہ نے بھی اپنے اپنے پیران کے ملفوظات لکھے۔ پس ملفوظات خواجگان چشت انہی حضرات کے ہیں جن سے وہ منسوب ہیں۔ مگر ایک عرصہ تک باوراق منتشرہ شجروں کے ساتھ رہے اور کسی جامع نے ان کو اپنی تصنیف تصور نہیں کیا بلکہ اپنے پیر کا ارشاد سمجھا۔ غالباً اوراق یا روایات کی ترتیب کے موقعہ پر یا نقل در نقل ہونے کی وجہ سے سہواً بعض روایات لکھنے سے رہ گئیں جو موجودہ نسخوں میں نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی غیر متعلق شخص کو اتنی محنت کر کے ان حضرات کے خواہ مخواہ خلاف واقعہ طول طویل ملفوظات مرتب کرنیکی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

مقام عینیت کا حال، وجدانی کیفیات اور عالم جذب کی وارداتوں کا ذکر بہت سے اہل اللہ کے تذکروں میں موجود ہے۔ چنانچہ اس قسم کے حال میں خود سرور عالم نے بھی ارشاد فرمایا۔ "جس نے مجھے دیکھا اُس نے خدا کو دیکھا" "میں نے علی سے سرگوشی نہیں کی بلکہ خدا نے کی"۔ بایں وجہ ملفوظات خواجگان چشت کے اس قسم کے کلمات ان حضرات کے علم وارشاد کے منافی نہیں ہیں اس لئے ہمیں سیر العارفین کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ ناواقف لوگوں نے بعض باتیں بڑھا دی ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک معدودے چند مقامات پر معمولی سہو کتابت ہوا ہے۔

عام طور سے صرف ذبیح گاؤ والی روایت (مندرجہ انیس الارواح مجلس یازدہم) کو اس وجہ سے الحاقی کہا جاتا ہے کہ یہ روایت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے علم وارشاد کے مناسب نہیں ہے چونکہ اسمیں غیر حدیث کو حدیث بیان کیا گیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک اس روایت میں بھی نقل در نقل ہونیکی وجہ سے سہو کتابت ہوا ہے۔ چنانچہ فارسی نسخہ انیس الارواح مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی ترجمہ انیس الارواح مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور اور خیر المجالس کے سابقہ بیان کے مابین اختلافات سہو کتابت کے بیّن ثبوت ہیں۔ ہمارے نزدیک صحیح روایت اس طرح ہے:۔

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ" اوّل فیصلہ آدمیوں کے درمیان قیامت کے دن خونوں میں ہوگا" اہل سلوک کے نزدیک جو شخص چالیس گائیں ذبح کرتا ہے اُسکے ذمہ ایک خون کبیرہ لکھا جاتا ہے اور ہر جانور کا نفس کی خواہش کے لئے ذبح کرنا ایسا ہے جیسے خانہ کعبہ کو ویران کرنے میں مدد کی سوائے اس جگہ کے جہاں بسمل کرنا جائز ہو" پھر فرمایا کہ: میں نے خواجہ حاجی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اے درویش خواجہ عبد اللہ مبارک فرمایا کرتے تھے کہ میری ستر سال کی عمر ہے میں نے اسمیں کبھی کسی جانور کو ذبح نہیں کیا"۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی جانور کو آگ میں پھینکتا ہے یا بے رحمی سے مار ڈالتا ہے اُس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر دو مہینہ لگاتار روزے رکھے" رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی جانور کو آگ میں نیں

ڈالا جائے گا مگر نہیں دنیا و آخرت میں عذاب ہو گا"۔ اہل سلوک کے نزدیک جو شخص جانور کو آگ میں پھینکتا ہے وہ گویا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرتا ہے[1]۔ پس ہمارے نزدیک پوری حدیث اور دو جگہ الفاظ (اہل سلوک کے نزدیک) جو اُلکھنے سے رہ گئے تھے ہم نے ان ہر سہ کے نیچے خط کھینچ دئے ہیں حدیث مذکور مشارق الانوار کے صفحہ ۴۵۸ پر مرقوم ہے۔ مذکورہ بالا سہو کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث عربی زبان میں تھی اور حدیث کے بعد جو فارسی عبارت تھی اُسے حدیث کا ترجمہ تصور کر کے بجائے حدیث کے لکھدیا گیا۔ اور الفاظ "در سلوک" یا "نزد اہل سلوک" محذوف تھے۔ چنانچہ گنج اسرار (مرتبہ غریب نوازؒ) میں بھی عربی عبارت احادیث کے بعد اکثر جگہ بلا الفاظ "درسلوک" لکھے ہوئے اہل سلوک کے مسلک کی تشریح شروع کر دی گئی ہے کتاب ماثر الکلام دفتر اوّل میں صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر اس روایت کی توجیہہ[2] بیان فرمائی ہو گر غیر حدیث کو حدیث ظاہر کرنیکی کوئی توجیہہ نہیں کی گئی ہے۔

بعض حال کے تذکرہ نویسوں نے ملفوظات خواجگان چشت کو خواجگان چشت کا مرتبہ تسلیم نہیں کیا ہے تاہم اپنے لکھے ہوئے تذکروں میں اُن کی روایات نقل کی ہیں۔ شاید زینت کتاب کیلئے ایسا کیا گیا ہو یا بعد میں اُنہیں خواجگان چشت کا مرتبہ تسلیم کر لیا ہو۔

اپنے مرشد سے تبرکات مصطفوی بطور خرقہ خلافت جانشینی پانا

وسط ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء

پیر و مرشد کی بیس سال سیاحت میں خدمت کرنے کے بعد بعمر ۵۲ سال آپ بغداد میں پیر و مرشد سے رخصت ہوئے اس موقعہ پر حضرت خواجہ عثمان ہارونی[3] قدس سرہ نے

---

[1] دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۲۳ مجلس گیارہویں۔

[2] جانوروں کو نہ ستانا اہل سلوک میں ابدالوں کا مذہب ہے۔ (دیکھو ماثر الکلام دفتر اوّل صفحہ ۲۱-۲۲)

[3] بعض تذکروں میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا بعمر ۹۱ سال ۶۱۷ھ میں وصال پانا لکھا ہے اس سنہ وفات اور عمر کے پیش نظر سال ولادت ۵۲۶ھ بر آمد ہوتا ہے لیکن قلمی نسخہ ملفوظات خواجہ معین الدینؒ (جو مولف کتاب ہذا کے پاس ہے) میں مرقوم ہے کہ جب حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فاتحہ خیر پڑھکر غریب نوازؒ کو رخصت کیا اسوقت (۵۸۲ھ میں) غریب نوازؒ کی عمر ۵۲ سال کی تھی اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا سن مبارک ۷۲ سال کا تھا اس لحاظ سے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی ولادت ۵۱۰ھ میں ہوئی۔ ہمارے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔

آپ کو خلافت (خلافت جانشینی) سے سرفراز فرمایا۔ اور تبرکات مصطفوی جو خواجگان چشت میں سلسلہ بسلسلہ چلے آرہے تھے آپ کو عطا فرماکر امین تبرکات، سجادہ نشین اور اپنا جانشین بنایا۔ ان واقعات کی تفصیل غریب نوازؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں :- "حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ارشاد فرمایا۔" اے معین الدین! میں نے یہ سب کام تیری تکمیل کے لئے کیا ہے۔ تجکو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ فرزند خلف (روحی فرزند) وہی ہے جو اپنے ہوش وگوش میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے۔ اپنے شجرہ میں ان کو لکھے اور انجام کو پہونچائے تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔" اس ارشاد کے بعد عصائے مبارک جو مرشد کے سامنے رکھا تھا دعاگو کو عطا فرمایا۔ بعد ازاں خرقہ، نعلین، چوبیں اور مصلے بھی عنایت فرماکر سرفراز کیا۔ پھر ارشاد فرمایا "یہ تبرکات ہمارے پیرانِ طریقت قدس اللہ اسرارہم کی یادگار ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہونچے ہیں اور ہم نے تجھے دیے ہیں۔ ان کو اس طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا جسکو مرد پانا اُس کو ہماری یہ یادگار دینا۔ خلق سے طمع نہ رکھنا آبادی سے دور مخلوق سے کنارہ کش رہنا اور کسی سے کچھ طلب نہ کرنا۔[۳] غریب نوازؒ فرماتے ہیں :- یہ ارشاد فرماکر پیرو مرشد نے مجھے اپنے کنار مبارک میں لے لیا[۴] سر وچشم کو بوسہ دیا اور فرمایا[۵] "تجکو خدا کی سپرد کیا" پھر عالم تحیر میں مشغول ہوگئے۔ دعاگو رخصت ہوا۔[۶]

خرقہ کے متعلق بعض بیانات

خرقۂ درویشی کی نسبت جمیع ارباب تصوف متفق ہیں کشف المحجوب میں ہے کہ اہل اس خرقہ کے سرف دو گروہ ہیں ایک منقطعان دوسرا مشتاقان مولا۔ اور عادت مشائخ عظام کی اس طرح جاری ہے کہ جب کوئی مرید بحکم ترک تعلق اُنکی طرف رجوع لاتا ہے تو اُس کی تادیب تین امور میں کرتے ہیں۔ اوّل خدمت خلق، دویم خدمت حق، سویم مراعات دل۔ پس خدمت خلق کے واسطے ضرور ہے کہ اپنے آپ کو سب کا خادم اور تمام مخلوق کو اپنا مخدوم سمجھے بلا تمیز سب کو اپنے سے بہتر خیال کرے اور سبکی خدمت اپنے اوپر واجب جانے

عہ۱ دیکھو انیس الارواح صفحہ ۳۲۔ اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۶۔ سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۳ عہ۲ دیکھو انیس الارواح صفحہ ۲
عہ۳ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۰۵ ودیگر کتب عہ۴ دیکھو انیس الارواح صفحہ ۳ عہ۵ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۰۵
عہ۶ انیس الارواح صفحہ ۳

اور خدمت حق کے لئے ضرور ہے کہ تمام حظوظ دینا اور عقبیٰ کو اپنے سے منقطع کردے اور خالص پرستش حق تعالیٰ کی بجا لائے اگر یہ پرستش کسی دوسرے سبب سے ہوگی تو حق تعالیٰ کی پرستش نہ ہوگی۔ اور مراعات دلکے واسطے ضرور ہے کہ ہمت اُسکی مجتمع رہے اور سارے ہموم کو دل سے دور کردے اور تمامی لواعث غفلت سے دلکو دور رکھے۔ جب یہ تینوں شرطیں حاصل ہو جاتی ہیں اور مرید تینوں امور میں کامل ہو جاتا ہے تو طریقت کے لایق سمجھا جاتا ہے اور خرقہ پہنانا اُسکو درست ہوتا ہے۔ خرقہ پہنانا اُس شخص کو سزاوار ہے جو مستقیم الحال ہو۔ حسب روایت خلیفہ سیف الدین قدس سرہٗ صاحب فصوص الادب خرقہ کی اصل گلیم سیاہ ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اڑھائی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ اخبار صحیحہ سے نقل کرتے ہیں کہ خرقہ کی اصل وہ عبا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کو اور اُن سے مشائخ عظام کو یکے بادیگرے پہونچی اور فرماتے ہیں کہ حقیقت خرقہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اُسکو واسطے طہارت پوشیدہ خرقہ کا کیا ہے۔ پس آنحضرت نے حقایق اسرار نبوت وولایت خرقہ میں ودیعت رکھے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو خرقہ پہنایا۔ راحت القلوب وسیر الاولیا اور دیگر کتب اہل سلوک میں ہے کہ خرقہ درویشی رسول خدا کو شب معراج میں رب العزت سے مرحمت ہوا تھا۔ وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا۔ مگر یہ روایت ارباب حدیث کے نزدیک ثابت نہیں بلکہ محدثین اسکے غلط اور باطل ہونے کی تصریح فرماتے ہیں جیساکہ مجمع بحار الانوار و موضوعات کبیر ملا علی قاری سے ظاہر ہے۔ مگر نسبت خرقہ اصل میں تو لباس حضور سرور عالم سے مستفیض ہوتا ہے اور یہ یقینی ہے جو چھپا نہیں اور رسم خرقہ بیعت جیساکہ مرقوم ہے کہ صوفیہ صافیہ جو پہلے زمانہ میں ہوئے ہیں اُن کا ارتباط صحبت و تعلیم و تادیب بادب تہذیب نفس سے تھا نہ کہ خرقہ و بیعت سے تھا۔ یہ رسم خرقہ سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور بعد اس کے رسم بیعت پیدا ہوئی [۱]۔

صوفیہ صافیہ کی رسم قدیم ہے کہ اپنے یاروں کو خرقہ پہناتے ہیں۔ کلاہ، عمامہ، قمیض، عبا، چادر خواہ ازاں جو بھی میسر ہو یہ تین طرح پر ہے۔ ایک خرقہ اجازت وہ یہ ہے کہ تلقین اور صحبت میں اپنے کسی دوست (مرید) کو اپنا نائب مقرر کریں اور طریقت کی اجازت دیں کہ طالبوں سے بیعت لے۔ دوسرا

[۱] دیکھو مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۲۰۳

خرقۂ ارادت ہے۔ وہ یہ کہ جب کوئی عزیز صوفیوں کے زمرہ میں داخل ہوتا ہے اور اُن کے جیسے عمل اور جد وجہد کرنے لگتا ہے تو اُسکی استقامت دیکھکر اُسکو خرقہ عطا کرتے ہیں کہ اُس کے صوفیوں میں ہونے کی علامت ہو۔ تیسرے خرقۂ تبرک ہے وہ یہ کہ جب کسی پر مہربان ہوتے ہیں تو اُسکو خرقہ دیتے ہیں تاکہ صوفیوں کی برکات اُس کے شامل حال ہوں قطع نظر اس کے کہ وہ بادشاہ ہو یا میر یا سوداگر یا کوئی اور۔[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے خرقۂ درویشی عطیہ رسول اللہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو عنایت فرماکر مقتدائے مشایخ بنایا اور سلسلہ بسلسلہ وہ خرقہ خواجگان چشت میں منتقل ہو کر خرقۂ خواجگان چشت کہلایا۔[2] اور سلسلہ بسلسلہ حضرت خواجہ بزرگ تک پہونچا اور خواجہ بزرگ سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو ملا۔ بعد ازاں سلسلہ بسلسلہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ تک پہونچا۔ اور خواجۂ بزرگ نے جو اپنی دوتائی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو مرحمت فرمائی تھی وہ قطب صاحب کے وصال کے بعد بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو ملی۔[3] بعض تفصیلات آگے آئیں گی۔

شیخ احد الدین کرمانیؒ اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے خرقہ لینے یا عطا کرنے کی تحقیق

صاحب خزینتہ الاصفیا نے (جلد اول صفحہ ۲۵۷ پر) لکھا ہے کہ "آپ نے کرمان پہونچکر شیخ احد الدین کرمانی سے خرقہ خلافت پایا" ہمارے نزدیک یہ روایت قطعی قابل تسلیم نہیں۔ بلکہ فرشتہ مترجمہ جلد دوم کا صفحہ[4] پر بیان ہے کہ "شیخ احد الدین کرمانیؒ نے خواجۂ بزرگ سے خرقۂ خلافت پایا اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ نے حضرت خواجہؒ کی صحبت میں رہکر کسب فیوض کیا" بعض دیگر تذکرہ نویسوں نے بھی شیخ احد الدین کرمانیؒ کا آپ سے خرقہ لینا لکھا ہے مگر صاحب مسالک السالکین نے جلد دوم کے صفحہ ۲۹ پر اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔ دلیل العارفین (صفحہ ۱۱) کے اس بیان:۔ "شیخ احد الدین کرمانی آمد و روئے زمین آورد"[5] سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ شیخ موصوف حضرت خواجہؒ کا مثل پیر کے ادب کرتے تھے۔

---

[1] دیکھو مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۷۰ [2] دیکھو تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۳ [3] دیکھو انیس الارواح صفحہ ۲۲
[4] دیکھو مترجمہ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۷۱۸ [5] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۷

اس باب میں ہمیں وقائع شاہ معین الدین چشتی (صفحہ ۱۲) کے اس بیان سے اتفاق ہے کہ "شیخ احدالدین کرمانی با حضرت خواجہ اعتقاد راسخ می داشتند بلکہ شیخ حسام الدین خلیفہ مولانا جلال الدین می نگارند کہ ایشاں (شیخ احدالدین کرمانی نہ کہ شیخ حسام الدین چلپی) مرید و خلیفہ خواجہ بودند۔"

غالباً وقائع شاہ معین الدین چشتی کی عبارت سمجھنے میں لوگوں کو سہو ہوا ہے اس لئے انھوں نے لفظ ایشاں سے شیخ حسام الدین چلپی مراد لیکر انھیں غریب نوازؒ کا خلیفہ لکھدیا۔ حالانکہ ایشاں سے مراد شیخ احدالدین کرمانیؒ ہیں۔ چنانچہ سیر العارفین کے اس قلمی نسخہ (جو رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں دستیاب ہوا) کی عبارت سے بھی وقائع شاہ معین الدین چشتی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے عبارت حسب ذیل ہے :-

"از شیخ حسام الدین چلپی خلیفہ بزرگ مولانا جلال الملۃ والدین قدس سرہٗ صاحب مثنوی لیست کہ شیخ احدالدین کرمانی خرقہ خلافت از حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ دارد و حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ در مبدائے حال بصحبت آں صاحب کمال است۔"

علاوہ ازیں قلمی نسخہ مراۃ الاسرار (مرتبہ عبدالرحمٰن بن عبدالرسول بن قاسم شاہ عباس العلوی چشتی جو رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں دستیاب ہوا) کا بیان ہے کہ "شیخ احدالدین کرمانیؒ اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے خرقہ عطا فرمایا۔" ہمیں بھی اس سے اتفاق ہے مگر ہمارے نزدیک ان ہر دو حضرات کو اُن کے ابتدائی زمانہ میں غریب نوازؒ نے خرقہ نہیں دیا۔ بلکہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے مرشد شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کے وصال (۵۶۳ھ) کے بعد جبکہ وہ اپنے مرشد سے خرقہ لے چکے تھے اور شیخ وجیہہ الدین (متوفی ۵۶۶ھ) سے فیض کامل پاچکے تھے اسوقت آپ نے بھی ۵۸۲ھ یا ۵۸۶ھ میں دوران قیام بغداد ہر دو حضرات کو خرقہ سے مشرف فرمایا۔

۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء — ۵۸۶ھ / ۱۱۹۰ء

پیرو مرشد سے رخصت ہوکر سفر اوش و اصفہان و حرمین شریفین

جب حضرت خواجہ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بعد حصول خرقہ خلافت (خلافت جانشینی) رخصت ہوکر مسافرت اختیار کی۔ اس وقت آپ کی عمر باون سال کی تھی۔ اس زمانہ میں آپ اکثر

قبرستان میں مقیم ہوا کرتے تھے. جس جگہ آپ کی شہرت ہوجاتی وہاں سے آپ اس طرح خفیہ طور پر روانہ ہوجاتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی۔[عہ ١] آپ اس موقعہ پر اوش و اصفہان میں تشریف فرما ہوئے[عہ ٢] اور خانہ کعبہ و مدینہ منورہ بھی گئے[عہ ٣] اطراف اصفہان میں تشریف لانیکی تصدیق مولد عطائے رسول (مؤلفہ علامہ احمد علی مطبوعہ مطبع گلزار حسینی بمبئی) کی مترجمہ مندرجہ ذیل روایت[عہ ٤] سے ہوتی ہے۔

"کتاب گلشن نیز دوسری کتابوں سے روایت ہے کہ جب شیخ (غریب نوازؒ) نے پیر و مرشد سے خرقۂ خلافت، طریقت و اجازت و رخصت و برکت و سعادت حاصل کیا تو اطراف اصفہان کی طرف توجہہ فرمائی بلدہ (بستی) سنجراہی اطراف پر مشتمل ہے. اسوقت خواجہ بزرگ کے ہمراہ فخر الدین (گردیزی) تھے جو بیعت شیخ کے دودھ[عہ ٥] پینے میں آپ کے شریک تھے۔

ورود اوش و اصفہان اور آپ کا قطب صاحب کو بیعت ارادت سے مشرف فرمانا

۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء

بغداد شریف سے روانہ ہوکر بقول سیر العارفین (صفحہ ٧) پہلے آپ اوش میں تشریف فرما ہوئے پھر اصفہان میں تشریف لائے۔ یہاں شیخ محمود اصفہانی سے ملاقات کی ان ایام میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی (ولادت[عہ ٦] ۵۶۹ھ) اوش میں

عہ ١ دیکھو سیر العارفین صفحہ ٧ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۳ عہ ٢ دیکھو سیر العارفین صفحہ ٧

عہ ٣ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۳ عہ ٤ دیکھو تاریخ سلف صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

عہ ٥ غالباً برادر طریقت سے مراد ہے۔

عہ ٦ صولت افغانی کے صفحہ ۳۶۳ پر حضرت قطب صاحبؒ کا سنہ ولادت ۵۸۵ھ درج ہے اور قریب قریب یہ متفقہ ہے کہ قطب صاحب کا وصال ۶۳۳ھ میں ہوا مگر بوقت وفات آپ کی عمر میں اختلاف ہے. مختلف تذکرہ نویسوں نے آپ کی عمر ۵۵ - ۶۴ - ۷۴ - ۷۵ - ۸۰ - ۹۴ اور ۵۲ سال لکھی ہے. قلمی نسخہ ملفوظات چشتی میں ۷۰ یا ۶۴ سال کی عمر لکھی ہے. مطلع العلوم (صفحہ ۱۲۳) اور احسن السیر (صفحہ ۱۲۶) میں ۷۵ یا ۶۴ سال لکھی ہے. ہمارے نزدیک قطب صاحب کا ۶۴ سال کی عمر میں وفات پانا معتبر ہے. اس سنہ وفات میں سے ۶۴ سال عمر کے کم کر دینے کے بعد سنہ ولادت ۵۶۹ھ برآمد ہوتا ہے مگر ۵۶۹ھ میں ۱۴ ربیع الاول اور ذالحجہ کے درمیان قطب صاحب کی ولادت کا وقوع بھی بعمر ۶۴ سال بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں قطب صاحب کے وفات پانے سے مطابقت کرتا ہے اور یہی سنہ ولادت (۵۶۹ھ) روایات بالا سے تاریخی طور پر مطابقت کرتا ہے اسلئے یہی سنہ قابل ترجیح ہے

شیخ محمود اصفہانی کی طرف[۱] راغب تھے مگر آپ کے وہاں (اوش یا ودس) پہونچنے پر جب آپ سے ملے تو آپ نے وہ دوتائی[۲] جو اوڑھے ہوئے تھے آں (قطب صاحب) کو عنایت فرمائی[۳] ۴"! یعنی بقول خزینۃ الاصفیا جلد اوّل (صفحہ ۲۵۸) آپ نے قطب صاحب کو مریدی[۴] سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں حسب تذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام (صفحہ ۴۵۲) "قطب صاحب نے چودہ سال کی عمر میں سفر اختیار کیا" اور ۵۸۲ھ[۵] میں غریب نوازؒ کے ہمراہ سفر حرمین وغیرہ پر روانہ ہوگئے اور بقول اسرار الاولیا بیس سال (۵۸۲ھ لغایۃ ۶۰۲ھ) تک غریب نوازؒ کے ہمراہ رہے[۶]۔

۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء
آپ کا مع قطب صاحب اصفہان سے سفر حرمین اور شیخ محمد اسلم طوسی کے فرزند سے راستہ میں ملاقات

غریب نوازؒ کا مع حضرت قطب الاقطاب سفر حرمین پر روانہ ہونا قطب صاحب کے بیان (مندرجہ فوائد السالکین صفحہ ۱۵۰۱۴) سے ثابت ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"قطب صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں خواجہ معین الدینؒ کے ساتھ کعبہ کے سفر میں تھا ایک دن صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر ہم ایک شہر میں پہونچے یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی یہ صومعہ کے اندر معتکف تھے۔ ایک غار میں مثل سوکھی لکڑی کے اپنی آنکھیں ہوا میں کھولے عالم حیرت میں کھڑے تھے ایک ماہ تک ہم اُن کے پاس رہے اس عرصہ میں وہ صرف ایک مرتبہ عالم صحو میں آئے ہم نے انکو سلام کیا جواب دیا اور فرمایا:۔ اے عزیزو! تمہیں میرے اس حال سے صدمہ ہوا مگر تمہارے اس ملال سے مکافات میں بخشش ہوگی۔ کیونکہ اہل صفا فرماتے ہیں کہ جو درویش کی خدمت کرتا ہے وہ مقبول ہوتا ہے"۔ الغرض انھوں نے بیٹھنے کیلئے فرمایا۔ ہم بیٹھ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی

۱۔ صاحب تذکرۃ العابدین نے صفحہ ۱۲ پر اسکا نام ودس لکھا ہے۔

۲۔ ۳۔ ۴۔ (الف) بعض اوقات پیراہن دینے سے مرید کرنا مراد ہوتا ہے (دیکھو مسالک السالکین جلد اول صفحہ ۲۰۳)

(ب) بعض نے اصفہان میں بعض نے اوش میں مرید کرنا لکھا ہے۔

۵۔ ۵۶۹ھ میں ولادت کے پیش نظر قطب صاحب کی عمر ۵۸۳ھ میں چودہ سال کی ہوتی ہے

۶۔ دیکھو ترجمہ اسرار الاولیا صفحہ ۱۳ و ۱۵ ... ۱۰۰ مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور و دیگر کتب

کا فرزند ہوں تیس سال سے عالم تحیر میں مستغرق ہوں نہ مجھے دن کی خبر ہے نہ رات کی خدائے تعالیٰ تمہاری وجہ سے آج مجھے عالم صحو میں لایا ہے۔ تمہیں دوبارہ آنے سے تکلیف ہو گی مگر یہ بات اس فقیر کی یاد رکھنا کہ جب تم نے طریقت میں قدم رکھا ہے تو ہوائے نفس سے دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونا، خلقت سے عزلت رکھنا، جو کچھ ملے اسے صرف کر دینا، اس میں سے کچھ نہ بچانا کیونکہ ذخیرہ کرنا شومی ہے۔ سوائے حق تعالیٰ کے مشغول نہ ہونا تاکہ خستہ نہ ہو۔" وہ بزرگ یہ نصیحت کر کے پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔"

زیارت حرمین (۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء) وقیام مدینہ منورہ (۵۸۵ھ / ۱۱۸۹ء) اور دربار رسالت سے ولایت ہند کا عطیہ

آپ ۵۸۳ھ میں مکہ معظمہ پہونچے ایک دن حرم کعبہ میں آپ مشغول عبادت تھے کہ غیب سے آواز آئی "اے معین الدین! ہم تجھ سے خوش ہیں تجھے بخشدیا جو کچھ چاہے مانگ تاکہ عطا کریں۔" آپ نے عرض کیا: "خداوندا معین الدین کے مریدان سلسلہ کو بخشدے۔" ارشاد ہوا: "اے معین الدینؒ! تو ہماری ملک ہے جو تیرے مرید اور تیرے سلسلہ میں تا قیامت مرید ہوں گے انہیں بخشدوں گا۔"[۱] صاحب وقائع شاہ معین الدین چشتی (صفحہ ۹) نے اس واقعہ کی تصدیق میں شیخ تاج الدینؒ کا مندرجہ ذیل بیان لکھا ہے مگر ہمیں موصوف سے اس باب میں اتفاق نہیں کہ یہ واقعہ مرشد کے ساتھ حج بیت اللہ کے موقعہ پر پیش آیا بلکہ ہمارے نزدیک وابستگان خواجہ پر انعام کے پیش نظر یہ اس حج کا واقعہ ہے جبکہ حضرت خواجہ قطب صاحبؒ غریب نوازؒ کے ہمراہ حج میں تھے۔

ترجمہ روایت وقائع شاہ معین الدین چشتیؒ صفحہ ۹ :۔ شیخ تاج الدینؒ مولانا شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اسوقت کھڑا تھا جب غیب سے یہ آواز آئی: "اے معین الدین ہم تجھ سے راضی ہیں تجھے اور تیرے اہل نسبت کو بخشدیا۔"

ادائے حج کے بعد مدینہ منورہ پہونچکر عرصہ تک (بقول بعض مسجد قبا میں) مشغول عبادت رہے۔ ان ایام میں ایک دن آپ کو دربار رسالت سے بشارت ہوئی: "اے معین الدین تو

---

[۱] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۳ ادبم ۱۰

میرے دین کا معین ہے میں نے ولایت ہندوستان تجھکو عطا کی۔ وہاں کفر و ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ تو اجمیر جا تیرے وجود سے ظلمت کفر دور ہو گئی اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔ آپ اس بشارت سے بہت خوش ہوئے مگر حیران تھے کہ الٰہی اجمیر کہاں ہے اور کونسا مقام ہے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی اور سرور عالم نے آپ کو عالم رویا میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر طرفۃ العین میں آپ کو تمام شہر و قلعہ و کوہستان اجمیر کا دکھا دیا اور ایک انار بہشتی[۲] عطا فرما کر رخصت کیا۔[۳]

سنہ ۵۸۶ھ ———— سنہ ۵۸۵ھ

سنہ ۱۱۹۰ء ———— سنہ ۱۱۸۹ء

مدینہ منورہ سے روانگی ہند براہ بغداد و ورود اجمیر بار اوّل

سنہ ۵۸۵ھ مطابق سنہ ۱۱۸۹ء

ورود بغداد اور قطب صاحب کو بیعت خلافت سے مشرف فرمانا

آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بغداد شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا (جلد اول صفحہ ۲۶۷) سیر الاقطاب (صفحہ ۱۴۵) مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۹۶) وغیرہ کا بیان ہے کہ جب آپ نے قطب صاحب کو بیعت خلافت سے مشرف فرمایا اسوقت قطب صاحب کی عمر سترہ[۴] سال کی تھی۔ چونکہ سنہ ۵۶۹ھ میں قطب صاحبؒ کی ولادت واقع ہونے کے

---

[۱] اس بشارت میں صاحب سیر الاقطاب (صفحہ ۱۴۴) نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرور عالم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزندوں میں سے سید حسین جنت جہاد اجمیر گیا تھا وہ وہاں شہید ہو گیا تمہارے جانے سے وہاں اسلام آشکارا ہوگا"۔ یہ عبارت صاحب سیر الاقطاب کے ہمعصر یا پہلے کسی تذکرہ میں مندرجہ بالا روایت کیساتھ نظر سے نہیں گذری۔

[۲] مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے مزار کے پاس ایک درخت انار کا میری حاضری کے وقت تھا۔ روزانہ سات پھل اس سے اترتے تھے جو شخص اس انار کو اپنے یہاں فرزند ہونے کی نیت سے کھا لیتا تھا بحکم ربی صاحب اولاد ہو جاتا تھا۔

[۳] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۵

[۴] انوار العارفین کے صفحہ ۲۹۵ پر اور اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۹ پر اٹھارہ سال کی عمر لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ جب میں اٹھارواں سال چل رہا ہو۔

پیش نظر ۵۸۶ھ میں قطب صاحب کی عمر سترہ سال کی تھی اس لئے ہمارے نزدیک غریب نوازؒ کا قطب صاحبؒ کو ۵۸۶ھ میں حسب دلیل العارفین (صفحہ ۲) بتاریخ پنجم ماہ رجب مسجد خواجہ ابواللیث سمرقندی میں بموجودگی شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ شیخ داؤد کرمانیؒ شیخ برہان الدین محمد چشتیؒ شیخ تاج الدین محمد صفاہانیؒ بیعت (بیعت خلافت) سے مشرف فرمانا صحیح ہے۔

سیر الاقطاب (صفحہ ۱۴۵) سبع سنابل (صفحہ ۲۳۱،۲۳) وغیرہ میں بیعت خلافت سے قطب صاحبؒ کے مشرف ہونے کے واقعات اس طرح لکھے ہیں کہ خواجہ معین الدینؒ نے چالیس روز متواتر سرور کائنات کو معہ ارواح مشائخین کرام خواب میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا: "اے معین الدین! قطب الدین خدا کا دوست ہے اس کو خلافت دے اور خرقہ گلیم پہنا"۔ پس ابھی قطب صاحب جوان تھے یہانتک کہ محاسن شریف بھی نمایاں نہیں ہوئے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے قطب صاحب کو بیعت خلافت سے مشرف فرمایا اور خرقہ پہنایا[۱]۔ اس موقعہ پر غریب نوازؒ نے یہ بھی فرمایا: "آج رات میں نے حضرت ذوالجلال قادر باکمال کو خواب میں دیکھا وہاں سے بھی یہ حکم ہوا کہ" اے معین الدین! قطب الدینؒ بختیار کاکیؒ کو درویشی کا خرقہ اور خلافت عطا کر کیونکہ قطب الدین ہمارا دوست اور محمد صلعم کا بھی دوست ہے۔ ہم نے اسے برگزیدہ بندہ بنا دیا ہے اور اس کا نام اپنے دوستوں درج کیا ہے"[۲]۔

[۱] تزک جہانگیری (طبع کردہ سید احمد خاں غازی پوری صفحہ ۲) اور اکبر نامہ (مرتبہ ابوالفضل جلد دوم صفحہ ۲۹۶) میں قطب صاحب کا ۶۲۲ھ میں غریب نوازؒ سے مرید ہونا لکھا ہے مگر ابوالفضل ہی آئین اکبری (جلد سوم صفحہ ۲) میں خواجہ بزرگ کی ولادت ۵۳۲ھ میں واقع ہونا لکھتے ہیں صاحب صولت افغانی نے قطب صاحب کا سنہ ولادت ۵۸۰ھ لکھا ہے اور بعمرہ ۳۰ سال (۶۱۰ھ) میں مرید ہونا لکھا ہے مگر قطب صاحب کے مرید ہونے کے مذکورہ بالا سنین (۶۲۲ھ و ۶۱۰ھ) بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بھی مرید کا زمانہ ۵۸۱ھ یا ۵۹۲ھ یا ۵۸۶ھ جن کی تفصیل آگے ہے) کے بعد کے ہیں اسلئے معتبر نہیں ہیں۔ [۲] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۶ [۳] بقول بعض جب قطب صاحبؒ کو خواجہ خضر علیہ السلام استاد کی خدمت میں لیکر پہونچے تو استاد نے آپ کو بختیار فرمایا۔ بقول بعض حضرت خواجہ غریب نوازؒ قطب صاحب کو پیارے بختیار کہا کرتے تھے مگر حسب کیت جانسٹن اٹیلس اصفہان کے گوشۂ جنوب و مغرب میں ضلع بختیاری ہے اور بقول مکتوب ایرانی ایمبیسی مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۱ء اصفہان کے جنوب و مغرب میں قوم بختیاری رہتی ہے۔

[۲] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۱۴۲-۱۴۳

۵۸۵ھ میں قطب صاحب کو بیعت (بیعت خلافت) سے مشرف فرمانے پر پہلا اعتراض اور اسکا جواب

قطب صاحب کو ۵۸۵ھ میں بیعت (بیعت خلافت) کرنے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت قطب صاحب نے دلیل العارفین کے صفحہ ۲ پر خود اپنا سنہ مریدی ۵۱۴ھ (نسخہ دیگر ۵۲۲ھ) ارقام فرمایا ہے اس لئے اس سنہ میں کسی کو چون وچرا کی گنجایش نہیں ہے۔ مگر ہمارے نزدیک خواجہ قطب صاحب کے بیان (مندرجہ دلیل العارفین صفحہ ۲) ہی سے اس سنہ کی تصحیح ہوجاتی ہے اور بعض دیگر وجوہات سے اس تصحیح کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

(الف) دلیل العارفین کے صفحہ ۲ پر پہلی مجلس (جسمیں قطب صاحب نے اپنا سنہ مریدی ۵۱۴ھ نسخہ دیگر ۵۲۲ھ لکھا ہے) میں حضرت قطب صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ شیخ موصوف کا سال ولادت حسب مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۵۰۲) ۵۳۹ھ ہے اور شیخ موصوف کی عمر اسوقت اتنی تھی کہ ابتدائی منازل مجاہدات طے کرکے بحیثیت شیخ اس محفل میں تشریف فرما تھے پس معلوم ہوا کہ قطب صاحب کا بیعت (بیعت خلافت) سے مشرف ہونے کا واقعہ ۵۳۹ھ کے بہت بعد کا ہے۔

(ب) ۵۱۴ھ یا ۵۲۲ھ میں قطب صاحب کا غریب نوازؒ سے مرید ہونا اس وجہ سے بھی غیر ممکن ہے کہ ان سنین میں بالاتفاق غریب نوازؒ کی ولادت تک نہیں ہوئی تھی۔

(ج) قطب صاحب کے اس سنہ مریدی (۵۸۵ھ) سے حضرت قطب صاحب اور غریب نوازؒ کی متعلقہ روایات سے بخوبی تاریخی مطابقت ہوتی ہے۔

(د) قطب صاحب کی مریدی کا سال ۵۸۵ھ قطب صاحبؒ کے سنہ ولادت ۵۶۹ھ کے پیش نظر سیر الاقطاب (صفحہ ۱۴۵) وغیرہ کی اس روایت سے مطابقت کرتا ہے کہ قطب صاحب کی عمر بوقت بیعت خلافت سترہ سال کی تھی۔

۵۸۵ھ میں قطب صاحب کو مرید کرنے پر دوسرا اعتراض اور اُسکا جواب

۵۸۵ھ میں قطب صاحب کو بیعت خلافت سے سرفراز فرمانے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ فوائد السالکین (صفحہ اوّل) میں بابا فرید

---

۱ بعض نے ۵۲۲ھ اور بعض نے ۵۲۳ھ بھی لکھا ہے۔

گنج شکرؒ نے سنہ ۵۸۴ھ میں قطب صاحب سے اپنا مرید ہونا لکھا ہے اس لئے سنہ ۵۸۴ھ کے بعد سنہ ۵۸۵ھ میں قطب صاحب کا بیعت سے مشرف ہونے کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔[1]

فوائد السالکین کے مختلف نسخے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نسخوں میں بابا صاحب کے مرید ہونے کا کوئی سنہ نہیں دیا گیا ہے چنانچہ ملفوظات خواجگان چشت کے حصہ فوائد السالکین مطبوعہ مسلم پریس دہلی کے صفحہ ۱۰۶ پر مجلس اوّل میں بابا صاحب کے مرید ہونے کا کوئی سنہ نہیں ہے اس لئے ہمارے نزدیک یہ سنہ لکھنا الحاقی ہے۔ علاوہ ازیں حسب اقتباس الانوار (صفحہ ۱۷۵) وغیرہ بابا فرید گنج شکرؒ کی وفات بعمر ۹۵[2] سال ہونا اور بقول مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۳۱۲) بابا صاحب کی وفات سنہ ۶۷۰ھ[3] میں ہونا ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ اس سنہ وفات میں سے ۹۵ سال عمر کے کم کر دینے سے بابا صاحب کا سنہ ولادت سنہ ۵۷۵ھ[4] برآمد ہوتا ہے چونکہ بقول اقتباس الانوار (صفحہ ۱۷۵) بابا فرید گنج شکر بعمر ۱۵ سال قطب صاحب سے مرید ہوئے اسلئے سنہ ۵۷۵ھ میں ۱۵ سال عمر کے جمع کر دینے سے سنہ مریدی (بیعت اوّل) سنہ ۵۹۰ھ[5] برآمد ہوتا ہے اس زمانہ میں بابا صاحب کتاب نافع پڑھتے تھے۔ یہ سنہ مریدی اور مذکورہ بالا سنہ وفات (سنہ ۶۷۰ھ[6]) اقتباس الانوار (صفحہ ۱۷۵) کی اس روایت سے مطابقت کرتے ہیں کہ بابا صاحب مرید ہونے کے بعد اسّی سال تک حیات ظاہری میں رہے۔

چونکہ حسب مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۹۶ بحوالہ سیر العارفین صفحہ ۲۰) و ترجمہ فرشتہ (جلد دوم صفحہ ۵۷۷) بابا فریدؒ ان دنوں میں بیعت (بیعت خلافت یا بیعت دوم) سے مشرف ہوئے جب لشکر

---

[1] فوائد السالکین کے بعض نسخوں میں کوئی سنہ نہیں لکھا ہے۔ بعض نسخوں میں بعض مجالس کا سال انعقاد سنہ ۶۵۲ھ لکھا ہے مگر یہ سنہ قطب صاحب کے سنہ وصال (سنہ ۶۳۳ھ) کے بعد کا سنہ ہے اسلئے صحیح نہیں ہے۔

[2] بعض نے ۹۵ سال کے علاوہ بھی دوسری عمروں میں بابا صاحب کا وصال ہونا لکھا ہے مگر ہمیں اُن سے اتفاق نہیں ہے۔

[3] بعض نے بابا صاحب کی وفات کے بعض سنین اسکے علاوہ بھی لکھے ہیں مگر ہمیں اُن سے اتفاق نہیں ہے۔

[4] بعض نے بابا صاحب کا سنین ولادت سنہ ۵۶۹ھ وغیرہ لکھے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ معتبر نہیں ہیں۔

[5] بعض روایات کے پیش نظر بابا صاحب کے سنہ مریدی سنہ ۵۹۲ھ وغیرہ برآمد ہوتے ہیں مگر ہمیں اُن سے اتفاق نہیں ہے

[6] بعض نے ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر میں بابا صاحب کا مرید ہونا لکھا ہے مگر ہمیں اُن سے اتفاق نہیں ہے۔

مغلان جفا کار (ترکان خطا و ختن) نے قلعہ ملتان کا بزمانہ قباچہ بیگ (حاکم ملتان) محاصرہ کر لیا تھا۔ چونکہ بقول منتخب التواریخ (صفحہ ۱۷) یہ محاصرہ ۶۱۱ھ میں ہوا اس لئے یہی سنہ بابا فرید گنج شکرؒ کے مرید ہونے یعنی بیعت خلافت (بیعت دوم) سے مشرف ہونے کا ہے۔ پس چونکہ بابا صاحبؒ حسب سابق بیعت اول (بیعت ارادت) سے بعمر ۱۵ سال (۵۹۰ھ) مشرف ہوئے اور بیعت دوم (بیعت خلافت) سے ۶۱۱ھ میں سرفراز ہوئے لہذا ۵۸۴ھ میں بابا صاحب کا ان میں سے کسی سنہ میں بیعت ہونا معتبر نہیں ہے لہذا ۵۸۵ھ میں قطب صاحب کے بیعت (بیعت خلافت) ہونے پر بابا صاحب کے سنہ مریدی کے پیش نظر کوئی خدشہ وارد نہیں ہوتا۔

۵۸۵ھ مطابق ۱۱۹۰ء
آپ کا سلطان شمس الدین التمش کو سلطان دہلی ہونیکی بشارت دینا

بغداد شریف[۱] کا واقعہ ہے جو فواید السالکین کے صفحہ ۱۲ پر قطب صاحب نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدینؒ و شیخ احدالدینؒ و شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اور دعاگو (قطب صاحبؒ) ایک جگہ بیٹھے تھے۔ اسوقت سلطان شمس الدین بارہ سال کا تھا اور ہاتھ میں پیالہ[۲] لئے جا رہا تھا۔ ان بزرگوں کی جب اس پر نظر پڑی تو غریب نوازؒ نے فرمایا: "جبتک یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ نہ ہوگا خدا اسے دنیا سے نہ اٹھائے گا"۔ چنانچہ حسب فرشتہ (جلد اوّل صفحہ ۶۵) شمس الدین ۶۰۷ھ میں دہلی کا بادشاہ ہوا۔

۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۱ء
ورود چشت

بغداد سے روانہ ہو کر ہمارے نزدیک اس موقعہ پر آپ چشت (جو ہرات سے تیس کوس ہے) میں تشریف فرما ہوئے۔ چنانچہ دلیل العارفین (نسخہ فارسی صفحہ ۲۰) میں خواجہ قطب صاحب اس سفر کے متعلق آپ کا مندرجہ ذیل بیان ارقام فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ خواجہ یوسف چشتیؒ[۳] (متوطن چشت) رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چند درویش صاحب جمال و نعمت دائرہ میں حاضر تھے اور یہ بیعت پڑھ رہے تھے:-

---

نمبر ۱ (الف) شمس الدین کا بحالت غلامی بغداد میں موجود ہونا ثابت ہے (دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۰۶) (ب) بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بخارا میں ہوا مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نمبر ۲ مسالک السالکین جلد دوم کے صفحہ ۲۰۹ پر بجائے پیالہ کے تیر کمان لکھا ہے۔ نمبر ۳ خواجہ یوسف چشتیؒ (متوطن چشت) خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے پوتے ہیں (دیکھو مرأۃ الانساب صفحہ ۱۶۷-۱۶۸)

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود ﴿﴾ وزیاد محب خویش مدہوش بود
فرداکہ بحشر خلق حیران باشد ﴿﴾ نام تو درون سینہ وگوش بود

اس موقعہ پر میں (غریب نوازؒ) بھی موجود تھا۔ میں اور دیگر درویش اس بیعت کے سننے سے سات رات دن تک بیہوش رہے اور رقص کرتے رہے جب قوال اور شعر پڑھنا چاہتے تھے تو ہم یہی کہلواتے تھے۔ ان درویشوں میں سے دو تو ایسے بے خبر ہوگئے کہ زمین پر گر پڑے اور درمیان سے غائب (خود رفتہ) ہوگئے مگر ان کا خرقہ برقرار رہا۔[1]

۵۶۱ھ مطابق ۱۱۹۰ء ورود ہرات

آخر بعد قطعہ مراحل و منازل بروایت بابا فرید گنج شکرؒ آپ معہ خواجہ قطب صاحبؒ ہرات میں تشریف فرما ہوئے۔[2]

۵۶۱ھ مطابق ۱۱۹۰ء ورود سبزہ وار اور یادگار محمد کی باریابی

جب آپ کی بزرگی اور کشف و کرامات کا ہرات (واقع افغانستان) میں شہرہ ہوا اور خلقت کا ہجوم ہونے لگا تو آپ ہرات سے سبزہ وار[3] (جو افغانستان میں ہے) تشریف لائے۔ یہاں کا حاکم یادگار محمد ظالم اور بدمزاج تھا۔ حوالی شہر میں اُس کا ایک باغ تھا، باغ میں ایک حوض تھا آپ اُس باغ میں تشریف لائے اور حوض میں غسل کرکے دوگانہ بجالائے پھر حوض۔ کے کنارہ بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے۔ اس اثناء میں یادگار محمد کے آنے کی خبر ہوئی۔ آپ کے خادم نے اس خوف سے کہ شاید وہ آپ کی جناب میں گستاخی سے پیش آئے عرض کیا کہ حاکم جابر آتا ہے باغ میں اب بیٹھنا مناسب نہیں بہتر ہے باہر تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا:- اگر تجھکو خوف ہے تو فلاں درخت کے نیچے بیٹھ اور خدا کی

---

[1] ہوسکتا ہے کہ آپ ۵۶۰ھ میں ہرات سے چشت گئے ہوں اور یہ واقعہ اُسوقت پیش آیا ہو۔

[2] (الف) دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۶۹ اور خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۵۹)
(ب) اس سلسلۂ سفر میں ہمارے نزدیک اصفہان سے سفر حرمین و بغداد و چشت و ہرات سے سفر ہندوستان حذف کیا گیا ہے (دیکھو خاکہ ترتیب سفر و نقشہ منسلکہ)

[3] سبزہ وار دو ہیں ایک ایران میں ریلوے اسٹیشن شاہ رود کے قریب ہے دوسرا افغانستان میں ہرات کے متصل ہے (دیکھو نقشہ منسلکہ)

قدرت کا تماشہ دیکھو۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ فراشوں نے لب حوض آپ کے قریب فرش نما لیچے بچھانا شروع کئے لیکن انہیں آپ کی شوکت و عظمت کی وجہ سے یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ یہاں سے اٹھ جائے۔ اتنے میں یادگار محمد کی سواری آپہونچی اس نے آپ کو اس مقام پر دیکھکر اپنے خدمتگاروں سے ترش رو ہو کر کہا۔ "اس فقیر کو یہاں کیوں رہنے دیا باغ سے باہر کیوں نہیں کیا"؟ یہ سنکر آپ نے سر مبارک اٹھا کر اسکی طرف دیکھا نظر کا چار ہونا تھا کہ یادگار محمد مثل بید کے کانپ کر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ یہ حال دیکھکر اس کے ہمراہی حواس باختہ ہو گئے اور آپ کے قدموں پر گر پڑے طالب معافی ہوئے۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ تھوڑا پانی حوض سے لیکر یادگار محمد کے منہ پر چھینٹا مار جب یہ عمل کیا گیا تو وہ ہوش میں آگیا بعد ازاں اس نے نہایت عاجزی سے معذرت چاہی۔ آپ نے چند کلمے نصیحت آمیز فرمائے۔ یادگار محمد اور اس کے ساتھی سنکر رونے لگے۔ اسی وقت یہ سب تمام منہیات سے تائب ہوئے۔ یادگار محمد نے حسب الارشاد دوگانہ شکریہ ادا کیا اور بعقیدت تمام معہ اپنے تمام توابع کے شرف مریدی حاصل کیا۔ اپنا کل مال و اسباب فقراء میں تقسیم کر دیا اور بیویوں کو طلاق دیکر لونڈی غلاموں کو آزاد کر کے تارک الدنیا ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کی بوقت رخصت، یادگار محمد قلعہ شادمان[1] تک آپ کے ساتھ آئے۔ چونکہ یہ آپ کی صحبت و تربیت کی برکت سے عارفان اور واصلان حق میں سے ہو گئے تھے اس لئے اس نواح کو بالفعل اُن کی حمایت میں چھوڑ کر وہاں مقیم کیا[2] اور آپ وہاں سے ملتان میں تشریف فرما ہوئے پھر لاہور میں آئے۔

---

[1] (الف) قلعہ شادمان بلوچستان میں درمیان افغانی سبزہ وار و ملتان واقع ہے۔ سبزوار سے براہ راست بلخ جاتے ہوئے قلعہ شادمان راستہ میں نہیں آتا بلکہ سبزوار سے ہندوستان آتے ہوئے راستہ میں آتا ہے۔ (دیکھو نقشہ ملک)

(ب) کوئٹہ سے قلعہ شادمان تقریباً دو سو میل ہے قلعہ شادمان سے بلوچستان کی سرحد کا اختتام تقریباً تین ۳۰ میل پر ہوتا ہے ریل قلعہ شادمان تک جاتی ہے قلعہ شادمان سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر دریائے ژوب ہے۔ ملتان سے ریل زہری جیکب آباد۔ کوئٹہ بلوچستان اور ہندوستان باغ ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ (مکتوب عبدالرحیم صاحب متعلم بی اے) (ج) پہلا نام اسکا قلعہ شادمان ہو لیکن اب زبان پر یہ مقام باذنی کہلاتا ہے چونکہ یہاں اسی قبیلہ کے لوگ آباد ہیں اپنی جد امجد کی وجہ سے باذنی کہلایا۔ برطانیہ کے زمانہ میں ایجنٹ گورنر مسٹر سینڈیمن کے نام پر اسکا نام فورٹ سینڈیمن ہوا۔ یہاں اسلامی پرانا قبرستان موجود ہے (بیان انشاء اللہ سیاح بلوچستان)۔

[2] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۱۰۱ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۳۳ و تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ وغیرہ

یادگار محمدؒ کے ہندوستان آنیکے متعلق متضاد بیانات

صاحب سیر العارفین اور فرشتہ نے یادگار محمدؒ کا ہندوستان آنا نہیں لکھا بلکہ ان ہر دو کے بقول غریب نوازؒ نے یادگار محمد کو قلعہ شادمان میں متعین فرمایا اور بوقت رخصت وہیں چھوڑا۔ صاحب گلزار ابرار نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ صاحب سیر العارفین نے صفا پر بیان کیا ہے کہ "یادگار محمدؒ کا مزار[1] قلعہ شادمان میں ہے اور میں نے اُسکی زیارت کی ہے"۔ صاحب مسالک السالکین نے جلد دوم کے صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ہے کہ "آپ (غریب نوازؒ) نے اُس اطراف (قلعہ شادمان وغیرہ) کو بالفعل اُن (یادگار محمدؒ) کی حمایت میں چھوڑکر انہیں وہاں مقیم کیا اور جب ہندوستان آنے لگے تو اپنے ساتھ لائے"۔ صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۳۱ پر لکھا ہے کہ "غریب نوازؒ نے محمدؒ یادگار (نہ کہ یادگار محمدؒ) خادم کو شہر میں برائے قیام جگہ منتخب کرنے کے لئے بھیجا"۔ بعض کے نزدیک یادگار محمدؒ اور محمدؒ یادگار سے ایک ہی شخص مراد ہے مگر بعض کے نزدیک یہ دو صاحبان کے دو نام ہیں ہمیں بھی اسی سے اتفاق ہے۔

ورود لاہور اور لاہور سے براہ سمانا ورود اجمیر

۵۸۶ھ

سبزوار سے آپ براہ قلعہ شادمان و ملتان لاہور میں تشریف لائے۔ لاہور سے دہلی آتے ہوئے راستہ میں قصبہ سمانا (علاقہ پٹیالہ) آیا۔ بقول مونس الارواح (نسخہ قلمی) وغیرہ راجہ پرتھوی راج کی ماں نے آپ کے اجمیر آنے سے بارہ سال قبل نجوم سے دریافت کرکے اپنے لڑکے (پرتھوی راج) سے کہدیا تھا کہ اس شکل و صورت کا ایک شخص تیرے ملک میں آئے گا اور تیرا راج تباہ کردے گا۔ اس پیشین گوئی کی وجہ سے راجہ غمگین رہنے لگا اور جابجا آپ کی تلاش میں مخبر مقرر کئے۔ جب آپ کا گذر قصبہ سمانا میں ہوا تو راجہ کے ملازموں (بقول بعض راجہ سامانا) نے آپ کا حلیہ مشتہرہ پاکر از راہ

---

[1] بعض حال کے تذکروں میں لکھا ہے کہ یادگار محمدؒ اور اُن کی زوجہ کا مزار غریب نوازؒ کی درگاہ میں صندلی مسجد کے صحن سے ملحق احاطہ میں ہے مگر معین الاولیاء کے صفحہ ۵۸ پر مرقوم ہے "بہ پیش صحن مسجد (مسجد صندل خانہ) بہ محاذ وسط مسجد کو راحاطہ کوچک از سنگ سفید جانب مشرق نمودار است کہ درون احاطہ وقفائے آں مرقد ہائے مطہر مقدس حضرت تاج الدین بایزید داز داج و اقربائے آں از سنگ سفید مطلے دارند"۔

دغاوفریب آپسے بہ نیت بد ٹھہرنے کے لئے کہا مگر چونکہ آپ کو دربار رسالت سے یہ بشارت ہوگئی تھی کہ ان کا کہنا نہ ماننا لہذا آپ نے ان کی ایک نہ مانی اور اپنے ہمراہیوں کو بشارت سے آگاہ فرماکر اجمیر روانہ ہوگئے۔[1]

غالباً لاہور یا ہرات سے روانہ ہونے کے بعد بقول دلیل العارفین دو ماہ[2] سفر میں گذار کر براہ سمانا[1] و دہلی معہ چالیس ہمراہیاں بعہد پرتھوی راج[4] اجمیر میں رونق افروز ہوئے۔[5] یہاں کچھ دن قیام فرمایا بعد ازاں آپ حسب قلمی نسخہ ملفوظات خواجہ معین الدین چشتیؒ بعمرہ ۵ سال (جبکہ ۵۶ واں سال چل رہا تھا) (۵۸۶[6]ھ میں) وارد اجمیر ہوئے۔ اور اس سنہ (۵۸۶ھ) میں وارد اجمیر ہونیکی مطابقت سیر العارفین صفحہ ۲۳ وغیرہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ قطب صاحبؒ (ولادت ۵۶۹ھ) بعمر ۱۷ سال (جبکہ اٹھارہواں سال چل رہا تھا) غریب نوازؒ کے ہمراہ وارد دہلی ہوئے۔

اس موقعہ پر بار اوّل (معہ قطب صاحب) وارد اجمیر ہونے کا ثبوت	۵۶۱ھ میں آپ کے اجمیر تک آنے کی تصدیق دلیل العارفین صفحہ ۵۴۔۵۵ کے مندرجہ ذیل بیان

[1] دیکھو قلمی نسخہ مونس الارواح صفحہ ۲۲ واحسن السیر صفحہ ۱۴۹ وغیرہ

[2] دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۵۴

[3] دیکھو قلمی نسخہ مونس الارواح و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷ وغیرہ

[4] بقول احسن السیر صفحہ ۱۸۰، ۱۳ پرتھوی راج پندرہ سال حکومت کر کے ۵۸۸ھ میں مارا گیا بقول کتاب اجمیر صفحہ ۴۴۶ پرتھوی راج نے (۱۱۷۹ء لغایۃ ۱۱۹۲ء) ۱۳ سال حکومت کی ہمارے نزدیک پرتھوی راج کی حکومت ۱۱۹۳ء مطابق ۵۸۹ھ میں ختم ہوئی۔

[5] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ قلمی نسخہ مونس الارواح و مسالک السالکین جلد دوم و اخبار الاخیار وغیرہ

[6] اس سنہ میں وارد اجمیر ہونیکی مطابقت آپ کی وفات ۶۲۷ھ (مندرجہ تاریخ محمدیہ و مرآۃ الاسرار) میں ہونے کے پیش نظر تذکرۃ العابدین (صفحہ ۳) اور اقتباس الانوار (صفحہ ۳۱۲) کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ چالیس سال (۴۰ سال چند ماہ) اجمیر میں رہے۔ اس ۴۰ سال کے عرصہ میں غالباً وہ ایام مجرا نہیں دئے گئے جو اجمیر آنے کے بعد مختلف اوقات میں بحالت سفر صرف ہوئے۔

سے ہوتی ہے۔

عبارت فارسی مندرجہ دلیل العارفین صفحہ ۵۴۔۵۵

"چوں خواجہ معین الدینؒ ایں فواید رسید چشم پر آب کرد فرمود (اکنوں) مسافرمی شویم جائکہ مدفن ماخواہد بود یعنی دراجمیر و دیم ہر کسے راوداع کرد۔ دعاگو (قطب صاحبؒ) برابر دو ماہ درراہ بودیم بعد ازاں در اجمیر رسیدیم وآں روز اجمیر از اں ہندواں معمور آباد و مسلمانی چناں نبود چوں قدم مبارک خواجہ (غریب نوازؒ) آنجا رسید چنداں اسلام ظاہر شد کہ آں را حد نبود۔"

ترجمہ اردو

حضرت خواجہ قطب صاحبؒ فرماتے ہیں: "جب حضرت خواجہ (غریب نوازؒ) ان فوائد پر پہونچے چشم پر آب ہو کر فرمایا (اب) اُس جگہ سفر کریں گے جہاں ہمارا مدفن ہوگا یعنی اجمیر جارہے ہیں۔ سب کو رخصت کیا۔ دعاگو (قطب صاحبؒ) دو مہینہ تک سفر میں ہمراہ رہا بعد ازاں ہم (غریب نوازؒ اور قطب صاحبؒ وغیرہ) اجمیر پہونچے ان دنوں اجمیر ہندوؤں کی ملکیت تھا اور اُنکی آبادی سے معمور تھا اور مسلمانی ایسی نہ تھی۔ لیکن جب حضرت خواجہ کے قدم وہاں پہونچے تو بہت اسلام پھیلا۔"

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ ورود ۵۶۱ھ کا نہیں ہے کیونکہ اگر قطب صاحبؒ کا ۷۵ سال کی عمر (جو سب سے زیادہ عمر کی روایت ہے) میں بھی ۶۳۳ھ میں وصال پانا مان لیا جائے تب بھی ولادت ۵۵۸ھ میں ہوئی اور ۵۶۱ھ میں قطب صاحب ۳ سالہ تھے۔ اس عمر میں غریب نوازؒ کے ساتھ قطب صاحبؒ کا سفر کرنا قرین قیاس نہیں۔ پس معلوم ہوا آپ کا مندرجہ بالا بیان ۵۶۱ھ کے ورود کے متعلق نہیں ہے بلکہ بیان کے اس فقرہ "ان دنوں اجمیر ہندوؤں کی ملکیت تھا" سے ثابت ہے کہ یہ ورود اسلامی تسلط سے قبل اور حسب تفصیل مندرجہ بالا ۵۸۸ھ کے بعد کا ہے۔ چونکہ عام طور سے تذکرہ نویسوں نے یہ درمیانی ورود (ورود دوم مابین ۵۶۱ھ و ۵۸۹ھ) بعید پر تقوی راج ہونا لکھا ہے اسلئے قطب صاحب کے متذکرہ بالا بیان کو اسی ورود (بار دوم) سے متعلق ماننا پڑیگا پس جبکہ یہ ثابت ہے کہ قطب صاحب کا مندرجہ بالا بیان ورود بند بار دوم سے متعلق ہے تو اس بیان کی اس عبارت "چوں خواجہ (غریب نوازؒ) دریں فوائد رسید چشم پر آب کرد فرمود (اکنوںؔ) مسافرمی

ؔ یہاں اکنوں محذوف ہے (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۶)

شویم جائکہ مدفن ما خواہد بود یعنی در اجمیر می روم" سے ثابت ہے کہ اس ورود (دوم) سے قبل ۵۶۱ھ میں غریب نوازؒ اپنی جائے مدفن یعنی اجمیر میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔

اس ورود کے خلاف بیان اور اسکا فیصلہ

اس ورود کے متعلق مسٹر ہربلاس سارڈا اپنی کتاب اجمیر (صفحہ ۸۴-۸۵) میں لکھتے ہیں:۔ "یہ غلط بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ معین الدینؒ قدس سرہٗ پرتھوی راج پر شہاب الدین غوری کے فتحیاب ہونے سے چند سال قبل اجمیر آئے اور اسوقت پرتھوی راج اجمیر کا حکمراں تھا۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ شہاب الدین کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے"۔

موصوف نے اپنے اس بیان کی تائید میں منتخب التواریخ وڈاکٹر سرکار اور میجر ریورٹی وغیرہ کے مندرجہ ذیل بیانات پیش کئے ہیں:۔

منہاج الدین سراج مصنف طبقات ناصری:۔ (جو شہاب الدین غوری کے زمانہ کی تاریخ ہے) شہاب الدین کے اس حملہ (جس میں پرتھوی راج مارا گیا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ "مصنف نے ایک معتبر شخص سے سنا جو بلند سطح سرزمین ضلع تونک کے معززین میں سے تھا اور جسکو لوگ معین الدین اوشی[1] کے لقب سے پکارتے تھے اس نے بیان کیا کہ "میں سلطان غازی (شہاب الدین غوری) کے لشکر میں تھا اس سال اسلامی لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی"۔

میجر ریورٹی طبقات ناصری کے حاشیہ (نوٹ) میں صفحہ ۴۶۵ پر لکھتے ہیں:۔ "یہ معزز شخص سوائے معین الدین چشتیؒ کے جن کا مزار اجمیر میں ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (منقول از کتاب اجمیر مرتبہ ہربلاس سارڈا صفحہ ۸۹)

---

[1] نسخہ طبقات ناصری (جمع کردہ مسٹر ڈبلو. نیس لیس مورخہ یکم جولائی ۱۸۶۳ء) میں لفظ اوشی نہیں ہے۔ عبارت حسب ذیل ہے:
"ایں داعی از ثقہ شنید کہ معارف جبال بلاد تولک بود۔ لقب او معین الدین او می گفت کہ من دراں لشکر با سلطان غازی بودم عدد سوار لشکر اسلام دراں وقت صد و بست ہزار برگستوان پوش بود"
اگر معین الدین کے نام کے ساتھ لفظ اوشی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ معین الدین اوش کے رہنے والے تھے اور جن معین الدین کا مزار اجمیر میں ہے وہ سنجری ہیں نہ کہ اوشی۔

مولانا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ کے صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں :- " ہندوستان کے سرچشمہ اولیا و اکابر و مشائخ عظام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جن کا مزار اجمیر میں ہے اس مرتبہ (جب اجمیر فتح ہوا) سلطان (شہاب الدین) کے ہمراہ تھے اور یہ فتح آپ کی برکت دعا سے ہوئی "۔

چارج مین چیرٹین عہد مغلیہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں :- خواجہ معین الدین شہاب الدین غوری کے ساتھ آئے جبکہ اس نے پرتھوی راج کو شکست دی "۔

ڈاکٹر سرکار انڈیا آف اورنگ زیب میں بحوالہ خلاصۃ التواریخ لکھتے ہیں :- " جب شہاب الدین نے ہندوستان پر فتح حاصل کی اسوقت خواجہ معین الدین چشتیؒ دہلی میں تشریف لائے بعد ازاں سکون کی زندگی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کے لئے اجمیر تشریف لے گئے "۔

مسٹر ہربلاس سارو ا نے ان بیانات سے یہ امر ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ شہاب الدین کے فتحیاب ہونے سے چند سال پیشتر تشریف نہیں لائے بلکہ شہاب الدین کے لشکر کے ساتھ اسوقت آئے جب وہ پرتھوی راج پر فتحیاب ہوا۔

موصوف نے جو بیانات اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کئے ہیں، انسے اس امر کی تردید نہیں ہوتی کہ آپ پرتھوی راج کے زوال سے تقریباً دو سال قبل ۵۸۶ھ میں تشریف لائے بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پرتھوی راج کے زوال کے بالکل متصل زمانہ (بسال زوال پرتھوی راج ۵۸۸ھ بقول دیگر ۵۸۹ھ) میں تشریف لائے اس ورود سے ہمیں بھی اتفاق ہے چنانچہ بسال زوال پرتھوی راج ۵۸۹ھ میں وارد اجمیر ہونے کی مزید تفصیلات ہم نے خود ورود اجمیر بار دوم میں لکھی ہیں مگر قبل زوال پرتھوی راج (زوال پرتھوی راج سے تقریباً تین سال پیشتر ۵۸۶ھ میں) بطور فاتح لشکر شہاب الدین غوری کے آنے سے پیشتر حضرت غریب نوازؒ کے وارد اجمیر (باراول) ہونیکی تصدیق و تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے۔

ترجمہ فوائد السالکین کے صفحہ ۱۱ اور ملفوظات خواجگان چشت کے صفحہ ۱۱۶ پر بابا فرید گنج شکرؒ قطب صاحب کا بیان لکھتے ہیں :-

" آپ (قطب صاحب) نے فرمایا " ایک مرتبہ میں اجمیر میں شیخ معین الدینؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا ان دنوں پتھورا (پرتھوی راج) زندہ تھا اور کہا کرتا تھا کیا اچھا ہو جو یہ فقیر (غریب نوازؒ) یہاں سے چلے جائیں

یہ بات ہر شخص سے کہا کرتا تھا کہ اشاعت شدہ یہ خبر شیخ معین الدین نے بھی سن لی اور درویش بھی اسوقت موجود تھے آپ (غریب نوازؒ) اسوقت حالت سکر میں تھے فوراً آپ نے مراقبہ کیا اور مراقبہ ہی میں آپکی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے: "ہم نے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالہ کیا" چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد شہاب الدین[۱] غوری نے لشکر کشی کی اور پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا"۔

خواجہ بدر الدین اسحاق اپنے رسالہ اسرار الاولیا (مرتبہ ۶۳۱ھ بعہد شمس الدین التمش) کے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں:

بیان ہے کہ "ایک مرتبہ پتھورا (پرتھوی راج) کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا لیکن شیخ نے اسے مرید نہ کیا اس نے پتھورا سے جا کر کہا۔ پتھورا نے آپ سے دریافت کرایا کہ آپ اسے کیوں مرید نہیں کرتے؟"

ترجمہ روایت سیر الاولیا صفحہ ۴۶: "جب حضرت خواجہ معین الدین اجمیر میں تشریف فرما ہوئے اسوقت پتھورا رائے مملکت ہند اجمیر میں تھا۔ جب آپ اجمیر میں مقیم ہوئے تو پتھورا اور اس کے مقربین کو ناگوار گذرا مگر شیخ (غریب نوازؒ) کی عظمت و کرامت کے سامنے مجال دم زدن نہ تھی۔ الغرض ایک مسلمان وابستگان شیخ (غریب نوازؒ) میں سے پتھورا کے یہاں تھا۔ پتھورا نے اسے نقصان پہونچانا شروع کیا اس مرد مسلمان نے خدمت (خدمت غریب نوازؒ) میں عرض کیا۔ غریب نوازؒ نے پتھورا سے اسکی سفارش کی۔ پتھورا نے فرمان شیخ قبول نہ کیا بلکہ کہنے لگا یہ شخص یہاں آ کر غیب کی باتیں بیان کرتا ہے۔ جب یہ بات گوش مبارک تک پہونچی تو اس بادشاہ اسلام (بطور پیشین گوئی) نے فرمایا۔ "ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا"۔

ترجمہ روایت توزک جہانگیری صفحہ ۵:۔ (حضرت خواجہ معین الدینؒ) سلطان معز الدین سام کے آنے سے قبل رائے پتھورا کے عہد میں اپنے پیر سے رخصت ہو کر ہندوستان میں تشریف لائے اور اجمیر میں اقامت اختیار کی"۔

[۱] فوائد السالکین مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے صفحہ ۸ پر سہو کتابت سے بجائے شہاب الدین کے شمس الدین لکھا گیا ہے مگر ملفوظات خواجگان چشت اور فوائد السالکین کے دوسرے نسخوں میں شہاب الدین لکھا ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی (جو عہد جہانگیر کے تذکرہ نویس ہیں) اپنی کتاب اخبار الاخیار کے صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں:-

"پتھورا رائے ہندوستان کے زمانہ میں (حضرت خواجہؒ) اجمیر میں آکر خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ پتھورا اس زمانہ میں اجمیر میں تھا ایک دن پتھورا نے وابستگان خواجہ میں سے ایک مسلمان کو کسی وجہ سے آزار پہونچایا۔ اس مسلمان نے آپ (حضرت خواجہؒ) سے التجا کی حضرت خواجہ نے اسکی سفارش کے لئے کسی کو بھیجا مگر پتھورا نے حضرت خواجہؒ کے کہنے کو نہ مانا بلکہ کہنے لگا: یہ شخص (حضرت خواجہؒ) یہاں آکر غیب کی باتیں میٹھا بیان کرتا ہے۔ جب غریب نوازؒ نے یہ سنا تو فرمایا: "ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کرکے دیدیا" چنانچہ انہی دنوں میں معزالدین سام کا لشکر غزنین سے آگیا۔ پتھورا نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا اور بدست معزالدین سام اسیر ہوا۔ یہی تاریخ اس ملک میں آغاز اسلام کی ہے"۔

جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان رسالہ مونس الارواح کے صفحہ ۱۷ پر لکھتی ہیں:- حضرت خواجہ اجمیر کی سمت متوجہ ہوئے کہا جاتا ہے اسوقت حاکم اجمیر پتھورا تھا۔

بابو لال وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ کے صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں:- شادی دیو کا مسلمان ہونا پتھورا سے بیان کیا گیا جب پتھورا کی ماں نے سنا کہا "اے بیٹے یہ وہ ہی شخص (حضرت خواجہ) ہیں جن کے متعلق بارہ سال پہلے میں نے تجھ سے کہا تھا۔ خبردار ان سے سرکشی نہ کرنا۔ تواضع اور عجز کے ساتھ انسے پیش آنا تاکہ تیری سلطنت چندے قائم رہے ورنہ تو اپنی سلطنت کا آخری وقت سمجھ لے۔

ان بیانات اور سیر الاقطاب و ارمغان ہند وغیرہ کے بیانات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ آپ قبل زوال پرتھوی راج اسوقت (۵۸۶ھ) تشریف لائے جب پتھورا اجمیر میں مقیم تھا۔

صاحب مفتاح التواریخ صفحہ ۵۷ پر بحوالہ اکبر نامہ لکھتے ہیں:- سلطان معزالدین سام کے غزنی سے اجمیر آنے سے پہلے (خواجہ معین الدین) اپنے پیر سے اجازت لیکر ہندوستان آئے تھے اور اجمیر میں کہ وہاں فرمانروائے ہندوستان رائے پتھورا رہتا تھا اقامت اختیار کی"۔

دربار رسالت سے ہندوستان میں چشتی مبلغ اسلام بھیجنے کی مصلحت

اسوقت تمام ہندوستان میں بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ ملک میں قریب قریب سب ہنود کی آبادی تھی

اگر کہیں کوئی مسلمان پایا جاتا تھا تو اس سے تعصب برتا جاتا تھا ہنود صبح کو مسلمان کی صورت تک دیکھنے بلکہ پرچھائیں تک سے گریز کرتے تھے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے تبلیغ کا کام کس طرح انجام پا سکتا تھا۔ تبلیغ کے لئے ضرورت ہے کہ باہم صحبتیں رہیں تاکہ تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملے۔ چونکہ ہنود صاحبان گانے سے دلچسپی رکھتے تھے بلکہ اسکو عبادت تصور کرتے تھے چنانچہ ابتک یہی حالت ہے۔

پس ان حالات کے پیش نظر ایسے پیشوائے اعظم اور مبلغ اسلام کو ہندوستان میں تبلیغ اسلام کیلئے بھیجنا قرین مصلحت تھا جو خود اور اس کا دائرہ عقیدتمندان سماع سے ذوق رکھتا ہو تاکہ گانے کے دلدادہ ہنود بربنائے دیرینہ دلچسپی مجلس سماع میں آئیں اور تبادلۂ خیالات کا موقعہ حاصل ہو کر تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا جاسکے۔ بایں وجوہات ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دینے کے لئے چشتی مبلغ دربار رسالت سے بھیجا گیا اور چشتی پیشوا اور انکے مقلدین نے بحسن وخوبی یہ خدمت اسلام بلا سیف انجام دی۔ صاحب سیر الاقطاب صفحہ ۱۱۳ پر لکھتے ہیں :- ترجمہ " (حضرت خواجہؒ) صاحب سماع تھے اکثر سماع سنتے تھے (اور علماء و فقہائے وقت میں سے کوئی آپ کے سماع سننے پر اعتراض نہیں کرتا تھا)"

بعض حضرات کہتے ہیں :- "آپ کی محافل سماع فی الہند کا ذکر کسی تذکرہ میں نہیں آیا اس لئے آپ نے ہندوستان میں سماع نہیں سنا"۔ ہماری رائے میں ان کا ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں آپ کی محافل سماع کے سلسلہ میں کوئی قابل ذکر واقعہ ہی پیش نہیں آیا اس لئے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں ہے البتہ حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کی محافل سماع اسلامی دار السلطنت میں وقوع پذیر ہوئیں اور ان کا تذکرہ بعض خاص واقعات کے سلسلہ میں آیا مگر غریب نوازؒ اسلامی دار السلطنت سے فاصلہ پر اجمیر میں تشریف فرما تھے اس لئے اس قسم کی کوئی قابل ذکر بات اس باب میں پیش نہیں آئی پس جبکہ حضرت خواجہ قطب صاحبؒ ہندوستان میں سماع سنتے تھے تو غریب نوازؒ کا یہاں آکر سماع ترک کرنا قرین قیاس نہیں بلکہ یہ محافل خود غریب نوازؒ کی محافل سماع فی الہند کا ثبوت ہیں۔

بالفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت خواجہؒ نے ہندوستان میں سماع نہیں سنا تب بھی آپ کے مقلدین سے بذریعہ محافل سماع آپ کا فیض تبلیغ نہ صرف آپ کے زمانہ حیات میں جاری رہا بلکہ آجتک بھی جاری ہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق دہلی میں حضرت خواجہ قطب صاحبؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ کی محافل سماع وقتاً فوقتاً منعقد ہونے سے بخوبی ہوتی ہے۔ یہ محافل صرف یہیں ختم نہیں ہوگئیں بلکہ

غریب نوازؒ کی یہ سنت جاریہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین والاولیاءؒ اور حضرت علاء الدین صابرؒ نے بھی ادا کی۔ بلکہ آجتک سلسلہ بسلسلہ اہل چشت میں جاری ہے اور غریب نوازؒ کے روضۂ اقدس نیز مذکورہ بالا حضرات اور دیگر مشائخین چشت کے مزارات پر ابتک اسکی ادائیگی ہوتی ہے۔

سنہ ۵۸۶ھ	سنہ ۵۸۷ھ
سنہ ۱۱۹۰ء	سنہ ۱۱۹۱ء

ورود اجمیر باراوّل و قیام

۵۸۶ھ مطابق سنہ ۱۱۹۰ء

ساربانوں کا آپ سے معافی مانگنا

اجمیر پہونچکر آپ نے شہر سے باہر ایک مقام پر سایہ دار درختوں کے نیچے قیام فرمانا چاہا مگر راجہ (پرتھوی راج) کے ملازم مانع ہوئے کہنے لگے "یہاں توراجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں"۔ آپ وہاں سے یہ فرماکر اٹھ کھڑے ہوئے کراچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں۔ اور یہاں سے آناساگر[۲] (جو اسوقت آپ کے چلہ کے نام سے مشہور ہے) جاکر قیام فرمایا۔ جب

---

[۱] (الف) احسن السیر کے صفحہ ۹۶ پر ایک روایت میں اس مقام کو وہ جگہ بتایا ہے جہاں اسوقت اولیاء مسجد ہے۔ مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۷۰) میں اس مقام کو بیرون شہر لکھا ہے۔ سیرالاقطاب میں صفحہ ۱۲۱ پر اس مقام (جہاں آپ کا روضۂ مبارک ہے) کو شہر میں بتایا ہے۔ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ ان ہر دو متضاد بیانات میں اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ میں یہ مقامات بیرون شہر مگر آبادی (اندرکوٹ کی مختصر آبادی) کے قریب تھے اس لئے انہیں بیرون شہر یا اندرون بستی کہا جاسکتا ہے۔

(ب) بقول احسن السیر صفحہ ۲ پہلے شہر اجمیر اجے پال کی نال (وادی) میں (موجودہ شہر سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر) آباد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ شہر کی آبادی نہ تھی البتہ آپ کے مزار سے کچھ فاصلہ پر محلہ اندرکوٹ میں قلعہ تاراگڈھ کے حفاظتی چوہان راجپوت رہتے تھے۔ یہ بزمانہ غریب نوازؒ مسلمان ہوگئے اب تک اس محلہ میں چوہان راجپوت آباد ہیں۔ بعض کے مکانات موجود ہیں۔ یہ لوگ آجکل چوہان پٹھان کہلاتے ہیں۔

(ج) شیخ وحید (جو سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوریؒ کی اولاد میں ہیں) کے زمانہ میں بھی موجودہ اجمیر کے گرد شیروں کا جنگل تھا اور حضرت خواجہؒ کے مزار پر کوئی عمارت نہ تھی۔ (دیکھو افاضات حمید صفحہ ۴۳)

[۲] (الف) تالاب آناساگر کے کنارہ بزمانہ غریب نوازؒ بہت بتخانے تھے۔ (دیکھو سیرالاقطاب صفحہ ۱۲۵)

(ب) سیرالاقطاب کے صفحہ ۱۲۵ پر یہ روایت لکھی ہے کہ جب آپ نے لب آناساگر قیام فرمایا تو کسی نے آپ سے کہا یہ وہی مقام ہے جہاں میر سید حسین خنگ سوارؒ نے اسوقت قیام کیا تھا جب اجمیر تسخیر کرنے آئے تھے۔

اونٹ اپنی جگہ پر آکر بیٹھے تو ایسے بیٹھے کہ اٹھانے سے بھی نہ اُٹھے۔ یہ دیکھکر ساربانوں کے داروغہ نے راجہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ راجہ نے تمام ماجرا سن کر کہا اس کا علاج یہی ہے کہ تم لوگ درویش (غریب نواز) کی خدمت میں جاکر معافی چاہو۔ پس ساربانوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کی آپ نے فرمایا "اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہوگئے"۔ انہوں نے آکر دیکھا تو واقعی اونٹ کھڑے ہوگئے تھے۔[۱]

۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء
سادھو رام اور اجے پال کا مشرف بہ اسلام ہونا

اناساگر اور جھیلہ تالاب کے متصل بہت بتخانے[۲] تھے۔ بہت پجاری یہاں پوجا کا کام انجام دیتے تھے۔ ان میں ایک عالیشان مندر راجہ کا تھا۔ اسمیں پرتھوی راج اور عمائدین شہر پوجا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس مندر کا اہتمام سادھو رام (شادی دیو[۳]) کی سپرد تھا۔ یہ اپنے مذہب کا بڑا عالم فاضل تھا اور سب پجاریوں کا سردار تھا۔ چونکہ لب اناساگر آپ کا اور آپ کے ہمراہیوں کا قیام بے تکلفانہ طور پر تھا آپ کے ہمراہی روزانہ ایک گائے ذبح کرکے کھاتے تھے (بقول بعض اناساگر سے مچھلیاں پکڑتے تھے) اس لئے مسلمانوں کا طرز معاشرت ہنود پر شاق گذرا۔ انہوں نے چاہا کہ آپ چلے جائیں مگر کسی کی نہ چلی بلکہ اس موقعہ پر آپ سے بعض ایسی کرامتوں کا ظہور ہوا کہ شادی دیو نے اسلام قبول کیا بعد ازاں[۴]

---

[۱] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۴-۱۲۷ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۰

[۲] (الف) مونس الارواح (مرتبہ جہاں آرا بیگم مطبوعہ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱ پر اور قلمی نسخہ) میں مرقوم ہے کہ "اسوقت (بزمانہ حضرت خواجہؒ) کئی ہزار بتخانے اس حوض (جھیل بند) کے کنارہ تھے اور ایک سو کئی من تیل اور پھول ان بتخانوں میں صرف ہوتا تھا کہا جاتا ہے کہ اناساگر اور جھیلہ تالاب پرتھوی راج کے شکار گاہ تھے نہ کہ معبد گاہ۔ البتہ پشکر کے گرد مندر تھے اور وہیں پوجا کا کام ہوتا تھا۔ مسٹر ہربلاس ساردا نے کتاب اجمیر کے صفحہ ۱۲ پر خیرا بھیروں کا مندر اناساگر کے کنارہ پر بتایا ہے اور اسکو سب سے زیادہ پرانا لکھا ہے۔ انیس الارواح وغیرہ میں اسے شادی دیو یا بھیروں جی لکھا ہے مگر یہاں کوئی مورتی نہیں ہے بلکہ مشہور یہ ہے کہ یہ شادی دیو (جو غریب نوازؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے) کا استان ہے یہاں مسلمان مجاور رہتا ہے (ب) اناساگر اور جھیلہ کے کنارہ پرانے مندروں کے نشانات نہیں ہیں البتہ چند جدید مندروں کی علامت موجود ہیں (مولف)

[۳] ہنود دیوتا مرد کو دیو اور عورت کو دیوی کہتے ہیں۔

[۴] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۹

اجے پال جوگی جو صاحب استدراج تھا آپ کے مراتب عالیہ دیکھکر مشرف بہ اسلام ہوا[1]۔ شادی دیو کا اسلامی نام سعدیؒ رکھا گیا۔ اور اجے پال کا نام عبداللہ[2] رکھا گیا۔ مشہور ہے انھوں نے آپ کی دعا کی برکت سے حیاتِ جاودانی پائی۔ روحانی طور پر یہ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے ہیں اور ہر جمعہ کی شب میں روضۂ غریب نواز پر حاضری دیتے ہیں۔ آجتک ان کا نام اجمیر میں زندہ ہے۔

۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء
آپ کا محمد یادگار کو بستی میں جائے قیام منتخب کرنیکے لئے بھیجنا

جب شادی دیو (سادھو رام) اور اجے پال[3] جوگی مسلمان ہو چکے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں التماس کیا کہ "حضور بستی میں قیام فرمائیں تاکہ مخلوق آپ کے قدموں کی برکت سے مستفیض ہو۔ آپ نے ان کی غرض قبول فرمائی۔ اور اپنے خادم خاص محمد یادگار کو حکم دیا کہ شہر میں جاکر فقراء کے قیام کیلئے مناسب جگہ کا انتظام کریں۔ محمد یادگار نے بتعمیل ارشاد (اندرکوٹ کی مختصر آبادی کے متصل) وہ مقام پسند کیا جہاں اسوقت آپ کا روضہ مبارک ہے۔ دراصل یہ جگہ (زمین افتادہ) شادی دیو کی تھی۔ الغرض محمد یادگار جگہ پسند کرکے واپس آئے اور معروضہ پیش کیا۔ حضرت خواجہ نے وہاں (لب جھالرہ جہاں آپکا مزار ہے) جاکر قیام فرمایا[5]۔ اور جماعت خانہ، عبادت خانہ اور مطبخ (لنگر خانہ) کی تعمیر ہوئی۔ جہاں اسوقت آپ کا روضہ ہے یہاں مطبخ خانہ تھا[6]۔

۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء
پرتھوی راج کو دعوت اسلام اور اسکی گرفتاری کا فرمان

یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ نے چند اشخاص کے ذریعہ پرتھوی راج کو دعوت اسلام دی مگر اس نے قبول نہ کی آپ سے یہ واقعہ عرض کیا گیا آپ نے سب حال سنکر مراقبہ کیا اور فرمایا۔ اگر یہ ایمان نہ لایا تو میں (بقوت روحانی) اسکو بدست لشکر اسلام زندہ گرفتار کرادوں گا[7]۔

---

[1] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۹-۲۸۰ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۱ و گلزار ابرار صفحہ ۳۵

[2] دیکھو وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ صفحہ ۲۵

[3] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۱ خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۲-۲۶۱ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۹-۲۸۰

[4] آپ بلباس ہوگیاں رہا کرتے تھے۔ (گلزار ابرار صفحہ ۳۵) [5] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۱-۱۳۲

[6] دیکھو قلمی نسخہ مونس الارواح۔ [7] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۲ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۲

پرتھوی راج کا آپ سے تشریف لے جانیکے لئے کہلانا

یوں تو پرتھوی راج اور اسکے مقربین کو آپ کا قیام اجمیر شروع ہی سے ناگوار تھا۔ مگر دعوتِ اسلام دینے کے بعد راجہ کو ناگواری [1] زیادہ بڑھ گئی۔ چنانچہ ایک دن اُس نے آپ سے کہلایا کہ آپ ہماری سرحد سے چلے جائیں آپ نے جواب میں کہلایا (ہم تو جاتے ہیں مگر) [2] تم کو نکالنے والا (شہاب الدین غوری) بھی عنقریب آنا [3] چاہتا ہے۔ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جب شہاب الدین غوری بدست کھانڈے راو [4] ۵۸۷ھ کی لڑائی میں زخمی ہوکر خراسان میں پہونچ چکا تھا اُن ایّام میں شہاب الدین غوری کو سلطان ہند ہونیکی بشارت دی گئی۔ بموجب سیرالاقطاب تفصیل حسب ذیل ہے:-

۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء آپ کا عالم رویا میں شہاب الدین غوری کو سلطان ہند ہونیکی بشارت دینا

جب شہاب الدین غوری (۵۸۷ھ میں) کھانڈے راو کے ہاتھ سے زخمی ہوکر ہندوستان سے خراساں پہونچا تو اُسنے ایک شب عالم رویا میں دیکھا کہ وہ حضرت غریب نوازؒ کی خدمت میں کھڑا ہے اور آپ ازراہ کرم اس سے فرمارہے ہیں کہ "خدائے تعالیٰ نے ہندوستان کی سلطانی تجھے بخشی جلد اس طرف توجہ کر اور راجہ (پرتھوی راج) کو زندہ گرفتار کرکے سزا دے"۔ شہاب الدین کو اس خواب سے حیرت ہوئی۔ بیدار ہوکر اُسنے اپنا یہ خواب علماء و فضلاء سے بیان کیا سب نے خواب کی بہت تعریف کرکے تعبیر میں مژدہ فتح سنایا اور ہر طرح دل جمعی کی [5]۔

---

[1] اس موقعہ پر مؤلف عطائے رسول (حال کے تذکرہ نویس) نے لکھا ہے کہ پرتھوی راج نے ایک دن غصہ ہوکر ایک راجپوت سردار کو اُن سرداروں کی گرفتاری کے لئے بھیجا جو غریب نوازؒ کی خدمت میں موجود تھے اور شہر میں اعلان کرایا کہ جو شخص ان بزرگ (غریب نوازؒ) کے پاس جائے گا اُسے قتل کرادیا جائے گا اور اس کا گھر بار لٹوا دیا جائے گا نیز غریب نوازؒ سے کہلایا کہ کل (یکم محرم ۵۸۸ھ) تک اجمیر سے چلے جائیں۔

[2] بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے پرتھوی راج سے جواب میں یہ کہلایا کہ "تین دن میں معلوم ہوجائے گا کہ تو نکلتا ہے یا ہم" مگر ہمیں اس جواب سے اتفاق نہیں۔ [3] (الف) افادات حمید صفحہ ۱۳ (ب) بعض حال کے تذکروں میں آپ کے اور پرتھوی راج کے درمیان کشمکش ہونیکی جو ایک طول طویل تفصیل دی گئی ہے وہ کسی پُرانے تذکرہ میں نظر سے نہیں گذری۔

[4] صولت افغانی میں صفحہ ۱۰۱ پر غور پہنچا لکھا ہے۔ [5] دیکھو سیرالاقطاب صفحہ ۱۳۲

اجمیر سے آپ کی روانگی

خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ "حاکم وقت کا کہنا مانو" اور رسول خدا کی اس سنت کی ادائیگی کے مد نظر کہ "جب کفار نے ستایا تو آپ مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے"۔ غریب نوازؒ اجمیر سے تشریف لے گئے۔

آخر سنہ ۵۸۷ھ / سنہ ۱۱۹۲ء یا شروع سنہ ۵۸۹ھ / سنہ ۱۱۹۳ء

اجمیر سے سفر اور ورود ہند بار سوم (ورود اجمیر بار دوم)

آخر ۵۸۶ھ یا شروع ۵۸۷ھ اجمیر سے اوش روانگی

اجمیر سے (جبکہ قطب صاحبؒ غریب نوازؒ کے ہمراہ یا آپ سے کچھ پہلے اجمیر سے روانہ ہو کر اوش پہونچ چکے تھے) تشریف لے جانے کے بعد آپ وارد اوش ہوئے۔ صاحب سیر العارفین (صفحہ ۱۸) کا بیان ہے کہ "جب حضرت غریب نوازؒ وارد اوش ہوئے اسوقت قطب صاحبؒ اس دیار (اوش) کے باشندوں کو فیض پہونچاتے تھے اور حج کے سفر پر جانے کا قصد رکھتے تھے۔ اس زمانہ (۵۸۶ھ) میں قطب صاحب کی عمر ۲۰ سال کی تھی اور آپ (قطب صاحبؒ) خاطر خواہ مریدوں کی پرورش (رہنمائی) فرماتے تھے"۔ چونکہ بعد حصول خلافت ہی کسی کو مرید کیا جا سکتا ہے اس لئے قطب صاحبؒ کا اپنے مریدوں کی پرورش کرنے کا واقعہ یقیناً اسوقت کا ہے جب قطب صاحبؒ حسب تفصیل گذشتہ غریب نوازؒ سے ۱۷ سال کی عمر (۵۸۵ھ) میں بمقام بغداد خلافت پا چکے تھے اور غریب نوازؒ کے ہمراہ (۵۸۶ھ میں) حسب تفصیل گذشتہ اجمیر میں آ چکے تھے۔

۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء اوش سے غزنی میں تشریف آوری اور شہاب الدین کی جنگی تیاریاں

اوش سے جب حضرت خواجہ ۵۸۸ھ میں وارد غزنین ہوئے ہیں اسوقت شہاب الدین غوری لشکر جمع کرنے میں مصروف تھا۔ اس تیاری اور ہندوستان میں بسال فتح لشکر کشی کے متعلق تاریخ اسلام کا بیان حسب ذیل ہے:-

"۵۸۸ھ میں جب شہاب الدین غوری پرتھوی راج سے شکست کھا کر غزنین پہونچا تو وہ شب و روز لشکر جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ سامان درست ہونے پر اس نے کوچ کا حکم دیا اور آٹھویں دن

خود سوار ہوا جب لشکر پشاور میں پہونچا تو ایک پیر مرد[1] غوری (غریب نوازؒ) نے بے تکلف کہا کہ اس مہم کا سامان تو ایک جنگ عظیم کا معلوم ہوتا ہے مگر یہ نہیں کھلتا کہ عزم کدھر کا ہے۔ اسوقت سلطان نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا: "اے پیر مرد تو یقین جان کہ جسوقت سے میں نے ہندو راجاؤں سے شکست کھائی ہے حرم سرا میں بستر پر نہیں سویا" پھر قبا کے بند کھولکر دکھائے اور کہا: "اس دن سے آجتک کپڑے نہیں بدلے بلخ، غور اور خراسان کے امیروں کا منہ نہیں دیکھا وہ نمک حرام مجھے اکیلا لڑائی میں چھوڑ کر چلے گئے۔" پیر مرد نے دعائے[2] خیر دی اور کہا کہ: "انشا اللہ اس مرتبہ فتح ہوگی۔ اب مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اُن امیروں کا قصور معاف فرمائیں ان کو روبرو بلائیں اور عزت و آبرو بخشیں تاکہ وہ جان لڑا کر لڑیں اور اپنی پہلی بدنامی کے دہبہ کو مٹائیں"۔ یہ تقریر سلطان کو پسند آئی ملتان میں پہونچکر اُسنے دربار کیا اور سب امیروں اور سرداروں کو بلایا اور کہا کہ "اے مسلمانو! سال گزشتہ جو دامن اسلام پر داغ لگا اسکا تدارک ہر مسلمان پر واجب ہے"۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھکر سر جھکا دیے۔ غرض وہاں سے لاہور آیا اور قوام الملک رکن الدین حمزہ کو برسم سفارت اجمیر روانہ کیا۔[3]

۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء غزنین سے براہ لاہور و دہلی اجمیر میں تشریف آوری

غزنین سے پشاور تک[4] آپ شہاب الدین کے لشکر کے ساتھ تشریف لائے۔" اور جب شہاب الدین غوری معہ لشکر پشاور سے ملتان روانہ ہوا تو آپ پشاور سے لاہور تشریف لے گئے۔ بعد ازاں لاہور میں اس موقعہ پر یا سنہ ۶ھ میں بموقعہ ورود بند بار چہارم بقول مترجم اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۲۸

---

[1] غریب نوازؒ کے آبائی وطن (سنجر) کو ہربلاس سارداانے کتاب اجمیر کے صفحہ ۸۳ پر متصل سیستان بلاد غور میں لکھا ہے۔

[2] منتخب التواریخ کے صفحہ ۵۱ پر حضرت غریب نوازؒ کا شہاب الدین غوری کے لشکر کیساتھ (ہمارے نزدیک پشاور تک) آنا اور آپ کی دعا کی برکت سے جنگ کا فتح ہونا لکھا ہے صاحب سیر الاقطاب نے بھی "شہاب الدین ہمت از خواجہ خواستہ متوجہ ہندوستان شد" لکھا ہے۔

[3] دیکھو تاریخ اسلام از مولوی ذکا اللہ حصہ اول صفحہ ۲۹۳ - ۲۹۴ و فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۹

[4] صاحب منتخب التواریخ (صفحہ ۵۱) اور چارج مین چرمین نے آپ کا شہاب الدین کے لشکر کے ساتھ آنا لکھا ہے ہمارے نزدیک گلزار ابرار (صفحہ ۳) کی روایت (جو آگے درج ہے) کے پیش نظر آپ پشاور تک شہاب الدین کے لشکر کیساتھ آئے

(آئینِ اکبری جلد سویم صفحہ ۲۲۷) آپ نے سید حسن[1] زنجانی سے ملاقات کی۔ بعد ازاں جس مہینہ میں سلطان نے جنگ فتح کی اس مہینہ میں آپ لاہور سے دہلی پہونچ گئے تھے اور جب سلطان مفتوحہ علاقہ دیکھتا ہوا اجمیر پہونچا تو آپ دہلی سے اجمیر میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔

اس ورود کے متعلق تحقیق اس ورود اجمیر کے متعلق ابو الفضل نے دو بیان دئے ہیں اکبرنامہ (جلد دوم صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ نولکشور پریس) میں لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ (حضرت خواجہؒ) غزنین سے معز الدین سام کے (بسالِ فتح یعنی ۵۸۹ھ میں) ہندوستان آنے سے پیشتر (۵۸۶ھ میں) اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر ہندوستان میں تشریف لائے اور اجمیر میں کہ وہاں رائے پتھورا فرمانروائے ہندوستان رہتا تھا اقامت اختیار کی۔

موصوف آئینِ اکبری (ترجمہ آئینِ اکبری از فدا علی صاحب مطبوعہ دار المطابع عثمانیہ صفحہ ۳۲۷) میں لکھتے ہیں:۔ "جس سال (۵۸۹ھ) معز الدین سام دہلی پر قابض ہوا آپ (غریب نوازؒ) دہلی تشریف لائے اور گوشہ نشینی کے خیال سے اجمیر آکر قیام کیا۔" ان بیانات سے غریب نوازؒ کے واردِ ہند ہونے کے دو زمانے پائے جاتے ہیں ایک ورود کا زمانہ شہاب الدین غوری کے (بسالِ فتح) ہندوستان آنے سے پیشتر (۵۸۶ھ) کا لکھا ہے۔ اور دوسرے ورود کا زمانہ وہ لکھا ہے جب شہاب الدین غوری ہندوستان آکر دہلی پر (۵۸۹ھ میں) قابض ہوا۔

ان دونوں زمانوں میں آپ کے واردِ ہند ہونے کی تائید مندرجہ ذیل بیانات سے بھی ہوتی ہے۔

بیان تذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام صفحہ ۱۵۱ م

"آپ (غریب نوازؒ) شہاب الدین غوری سے پہلے (۵۸۶ھ میں) ہند میں آئے اور اجمیر میں کہ یہاں راجہ پتھورا رہتا تھا اقامت اختیار کی۔ لیکن اس سے نہیں بنتی تھی یہاں تک کہ رائے پتھورا شہاب الدین غوری سے لڑا اور مارا گیا تب (۵۸۹ھ میں) آپ نے اجمیر میں عزلت اختیار کی۔"

---

[1] (الف) سید حسن زنجانی کا وصال ۶۰۰ھ میں ہوا۔ (دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۹)

(ب) سید حسن زنجانی عارفِ کامل تھے خواجہ معین الدینؒ لاہور میں آپ کی صحبت میں پہونچے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے اکثر لوگ زیارت گاہ سے سعادت حاصل کرتے ہیں (دیکھو ترجمہ اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

صاحب مفتاح التواریخ صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں:۔ سلطان معزالدین سام کے غزنی سے ہندوستان آنے سے پہلے ۵۶۱ھ میں خواجہ معین الدینؒ) اپنے پیر سے اجازت لیکر ہندوستان آئے تھے اور اجمیر میں کہ وہاں فرمانروائے ہندوستان رائے پتھورا رہتا تھا اقامت اختیار کی۔ اس سے نہیں بنی۔ یہاں تک کہ پانچ سو اٹھاسی ہجری (حسب تفصیل گذشتہ ۵۸۹ھ) میں سلطان معزالدین سام جو شہاب الدین غوری مشہور ہے ہندوستان میں آیا اور حدود تھانیسر میں رائے مذکور سے جنگ کرکے فتحیاب ہوا۔ اور حضرت خواجہ اجمیر میں عزلت گزیں ہوئے۔"

بسال فتح دہلی یعنی ۵۸۹ھ میں آپ کے وارد اجمیر (ورود ہند بار سوئم و ورود اجمیر بار دوئم) ہونیکی تصدیق مندرجہ ذیل بیانات سے ہوتی ہے۔

* انڈیا آف اورنگ زیب کے صفحہ ۵ پر بحوالہ خلاصۃ التواریخ اس ورود کے متعلق جادو ناتھ سرکار نے حسب ذیل بیان دیا ہے:۔

"جب سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان[1] پر فتح حاصل کی اسوقت (۵۸۹ھ میں) خواجہ معین الدین چشتیؒ دہلی میں تشریف لائے۔ بعد ازاں سکون کی زندگی بسر کرنے کیلئے اجمیر تشریف لے گئے۔"

صاحب گلزار ابرار صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:۔

"جس سال اور مہینہ میں سلطان شہاب الدین محمد سام غوری کی ہیبت سے راجہ پتھورا نے ملک عدم کا راستہ لیا اور دارالسلطنت دہلی فتح ہوا۔ انہی ایام (۵۸۹ھ) میں خواجہ معین الاولیا والدین غزنین سے لاہور تشریف لائے اور لاہور سے دہلی آئے۔"

۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء آپ کے مکاشفہ کی صداقت اور پرتھوی راج کی گرفتاری

اجمیر سے پرتھوی راج تین لاکھ کا لشکر جرار لیکر ترائین پہونچا اسکے لشکر میں ڈیڑھ سو راجگان ہندوستان کی فوج بھی شامل تھی۔ راجہ کا لشکر دریائے سرستی[2] عبور کرکے ترادڑی (ترائین) کے میدان میں فرو کش ہوا۔ اور لاہور سے سلطان شہاب الدین غوری ایک لاکھ بیس ہزار

[1] ہندوستان یعنی شمالی ہند (دیکھو ہسٹری آف انڈیا از ایشوری پرشاد صفحہ ۲)

[2] (الف) سرستی ندی نواح تھانیسر میں ہے (دیکھو تاریخ آئینہ ہند صفحہ ۵۱)

(ب) سرستی ندی پانی پت کے قریب ہے۔ (دیکھو نقشہ ملکہ)

(بقول فرشتہ ایک لاکھ سات ہزار) کا لشکر ساتھ لیکر تراوڑی[1] (ترائن) کے قریب خیمہ زن ہوا۔ سورج نکلنے سے قبل معرکہ جدال و قتال گرم ہوا۔ پرتھوی راج نے کثرت کے زعم میں اپنی تمام فوج کو لڑائی میں جھونک دیا تھا مگر شہاب الدین غوری نے اپنی فوج کو چار دستوں میں تقسیم کرکے نوبت بہ نوبت لڑنے کا حکم دیا۔ دیر تک سخت معرکہ رہا۔ جب دوپہر ہوا تو رائے پرتھوی راج ایک سو راجگان اور مہاراجگان کو لیکر ایک درخت کے سایہ میں آیا۔ ان سب نے تلواروں کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر شدید قسمیں کھائیں اور ایک ایک پیالہ شربت کا پیا، پان کے بیڑے چبائے، تلسی کی پتی زبان پر رکھی، کیسر کے ٹیکے ماتھے پر لگائے اور میدان جنگ میں آئے۔ اُدھر شہاب الدین تازہ دم فوج کے دستے سے حملہ آور ہوا۔ آخر کار شہاب الدین غوری نے شام کے چار بجے کے قریب تراوڑی کا معرکہ سر کر لیا راۓ پتھورا اور چند دیگر راجگان کا غوریوں نے تعاقب کیا۔ کھانڈے[2] راؤ اور کچھ راجگان میدان جنگ میں مارے گئے۔ رائے پتھورا دریائے سرستی کے کنارہ گرفتار ہوا بعد ازاں قتل کیا گیا[3]۔ اس طرح حضرت خواجہ کے مکاشفہ کی صداقت عالم میں آشکارا ہو گئی اور آپ کی روحانی حکومت مسلمہ ہو کر سلطان الہند کا خطاب پایا۔

جنگ کے وقوع کا سنہ مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان کے حصہ اول میں ۵۸۷ھ کی جنگ کے سوا برس بعد بعض نے ڈیڑھ برس بعد اس جنگ کا واقع ہونا لکھا ہے۔ فرشتہ نے جلد اول کے صفحہ ۵۷ پر بہ سال دیگر یعنی ۵۸۸ھ میں اس جنگ کا ہونا لکھا ہے جامع التواریخ میں بھی یہی سال (۵۸۸ھ) لکھا ہے تاریخ راج پرستی ہند میں ۱۱۹۲ء مطابق سنہ ۱۲۴۹ مرقوم ہے۔ ایشوری پرشاد نے ہسٹری آف میڈیاول انڈیا کے صفحہ ۱۲۰ پر اس جنگ کا سنہ ۱۱۹۲ء میں

---

[1] (الف) تراوڑی کا پہلا نام ترائن ہے یہ تھانیسر سے سات کوس اور دہلی سے چالیس کوس پر دریائے سرستی کے کنارہ ہے (منتخب التواریخ صفحہ ۱۵) (ب) تراوڑی کا میدان تھانیسر اور کرنال کے درمیان دہلی سے چالیس کروہ پر ہے (دیکھو تاریخ ہندوستان حصہ اول صفحہ ۱۹۲ از مولوی ذکاء اللہ)

(ج) تھانیسر سے تراوڑی چودہ میل ہے (دیکھو صولت افغانی صفحہ ۱۰۱)

[2] بقول افاضات حمید صفحہ ۱۳۔۱۴ کھانڈے راؤ فرار ہو گیا بقول فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ مارا گیا۔

[3] دیکھو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ و تاریخ ہندوستان حصہ اول از مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۱۹۲-۱۹۰ و تاریخ تراب صفحہ ۱۲ وغیرہ

ہونا لکھا ہے۔ ارسڈن نے ہسٹری آف انڈیا کے صفحہ ۲۲۴ پر یہی سنہ لکھا ہے۔ تاریخ گلستان ہند کے صفحہ ۵۰ پر مرقوم ہے کہ سلطان شہاب الدین نے آٹھویں بار ۵۸۸ھ میں ہندوستان پر حملہ کر کے پتھورا کو جبکہ اسکی عمر ۴۹ سال کی تھی گرفتار کیا۔ مگر بقول مختصر تاریخ ہند از ڈبلوڈبلو ہنٹر سی۔ ایف ڈیلافس نے نظر ثانی شدہ ہسٹری آف انڈیا کے صفحہ ۹۵-۹۶ پر لکھا ہے کہ پہلی جنگ ترائین ۱۱۹۱ء میں ہوئی اس میں شہاب الدین زخمی ہوا اور اُسے شکست ہوئی مگر دو برس تک جنگ کی تیاری کر کے (۱۱۹۳ء میں) اس نے پھر ترائین میں پرتھوی راج سے لڑائی لڑی اس جنگ میں پرتھوی راج پکڑا گیا اور قتل ہوا۔ مختصر تاریخ اہل ہند (حصہ دوم صفحہ ۱۷) از ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر مترجمہ ایچ۔ آر۔ ولیم) میں مرقوم ہے کہ ۱۱۹۳ء (مطابق ۵۸۹ھ) میں افغانوں (لشکر شہاب الدین غوری) نے دوبارہ پنجاب پر یورش کی اس مرتبہ دہلی اور اجمیر کے راجہ پرتھی راج نے شکست کھائی اور مارا گیا اسکی دلاور رانی اس کے ساتھ ستی ہو گئی۔ دہلی پر تسلط کر کے محمد غوری اجمیر پر بڑھا۔ وی۔ اے اسمتھ نے ہسٹری آف انڈیا کے صفحہ ۱۱۳ پر دہلی کا ۱۱۹۳ء میں فتح ہونا لکھا ہے۔ مختصر سیر گلشن ہند کے صفحہ ۲۱ پر مرقوم ہے کہ شہاب الدین غوری نے بڑا لشکر جمع کر کے پرتھوی راج پر حملہ کیا۔ اُسنے تین ہزار ہاتھی تین لاکھ سوار اور بے شمار پیدل جمع کر کے شہاب الدین کا مقابلہ کیا مگر بادشاہ (شہاب الدین) نے پرتھوی راج کو شکست دیکر زندہ گرفتار کر لیا۔[۱] ان بیانات کے پیش نظر یہ جنگ ہمارے نزدیک ۱۱۹۳ء مطابق ۵۸۹ھ میں ہوئی۔

۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء

شہاب الدین کا اجمیر پہونچکر دربار خواجہ میں باریاب ہونا

پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد شہاب الدین قلعہ سرستی، ہانسی، سلانہ، کہرام تسخیر کرتا ہوا ۵۸۹ھ[۱] میں اجمیر پہونچا

---

[۱] ۱۱۹۳ء، ۲۵ ذی الحجہ ۵۸۸ھ سے شروع ہوتا ہے یعنی تاریخ ۲۵ ذی الحجہ ۵۸۸ھ یکم جنوری ۱۱۹۳ء تھی (دیکھو تقویم ہجری عیسوی مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی ایم اے) [۲] بعض نے ۵۸۸ھ لکھی ہے مگر ہمارے نزدیک ۵۸۹ھ کی روایت صحیح ہے (دیکھو تفصیل گزشتہ) [۳] اس موقعہ پر مولف مطالب رسول (ز زمانہ حال کے تذکرہ نویس) نے بلا ماخذ لکھا ہے کہ جب شہاب الدین غوری اجمیر میں داخل ہوا تو مغرب کا وقت تھا۔ غریب نواز نماز کیلئے مع اٹھارہ مقتدیوں کے کھڑے ہو چکے تھے۔ شہاب الدین غوری اور اُسکے لشکری جماعت میں شامل ہو گئے اور غریب نواز کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا بعد نماز شہاب الدین غوری نے شرف قدمبوسی حاصل کیا۔

یہاں اُسنے چند ہزار افراد کو جو اس سے مقابل ہوئے تہ تیغ کر کے اجمیر فتح کر لیا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ بعد ازاں یہاں اسلامی رسم و رواج اور قانون اسلام کا نفاذ کیا گیا۔ پرتھوی راج کے لڑکے گولا یا کو لا کو اس شرط پر کہ وہ فرمانبردار و مطیع رہے گا اور برابر خراج دیتا رہے گا اجمیر کا فرمانروا بنا دیا۔ بعد ازاں اجمیر سے دہلی آیا یہاں کا حاکم عجز و نیازی سے پیش آیا اور تحائف پیش کئے۔[۱]

دوران قیام اجمیر شہاب الدین غوری غریب نوازؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اسوقت قاضی حمید الدین ناگوریؒ بھی اجمیر میں موجود تھے۔[۲] اس ملاقات کے موقعہ پر غریب نوازؒ نے شہاب الدین غوری کو شرف مریدی سے سرفراز فرمایا۔[۳] اور ناطع شاہ (المعروف بہ ناتواں شاہ) سے ملنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسب الحکم شہاب الدین غوری ناطع شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُن کے ارشاد کے بموجب پیر ملک شاہ[الف] (جو ناطع شاہ کے چیلے تھے)

---

[۱] دیکھو فرشتہ مترجمہ بروکس جلد اول صفحہ ۱۷۸۔ تاج الماثر ترجمہ ایلیٹ جلد دوم صفحہ ۲۱۴۔ تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۲۹۵ از سوی ذکاء اللہ و نسخہ فارسی فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ [۲] دیکھو افاضات حمید صفحہ ۱۳-۱۴۰ [۳] دیکھو آتشکدۂ آزر صفحہ ۳۶۲

[الف] ہرنی بارہ کا چھوٹا بھائی اور ساوت پنوار کا پوتا سادھوؤں کے گروہ میں شامل ہو کر جہاں نوردی کرنے لگا تھا ایک مرتبہ جب وہ پیشکر ہو کر اجمیر آیا اسوقت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مع میران ناطع شاہ اجمیر پہونچ چکے تھے۔ وہ اجمیر میں میران ناطع شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میران صاحب نے اس کا حسب و نسب دریافت فرما کر اسے اپنا مرید کر لیا اسکا اسلامی نام پیر ملک شاہ چشتی رکھا گیا۔ (دیکھو افاضات حمید صفحہ ۶۰)

(ب) سلطان شمس الدین التمش سنہ ۶۲۳ھ میں اجمیر آیا اور بحکم غریب نوازؒ میران ناطع شاہ کا طالب ہوا۔ ایک روز اثنائے گفتگو میں جب سلطان نے ناطع شاہ سے فتح منڈور کے لئے دعا کی استدعا کی تو میران صاحب نے سلطان شمس الدین سے پیر ملک شاہ کا حال و حسب نسب اور ایذا رسانی پڑہاروں کا ذکر کیا۔ سلطان نے ملک شاہ کو ان کا آبائی مقام واپس دلانے کے واسطے عرض کیا مگر ملک شاہ صاحب نے مرشد سے عرض کیا کہ یہ خاکسار ملک کی خواہش نہیں رکھتا لیکن اپنے دشمنوں کی خرابی ضرور دیکھنا چاہتا ہے۔ اس خواہش پر میران صاحب نے شمس الدین التمش اور ملک شاہ کو منڈور پر یورش کرنے کی اجازت دی۔ پچیس[۲] دن تک محاصرہ کرنے کے بعد سلطان نے منڈور فتح کر لیا اور پرگنہ پالی پر قابض ہوا۔ بعد فتح سلطان نے اس پرگنہ کو ملک شاہ کی نذر کرنا چاہا مگر انھوں نے فرمایا یہ پالی تو میرے دادا مسمی ساوت پنوار کے برادر خورد بھوج نے پلی وال برہمن کو خیرات میں دی تھی اس لئے میں اسے واپس لینا نہیں چاہتا تھا مگر سلطان شمس الدین پرگنہ پالی ملک شاہ کے خلیفہ پیر فخر الملک شاہ کو جاگیر میں دیکر دہلی چلا گیا اور ملک شاہ پیر کی خدمت میں اجمیر واپس آگئے میران ناطع شاہ کے خلفاء میں اوّل خلیفہ ملک شاہ دوم شاہ غازی سوم عبد اللہ عربی چہارم مولانا شاہ محمدؒ تھے۔

شاہ محمدؒ صاحب کو بعد میں سلطان علاء الدین خلجی فاتح منڈور و جالور نے مروا ڈالا تھا۔ (دیکھو افاضات حمید صفحہ ۷۶-۷۷)

کا طالب ہوا۔ اس موقعہ پر سلطان شہاب الدین کے ہمراہ قنوج کا راجہ جے چند بھی تھا۔ یہ بھی پیر ملک شاہ کا کنٹھی بند چیلا ہو گیا۔ ناطع شاہ نے جے چند کو دعا دے کر ارشاد فرمایا کہ "تم نے ہماری کنٹھی نہیں باندھی بلکہ ہمارے گلے میں کنٹھی باندھی ہے۔ آئندہ ہماری اولاد (مریدین) تمہاری اولاد کیساتھ جان دے گی" راجہ جے چند نے میراں ناطع شاہ کی خدمت میں جاگیر کی سند پیش کی مگر میراں صاحب نے اسے نامنظور فرما کر دو گیروا چادریں پیش کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم راجہ نے دو چادریں میراں ناطع شاہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ آج سے تیس راٹھوروں کے گرو آپ ہوئے۔ بعد ازاں سلطان اور راجہ اجمیر سے رخصت ہو گئے[1]۔

جاسوسی کا الزام اور اسکی تردید

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ شہاب الدین غوری کے جاسوس کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے۔ مگر کسی تاریخ میں آپ کا شہاب الدین غوری کے کسی محکمہ میں ملازمت کرنا ہماری نظر سے نہیں گزرا اگر آپ شہاب الدین غوری کے جاسوس کے بطور تشریف لائے ہوتے تو بعد فتح بھی آپ شہاب الدین غوری کی طرف سے کسی عہدہ پر مامور ہوتے اور امیرانہ زندگی بسر کرتے علاوہ ازیں یہ ایک کھلی ہوئی قابل قبول بات ہے کہ ایک تارک الدنیا جو اپنا مال و زر خود خدا کی راہ میں لٹا کر فقر کے کوچہ میں آیا ہو وہ زر و مال اور حکومت حاصل کرنے کی کیا پرواہ کرے گا۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جنکی بناپر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ درویش فقیرانہ زندگی پر ہزار بار امیرانہ زندگی قربان کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی چشتی خاندان کے شیخ اعظم حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ (المشہور بہ ابراہیم ادہم) کا بخارا کی سلطنت کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی بسر[2] کرنا ہی ہمارا شاہد ثبوت ہے۔

بالفرض محال اگر آپ نے جاسوسی کی خدمت انجام بھی دی تب بھی آپ کے مذکورہ بالا استغنا اور ترک

---

[1] دیکھو افاضات حمید صفحہ ۔۔۔۔۔ قلمی نسخہ تاریخ درویش چاند شاہ یہ کتاب دفتر تاریخ راج مارواڑ میں موجود ہے

[2] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۶

دنیاوی زر و مال کے پیش نظر یہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے یہ خدمت کسی دنیاوی لالچ سے نہیں بلکہ فی سبیل اللہ جذبۂ جہاد اور خدمت اسلام سمجھکر انجام دی۔

زوج اول ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۴ء

ایک شب آپ نے (عالم رویا میں) رسول خدا (صلعم) کی زیارت کی۔ ارشاد فرمایا "اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنّت (سنّت زوج) ترک نہ کرنا چاہئے۔ اتفاقاً اسی شب ملک خطاب حاکم قلعہ بٹلی[1] جہاد میں ایک راجہ کی لڑکی کو گرفتار کرکے لائے تھے انھوں نے وہ لڑکی آپ کی نذر کی۔ آپ نے ان محترمہ کا نام امۃ اللہ رکھا اور بطور ملک الیمین[2] اپنے تصرف میں لائے[3]۔

زمانہ زوج کی تحقیق

حسب احسن السیر صفحہ ۱۵۹-۱۶۰ وغیرہ خواجہ فخر الدینؒ غریب نوازؒ کے خلف اکبر ہیں اور حسب سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۵-۱۳۶ و احسن السیر صفحہ ۱۵۹ سید محمدؒ گیسو دراز (جو نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے خلیفہ ہیں) کا مع ایک جماعت اسپر اتفاق ہے کہ غریب نوازؒ کے ہر سہ صاحبزادگان بی بی عصمت کے بطن سے ہیں اور بی بی حافظ جمال بی بی امۃ اللہ کے بطن سے ہیں۔ مگر مولانا شمس الدین طاہر[4] مع ایک جماعت کے ناقل ہیں کہ صرف شیخ ابو سعیدؒ بی بی عصمت اللہ کے بطن سے ہیں اور خواجہ فخر الدینؒ و حسام الدینؒ و بی بی حافظ جمال امۃ اللہ کے بطن سے ہیں۔ ہمیں بھی اسی سے اتفاق ہے بعض نے حضرت خواجہ فخر الدینؒ کا وصال غریب نوازؒ کے وصال کے بیس سال بعد ہونا لکھا ہے۔ صاحب احسن السیر نے بعمر ۶۳ سال ۶۵۳ھ میں خواجہ فخر الدینؒ کا وصال پانا لکھا ہے۔ صاحب تذکرۃ الاولیائے ہند نے صفحہ ۱۹ پر آپ کی عمر ۶۰ سال لکھی ہے۔ صاحب مسالک السالکین نے جلد دوم کے صفحہ ۲۹۱ و گلزار ابرار نے صفحہ ۳۲ پر ۶۶۱ھ میں آپ کا وصال پانا لکھا ہے مگر کوئی عمر نہیں لکھی۔ مگر مراۃ الانساب کے صفحہ ۱۶ پر آپ کا بعمر

---

[1] سیر الاقطاب (صفحہ ۱۳۵) میں بٹیل لکھا ہے۔ خزینۃ الاصفیا (صفحہ ۲۶۲) میں قلعہ بٹیلی لکھا ہے۔ بعض نے بٹیلی کو بٹیل یا تیلی تصور کرکے تارہ گڑھ لکھا ہے۔ [2] بطور مال غنیمت اپنے تصرف میں لائے۔ [3] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۰ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۳ وغیرہ۔

[4]۔ حضرت مولانا شمس الدین طاہر کی عمر ایک سو پچاس سال کی ہوئی یہ حضرت بایزید کے خلیفہ ہیں اور حضرت بایزید غریب نوازؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ (دیکھو سیر العارفین صفحہ ۱۵)

۷۰ سال ۶۶۱ھ میں وصال پانا مرقوم ہے۔ ہمیں بھی اسی سے اتفاق ہے پس اس سنہ وفات اور عمر کے پیش نظر خواجہ فخر الدینؒ کا سنہ ولادت ۵۹۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

چونکہ حسب تفصیل گذشتہ بی بی امۃ اللہ (جو راجہ کی لڑکی تھیں) اسلامی فتوحات کے موقعہ پر گرفتار ہو کر آئی تھیں اور حسب تفصیل گذشتہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ ۵۸۹ھ سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ رشتۂ زوج ۵۸۹ھ اور ۵۹۱ھ (سال ولادت خواجہ فخر الدینؒ) کے درمیان ہوا اگر ہمارے نزدیک ۵۹۰ھ قابل ترجیح ہے۔

چونکہ بقول سیر العارفین (صفحہ ۱۶) بی بی عصمت کیساتھ غریب نوازؒ نے وصال سے سات سال قبل (۶۲۰ھ میں) نکاح کیا اس لئے بی بی امۃ اللہ کے ساتھ رشتہ ہونیکا یہی زمانہ (درمیان ۵۸۹ھ یا ۵۹۰ھ) ہے اور خواجہ فخر الدینؒ جو غریب نوازؒ کے خلف اکبر ہیں انہیں کے بطن سے ہیں بس ان امور کے خلاف جو روایات ہیں ہمیں اُن سے اتفاق نہیں ہے۔

۵۹۵ھ	۶۰۲ھ
۱۲۰۰ء	۱۲۰۵ء

ہندوستان سے سفر بغداد و واپسی اجمیر براہ بلخ۔ غزنین۔ لاہور۔ دہلی (ورود ہند بار چہارم و ورود اجمیر بار سوم)

آپ اپنے پیر بھائی قاضی قدوۃ الدین عرف قاضی قدوۃ[1] کو اودھ میں سکونت پذیر ہونے کا مشورہ دینے کے بعد مسافت بغداد و واپسی کے پیش نظر غالباً ۵۹۵ھ میں اجمیر سے بغداد تشریف لے گئے۔ گمان غالب ہے کہ یہ سفر آپ کا پیر و مرشد کی زیارت کرنے کے لیے تھا۔

بغداد سے روانہ ہو کر آپ وارد بلخ ہوئے یہاں آپ احمد خضریہ کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ اس وقت بلخ میں مولانا ضیاء الدین حکیم[2] ایک فاضل حکیم تھے۔ علوم و فلسفہ میں پوری مہارت رکھتے تھے۔

---

[1] جب قاضی قدوۃ ۵۹۲ھ میں داخل ہندوستان ہوئے تو غریب نوازؒ کے ایماء سے اودھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ (دیکھو رسالہ قلمی حالات قاضی قدوۃ مؤلفہ عبدالرحمٰن صاحب قدوائی ساکن بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی)

[2] گلزار ابرار کے صفحہ ۲۶ پر ان کا نام ضیاء الدین حامد لکھا ہے۔ دوسرے تذکروں میں صرف ضیاء الدین ہے۔

لیکن انہیں مشائخ سے عقیدہ نہ تھا۔ بلخ کے قریب موضع زینا میں ان کا ایک باغ اور مدرسہ تھا یہاں یہ علوم و حکمت و فلسفہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔[1]

سیاحت میں تیر و کمان چقماق اور نمکدان غریب نوازؒ کے پاس رہا کرتا تھا۔ جب بیابان اور غیر آباد مقام میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا تھا اور افطار کے واسطے کچھ بہم نہ پہنچتا تو آپ طیور کا شکار کرکے روزہ افطار فرماتے تھے۔ ایک دن آپ کا گذر مولانا ضیاالدین کے باغ میں ہوا اُس روز آپ نے ایک کلنگ شکار کیا تھا۔ خادم اُسکے کباب تیار کر رہا تھا اور آپ نماز میں مشغول تھے کہ مولانا ضیاالدین آگئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کو سلام کرکے مؤدب بیٹھ گئے۔ اتنے میں خادم کباب تیار کرکے لایا۔ آپ نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہکر ایک ران کلنگ کی مولانا کو عنایت فرمائی اور دوسری ران سے کسی قدر خود تناول فرمایا۔ کباب کا کھانا تھا کہ مولانا کے دل سے ظلمتِ انکاری اور زنگ فلسفہ دور ہوگیا، اسرار الٰہی منکشف ہوئے، اور یکایک بے ہوش ہوگئے۔ آپ نے اپنے پس خوردہ میں سے کسی قدر مولانا کے منہ میں ڈالا تو ان کو ہوش آگیا تائب ہوئے، اور فلسفہ کی تمام کتابیں پانی میں غرق کرادیں معہ اپنے تلامذہ کے آپ کے مرید ہوئے اور آپ کی خدمت و صحبت اختیار کی۔ جب آپ کی شہرت ہوئی اور لوگوں نے ہجوم کیا تو آپ نے مولانا کو خرقہ خلافت عطا فرماکر وہاں چھوڑا اور خود سفر اختیار کیا۔[2]

بلخ سے براہ غزنین و لاہور و دہلی ورود اجمیر بسنہ ۶۰۲ھ سنہ ۵۸۷ھ	اس ورود کے متعلق صاحب سیر العارفین کا صفحہ ۱۲ پر حسب ذیل بیان ہے۔

عبارت فارسی سیر العارفین صفحہ ۱۲	ترجمہ اردو
"خود عزیمت بجانب غزنین فرمود حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد قدس سرہٗ پیر حضرت نظام الدین	"(بعدہٗ حضرت خواجہؒ) خود غزنین کی طرف متوجہ ہوئے حضرت نظام الدین ابوالموائد کے مرشد شمس العارفین شیخ عبدالواحد

[1] دیکھو گلزار ابرار صفحہ ۳۵ [2] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۷ و وقایع شاہ معین الدین چشتی صفحہ ۱۲ و احسن السیر صفحہ ۱۲۰-۱۲۱ و گلزار ابرار صفحہ ۳۵ اور سیر العارفین صفحہ ۱۱-۱۲ وغیرہ

ابوالموید قدس سرہ است آنجا بود و از دریافت و از ان
جا بخطۂ لاہور رسید۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ پیر علی
ہجویری قدس سرہ کہ الفقر عندی من لا قلب
لہ و لا سبب لہ قول اوست۔ ہم دراں سال
از دار فنا رحلت نمودہ بود و لیکن حضرت شیخ المشائخ
حسین زنجانی کہ پیر حضرت سعدالدین حمید (بقول
دیگر حمویہ) قدس سرہ است در قید حیات بود۔ میان
حضرت زبدۃ المشائخ والاولیا معین الحق والدین
قدس سرہ و شیخ المشائخ والاولیا شیخ حسین زنجانی
قدس سرہ محبتے و اتحاد فوق الحد واقع شد۔ مگر ہم دراں

وہاں موجود تھے۔ اُن سے ملاقات کی اور وہاں
سے لاہور تشریف لائے اور حضرت شیخ المشائخ
پیر علی ہجویری جن کا مقولہ ہے "الفقر عندی
من لا قلب لہ و لا سبب لہ" کا اسی
سال (اس زمانہ میں) انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن
حضرت شیخ حسین زنجانی (یہ وہ حسین زنجانی
نہیں ہیں جو پیر علی ہجویری کے پیر بھائی تھے،
جو حضرت سعدالدین حمید کے پیر ہیں۔ حیات
تھے اُن سے اور حضرت خواجہ سے) بہت
دوستی اور محبت ہو گئی۔ مگر ان

۱۔ بقول تذکرۃ الاولیائے ہند آپ بار دیگر وارد بلخ ہونیکے بعد براہ کوہستان افاغنہ غزنین ہوتے ہوئے لاہور آئے۔ ۲۔ پیر علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کا وصال ۴۶۵ھ یا ۴۶۵ھ میں ہوا مزار شریف لاہور میں ہے۔ (دیکھو اردو ترجمہ المعروف فقر نامہ مع سوانح عمری صفحہ۱۱. خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۳۴-۲۳۵ ۳۔ غالباً بجائے زماں کے ہم اُسال لکھا گیا ہے۔ ۴۔ (الف) سیر العارفین کے فارسی نسخہ میں صفحہ ۱۲ پر سعدالدین حمید لکھا ہے مگر ترجمہ سیر العارفین وغیرہ میں سعدالدین حمویہ لکھا ہے (ب) حسب لٹریری ہسٹری آف پرشیا (مؤلفہ ڈاکٹر براؤن صفحہ ۴۹۵) شیخ سعدالدین حمویہ کا وصال ۶۵۰ھ میں بعمر ۶۳ سال ہوا اس حساب سے ولادت ۵۸۷ھ میں ہوئی۔ (ج) صاحب انوار العارفین (صفحہ ۲۶۵) اور نفحات الانس (صفحہ ۲۶۹) نے شیخ نجم الدین کبریٰ کے حالات میں شیخ سعدالدین حمویہ کو شیخ نجم الدین کبریٰ کا مرید لکھا ہے مگر صاحب گلزار ابرار (صفحہ ۲۵) نے سعدالدین حمویہ کا شیخ نجم الدین کبریٰ سے مرید ہونا اور شیخ حسین زنجانی سے فیض یافتہ ہونا لکھا ہے نیز انہی حسین زنجانی سے حضرت خواجہ کی لاہور میں ملاقات ہونا لکھا ہے
(د) خواجہ فخرالدین زنجانی کے پیر ارشاد شیخ سعدالدین حمویہ کو ہر دو بزرگوار در لاہور آسودہ اند" (مآثر الکرام دفتر اول صفحہ ۶)
(ہ) شاہ حسین زنجانی ۵۹۰ھ (بقول دیگر ۶۰۰ھ) میں حضرت صدر دیوان صاحب (سید یعقوب) کے ہمراہ وارد لاہور ہوئے ان کی وفات ۶۰۰ھ میں ہوئی (دیکھو تحقیقات چشتی صفحہ ۲۶۳-۲۶۴، ۲۷۰)

۵۔ شیخ حسین زنجانی فراواں آگاہی داشت خواجہ معین الدین در لاہور بصحبت او رسید و خواب گاہ او آنجاست (قلمی نسخہ دوازدہ صوبہ ورق ۹۶ مرتبہ ابوالفضل) ۶۔ فقر نامہ الموسوم بہ کشف الاسرار مع سوانح عمری (صفحہ ۱۶) شیخ حسین زنجانی (جو شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش کے پیر بھائی تھے) کا وصال ۴۳۱ھ میں ہوا یعنی سعدالدین حمویہ کی ولادت سے ۱۵۶ سال قبل اور غریب نواز کی ولادت (۵۳۷ھ) سے ۹۹ سال پہلے ہو چکا تھا ایں وجہ شیخ سعدالدین حمویہ کا ان سید حسین سے مرید ہونا اور غریب نواز کی ان سے ملاقات ہونا ناممکن ہے۔

ایام سلطان معزالدین محمد سام طاب ثراہ دہلی را
فتح نمودہ بود و سلطان قطب الدین ایبک خاصہ
غلام او بود در دار الخلافت دہلی گذاشتہ در طرف
غزنین روان شدہ بود در اثنائے راہ برحمت
حق پیوست. حضرت زبدۃ المشائخ معین الحق
والدین قدس سرہٗ از شیخ حسین زنجانی رخصت
گرفتہ متوجہ بسمت دار الخلافت دہلی گشت چوں
دراں بقعہ ہمایوں رسیدند چند ماہ آرمیدہ و طاق
متبرکہ در آنجا بود کہ قبر شیخ رشید مکی الآں انجاست
ہنوز از آثار مسجد و محرابے بپا است چوں ہجوم خاص و عام
بدیشاں زیارت گشت از دہلی بجانب خطۂ اجمیر متوجہ
گشت آں مقام فرجام اگرچہ رونق اسلام یافتہ بود

ان ہی دنوں میں معزالدین[1] سام دہلی فتح کرکے اور
اپنے خاص غلام قطب الدین ایبک کو دارالخلافت دہلی
میں چھوڑ کر غزنین کی طرف روانہ ہوا کہ راستہ میں
انتقال ہوگیا. زبدۃ المشائخ معین الحق والدینؒ
شیخ حسین زنجانی سے رخصت ہوکر دارالخلافت دہلی
کی طرف متوجہ ہوئے. جب اس مبارک مقام پر
پہنچے چند ماہ قیام فرمایا. حضرت خواجہ کا طاق
متبرکہ اس مقام پر تھا جہاں شیخ رشید مکی کی
قبر ہے اور آجتک اس زمانہ کی نشانیوں میں سے
اگلی مسجد کی محراب ابتک قایم ہے جب دہلی میں ہجوم خاص
عام ہوا تو آپ دہلی سے اجمیر کے خطہ کی طرف متوجہ
ہوئے اگرچہ اس زمانہ میں رونق[2] اسلام اجمیر میں شروع

---

[1] سلطان معزالدین سام ۵۸۸ھ (حسب تفصیل گذشتہ ۵۸۹ھ) میں دہلی و اجمیر فتح کرنے کے بعد کئی مرتبہ
ہندوستان سے غزنین گیا اور اس زمانے میں خوارزم شاہ وغیرہ سے برسرپیکار رہا. بعد فتح دہلی غزنین سے اول
مرتبہ ۵۸۹ھ میں ہندوستان آکر قادر کول قنوج اور اٹاوہ وغیرہ فتح کرکے پھر واپس غزنین چلا گیا بعدہٗ ۵۹۲ھ میں غزنین
سے ہندوستان آکر بیانہ فتح کرکے غزنین واپس چلا گیا وہ ۵۹۹ھ میں طوس و سرخس میں تھا اور ۶۰۱ھ
میں خوارزم (خیوا) فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا بعدازاں اسی سنہ میں غزنین سے ملتان آکر ایک پر فتحیاب
ہوا اور اس کو قید کرلیا پھر واپس غزنین چلا گیا ازاں بعد قوم ککران کو سزا دینے کے لئے پھر ہندوستان
آیا ان کی گوشمالی کرکے ۶۰۲ھ میں لاہور سے غزنین جاتے ہوئے شہید ہوا- (دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۰-۵۸
و تاریخ تراب صفحہ ۱۲۰-۱۲۴)

[2] اس سے ثابت ہے کہ غریب نوازؒ کے اس ورود کے وقت اجمیر میں رونق اسلام شروع ہوگئی تھی یعنی
اسلامی دور کا ابتدائی زمانہ تھا.

تاما غلبۂ کفار نگونسار مقدار یک فرسنگ بر جا بود حضرت سلطان قطب الدین ایبک طاب ثراہ خدمت سید السادات حسین مشہدی را دراں مقام فرجام بعد روانگی گذاشتہ بود کہ در تبلی آسودہ اند شہید شدند. سید مذکور دولت اقدام ونعمت صحبت مستدام ایشاں را غنیمت شمرد بیشتر کفار نابدار ازاں دیار برکت آثار آں زبدۃ الاسرار بشرف ایمان مشرف شدند۔

ہو گئی تھی لیکن غلبہ کفار نگونسار کا ہر جگہ ایک ایک فرسنگ پر تھا. حضرت قطب الدین ایبک نے سید السادات میر سید حسین مشہدی کو وہاں کا داروغہ کر دیا تھا۔ ان کا مزار تبلی (تاراگڈھ) میں ہے. یہ شہید ہوئے ہیں سید موصوف نے آپ (غریب نوازؒ) کی صحبت کو غنیمت تصور کیا اس دیار کے بہت سے مشہور کفار ان زبدۃ الاسرار کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوگئے

اس ورود (ورود ہند بار چہارم وورود اجمیر بار سوم) کے متعلق تحقیق سیر العارفین کی مندرجہ بالا ورود ہند کی روایت زمانۂ ورود سے متعلق

تین چیزیں ہیں اوّل یہ کہ بزمانہ ورود شہاب الدین غوری دہلی فتح کر چکا تھا دوم بوقت ورود اجمیر سید حسین مشہدی اجمیر کے داروغہ تھے سوم بزمانہ ورود شہاب الدین غوری ہندوستان سے غزنین جاتے ہوئے راستہ میں شہید ہوا. چونکہ حسب فرشتہ (جلد اول صفحہ ۵۹-۶۰) شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ (بقول دیگر ۵۸۹ھ) میں فتحیاب ہو کر دہلی تسخیر کی. اسلئے یہ ورود ہند وورود ۵۹۱ھ اور ۵۸۶ھ (جنکی تفصیلات پیچھے آچکی ہیں) کے بعد کا ورود ہے اور چونکہ حسب فرشتہ (جلد اول صفحہ ۵۸) وکتاب اجمیر (از ہربلاس سارڈا صفحہ ۱۴۴) وغیرہ ۵۸۸ھ (بقول دیگر ۵۸۹ھ) میں شہاب الدین اجمیر فتح کر کے پرتھوی راج کے بیٹے گوندراج کو اپنا باجگذار اجمیر کا راجہ بنا کر خود غزنین چلا گیا گوندراج سے اسکے چچا ہری راج نے حملہ کر کے اجمیر لے لیا. مگر قطب الدین ایبک نے اس سے اجمیر واپس لے لیا اور گوندراج کو پھر اجمیر دے دیا لیکن اس مرتبہ ۵۹۱ھ میں ایک مسلمان گورنر (داروغہ یا قلعدار) اسکی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا" اس لئے غریب نواز کا یہ ورود ۵۹۱ھ کے بعد کا ہے جبکہ غریب نوازؒ حسب تفصیل گذشتہ ۵۸۹ھ میں بار سوم وارد ہند ہو چکے تھے اور ۵۹۱ھ میں مسلمان حاکم (غالباً سید حسین) کا تقرر ہو چکا تھا. لیکن چونکہ صاحب سیر العارفین نے اپنی روایت میں بسال وفات شہاب الدین غوری (۶۰۲ھ) غریب نوازؒ کا لاہور سے دہلی آنا بعد ازاں اجمیر آنا لکھا ہے اس لئے یقیناً اس ورود ہند کا یہی سنہ ہے۔

اس سند درود کی تائید صاحب گلزار ابرار (صفحہ ۲۹) کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ہوتی ہے:۔

"کہتے ہیں کہ جس سال معزالدین سام نے دہلی فتح کر کے قطب الدین ایبک کے سپرد کی اور ہنگام واپسی غزنین راستہ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اس سال خواجہ (غریب نوازؒ) کے قدوم مبارک سے خاک دہلی نے شرف حاصل کیا۔ کیونکہ یہاں لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہوئی اور یہ ہجوم آپ کو پسند نہ آیا لہٰذا آپ نے اجمیر کی طرف عزم فرمایا۔ حاکم وقت نے سید حسین مشہدی کو اجمیر کا فوجدار مقرر کر کے حضرت خواجہؒ کے ہم رکاب (بقول سیر العارفین یہ غریب نوازؒ کے اجمیر پہنچنے پر وہاں موجود تھے) روانہ کیا فوجدار کمال دلاوری اور شجاعت کام میں لایا جسکے سبب سے بعض اہل زمین مسلمان اور بعض مطیع اسلام ہوئے بالآخر فوجدار نے شربت شہادت پیا اور وہیں ایک پہاڑ پر ہمیشہ کے واسطے جا سویا"

سنہ ۶۱۰ھ مطابق ۱۲۱۳ء

سید حسین مشہدی کو دفن کرنے کے متعلق تحقیق

پرانی کتابوں میں صرف سید حسین مشہدی کا شہید ہونا لکھا ہے۔ نہ ان میں کہیں شب خون کا ذکر ہے نہ حضرت خواجہ کا سید حسین اور شہدائے تارا گڈھ کو دفن کرنے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں:۔

صفحہ ۱۳ "حضرت سلطان قطب الدین نے سید السادات[1] حسین مشہدی کو اس مقام (اجمیر) فرجام کا داروغہ کر دیا تھا۔ ان کا مزار تنکلی[2] (تارا گڈھ) پر ہے اور یہ شہید ہوگئے[3] ہیں"

حاشیہ (الف) حسب کتاب تاریخ اجمیر از مہاراج کشن قطب الدین ایبک کی طرف سے ۵۹۰ھ میں سید حسین اجمیر کے قلعدار ہوئے۔ جو ۶۰۹ھ میں راجپوتوں کے ہاتھ سے شب خون میں شہید ہوئے (ب) سید حسین از سادات مشہد مقدس بود، بنیت شہادت ہمراہ سلطان معزالدین سام در ہند تشریف آورد، واز پیشگاہ سلطان قطب الدین ایبک بحکومت اجمیر مامور شد، و فیض کامل از پیشگاہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حاصل نمود و آخر بدست کفار اجمیر در قلعہ تنبلی (تارا گڈھ) شربت شہادت چشید۔ (گنجینۂ سروری صفحہ ۱۲۲)

(ج) فرشتہ (جلد دوم صفحہ ۴۳ء) کا بیان ہے:۔ "سید السادات سید حسین (غالباً بوجہ کتابت کی وجہ سے بجائے حسین کے حسی لکھا گیا) مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو صوفی مذہب تھے اور حلیہ تقویٰ و اصلاح سے آراستہ تھے اولیاء اللہ کی ملک میں انتظام رکھتے تھے اور سلطان قطب الدین ایبک نے ان کو اس شہر (اجمیر) کا داروغہ کیا تھا" دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔ "سید وجیہ الدین مشہدی المعروف بہ خنگ سوار جو سید حسین مشہدی داروغہ اجمیر کے عم تھے"

حاشیہ ۳ (الف) بقول صاحب گلزار ابرار (صفحہ ۲۹ ۲۵۰) و مفتاح التواریخ (صفحہ ۵۰) سید حسین کا مزار اجمیر میں پہاڑ (تارا گڈھ) پر ہے اور اکبرنامہ (جلد ثانی صفحہ ۱۵۴) میں مرقوم ہے:۔ "روز دیگر بتماشائے قلعہ اجمیر (تارا گڈھ) کہ برکوہ واقعہ است (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

پھر صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں :۔ سید وجیہہ الدین محمد مشہدی جو سید حسین مشہدی کے عم تھے کہ ان (سید حسین) کا مزار تبلی (تاراگڈھ) پر ہے اور شہید ہوئے ہیں اس خطّہ (اجمیر) کے داروغہ تھے :۔

مگر زمانہ حال کے تذکروں (احسن السیر و افاضات حمید وغیرہ) میں سید حسین خنگ سوار کا ۵۹۲ھ بقول دیگر ۵۹۷ھ یا ۵۹۸ھ میں بموقعہ شب خون شہید ہونا اور غریب نوازؒ کا ان کو دفن کرنا لکھا ہے چنانچہ صاحب احسن السیر صفحہ ۱۲۲۔۱۲۳ پر بلا ماخذ لکھتے ہیں :۔

"آخر ایام سلطنت قطب الدین ایبک میں ہنود اس دیار (اجمیر) کے عداوت قلبی سید حسین خنگ سوار سے بسبب ترقی روز افزوں اسلام کے رکھنے لگے۔ جب خبر فوت ہونے قطب الدین ایبک کی شہر میں مشہور ہوئی اسوقت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۲ سابقہ) متوجہ شدند۔ دراں حال مقام بزیارت سید حسین خنگ سوار کہ در زبان عوام از اولاد امام زین العابدین است پرداختہ تبرک جستند و تحقیق آنست کہ سید از ملازماں شہاب الدین غوریست وہنگام کہ فتح ہندوستان کردہ مراجعت نمودہ او را بشقہ داری اجمیر گذاشت و او آنجا تقدجات سپرد و برد۔ بجوم عوام بولایت مشہور گشت و تربتش مطاف عالمیان شد"۔

(ب) اہل تاراگڈھ اس مزار (جو مرجع خلائق ہے) کو میراں حسین اصغر کا مزار بتاتے ہیں۔ بعض حال کے تذکروں میں بحوالہ رسالہ مجاہد الکفار و حمایت اسلام یا تاریخ سہل سیر (جن میں سے کوئی ایک بھی ہندوستان کے کسی بڑے کتب خانہ میں دستیاب نہیں ہے۔) محمود غزنوی کی طرف سے یا اسکے زمانہ میں میراں سید حسین اصغر کا سنہ ۴۱۰ھ یا ۴۱۱ھ میں لشکر کشی کرکے تاراگڈھ پر شہید ہونا لکھا ہے مگر کسی پرانی کتاب سے اسکی تصدیق نہیں ہوئی۔ اس زمانہ (۴۰۱ھ لغایۃ ۴۰۵ھ) کے جو واقعات "غزا نامہ مسعود" میں بحوالہ تاریخ محمودی وغیرہ لکھتے ہیں ان میں اگرچہ ۴۰۳ھ میں مظفر خاں کا قلعہ اجمیر میں پناہ گزیں ہونے کے بعد شتر سوار بھیجکر محمود غزنوی کی کمک طلب کرنا اور بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۴۰۴ھ میں بحکم محمود غزنوی سید سالار ساہو (جو سید سالار مسعود غازی (جنکا مزار بہرائچ میں ہے) کے والد ہیں) کا بجانب محمود غزنوی لشکر جرار لیکر اجمیر پہونچنا اور فتحیاب ہونا لکھا ہے اور ۴۰۴ھ میں سالار مسعود غازی کی والدہ کا حاملہ ہو کر ۴۰۵ھ میں بمقام اجمیر سالار مسعود غازی کی ولادت اور دیگر واقعات کا ظہور پذیر ہونا بہت تفصیل (جو آگے آئیگی) سے لکھا ہے مگر ان میں کہیں میراں حسین اصغر کا نام نہیں ہے۔ محمود غزنوی نے جو حملے ۳۹۱ھ وغیرہ میں ہندوستان پر کئے ہیں ان میں سے بھی کسی میں فرشتہ اور روضۃ الصفا وغیرہ نے کہیں سید حسین کے کسی حملہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ (ج) مزار تاراگڈھ پر ہے اور اسکے متعلق اکبر اور مرہٹوں کے زمانہ کی تعمیر کی ہوئی متعدد عمارات ایک وسیع احاطہ میں واقع ہیں۔ ۳؎ بقول بلیس ڈکشنری (۱۸۵۸) سید حسین شہید نہیں ہوئے بلکہ انکی وفات ہوئی مگر حسب اقتباس الانوار صفحہ ۴۰ ترجمہ مطلع العلوم صفحہ ۱۳۲ وغیرہ سید حسین کی شہادت ہوئی۔

رائے پتھورا کے علاقہ داران نے ایک جماعت کثیر کو اپنے ساتھ لیکر ارادہ شبخون کا کیا۔ آپ (سید حسین) جماعت قلیل کیساتھ اس رات قلعہ پر تشریف رکھتے تھے اور لشکر کے آدمی اکثر پرگنوں میں واسطے تحصیل زر شاہی کے متفرق تھے۔ الغرض وقت شب تاریخ سترہویں رجب کو سنہ ہجری پانچسو اٹھانوے تھے کمند کی راہ ہزارہا گمراہ قلعہ میں اترے اور شبخون کیا حضرت امیر سید حسین کہ اس مکر سے محض بے خبر تھے معہ جماعت مسلمین شہید ہوئے۔ مگر کفار بھی آپ کے اور مردان موجودہ کے ہاتھ سے اسقدر مارے گئے تھے کہ خون کا نالہ قلعہ تار اگڈھ پر بہنے لگا تھا تاریخ شہادت حضرت ممدوح کی "ماہتاب ملک ہند" ہے حضرت خواجہ بزرگ کو اس واقعہ کی پہلے ہی خبر تھی وقت صبح معہ اپنے مریدوں اور خادموں کے قلعہ پر تشریف لیجاکر سید حسین اور اُن کے ہمراہیوں کو جو شہید ہوئے تھے دفن کیا۔"

شب خون کے سنہ وغیرہ کے متعلق تحقیق

صاحب احسن السیر (صفحہ ۱۲۲) وغیرہ نے ۵۹۸ھ میں شب خون کا واقعہ ہونا لکھا ہے مگر صاحب افاضات حمید (صفحہ ۱۲) وغیرہ نے سال شب خون ۵۹۲ھ لکھا ہے۔ بقول صاحب احسن السیر شب خون کے موقعہ پر سلطان قطب الدین ایبک کی خبر وفات مشہور ہوئی۔ بقول فرشتہ (جلد اول صفحہ ۶۳) سلطان موصوف کا انتقال لاہور میں چوگان بازی کرتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ۶۰۷ھ میں ہوا ہے۔ اسلئے ۵۹۲ھ یا ۵۹۸ھ میں قطب الدین کی خبر وفات کا مشہور ہونا مطابق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ متفقہ ہے کہ سید حسین مشہدی شہید ہوئے اور حسب تذکرۃ العابدین (صفحہ ۲۹) و خزینۃ الاصفیا (جلد اول صفحہ ۲۵۵) سید حسین ۶۱۰ھ میں شہید ہوئے ہیں بایں وجہ بھی شب خون کا ۵۹۲ھ یا ۵۹۸ھ میں واقع ہونا صحیح نہیں۔ نیز ہمارے نزدیک چونکہ غریب نوازؒ ۶۱۰ھ میں سفر خراساں (جسکی تشریح آگے ہے) پر گئے ہوئے تھے اس لئے یہ بھی صحیح نہیں کہ غریب نوازؒ نے سید حسین اور شہدائے تار اگڈھ کو دفن کیا۔ البتہ یہ قرین قیاس ہے کہ ۶۱۰ھ میں راجپوتوں نے حضرت سید حسین کو رات کے وقت شہید کیا مگر اس واقعہ کے ساتھ ۵۹۲ھ یا ۵۹۸ھ لکھنا اور یہ بیان کرنا کہ غریب نوازؒ نے سید حسین اور شہدائے تار اگڈھ کو دفن کیا، الحاقی ہے۔

آخر ۶۱۰ھ یا شروع ۶۱۱ھ
۱۲۱۳ء ۱۲۱۴ء
سفر خراسان سے واپسی اجمیر یعنی ورود ہند بار پنجم (ورود اجمیر بار چہارم)

صاحب سیر العارفین (صفحہ ۱۹) فرشتہ (جلد دوم صفحہ ۵۰۶، ۵۰۷) سیر الاقطاب (صفحہ ۱۴۹) خزینۃ الاصفیا (جلد اول صفحہ ۲۶۷) گلزار ابرار (صفحہ ۴۰) جواہر فریدی (صفحہ ۱۶۳) مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۹۶) اور دوسرے تذکروں میں یہ روایت ہے:- "جب حضرت جلال الدین تبریزیؒ باردوم خراسان سے بغداد آئے تو اُن کے اور خواجہ قطب صاحبؒ کے درمیان نہایت اتحاد اور محبت ہو گئی تھی۔ اس اثنا میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ خراسان سے ہندوستان تشریف لے گئے ہیں اور دہلی میں رونق افروز ہیں۔ قطب صاحبؒ اپنے پیر و مرشد کے اشتیاق ملاقات میں نہایت بیقرار ہو گئے اور وہاں (بغداد) سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ بوجہ فرط محبت قطب صاحبؒ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ دونوں حضرات ملتان پہونچکر حضرت ذکریا ملتانیؒ کی صحبت میں چند روز رہے انہی دنوں کفار مغلوں (بقول فرشتہ ترکان خطا و ختن) کا لشکر ملتان میں پہونچا اور قلعہ ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان ناصر الدین قباچہ بیگ حاکم ملتان نے قطب صاحبؒ سے ہمت و استعانت (باطنی) چاہی۔ قطب صاحبؒ نے سلطان موصوف کو ایک تیر عنایت کر کے فرمایا: "اسکو شام کے وقت کمان کے چلہ میں جوڑ کر غنیم کی طرف پھینکدینا"۔ سلطان موصوف نے ایسا ہی کیا۔ اسی شب مغلوں کا لشکر فرار ہو گیا۔"

۱۔ حسب تفصیل گذشتہ قطب صاحبؒ باراول ۵۸۶ھ میں غریب نوازؒ کے ہمراہ وارد اجمیر ہو چکنے کے بعد بقول مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷) سلطان شہاب الدین کے عہد آخر یا قطب الدین ایبک کے عہد اوائل میں اپنی والدہ کے پاس اوش (مقام موضع بغداد) تشریف لے گئے وہاں سے وارد بغداد ہوئے اور جب کفار مغلوں کے لشکر نے بزمانہ قباچہ بیگ (۶۱۱ھ) ملتان کا محاصرہ کیا اسوقت بغداد سے پیر و مرشد کے اشتیاق ملاقات میں پھر ہندوستان آئے۔ غریب نوازؒ کے اس ورود ہند کے موقعہ پر قطب صاحبؒ کے ہمراہ ہونے سے ثابت ہے کہ یہ (ورود پنجم) اگلی ورود کا موقع نہیں ہے جیسی حسب دلیل العارفین (صفحہ ۵۴) حسب تفصیل گذشتہ قطب صاحبؒ غریب نوازؒ کے ہمراہ تھے۔ بلکہ یہ کسی دوسرے وقت وارد ہند (ورود ہند بار پنجم) ہونے کا موقعہ ہے۔

۲۔ دیکھو فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۰۷۔ ۳۔ (الف) دیکھو ملفوظات خواجگان چشت صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ مسلم پریس دہلی و راحت القلوب صفحہ ۲۶ و سیر الاولیا صفحہ ۵۰ (ب) صاحب سیر الاولیا نے بھی اس روایت کا ایک حصہ لکھا ہے۔
(ج) روایت سے ظاہر ہے کہ خواجہ قطب صاحبؒ ملتان کے محاصرہ کے وقت ملتان میں تشریف فرما تھے اور غریب نوازؒ اسی زمانہ میں محاصرہ سے قبل دہلی میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔

سفرِ خراسان سے واپسی کے سنہ کی تحقیق

حسب روایت مندرجہ بالا چونکہ غریب نوازؒ سفر خراسان سے اس زمانہ میں واپس ہندوستان تشریف لے گئے جب کفار مغلوں نے قلعہ ملتان کا محاصرہ کر لیا تھا (محاصرہ سے چند ماہ قبل آپ وارد ہندوستان ہو گئے تھے) چونکہ صاحب منتخب التواریخ (صفحہ ۱۷) کا اس محاصرہ کے متعلق حسب ذیل بیان ہے :-

"سنہ ۶۱۱ھ میں کفار مغلوں نے فوج کشی کی اور چالیس دن تک ملتان کا محاصرہ کیا۔ سلطان ناصر الدین (قباچہ بیگ) نے خزانہ کا دروازہ کھولکر اور آثار جلالت ظہور میں لا کر اُن کی شر کو دفع کیا۔ آخر بائیس سال حکومت کرنے کے بعد بدست سلطان شمس الدین (التتمش) گرفتار ہو گیا اور وفات پائی۔"

لہذا یہی زمانہ (آخر سنہ ۶۱۰ھ یا اوائل سنہ ۶۱۱ھ) سفر خراسان سے واپس ہو کر غریب نوازؒ کے دہلی پہونچنے کا ہے۔ بعد ازاں آپ دہلی سے اجمیر میں تشریف فرما ہوئے۔

سنہ ۶۱۱ھ مطابق سنہ ۱۲۱۴ء

بعہد سلطان شمس الدین التتمش اجمیر سے بار اوّل سفر دہلی

قطب صاحب کی درخواست حاضری

قطب صاحبؒ نے بغداد سے براہ ملتان دہلی ہو کر آپ کی خدمت میں (اجمیر) درخواست لکھکر بھیجی اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہی مگر آپ نے جواب میں لکھا "دہلی کا کار ولایت تمہاری سپرد ہے تم وہیں سکونت رکھو کچھ دن بعد ہم خود دہلی آئیں گے۔"[۱]

سنہ ۶۱۱ھ مطابق سنہ ۱۲۱۴ء قطب صاحب سے ملنے کیلئے بعہد شمس الدین التتمش اجمیر سے بار اوّل دہلی میں تشریف آوری

بعہد سلطان شمس الدین التتمش[۲] آپ خواجہ قطب صاحب سے ملنے دو بار اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے[۳]۔ چنانچہ (جواب خط بھیجنے کے کچھ عرصہ بعد) آپ اجمیر سے دہلی تشریف لائے[۴]۔ حضرت قطب صاحبؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ قطب صاحبؒ نے چاہا کہ آپکی تشریف آوری کی سلطان کو خبر دیں مگر غریب نوازؒ نے خلقت کا اژدہام ہونے کی وجہ سے منع فرمایا۔ قطب صاحبؒ خاموش ہو گئے۔ مگر باوجود اسکے سلطان شمس الدین اور خواص عوام دہلی کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہو گئی اور لوگ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے رہے[۵]۔

---

[۱] دیکھو ہفت الاولیا صفحہ ۱۰۱-۱۰۲ خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۸۔ سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۹ [۲] سلطان شمس الدین التتمش کو قطب الدین ایبکؔ نے بطور غلام جنگ نہر والہ کے بعد (سنہ ۵۹۳ھ یا سنہ ۵۹۴ھ میں) خرید اتھا۔ قطب الدین کی وفات سنہ ۶۰۷ھ میں ہوئی (دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۵) [۳] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۱۳ [۴] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۲ و سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۳۰ و قلمی نسخہ دوازدہ مقصود مرتبہ ابو الفضل (بہشت ورق ۹۶) جو قاضی معز الدین صاحب (قاضی شہر مہوبہ) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ [۵] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۹

رمضان ۶۱۱ھ مطابق ۱۲۱۵ء[1]

بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو آپ کا خلعت عطا فرمانا

دوران[2] قیام دہلی میں حضرت قطب صاحبؒ اور دیگر حضرات نے اپنی اپنی لیاقت کے مطابق آپ سے نعمت حاصل کی جب موجودہ لوگ فیضیاب ہو چکے تو آپ نے قطب صاحب سے دریافت فرمایا: "تمہارے مریدوں میں سے کیا کوئی نعمت پانے سے رہ گیا ہے؟" قطب صاحبؒ نے عرض کیا: "مسعودی (بابا فرید الدین گنج شکر) رہ گیا ہے وہ چلہ میں بیٹھا ہے۔" غریب نوازؒ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "آؤ اسے دیکھیں۔" دونوں بزرگ حجرہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہوئے اور دروازہ کھولا۔ حضرت بابا فرید بوجہ ضعف و نقاہت تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہو سکے ناچار چشم پرآب ہو کر زمین پر سر رکھدیا غریب نوازؒ نے یہ حال دیکھکر فرمایا: "اے قطب! کبتک اس بیچارہ کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔ آؤ اسے کچھ عطا کریں۔" داہنا بازو غریب نوازؒ نے اور بایاں بازو قطب صاحب نے پکڑکر بابا صاحب کو اٹھایا اور غریب نوازؒ نے آسمان کی طرف منہ کرکے جناب باری میں عرض کیا: "خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پر پہونچا۔" آواز آئی: "ہم نے فرید کو قبول کیا یہ وحید عصر ہوگا۔" یہ سنکر بابا صاحب کی حالت متغیر ہو گئی۔ بعد ازاں غریب نوازؒ نے قطب صاحبؒ سے فرمایا: "اسم اعظم جو خواجگان چشت میں سینہ بسینہ چلا آتا ہے

۱؎ حسب فوائد السالکین صفحہ اول ۲، رمضان وحسب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۱۷ ۵، رمضان اور حسب انوار العارفین صفحہ ۲۰۰ پر غرۂ رمضان ہے۔

۲؎ (الف) صاحب مسالک السالکین (جلد دوم صفحہ ۲۹۶) نے بحوالہ فرشتہ و سیر العارفین لکھا ہے کہ جس زمانہ میں قباچہ بیگ حاکم ملتان سے کفار مغلوں کی جنگ ہوئی اس زمانہ میں (اس واقعہ کے چند ماہ بعد) بابا فرید گنج شکرؒ شرف بیعت (بیعت خلافت) سے مشرف ہوئے۔ چونکہ حسب روایت منتخب التواریخ (صفحہ ۱) یہ جنگ ۶۱۱ھ میں ہوئی اور حسب سیر الاقطاب (صفحہ ۱۶۵) بابا صاحب بموجودگی غریب نوازؒ دہلی میں شرف بیعت (بیعت خلافت) سے مشرف ہوئے۔ اس لئے بعہد شمس الدین التمش دہلی میں قطب صاحب سے ملنے کے لئے غریب نوازؒ کی تشریف آوری کا بھی یہی سنہ ہے۔ چونکہ (بعہد شمس الدین التمش) آپ نے بقول سیر العارفین (صفحہ ۱۶) بار اول دہلی سے تشریف لاکر وفات سے سات سال قبل (۶۲۶ھ میں) شادی کی اسلئے غریب نوازؒ کا یہ ورود دہلی (بعد سفر خراسان) بعہد شمس الدین التمش بار اول تھا۔

(ب) صولت افغانی (صفحہ ۱۴) وغیرہ نے اس زمانہ میں بمقام ملتان بابا صاحب کا بیعت ارادت (بیعت اول) سے بزمانہ طالب علمی مشرف ہونا لکھا ہے مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہمارے نزدیک حسب تفصیل گذشتہ بابا فرید کا بیعت ارادت (بیعت اول) سے مشرف ہونے کا زمانہ ۶۰۵ھ ہے۔

اسے تلقین کرو۔" ببرکت اسم اعظم بابا صاحب کو علم لدنی منکشف ہوگیا۔ بابا صاحبؒ اور ذات مطلق کے درمیان سے حجابات اٹھ گئے۔ بعد ازاں غریب نوازؒ نے بابا صاحبؒ کو خلعت عطا فرمایا۔ اور قطب صاحبؒ نے دستار و شال اور دیگر لوازمات خلافت عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر غریب نوازؒ نے فرمایا: "قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے اس کا آشیانہ صدرۃ المنتہیٰ ہوگا" اس محفل میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ۔ مولانا علی کرمانی علاء الدین کرمانیؒ، سید نور الدین غزنویؒ۔ مولانا مبارکؒ۔ شیخ نظام الدین ابو المویدؒ، مولانا شمس الدین ترکؒ خواجہ محمود موینہ دوزؒ اور دیگر مشائخ موجود تھے اس موقعہ پر ایک شاعر نے فی البدیہہ یہ اشعار مطابق حال پڑھے

بخشش کونین از شنیدن شد در باب تو	بادشاہی یافتن از بادشاہان جہاں[1]
مملکت دنیاودیں گشتہ مسلم بر ترا	عالم کن گشتہ اقطاع تو اے شاہ جہاں[2]

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی دہلی میں تشریف آوری اور غریب نوازؒ کا قدمبوس ہونا

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی چشتی قدس سرہٗ العزیز کے ہندوستان تشریف لانے کے متعلق عرصے سے مورخین میں اختلاف ہے صاحب اقتباس الانوار نے آنحضرت کے ہندوستان تشریف لانے سے انکار کیا ہے۔ بعض نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا۔ مگر صولت افغانی میں صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:۔ "حضرت خواجہ عثمان صاحبؒ طرف شہر دہلی تشریف لے گئے اسوقت میں سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی کا تھا خبر تشریف آوری خواجہ صاحبؒ (خواجہ عثمان) سنکر پیشوائی کو باہر آئے اور باخلاص و اعتقاد تمام ملازمت کر کے ساتھ اعزاز و اکرام تمام کے شہر میں لائے۔"

نیز فرشتہ نے جلد دوم کے صفحہ ۵۷۴-۵۷۵ پر بحوالہ تاریخ حاجی (حاجی محمد) قندھاری لکھا ہے:۔ خواجہ معین الدین محمد چشتیؒ کے پیر یعنی خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ شمس الدین التمش کے عہد میں دہلی تشریف لائے جو آنحضرت (خواجہ عثمانؒ) کا مرید تھا آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس زمانہ میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر میں متوطن تھے۔ اس صورت میں معلوم نہ ہوا کہ ہندوستان میں پھر اُن سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔" اس بیان سے ثابت ہے کہ حاجی قندھاری حضرت

---

[1] بعض نے اس طرح لکھا ہے:۔ بخشش کونین از شنیدن مجرفتہ فرید۔ بادشاہی یافتہ از بادشاہان جہان۔

[2] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۶۶۔ سیر العارفین صفحہ ۲۳۔ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۳۲۔ سیر الاولیا صفحہ ۶۔

خواجہ عثمانؒ کے ہندوستان آنے سے تو متفق ہیں مگر خواجہ غریب نوازؒ سے ملاقات ہونے کے متعلق لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی قدس سرہٗ العزیز سے غریب نوازؒ سے ملاقات ہونے نہ ہونیکی طویل بحث قلمی نسخہ گنج اسرارؒ (مرتبہ غریب نوازؒ) کے بیان سے ختم ہو جاتی ہے اور روز روشن کی طرح یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی بکمال شفقت و محبت غرہ ذی الحجہ (۶۱۱ھ) میں

---

۱ (الف) اس سنہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ کے تشریف فرما ہونے کے وجوہات حسب ذیل ہیں:۔
چونکہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ کا ورود دہلی میں حسب گنج اسرار بعہد سلطان شمس الدین التمش ہوا اور آنحضرت کا وصال حسب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۶۵ ۶۱۷ھ میں ہوا اس لئے اس ورود کا زمانہ ۶۰۷ھ (جلوس تخت نشینی سلطان موصوف) اور ۶۱۷ھ (سنہ وصال حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ) کے درمیان ہے۔
لیکن چونکہ حسب گنج اسرار حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ نے ذی الحجہ میں ہندوستان آکر تین سال تک بموجودگی غریب نوازؒ مسلسل دہلی میں قیام فرمایا اور حسب تفصیل گذشتہ غریب نوازؒ ۶۱۰ھ (اوائل ۶۱۱ھ) میں سفر خراسان سے ہندوستان تشریف لائے۔ پس اگر سنہ واپسی سے کم از کم ایک سال قبل بھی غریب نوازؒ کا سفر خراسان پر جانا مان لیا جائے تو ۶۱۰ھ میں آپ خراسان میں تھے اس لئے آخر ۶۰۷ھ اور ۶۱۰ھ کے درمیان یہ ورود نہیں ہو سکتا۔ پس بایں وجوہات نیز چونکہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ کا ہندوستان سے عرب کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد بقول مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۶۵ شوال ۶۱۷ھ میں وصال ہوا اس لئے یہ ورود ۶۱۱ھ یا ۶۱۲ھ میں ہونا ممکن ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ۶۱۱ھ قابل ترجیح ہے۔
(ب) اس باب میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حسب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۰-۲۹۶ وغیرہ غریب نوازؒ بعہد سلطان شمس الدین دو مرتبہ قطب صاحبؒ سے ملنے دہلی تشریف لے گئے اور قطب صاحبؒ آخر زمانہ شہاب الدین غوری یا شروع زمانہ قطب الدین ایبک میں دہلی سے اپنی والدہ سے ملنے اوش تشریف لے گئے تھے اور حسب تفصیل گذشتہ ۶۱۱ھ میں بغداد سے دہلی تشریف لائے لہٰذا اس درمیان میں نہ قطب صاحبؒ دہلی میں تھے نہ غریب نوازؒ ان سے ملنے دہلی تشریف لے گئے۔ اس لئے اس زمانہ (۶۰۷ھ لغایۃ ۶۱۱ھ) میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کا دہلی تشریف لانا اور دہلی میں غریب نوازؒ سے ملنا غیر ممکن ہے۔

....

بمقام دہلی قدم رنجہ فرما کر تین سال قیام فرمایا اور غریب نوازؒ اپنے مرشد سے قدم بوس ہوئے۔ اس باب میں گنج اسرار کا بیان حسب ذیل ہے۔ اور بعض جگہ جو عبارت حذف کی گئی ہے اس کو فٹ نوٹ میں لکھ دیا گیا ہے:

عبارت فارسی گنج اسرار ورق ۳ ؎

"بدانکہ مصنف ایں ملفوظ معین الدین حسن سنجری میگوید کہ در مدت بست و دو سال در سفر خدمت حضرت ملازمت برائے تلقین و ارشاد دریافتن معرفت جذبۂ اصلاح باطن صحبت تربیت مرشد کامل رکاب خدمت خواجہ عثمان ہرونیؒ رحمۃ اللہ علیہ بودم چوں بعد از مدت مدید خواجہ عثمان ہارونیؒ در شہر دہلی رسید بمقام خلوتگاہ در غرہ ماہ ذی الحجہ معتکف گشت۔ ایں مصنف برائے عزلت و خلوت و سکونت مقام التماس نمود۔ خواجہ فرمود معین الدین مدت چند روز دیگر در صحبت ما باش تا از تربیت تلقین استقامت عالم سیر و طیر کمالیت رسانم بعد ازاں در مقام اجمیر سکونت گیر"

ترجمہ اردو

ان ملفوظات کے مصنف (خواجہ) معین الدین حسن سنجریؒ کہتے ہیں کہ میں بحالت مسافرت بائیس ؎ سال تک بسلسلہ حصول معرفت و اصلاح باطن اپنے پیر مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دوران مسافرت حاضر خدمت رہا۔ مدت مدید کے بعد خواجہ عثمان ہارونیؒ شہر دہلی میں تشریف فرما ہوئے۔ اور تاریخ غرہ ماہ ذی الحجہ ایک تنہائی کی جگہ آنحضرت نے اعتکاف فرمایا اس مصنف نے اپنے واسطے مقام خلوت و سکونت کیلئے عرض کیا آنحضرت نے فرمایا "معین الدین چند روز اور ہماری صحبت میں رہو تاکہ تربیت و تلقین کی استقامت سے عالم سیر و طیر تک پہنچا دوں۔ بعد ازاں اجمیر میں سکونت پذیر ہونا ؎"

؎ صاحب اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں "۔ از عبارت گنج اسرار چناں معلوم می شود کہ خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ از نہایت مہربانی و اشتیاق و محبت دیدن حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ تا دہلی تشریف آوردہ است و چند روز ہر دو بزرگ باہم در دہلی بودہ ولیکن ایں روایت بنہایت ضعیف است چراکہ کتاب گنج اسرار بعضے مجاوران جمع کردہ اند بر آں اعتماد صحت نیست شیخ نصیر الدین از آں مقولہ انکار نمودہ است۔"

خیر المجالس اور سیر العارفین میں کسی پوری تصنیف کو انکے نام کیا تہ مجاوروں کی تصنیف نہیں لکھا گیا بلکہ بعض ایسی باتوں کو منجانب مجاوران وغیرہ افسانہ ہونا لکھا ہے جو خواجگان چشت کے علم و ارشاد کے مطابق نہیں ہیں۔ حسب تفصیل گذشتہ خیر المجالس خود الحاقی بیانات سے مبرا نہیں ہے اس کے متعلق پوری بحث پیچھے آچکی ہے۔ پس ہمارے نزدیک حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ورود دہلی کی روایت الحاقی نہیں ہے۔ اس ورود کی تصدیق بحوالہ تاریخ تاجی قندھاری فرشتہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اقتباس الانوار کا مندرجہ بالا بیان قابل تسلیم نہیں۔

؎ حسب فرشتہ جلد دوئم صفحہ ۵۰ غریب نوازؒ ہارون میں بیعت اول کے بعد ڈھائی سال تک مرشد کی خدمت میں رہے۔ اس ڈھائی سال کے علاوہ غالباً دو سال تک بحالت مسافرت ہمراہ مرشد کے رہے بعد ازاں حسب انیس الارواح صفحہ ۱۲ بیس سال تک پھر ہمرکاب مرشد رہے ان دونوں مدتوں کا مجموعہ بائیس ۲۲ سال ہوتا ہے۔ ؎ گنج اسرار کے اس بیان سے ثابت ہے کہ غریب نوازؒ عہد سلطان شمس الدین کے شروع (۶۰۷ھ) ہونے کے بعد تک بھی اجمیر میں مستقل طور سے سکونت پذیر نہیں ہوئے تھے البتہ بغرض تبلیغ اجمیر میں آمد و رفت تھی

ہم دریں حکایت دو ماہ ذی الحجہ سلطان شمس الدین
طالب صادق برائے ملاقات خواجہ عثمان ہارونی آمد
بعد ملاقات متکلم شد. سوگند سوال کرد و گفت
بحق آں خدائے کہ شمارا جان دادہ براہ حقیقت
سوئے معرفت حق تعالیٰ راہ راست نمودہ است
بصدق آمدہ ام مارا راہ حقیقت سوئے معرفت حق
تعالیٰ پیوستن استقامت قوت حضرت راہ راست
نمایند و لطف بیعت ارادت از تربیت قبول کنند
بدانکہ چوں خواجہ عثمان ہارونیؒ رحمۃ اللہ علیہ سلطان
را طالب صادق و انسان کامل شناخت بعد صحبت
تربیت کلاہ ارادت حوالہ کرد۔ ابدانکہ چوں خلیفہ
دہلی مدت از صحبت تربیت خواجہ عثمان ہارونی دریافتن[۲]
...... کلی استقامت گرفت و تا مدت سہ سال از
جہات اعراض خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بخدام
درویشاں اضعف العباد معین الدین حسن سنجریؒ
فرمود کہ برائے استقامت تربیت طالب صادق
سلطان شمس الدین[۳] ...... از آیات و حدیثات و قول
مشائخ رحمۃ اللہ علیہم در تعریفات معانی ابیات
نکات منقولات اولیاء از سخنہائے کبار

اس گفتگو کے دوران میں بتاریخ ۲، ماہ ذی الحجہ
(۶۱۱ھ) طالب صادق سلطان شمس الدین حضرت خواجہ
عثمان ہارونیؒ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا بعد ملاقات
قسم کے ساتھ عرض کیا: اس خدا کے لئے جس نے
حضرت کو جان عطا فرمائی ہے اور حقیقت کے
راستہ سے معرفت الٰہی کی طرف رہنمائی کی ہے
میں صدق دل سے حاضر ہوا ہوں مجکو حقیقت
کا سیدھا راستہ معرفت کی طرف پیوستن استقامت
قوت کیساتھ دکھائیے اور لطف بیعت ارادت
کیساتھ میری تربیت فرما قبول فرمائیے، خواجہ
عثمان ہارونیؒ نے سلطان کو طالب صادق اور انسان
کامل پاکر بعد صحبت تربیت کلاہ ارادت عطا فرمائی
خلیفہ دہلی نے مدت تک صحبت تربیت خواجہ عثمان
ہارونیؒ ...... سے مستفیض ہو کر کلی استقامت حاصل
کرلی۔ تین سال تک جہات سے اعراض کرکے
خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے خدام درویشاں
اضعف العباد معین الدین حسن سنجری سے فرمایا کہ طالب
صادق سلطان شمس الدین کی ...... استقامت و تربیت کیلئے آیات حدیثات
قول مشائخ تعریفات معانی ابیات نکات منقولات اولیاء اور سخنہائے کبار سے

۱؎ حسب فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۰-۶۱ قطب الدین ایبک نے شمس الدین کو بعد فتح گوالیار بدایوں کا حاکم مقرر کیا اور اپنی دختر کی شادی کی سلطان شمس الدین نے ۶۰۶ھ سے ۶۳۳ھ تک بخطاب سلطان حکومت کی۔
۲؎ از صحبت تربیت خواجہ عثمان ہارونیؒ دریافتن استفہام، سخنہائے رموزات، تلقین ارشاد، تربیات معانی، بپیوست کثرت ملازمت عبادات خفیات حروفہائے علم لدنی چوں استقامت یافتن از معرفت جذبۂ اصلاح باطن در اطاعت پاسبانی عالم جبروت تلقین تلاوت حفظ قلوب اطاعت باطن لیلاً و نہاراً بدل و جان کلی استقامت گرفت۔
۳؎ برائے استقامت و تربیت طالب صادق شمس الدین از معرفت استفہام تعریف از آیات و حدیثات تربیات حضرت رسالت جذبۂ اصلاح باطن تلقین عالم جبروت دریافتن استقامت راہ حقیقت پاسبانی یاد حق تعالیٰ بدل و جان

ملفوظات تصنیف کن کہ در سفر و حضر ملازمت کند تا دل سلطان از تفرقۂ خطرات غیر اللہ نفسانی کلی بازآید . ح۱ ...... بکشف کرامات اظہار کمالیت رسید بدانکہ مصنف بحکم فرمان خواجہ عثمان ہارونی مدتے برائے تصنیفات ملفوظات از تعبرات ح۲ ...... بروایات صحیح از ہفتاد و چند نسخہائے سلوک برائے استفہام سالکان و طالبان راہ حقیقت و جویندگان ح۳ ...... آغاز بتاریخ دہم ماہ محرم سنہ احدی و ستین خمسمایۃ (ہجری) ح۴ ۵۶۱ھ ...... و ایں ملفوظات را مشتمل بر تفصیل بست و پنج معرفت جمع آوردہ گنج اسرار نام نہادہ و برائے تلقین ارشاد و خدمت سلطان شمس الدین رسانید۔

ملفوظات تصنیف کرو جو سفر و حضر میں بادشاہ کے کام آئے اور اس کا دل تفرقہ و خطرات غیر اللہ نفسانی سے بالکل باز رہے ...... اور کشف و کرامات کے اظہار سے کمالیت کو پہونچے اس مصنف نے بہ تعمیل ارشاد خواجہ عثمان ہارونی ...... بروایات صحیح ملفوظات تصنیف کرنے کے لئے ستّر سے زیادہ نسخہائے سلوک برائے استفہام سالکان و طالبان راہ حقیقت و جویندگان ...... یہ ملفوظ بتاریخ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ (غالباً ہجری مراد ہے) لکھنا شروع کئے ...... اور پچیس معرفتوں پر جمع کر کے گنج اسرار نام رکھا اور تلقین ارشاد کیلئے سلطان شمس الدین کے پاس پہنچائے۔

ح۱: بسوئے اطاعت باطن اعمال روحانی و رحمانی دل و جان از معرفت پاسبانی یاد حق بندد و در استقامت عبادات خفیات کبریٰ حقیقی ملازمت حفظ قلوب قرب حضرت بکشف و کرامات۔ ح۲: از تعبرات معانی آیات و حدیثات حضرت رسالت و تعریفات قول مشائخ در یافتن معانی ابیات نکات تربیات اولیا کبار منقولات اسرار حقیقت بروایات صحیح ۔ ح۳: و جویندگان استقامت قرب حضرت تلقین ارشاد دریافتن عبادات خفیات تربیات اطاعت باطن متابعت معمولات انبیاء و مشغولات خلفاء معتقدا و پیوستن کشف و کرامات اولیا آغاز ح۴: (الف) چونکہ ۵۶۱ھ میں سلطان شمس الدین کا عہد نہ تھا بلکہ موصوف کا عہد ۶۰۷ھ سے شروع ہوتا ہے اور کتاب گنج اسرار عہد سلطان موصوف لکھنا شروع کی گئی اس لئے سنہ کے لکھنے میں یقیناً سہو کتابت ہوا ہے۔ (ب) ۵۶۱ھ میں گنج اسرار کی تالیف اس وجہ سے بھی غیر ممکن ہے کہ اسمیں شیخ سعدی کا کلام درج ہے اور شیخ موصوف کی ولادت بالاتفاق ۵۶۱ھ تک نہیں ہوئی تھی بلکہ ہماری تحقیق کے بموجب ۵۷۱ھ میں ہوئی شیخ موصوف ۶۱۱ھ اور ۶۱۵ھ کے درمیان ہندوستان میں موجود تھے اور انہی ایام میں دہلی میں حضرت خواجہ سے ملاقات کی۔ تفصیلات آگے درج ہیں۔ ح۵: برائے تلقین ارشاد و زاہد و سالکان غیر مجذوب دریافتن استفہام تربیات معانی رموزات سر اللہ نہانی بر معرفات کثیرہ پرداخت وایں ملفوظات"

(بقیہ صفحہ ۱۲۳ پر دیکھئے)

بدانکہ بعد مسافرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مدتے خلیفہ دہلی استقامت تربیت، صحبت مصنف گرفت در مطالع ملازمت گنج اسرار[1] ...... سالک راہ گشت بعنایت اللہ تعالیٰ استقامت قرب حضرت عنقریب الایام بکشف وکرامات اظہار اتصال مع اللہ کمالیت یافت و یکے از واصلان حق گشت بعدہٗ مصنف بحکم فرمان خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ در مقام اجمیر سکونت گرفت ؛

خواجہ عثمان ہارونیؒ کے تشریف لے جانے کے بعد خلیفہ دہلی استقامت تربیت کے لئے ایک مدت تک مصنف کی صحبت میں ملازمت گنج اسرار کے مطالعہ میں مصروف رہا ...... اور تھوڑے ہی عرصہ میں بعنایت اللہ تعالیٰ استقامت قرب حضرت اور بکشف کرامات اظہار اتصال مع اللہ کمالیت حاصل کی اور واصلان حق میں سے ہوگیا بعدہٗ مصنف نے حسب الحکم خواجہ عثمان ہارونیؒ اجمیر میں سکونت اختیار کی[2]

(بقیہ صفحہ ۱۲۲) عــــہ (الف) اس رسالہ میں مولانا جلال الدین رومی کا بعد تحصیل علوم حضرت شمس الدین تبریزیؒ سے فیضیاب ہونے اور کتب خانہ ترک کرنے کا واقعہ درج ہے مگر سوانح مولانا روم میں صفحہ ۹ پر مولانا شبلی نے بحوالہ مناقب العارفین مولانا کی مسند نشینی فقر کا آغاز ۶۲۵ھ میں لکھا ہے اور فیہ مافیہ کیساتھ جو تذکرہ بطور مقدمہ مولانا عبد الماجد نے لکھا ہے انکے صفحہ ۱۶ پر مولانا شمس الدین تبریزیؒ سے ملاقات کا سال ۶۴۲ھ مرقوم ہے اس لئے اس واقعہ کا گنج اسرار لکھے جانے تک ظہور پذیر ہونا مطابق نہیں پس ہماری رائے میں یہ روایت بعد میں لکھی گئی (ب) صاحب خادیہ عجم نے صفحہ ۱۰۸ پر لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین تبریزیؒ ۶۴۲ھ ۱۲۴۴ء مطابق ۶۴۲ھ میں مولانا روم سے ملے اور مفتاح التواریخ کے بیان صفحہ ۶۲ کا خلاصہ ہے کہ جب مولانا جلال الدین رومیؒ کے والد بہاء الدین ولد کا انتقال ۶۲۸ھ میں ہوگیا تو مولانا جلال الدین نے اپنے والد کے مرید سید برہان الدین ترمذیؒ کے مرید ہو کر اُن کی خدمت میں نو سال (۶۳۷ھ) تک بسر کی جب اُن کا انتقال ہوگیا تو پانچ سال بعد (۶۴۲ھ) شمس الدینؒ تبریزی سے پیوستہ ہوئے . پس اس روایت کے پیش نظر یقیناً حضرت شمس الدین تبریزیؒ سے پیوستہ ہونیکی روایت زمانہ تالیف گنج اسرار (درمیان ۶۱۴ھ و ۶۱۵ھ) اور غریب نوازؒ کے وصال (۶۳۳ھ) کے بعد کی ہے لہٰذا یہ بعد وصال غریب نوازؒ بڑھائی گئی اور بقول صاحب سیر العارفین مجاوروں نے اس روایت کا اضافہ کیا۔

عــــہ۱ در مطالعہ ملازمت گنج اسرار دریافتن تعریفات نخہائے رموزات بفہم معانی حروفہائے علم لدنی دل سلطان طالب صادق ملازمت تلاوت حفظ قلوب پیوست و در پاسبانی جذبۂ اصلاح باطن یاد حق تعالیٰ بدل وجان سالک راہ گشت ؛

عــــہ۲ اس بیان سے ثابت ہے کہ غریب نوازؒ نے بعہد سلطان شمس الدین (۶۱۵ھ کے بعد) اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کی قبل از یں آپ بالضرورت تبلیغ اجمیر آکے قیام فرماتے تھے پھر تشریف لے جاتے تھے۔

شیخ سعدی شیرازیؒ سے ملاقات

آخر ۱۱۱ھ — آخر ۶۱۴ھ

۱۲۱۵ء — ۱۲۱۸ء

غریب نوازؒ قطب صاحبؒ کو ایک خط ارقام فرماتے ہیں. جس کا ترجمہ[1] حسب ذیل ہے:۔

" بھائی میرے شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سوائے اہل معرفت کے اور کسی کو رموز عشق سے واقف نہ کرنا چاہئے. جب شیخ سعدیؒ دبیگوئی[2] نے آپ (خواجہ عثمانؒ) سے دریافت کیا کہ اہل معرفت کو کیسے پہچان سکتے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ اہل معرفت کی علامت ترک ہے جسیں ترک ہے یقین جانو وہ اہل معرفت سے ہے اور اُسے خداشناسی حاصل ہے جسیں ترک نہیں اسیں معرفت حق تعالیٰ کی بو نہیں" وغیرہ وغیرہ۔

خط کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ سعدیؒ کا حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ سے یہ مکالمہ غریب نوازؒ کے سامنے ہوا خواجہ الطاف حسین حالی۔ نے حیات سعدی کے صفحہ ۲۸-۲۹ پر سرگذشت کا حسب ذیل بیان نقل کیا ہے:۔

" شیخ (سعدیؒ) کو چار مرتبہ ہندوستان آنیکا اتفاق ہوا ہے ازاں جملہ ایک دفعہ پٹھان اغلمش[3] کے وقت میں اور دو مرتبہ خاص امیر خسروؒ سے ملنے دہلی آیا ہے"۔

پھر صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں: " اس نے سومنات سے نکلکر ایک بار مغربی ہندوستان کا دورہ کیا ہے اور وہاں سے بحر ہند اور بحر عرب کے راستہ سے یمن اور حجاز میں پہونچا ہے۔

" شیخ کے سفر جسقدر گلستان و بوستاں سے ثابت ہوتے ہیں اُسکی تفصیل یہ ہے کہ مشرق میں خراساں ترکستان اور تاتار تک گیا ہے اور بلخ و کاشغر میں مقیم رہا ہے۔ جنوب میں سومنات تک گیا ہے اور ایک مدت یہاں ٹھہرا۔ سومنات سے مغربی ہندوستان میں پھر کر دریا کی راہ سے عرب چلا گیا"۔

" شیخ (سعدیؒ) نے تحصیل علم سے فارغ ہو کر سیاحت شروع کی اور ایک مدت دراز تک سفر کرتے رہے جسکی مدت عام تذکروں میں بیس[4] سال لکھی ہے"۔

نمبر ۱ دیکھو اسرار الواصلین صفحہ ۶۸ و ترجمہ مکتوبات خواجہ معؒ خط سوم نمبر ۲ بعض نسخوں میں بیگوئی نہیں ہے نمبر ۳ (الف) شاید سلطان التمش کے بجائے اغلمش لکھا گیا (حیات سعدیؒ از حالی ص ۲۹) (ب) اغلمش ایک بادشاہ ترکستان کا نام ہے (غیاث اللغات صفحہ ۳۵) (ج) سلطان شمس الدین بزرگ زادگان ترکستان قراختائی میں سے ہے (فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۳) (د) التمش سردار فوج کو کہتے ہیں (غیاث اللغات صفحہ ۲۹) نمبر ۴ بعض نے تیس سال بعض نے چالیس سال بھی لکھا ہے۔

آگے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:- "شیخ (سعدیؒ) نے جب سیاحت شروع کی تو فارس میں اتابکان سلغری کی حکومت تھی یہ سلسلہ بھی اور سلسلوں کی طرح سلجوقیوں کا دست پرور تھا اور اس سلسلہ کا پانچواں حکمراں سعد زنگی شیخ سعدیؒ کا ہمعصر تھا۔ لیکن اس (سعد زنگی المتوفی ۶۱۳ھ) کے آخر زمانہ تک سعدی وطن میں نہیں آئے"

ہر چند کہ شیخ سعدیؒ کے سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر براؤن نے ۵۸۹ھ. ٹی جانسٹن نے ۵۷۰ھ سر گور اوسلی نے ۵۸۹ھ احمد حسین خاں لاہوری نے ۵۶۹ھ اور صاحب تذکرۃ العابدین نے ۵۷۰ھ سنین ولادت لکھے ہیں مگر ہنری جارج کین نے بایوگرافیکل ڈکشنری میں ۵۷۱ھ سنہ ولادت لکھا ہے ہمیں بھی اسی سے اتفاق ہے۔ اس سنہ ولادت کو صاحب مفتاح التواریخ نے بھی صفحہ ۷ پر صحیح تسلیم کیا ہے۔

بروایت انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا صفحہ ۱۰۶ "شیخ کی ولادت ۱۱۸۴ء مطابق ۵۸۰ھ میں ہوئی۔ اور ۱۲۲۶ء (۶۲۳ھ) میں سیاحت شروع کی اور براہ بلخ و غزنین ہندوستان آیا۔ عرصہ تک دہلی میں قیام کیا اور بحری راستہ سے واپس ہوا۔" مگر بروایت انسائیکلوپیڈیا آف اسلام "شیخ سعدیؒ نے تیس سال کی عمر میں سیاحت شروع کی۔ لیکن ہمارے نزدیک شیخ سعدیؒ اپنے اس شعر:-

"چہل سال عمر عزیزت گذشت — مزاج تو از حال طفلی نگشت عہ۱"

کے مطابق چالیس سال کی عمر (۶۱۱ھ) میں درس و تدریس کے بعد مدرسہ سے نکلکر سیاحت شروع کی اور حسب حیات سعدیؒ از احمد حسین خاں لاہوری وغیرہ پہلے شیخ نے سفر ہندوستان اختیار کیا اور چھ سال (۶۱۱ھ لغایۃ ۶۱۷ھ) ہندوستان میں رہا۔ ہمارے نزدیک انہی ایام (آخر ۶۱۱ھ آخر ۶۱۴ھ) میں شیخ دہلی آئے اور انہی دنوں میں حسب تفصیل گذشتہ خواجہ غریب نوازؒ بخدمت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ دہلی میں مقیم رہے اور رسالہ گنج اسرار بحکم مرشد سلطان شمس الدین کی تعلیم و تلقین کیلئے مکمل فرمایا جسمیں شیخ سعدی سے چند احادیث بھی نقل فرمائی گئی ہیں اور موصوف کے اشعار بھی لکھے گئے ہیں۔ عہ۲

عہ۱ دیکھو کتاب کریما مصنفہ شیخ سعدیؒ مطبوعہ مطبع محمدی بمبئی عہ۲ عہ۳ و ۴ میڈیاول انڈیا کے صفحہ ۶۳-۶۴ پر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں:- "فرکوہار نے آوٹ لائن ریلیجس لٹریچر کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے کہ ۱۲۰۰ء سے قبل ہندوستان کے علم وادب اور شاعری پر اسلامی اثر بالکل نہیں ہوا تھا بلکہ اس زمانہ میں سمرقند و بخارا و بغداد علوم اسلامیہ کے مرکز تھے چونکہ گنج اسرار ۱۲۰۰ء سے قبل لکھی گئی ہے اس لئے یقیناً اسکا مواد سمرقند و بخارا و بغداد سے کتابیں منگا کر فراہم کیا گیا یا دوران سیاحت غریب نوازؒ نے فراہم کر لیا تھا اور جب شیخ سعدیؒ ہندوستان آئے تو ان سے بھی بعض احادیث اور اشعار اس میں نقل کر لئے گئے۔

بایں وجوہات حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ و خواجہ بزرگ سے شیخ سعدیؒ (شرف الدین بن مصلح الدین عبداللہ) کی ملاقات دہلی میں درمیان ۶۱۱ھ و ۶۱۴ھ ہونا قابل تسلیم ہے۔[1]

درمیان ۶۱۵ھ — ۶۲۰ھ

دہلی سے اجمیر واپس آکر مستقل قیام و زوج ثانی

غریب نوازؒ کی دہلی سے اجمیر واپسی (درمیان ۶۱۵ھ تا ۶۲۰ھ)

دہلی سے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے تشریف لیجانے کے بعد ایک عرصہ تک سلطان شمس الدین نے غریب نوازؒ کی صحبت میں رہکر گنج اسرار کے رموز کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں حضرت خواجہ دہلی سے اجمیر تشریف لاکر مستقل طور سے قیام پذیر ہوئے۔[2]

زوج ثانی (۶۲۰ھ مطابق ۱۲۲۳ء)

سید وجیہ الدین مشہدی جو سید حسین مشہدی کے عم ہیں شہید ہوئے اور ان کا مزار پٹیلی (ذار الگڈھ) پر ہے۔ خطۂ مذکور (اجمیر) کے داروغہ تھے۔ اُن کی ایک لڑکی بی بی عصمت اللہ با عصمت و عفت تھیں۔ چونکہ لڑکی سن بلوغ کو پہونچ چکی تھی اس لئے موصوف چاہتے تھے کہ اُن کا نکاح کسی بزرگ زادہ سے کریں اپنے خاندان میں ان کو کوئی ایسا نظر نہ آیا جس سے رشتہ کرتے۔ اس لئے وہ متفکر رہتے تھے۔ ناگاہ ایک رات انھوں نے (عالم رویا میں)[3] حضرت امام جعفر[1] کو دیکھا کہ فرماتے ہیں:-

"اے فرزند! رسول خدا کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح شیخ معین الدینؒ کیساتھ کردو۔" شیخ وجیہ الدین نے یہ واقعہ حضرت خواجہ سے کہا غریب نوازؒ نے فرمایا "اگرچہ میں سن رسیدہ ہوگیا ہوں مگر بموجب ارشاد نبویؐ یہ رشتہ قبول کرتا ہوں۔ پس آپ سید وجیہ الدین کی لڑکی کو اپنے حبالۂ نکاح میں لائے۔[4]

---

[1] (الف) شیخ سعدی کا وصال بعمر ۱۲۰ یا ۱۲۲ سال ۶۹۰ھ یا ۶۹۱ھ میں ہوا اگر صحیح یہ ہے کہ شیخ نے بعمر ۱۲۰ سال ۶۹۱ھ میں وفات پائی (مفتاح التواریخ صفہ ۷۴)

(ب) هناو دیم میں انڈیا آفس کے ایک قدیم نسخہ کے حوالہ سے جو سعدی کے ۲۶ برس بعد کا ہے) شرف الدین درج ہے (دیکھو هناو دیم صفہ ۱۹۳) [2] دیکھو قلمی نسخہ گنج اسرار ورق ۱۲ [3] دیکھو سیر الاقطاب صفہ ۱۳۴ [4] دیکھو سیر العارفین صفہ ۱۶

زمانہ نکاح کے متعلق تحقیق

سیر العارفین کے صفحہ ۱۶ پر مولانا احمد سے روایت ہے کہ "یہ نکاح اسوقت ہوا جب غریب نوازؒ (بعہد سلطان شمس الدین التتمش) باراول اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے اور واپس آئے اور نکاح کے تقریباً سات سال بعد تک حیات ظاہری میں رہے۔"
چونکہ صاحب سیر العارفین نے اس روایت میں آپ کا سات[1] سال بعد تک حیات ظاہری میں رہنا لکھا ہے اور حسب مراۃ الاسرار آپ کا وصال ۶۲۷ھ میں ہوا ہے بایں وجہ نکاح (زوج ثانی) کا ۶۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

درمیان ۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء ——— ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء

بعہد شمس الدین التتمش آپ کا بار دوم اجمیر سے سفر دہلی و قیام

بار دوم سفر دہلی کے سنہ کی تحقیق

حسب تفصیل گذشتہ چونکہ بعہد شمس الدین التتمش باراول سفر دہلی سے واپس اجمیر آنے پر یعنی بار دوم دہلی تشریف لے جانے سے قبل غریب نوازؒ ۶۲۰ھ میں متاہل ہوئے لہذا سفر دہلی بار دوم بعہد شمس الدین التتمش ۶۲۰ھ یا اس کے بعد ہونا ممکن ہے۔ مؤلف وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ اور سیر الاولیا کے مندرجہ ذیل بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کاشت واگذاشت کرانے کا واقعہ بعہد شمس الدین التتمش سفر دہلی بار دوم کے موقعہ پر ہوا اور صاحب سیر الاولیا نے صفحہ ۵۲-۵۳ پر اسی سلسلہ سفر میں شیخ نجم الدین صغریٰ سے دہلی میں ملاقات وغیرہ کے واقعات (جو آگے درج ہیں) لکھے ہیں چونکہ شیخ نجم الدین صغریٰ کا وصال بقول تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۹ سنہ ۶۲۲ھ میں ہوا اس لئے سفر دہلی بار دوم بعہد شمس الدین التتمش ۶۲۰ھ اور ۶۲۲ھ کے درمیان ہوا مگر ہمارے نزدیک ۶۲۱ھ قابل ترجیح ہے۔ اس سفر دہلی کے واقعات حسب ذیل ہیں۔

درمیان ۶۲۰ھ و ۶۲۲ھ

بعہد شمس الدین التتمش بار دوم دہلی میں تشریف آوری

کتاب جامع الکلم مرتبہ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے صفحہ ۲۰ پر حسب ذیل روایت درج ہے:-
"خواجہ بزرگؒ اجمیر سے دہلی تشریف لائے جب

[1] بعض بعد کے تذکروں میں وصال سے سترہ سال قبل نکاح ہونا لکھا ہے مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔

شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے سنا، استقبال کیا اور جس طرح مرید ہو کر پیر کی خدمت میں ہونا چاہیئے اسمیں ذرّہ بھر کمی نہیں کی۔ جب غریب نوازؒ نے مکان میں قدم رنجہ فرمایا قطب صاحب نے عرض کیا خدائے برتر نے کس وجہ سے حضور کو یہاں تشریف فرما کیا ہے؟ غریب نوازؒ نے فرمایا "بابا بختیار میں نے کھیتی کی ہے وہ تیار ہو چکی ہے حاکم فرمان طلب کرتا ہے لڑکوں نے مجھے معذور نہیں چھوڑا ادھر بھجوا دیا تم یہاں پہلے سے ہو کوئی تدبیر بتاؤ" یہی روایت مختصر الفاظ میں صاحب سیر الاولیا نے بھی لکھی ہے مگر صاحب وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ نے اس باب میں ایک دوسری روایت لکھی ہے اور مندرجہ بالا روایت سے بوجوہات ذیل انکار کیا ہے۔

وجوہات مندرجہ وقایع شاہ معین الدین صفحہ ۴۹:- (الف) چونکہ سلطان شمس الدین عقیدت تمام رکھتا تھا اس لئے بجائے خود تشریف لے جانے کے اگر آپ اپنے کسی خادم کو اس کام کی انجام دہی کیلئے دہلی روانہ کر دیتے تو سب کام بآسانی ہو جاتا۔

(ب) اکثر اولیاء اللہ نے مشیخت اور حکومت کو قبول نہیں فرمایا۔

روایت وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ

دہلی تشریف لانے کے متعلق وقایع شاہ معین الدین چشتیؒ کے صفحہ ۴۹-۵۰ پر ذیل کی روایت لکھی ہے:-

"ایک کاشتکار نے غریب نوازؒ سے عرض کیا کہ میرے کھیت کی پیداوار حاکم نے ضبط کر لی ہے۔ کہتا ہے کہ جبتک شاہی فرمان نہ لاؤ گے اسمیں سے کچھ نہ پا سکو گے لہذا حضرت کی امداد کا خواہاں ہوں تاکہ اس سال کے خرچ سے نجات ملے کیونکہ میری روزی کا وسیلہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا "بعد ازاں حاکم کیا کرے گا؟" اس نے عرض کیا "جو حکم سلطان کا ہو گا اُس کے مطابق عمل کرے گا" آپ نے فرمایا کہ اگر استمراری فرمان دستیاب ہو جائے تو ہمیشہ کیلئے یہ تکلیف دور ہو جائے؟ اس نے عرض کیا "اگر حضور قطب صاحب کو سفارشی خط لکھدیں تو استمراری یا میعادی فرمان مل جائیگا" آپ نے غور و تامل کے بعد فرمایا "اگرچہ سفارش سے تیری مقصد براری آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے کام کے لئے متعین کیا ہے لہذا میرے ساتھ چل" چنانچہ آپ اسی وقت اس کو ہمراہ لیکر دہلی روانہ ہو گئے۔

پہلے جب آپ دہلی تشریف لے گئے تھے تو اپنی تشریف آوری سے قطب صاحب کو مطلع فرمایا

تھا مگر اس مرتبہ (بعہد سلطان شمس الدین سفر دہلی بار دوم) آپ نے اپنے دہلی پہونچنے کی اطلاع نہیں دی

گر اتفاق سے راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے دوڑ کر قطب صاحبؒ کو آپ کے تشریف لانے کی اطلاع
کر دی قطب صاحبؒ آپ کی اچانک تشریف آوری سے متعجب ہوئے اور بادشاہ کو آپ کی آمد سے مطلع
کیا بادشاہ نے افواج اور جلوس کیساتھ استقبال کیا۔

حضرت قطب صاحبؒ نے لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا "بلا اطلاع
یکبارگی حضور کے تشریف لانے کا کیا سبب ہے" آپ نے کسان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اسکے
کام کیلئے آیا ہوں" قطب صاحبؒ نے عرض کیا: "حضور کے خادموں میں سے کوئی بھی سلطان سے عرض
کرتا تو اس شخص کا کام ہو جاتا۔ اس کام کیلئے حضور کو تکلیف کرنیکی کیا ضرورت تھی" آپ نے ارشاد فرمایا "یہ
ٹھیک ہے مگر اہل اسلام ذلت اور غربت کے وقت خدا کی رحمت سے قریب ہوتا ہے۔ جب یہ شخص میرے
پاس آیا تھا بہت رنجیدہ تھا۔ میں نے مراقب ہو کر دربار ایزدی میں اس کے متعلق عرض کیا۔ ارشاد ہوا
رنج و غم میں شریک ہونا عین بندگی ہے بس میں حق تعالیٰ کی بندگی کیلئے خود یہاں تک آیا ہوں"

جامع الکلم اور وقائع شاہ معین الدین چشتیؒ کی مندرجہ بالا روایات میں اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے
کہ جب غریب نوازؒ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے پیش نظر کسان کو ساتھ لیکر دہلی آنے لگے تو آپکے صاحبزادگان
نے بھی اپنی کاشت واگذاشت ہو جانے کے متعلق آپ سے فرمان شاہی لانیکی درخواست کی اور آپ نے
باری تعالیٰ کے اس حکم۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى[1] کی تعمیل میں دہلی پہونچکر اولین حقداران
یعنی صاحبزادگان کے معاملہ کے متعلق حضرت قطب صاحبؒ سے مشورہ کیا بقول سیر الاولیا (صفحہ ۵۳) اس
موقعہ پر قطب صاحبؒ نے غریب نوازؒ سے عرض کیا: "حضور کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں حضور
قیام فرمائیں میں جاتا ہوں" چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سلطان شمس الدین کے پاس

تشریف لے گئے اور فرمان معافی لے آئے۔

قیام دہلی کے زمانہ میں غریب نوازؒ سے ملنے اہل دہلی آئے مگر شیخ نجم الدین صغریٰ نہ	درمیان سنہ ۶۲۳ھ مطابق سنہ ۱۲۲۳ء و ۱۲۲۵ء شیخ نجم الدین صغریٰ کی درخواست پر آپ کا قطب صاحبؒ کو اجمیر لے جانیکا قصد اور اہل دہلی کا منت روک لینا

[1] ترجمہ:- قرابت والوں سے نیک سلوک کرو۔ (آیت ۸۳ سورۃ بقر پارہ الم)

آئے۔ حالانکہ اُن سے خراسان کی ملاقات تھی۔ لیکن غریب نوازؒ باتباع خلق محمدیؐ دوسرے یا تیسرے دن خود اُن کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اسوقت شیخ نجم الدین صغریٰ اپنے صحن خانہ میں ایک صفہ تعمیر کرا رہے تھے۔ غریب نوازؒ کے وہاں تشریف فرما ہونے پر نہ انہوں نے آپ کا استقبال کیا نہ آپ کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ بیگانگی کا برتاؤ غریب نوازؒ پر گراں گذرا آپ نے فرمایا "اے نجم الدین (صغریٰ) ایسی تجھ پر کیا بلا آئی کہ شیخ الاسلامی کے نشہ میں انسانیت سے درگذرا اور راہ و رسم دیرینہ اور وضعداری قدیم کو یکبارگی ترک کیا" یہ سنکر شیخ نجم الدین صغریٰ غریب نوازؒ کے قدموں پر سر رکھکر معذرت خواہ ہوئے اور کہنے لگے۔ "میں پہلے جیسا آپ کا مخلص تھا ویسا ہی اب بھی ہوں مگر قطب الدین بختیارؒ نے میری منزلت بالکل برباد کردی ہے جب سے وہ مرید آپ کا یہاں آیا ہے تمام مخلوق اس کی طرف رجوع ہے۔ میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں کوئی میری پرسش نہیں کرتا" یہ سنکر غریب نوازؒ نے تبسم فرمایا اور کہا۔ "تو خاطر جمع رکھ میں اس بار گراں کو جو تیرے دل پر ہے اپنے ہمراہ اجمیر لے جاؤں گا" یہ فرماکر آپ وہاں سے چلے گئے ہر چند شیخ نجم الدین صغریٰ نے ماحضر کیلئے اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور چلے آئے[1]۔

جب آپ اجمیر تشریف لے جانے لگے تو قطب صاحبؒ کو اپنے ہمراہ لیا چونکہ اہل دہلی کو قطب صاحبؒ سے محبت قلبی ہوگئی تھی اس لئے جب قطب صاحبؒ بقصد اجمیر شہر سے باہر تشریف لائے تو کوئی شخص فراق کی تاب نہ لاسکا، شہر میں اضطراب پھیل گیا، اہل شہر دیوانہ وار آپ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جہاں آپ قدم رکھتے لوگ اس جگہ کی خاک تبرکاً اٹھا لیتے اور آنکھوں سے لگاتے[2]۔

جب سلطان شمس الدین قطب صاحبؒ کی روانگی سے مطلع ہوا بے اختیار دوڑ آیا اور غریب نوازؒ سے بمنت و زاری عرض کیا "حضور قطب صاحبؒ کو اجمیر نہ لے جائیں یہیں رہنے دیں" غریب نوازؒ نے جب تمام شہر کو قطب صاحبؒ کا شیفتہ و فریفتہ پایا سلطان کی التجا قبول کی اور فرمایا "بابا قطب تم یہیں رہو تمہارے جانے سے اہل شہر پریشان و بیقرار ہیں میں نہیں چاہتا کہ اتنے لوگوں کے دلوں کو تمہاری آتش جدائی سے کباب کروں۔ میں نے اس شہر کو تمہاری حمایت میں چھوڑا" یہ فرماکر غریب نوازؒ اجمیر تشریف لے گئے اور آپ (قطب صاحبؒ) رخصت ہوکر اپنے مقام پر آئے اور حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کیلئے اجمیر آتے جاتے رہے[3]۔

---

[1] و [2] و [3] دیکھو سیر العارفین صفحہ ۲۲۔ ۲۳ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۹۔ ۳۰۰ و جواہر فریدی صفحہ ۱۵۵

۱۵ رجادی الثانی ۶۲۷ھ مطابق یکم مئی ۱۲۳۰ء

آپ کا حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو رخصت فرمانا

حضرت قطب الاقطاب دلیل العارفین (صفحہ ۵۵-۵۶) کی بارہویں مجلس میں ارقام فرماتے ہیں:

"جب آپ (غریب نوازؒ) نے یہ فوائد تمام کئے تو چشم پرآب ہو کر جامع مسجد اجمیر (جامع التمش یعنی ڈھائی دن کا جھونپڑا) میں فرمایا: "اے درویش مجھے اس مقام پر اس لئے لائے تھے کہ میرا دفن اسی جگہ ہو اب میرے سفر آخرت کے چند روز باقی ہیں۔ پھر حضرت خواجہ علی سنجری سے فرمایا" مثال تحریر کرو خلافت (خلافت بمعنی جانشینی) قطب الدین بختیار کاکیؒ کو عطا کی دہلی اس کا مقام ہے"۔ جب یہ فرمان تیار ہوا دعاگو (قطب صاحبؒ) کو عطا فرمایا۔ دعاگو نے زمین بوس ہوا" فرمایا "نزدیک آؤ" نزدیک ہوا تو دعاگو کے سر پر دستار مع کلاہ مبارک رکھا خرقہ پہنایا، اور حضرت عثمان ہارونی قدس سرہٗ کا عصا عنایت فرمایا۔ بعد ازاں مصحف مصلّے اور نعلین عطا فرمائیں۔ پھر ارشاد فرمایا "یہ امانت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو ہمارے خواجگان کو سلسلہ بسلسلہ پہونچتی رہی ہے میں اس کو تیرے حوالہ کرتا ہوں جیسا اس کا حق ہیں۔ بجا لایا تجکو لازم ہے کہ تو بھی اسی طرح اس کا حق بجا لا تاکہ مجھے کل قیامت میں خواجگان کے سامنے شرمندگی نہ ہو"۔ بعد ازاں دعاگو کا ہاتھ پکڑا اور روئے مبارک آسمان کی طرف کر کے فرمایا "میں نے تجھے حق تعالیٰ کی سپرد کیا اور منزل گاہ عزت پر پہونچایا"۔ میں نے پھر زمین چومی آپ نے فاتحہ پڑھکر فرمایا" جاؤ جہاں رہو مرد رہو" میں رخصت ہو کر دہلی آیا اور سکونت پذیر ہوا"۔ اجمیر سے آئے چالیس[2] دن گذرے تھے کہ ایک شخص اجمیر سے آیا اور بیان کیا۔ "تمہارے (قطب صاحبؒ) جانے کے بیس[2] دن بعد خواجہ علیہ رحمتہ (غریب نوازؒ) حق تعالیٰ سے واصل ہو گئے"۔

---

[1] چہار دہم شعبان (دیکھو اخبار الاخیار صفحہ ۲۶) [2] پیرو مرشد جکو سجادہ (مصلّے) عنایت فرماتا ہے وہ صحیح سجادہ نشین وجانشین ہوتا ہے۔ حقیقی سجادگی نسباً اور وراثتاً نہیں ہے بلکہ عطیہ مرشد ہے جیسا کہ پسر نوح علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت ہے۔

[2] قطب صاحب کے رخصت ہونے کے بیس دن بعد ششم رجب غریب نوازؒ کا وصال ہوا اس حساب سے قطب صاحبؒ بتاریخ ۱۵ رجادی الثانی غریب نوازؒ سے اجمیر میں رخصت ہو کر دہلی تشریف لے گئے۔ (دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۵۶ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۴۳ و سیر العارفین صفحہ ۱۶)

وفات شریف

زمانہ وفات کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

سیر الاولیا کے صفحہ ۵۶ کے حاشیہ پر ذیل کی عبارت مرقوم ہے۔ سرسری طور پر پڑھنے سے یہ ایک ہی روایت معلوم ہوتی ہے مگر تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ دو روایتیں ہیں اور دو مختلف اوقات کی ہیں ان دونوں کو آپسمیں ملا دیا گیا ہے۔ ہم نے ہر دو روایات کو نمایاں کرنے کے ان پر شمار کے ہندسے ڈالدئے ہیں۔

عبارت فارسی حاشیہ سیر الاولیا صفحہ ۵۶

(۱) "واو (شیخ نجم الدین صغریٰ) روئے بگردانید شیخ (معین الدین) طرف دیگر رفت و دست او (نجم الدین صغریٰ) بگرفت۔ شیخ نجم الدین آغاز کرد بختیار را برما چہ گماشتہ او را منع نکنی"۔ شیخ معین الدین فرمود "کہ منع خواہم کرد"۔ ودراں وقت صیت و شہرت شیخ قطب الدین قدس سرہٗ العزیز در شہر قوی شدہ بود وہمہ شہر رخ بخدمت او آوردہ۔ شیخ معین الدین چوں در خانہ آمد فرمود "کہ بابا بختیار ہم بیکبار چنیں مشہور شدی کہ خلق را دست تو شکایت کردن گرفت۔ ازیں جا برخیز در اجمیر بیا بنشیں من پیش تو بایستم"۔ شیخ قطب الدین فرمود "کہ مخدوم مرا چہ مجال آں باشد کہ پیش خواجہ بتوانم ایستاد بلکہ در پائے مخدوم بتعظیم دبیتم نکین کہ بنشستم۔

(۲) "الغرض چنیں روایت کردہ اند کہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز در سوائے اجمیر رواں شد ہنوز

ترجمہ اردو

(۱) اور انھوں (شیخ نجم الدین صغریٰ) نے روگردانی کی شیخ معین الدین نے دوسری طرف جاکر اُن کا ہاتھ پکڑا۔ نجم الدین صغریٰ کہنے لگے "بختیار کو ہم پر کیوں گماشتہ کیا ہے"۔ انہیں منع نہیں کرتے"۔ شیخ معین الدین نے فرمایا کہ "منع کردیں گے"۔ اسوقت شہر دہلی میں شیخ قطب الدین قدس سرہٗ العزیز کی شہرت بہت تھی۔ تمام شہر آپکی طرف متوجہ تھا۔ شیخ معین الدین جب مکان پر آگئے تو فرمایا کہ "بابا بختیار تم اسقدر مشہور ہوگئے کہ مخلوق تمہاری شکایت کرنے لگی یہاں سے اجمیر چلو وہاں تم بیٹھنا اور میں تمہارے سامنے کھڑا رہوں گا"۔ شیخ قطب الدین نے عرض کیا کہ مخدوم میری تو یہ مجال بھی نہیں کہ خواجہؒ کے سامنے کھڑا رہوں بلکہ مخدوم کے قدموں سے لپٹا رہوں نہ کہ میں بیٹھوں"۔

(۲) "الغرض یہ روایت ہے کہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز اجمیر کی طرف روانہ ہوئے ابھی

شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز اجمیر نہ رسیدہ بود کہ شیخ قطب الدین بختیار در شہر برحمت حق پیوست"	شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز اجمیر نہیں پہونچے تھے کہ شہر میں قطب الدین بختیار واصل بحق ہوگئے۔

روایت نمبر ۱ شیخ نجم الدین صغریٰ کے زمانہ حیات سے متعلق ہے اور چونکہ شیخ نجم الدین صغریٰ کی وفات حسب تذکرۃ العابدین وغیرہ صفحہ ۱۹ سنہ ۶۲۲ھ میں ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ روایت اولیٰ سنہ ۶۲۲ھ یا اس سے قبل کی ہے مگر بایں وجہ کہ حضرت قطب صاحبؒ کا وصال قریب قریب بالاتفاق سنہ ۶۳۳ھ میں ہوا اس لئے روایت دوم سنہ ۶۳۳ھ سے متعلق ہے۔ روایت دوم سے ثابت ہوتا ہے کہ قطب صاحبؒ کا وصال غریب نوازؒ سے پہلے ہوا۔ حالانکہ دلیل العارفین (صفحہ ۵۶) میں حضرت قطب صاحبؒ خود فرماتے ہیں: جس روز حال وفات حسرت آیات (حضرت خواجہؒ) معلوم ہوا اس روز مصلے پر مجھے حالت رنج والم میں غنودگی آگئی۔ آپ (غریب نوازؒ) کو دیکھا کہ زیر عرش استادہ ہیں۔ میں نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا اور استفسار حال کیا؟ آپ نے فرمایا: "حق تعالیٰ نے مجھے بخشدیا اور کروبیان ساکنان عرش کے نزدیک مجھے جگہ عنایت فرمائی"؛ اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قطب صاحبؒ بعد وصال غریب نوازؒ حیات ظاہری میں موجود تھے۔ پس ہمارے نزدیک روایت دوم میں جن معین الدین کے اجمیر پہونچنے سے قبل قطب صاحبؒ کا وصال پانا بیان کیا گیا ہے وہ شیخ معین الدین خلیفہ خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ ان کا نام بسلسلہ خلفاء غریب نوازؒ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۱ پر اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۷ پر اور سیر الاقطاب کے صفحہ ۱۴۰ پر درج ہے۔

سنہ وفات کی تحقیق

صاحب سیر الاولیا اور سیر العارفین نے آپ کا کوئی سنہ وفات نہیں لکھا مگر سیر العارفین کے صفحہ ۱۶ پر آپ کی تاریخ وفات ۶ رجب روز دو شنبہ[1] لکھی ہے۔ لیکن قلمی نسخہ تاریخ محمدیہ[2] میں مرزا محمد حارثی بدخشی دہلوی نے سنہ ۶۲۷ھ کو صحیح سنہ وفات تسلیم کیا ہے اور تحت سنہ ۶۲۷ھ ایک بیان دیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"تاریخ وفات خواجہ معین الدین چشتیؒ چھ رجب سنہ مذکور (یعنی سنہ ۶۲۷ھ) ہے نیز کہا جاتا ہے کہ سنہ ۶۳۳ھ میں

۱؎ حسب کتاب تقویم ہجری وعیسوی مرتبہ ابوالنصر محمد خالدی سنہ ۶۲۷ھ میں بتاریخ ۶ رجب سہ شنبہ تھا اور جمادی الثانی ۲۹ دن کا تھا اگر ۳۰ دن کا مانئے سے ۶ رجب کو پیر کا دن ہوتا ہے۔

۲؎ یہ قلمی نسخہ دو جلدوں میں ہے جلد دوم رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مولف نے اسمیں اکابرین ومشاہرین کے سنہ وار اہم واقعات بڑی کاوش سے جمع کئے ہیں۔ جلد اول میں [illegible] سے [illegible] تک کے واقعات ہیں جلد دوم میں [illegible] کے بعد کے واقعات ہیں۔

اور یہی مشہور ہے اور کہا جاتا ہے کہ ۶۳۲ھ میں اور تذکرہ گنائی میں ۶۳۳ھ مرقوم ہے۔ عمر میں اختلاف ہے۔ اسکے نزدیک ۹۶ سال کی ہوئی دوسری روایت ۹۷ سال کی ہے تیسری روایت ۹۳ سال کی ہے چوتھی روایت ۹۰ سال کی ہے اور پانچویں روایت ۱۰۴ سال کی ہے۔

چونکہ مندرجہ بالا قطب صاحبؒ کے بیان کے مطابق غریب نوازؒ کا وصال قطب صاحبؒ سے پہلے ہوا اور یہ امر قریب بالاتفاق ہے کہ خواجہ قطب صاحبؒ کا وصال ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوا پس چونکہ مندرجہ بالا سنین وفات میں رجب ۶۳۳ھ اور ۶۳۶ھ قطب صاحبؒ کی وفات کے بعد کے زمانہ میں اس لئے یہ ہر دو سنین صحیح سنین وفات غریب نوازؒ نہیں ہیں اگر ۶۳۳ھ کو سنہ وفات تسلیم کیا جائے تو سیر العارفین کی اس روایت کہ حضرت خواجہؒ کا وصال بعمر ۹۷ سال ہوا[۱] کے پیش نظر ۶۳۲ میں سے ۹۷ منہا کرنے سے سنہ ولادت ۵۳۵ھ برآمد ہوتا ہے مگر اس سنہ میں ولادت کی روایت کسی مستند کتاب میں نظر سے نہیں گذری۔ پس ان حالات میں چونکہ ۶۲۷ھ میں وفات ہونیکی مطابقت صاحب مراۃ الانساب صفحہ ۱۶ کے مرقومہ سنہ ولادت ۵۳۰ھ میں سیر العارفین صفحہ ۱۶ اور سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۵ کے بیان کردہ عمر ۹۷ سال ملادینے سے سنہ وفات ۶۲۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ نیز اقتباس الانوار میں صفحہ ۱۴۶ پر بحوالہ مراۃ الاسرار[۳] وکلمات الصادقین اس سنہ (۶۲۷ھ کو) لفظ بالتحقیق کیساتھ بایں الفاظ لکھا ہے۔ "آپ (خواجہ بزرگؒ) کا وصال بالتحقیق بعمر ۹۷ سال ۶۲۷ھ میں بعہد سلطان شمس الدین التمش ہوا۔ پس ہمارے نزدیک بوجوہات مذکورہ بالا خواجہ بزرگؒ کا صحیح سنہ وفات ۶۲۷ھ ہے۔

حالات وفات شریف ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۳۰ء

شب وصال چند اولیا اللہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم رویا میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا "معین الدین حق تعالیٰ کا دوست ہے ہم آج اس کے استقبال کے لیے[۲] آئے ہیں"۔

شب ششم رجب ۶۲۷ھ[۵] مطابق ۲۱ مئی[۴] ۱۲۲۹ء بروز دوشنبہ[۵] بعد نماز عشا آپ نے حجرہ کا

۱؎ اسکا ایک مکمل قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن کی لائبریری میں ہے ۲؎ (الف) دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۵ (ب) کئی سو مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ (دیکھو ترجمہ راحت القلوب صفحہ ۴۶)

۳؎ قلمی نسخہ تاریخ محمدیہ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۶ ۴؎ دیکھو تقویم ہجری و عیسوی صفحہ ۳۲

۵؎ اگر ماہ جمادی الثانی ۳۰ دن کا مان لیا جائے تو تاریخ ۶ رجب پیر کا دن ہوتا ہے۔

دروازہ بند کر لیا اور خدام کو اندر آنے کی ممانعت فرمائی۔ خدام حجرہ کے باہر موجود رہے اُن کے کانوں میں تمام شب صدائے وجد آتی رہی آخر شب میں وہ صدا بند ہو گئی[۱]۔ جب نماز صبح کا وقت ہوا اور حجرہ کا دروازہ حسب معمول نہ کھلا تو دروازہ توڑ کر دیکھا گیا کہ آپ واصل بحق ہو چکے ہیں اور جبین مبارک پر بخط قدرت "هٰذا حبيب الله مات في حب الله" منقوش ہے إنّا لله وإنّا إليه راجعون[۲]"۔

بعد وفات جب آپ سے عالم رویا میں موت، گور، اور منکر نکیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ آسان ہو گیا۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سر سجدہ میں رکھا آواز آئی "معین الدین! سر اٹھا" میں نے سر اٹھایا۔ ارشاد ہوا "تم ایسے کیوں ڈرے"؟ عرض کیا "تیری جباری و قہاری کی وجہ سے"؟ ارشاد ہوا "جو شخص ہمارے کام میں مشغول ہے ہم اُس کے کام میں مشغول ہیں اور جس نے ذی الحجہ کے عشرہ میں سورہ فجر پڑھی اس سے ڈرے کیا واسطہ ہم نے تجھے بخشدیا اور تجھے اپنا واصل بنایا[۲]۔

چمن کہ تا قیامت گل او بہار بادہ ٭ صنم کہ بر جمالش دو جہاں نثار باد

پسماندگان اور انکی اولاد

(الف) آپ کی ازواج و اولاد:-

صاحب سیر العارفین نے صفحہ ۱۶ پر آپ کا متاہل ہونا لکھا ہے۔ نیز آپ کے متاہل اور صاحب اولاد ہونے کے متعلق صاحب سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۴۶ پر اور خزینۃ الاصفیا (جلد اول) نے صفحہ ۲۶۳-۲۶۴ پر حسب ذیل بیان دیا ہے:-

"بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ غریب نوازؒ لاولد تھے ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ شیخ فرید جو سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے نبیرہ ہیں اپنے جد بزرگوار سے ذیل کی روایت نقل کرتے ہیں:-

"ایک روز حضرت خواجہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے حمید الدین! میں اولاد ہونے سے

---

[۱] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۵

[۲] ترجمہ راحت القلوب صفحہ ۵۲ مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور۔

پہلے جوان و توانا تھا اُس وقت بغیر مانگے ہر بات پوری ہوتی تھی اب جبکہ میں بوڑھا اور صاحب اولاد ہوگیا ہوں تو مانگنے اور دعا کرنے سے مقصد برآری ہوتی ہے۔" میں نے عرض کیا: "حضرت پر سب ظاہر و روشن ہے۔ چنانچہ جبتک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے بی بی مریم کو جاڑے کی میوہ گرمی میں اور گرمی کی میوہ جاڑے میں بغیر طلب و خواہش ملتے تھے مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہو گئے تو وہ رزق کا انتظار کرتی تھیں۔ حکم باری تعالیٰ ہوا کہ کھجور کی شاخوں کو ہلا دیں تاکہ اس سے تازہ کھجوریں گریں۔ پس بی بی مریم نے شاخوں کو ہلا کر تازہ کھجوریں حاصل کیں۔ یہ پہلی اور بعد کی بات کا فرق ہے۔ حضرت خواجہؒ نے یہ بات سنی اور پسند فرمائی۔" بتغیر الفاظ یہی روایت صاحب گلزار ابرار نے بھی صفحہ ۳۲ پر بحوالہ کتاب سرور الصدور (مؤلفہ شیخ فریدؒ) نقل کی ہے۔ حسب فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۷۵، ۵۷۴ و دیگر کتب غریب نوازؒ کے دو پارسا بیویاں تھیں۔

زوج اوّل ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۳ء

حسب تفصیل گزشتہ غریب نوازؒ نے پہلا رشتہ زوج بی بی امۃ اللہ (جو راجہ کی لڑکی تھیں) کے ساتھ ۵۹۰ھ میں کیا۔ حسب روایت مولانا شمس الدین طاہر ان کے بطن سے خواجہ فخر الدین ابو الخیرؒ، خواجہ حسام الدین ابو صالحؒ اور بی بی حافظہ جمال تاج المستورات تولد ہوئیں۔

خواجہ فخر الدین ابو الخیرؒ خلف اکبر ۵۹۱ھ – ۱۱۹۵ء / ۶۶۱ھ – ۱۲۶۳ء

آپ غریب نوازؒ کے خلف اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت

۱۔ شیخ عزیز فرید شیخ عزیز سعید کے صاحبزادے ہیں اور سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتے ہیں۔ (گلزار ابرار صفحہ ۳۶)

۲، ۳، ۴ بعض نے خواجہ فخر الدین کی عرفیت ضیاء الدین لکھی ہے۔ بعض نے خواجہ ابو سعید کا نام ضیاء الدین لکھا ہے۔ بعض نے خواجہ ابو سعید کا نام محی الدین لکھا ہے۔ بعض نے ضیاء الدین ابو سعید لکھا ہے مگر ہمارے نزدیک مندرجہ بالا اسمائے گرامی اور ان کی عرفیت صحیح ہے (دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۵۹–۱۶۰ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۱ وغیرہ) ۵ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۵۹ وغیرہ

۵ (الف) صاحب خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۶۴ پر خواجہ ابو سعید کو خلف اکبر لکھا ہے مگر صاحب احسن السیر نے صفحہ ۱۵۹–۱۶۰ پر خواجہ فخر الدین کو فرزند اکبر لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی قول آخر صحیح ہے۔

(ب) بعض نے خواجہ محی الدین کا سنہ وفات ۶۶۱ھ لکھا ہے اور خواجہ ضیاء الدین کو ابو الخیر لکھتے ہوئے ان کا سنہ وصال ۶۹۵ھ لکھا ہے مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔

۵۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے موضع مانڈل[1] (جو اجمیر سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے) میں بود و باش اختیار فرمائی۔ یہاں زراعت کر کے اکل حلال سے قوت بسری فرماتے تھے[2]۔

آپ بزرگ عالی مرتبت اور صاحب مقام عالیہ میں علوم ظاہری و باطن اور کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے[3]۔ آپ کا وصال بعمر ۷۰ سال ۶۶۱ھ میں ہوا[4]۔ تاریخ وصال ۵ شعبان ہے۔ مزار شریف قصبہ سرواڑ شریف میں ہے[5]۔ یہ قصبہ اجمیر سے تقریباً ۴۲ میل کے فاصلہ پر علاقہ کشن گڑھ میں واقع ہے۔ حال ہی میں سید عبدالحمید صاحب خادم درگاہ غریب نوازؒ نے آپ کے مزار شریف پر سنگ مرمر کا تعویذ و گنبد اپنی طرف سے پیش کیا ہے اور مسجد و فرش کی تعمیر بھی کرائی ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہوئے[6]۔ ازاں جملہ ایک شیخ حسام الدین سوختہ ہیں[7]۔

آپ کا عرس شریف سالانہ ۳ شعبان سے ۶ شعبان تک سرواڑ شریف میں ہوتا ہے۔ بتاریخ ۳ شعبان غریب نوازؒ کی درگاہ سے باہتمام خدام آستانہ چادر شریف جلوس کیساتھ سرواڑ شریف جایا کرتی ہے عرس شریف میں لنگر کا انتظام بھی خدام صاحبان ہی کرتے ہیں۔ خادمی وقف کی طرف سے بتاریخ پنجم شعبان شب میں محفل سماع کے موقعہ پر چائے پیش ہوتی ہے اور بعض دیگر مراسم بھی ادا ہوتے ہیں۔

خواجہ حسام الدین ابوصالحؒ پسر دوم

آپ غریب نوازؒ کے فرزند اوسط ہیں۔ آپ کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ بعمر ۴۵ سال بعض کے نزدیک خوردسالی میں ابدالوں کی صحبت میں شامل ہو گئے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے[8]۔

---

[1] (الف) اقتباس الانوار کے صفحہ ۴۳ پر مانڈو لکھا ہے مگر تاریخ شاہ معین الدین چشتی کے صفحہ ۴۹ پر موضع مانڈن لکھا ہے۔ (ب) اسٹیشن مانڈل بھیل واڑہ کے متصل اجمیر سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (ریلوے ٹائم ٹیبل بی بی اینڈ سی۔ آئی آر از یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء)

[2] سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۱ و احسن السیر صفحہ ۱۶۰ [3] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۶۴ [4] (الف) مراۃ الانساب صفحہ ۱۶۲ (ب) صاحب اخبار الاخیار وغیرہ نے غریب نوازؒ کے وصال کے ۲۰ سال بعد آپ کا وصال ہونا لکھا ہے مگر ہمیں آخرالذکر روایت سے اتفاق نہیں۔

[5] سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۱

[6] تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۱۹ و معین الاولیا صفحہ ۱۲۶

[7] اخبار الاخیار صفحہ ۱۱

[8] اقتباس الانوار صفحہ ۴۳ و خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۶۴ و احسن السیر صفحہ ۱۶۰

تاج المستورات بی بی حافظ جمال[1]

آپ کا نکاح شیخ رضی الدین عرف عبداللہ بن قاضی حمید الدین[2] ناگوری (ساکن موضع منڈل تلاقہ ناگور) کے ساتھ ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے مگر دونوں کا بحالت طفلی انتقال ہوگیا[3]۔ آپ کا مزار غریب نوازؒ کے پائیں میں زیارتگاہ خلایق ہے جنبا[4] روضۂ غریب نوازؒ کے خدام بی بی کے مزار کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ ایک خادم حاضر رہتا ہے۔ بی بی کا عرس شریف بتاریخ ۷ ار رجب بمقام درگاہ شریف ہوتا ہے اور بی بی کے چلہ پر لب نور چشمہ ۱۹ ار رجب کو سالانہ ہوتا ہے۔ اجمیر شریف میں یہ نال کا میلہ اور بی بی حافظ جمال کے میلہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ نور چشمے پر آپ کی چلہ کشی کا حجرہ موجود ہے۔

سنہ ۶۲۰ھ مطابق سنہ ۱۲۲۳ء

زوج ثانی

یہ رشتہ بی بی عصمت اللہ کے ساتھ ہوا۔ ان کے بطن سے حضرت خواجہ ضیاالدین ابو سعید تولد ہوئے[5]۔ مزید تفصیلات پیچھے آچکی ہیں۔

خواجہ ضیا الدین ابو سعیدؒ پسر سوم

آپ غریب نوازؒ کے فرزند خورد ہیں عمر شریف پچاس سال کی ہوئی آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ مزار شریف درگاہ غریب نوازؒ کے احاطہ میں لب جھالرہ سایہ گھاٹ پر زیارت گاہ خلایق ہے[6]۔ آپ کا عرس شریف بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ہوتا ہے۔ محی الاوقاف حسینی گدڑی شاہی انجمن (رجسٹرڈ) عرس شریف میں بوقت شب بموقعہ محفل سماع چائے پیش کرنیکی سعادت حاصل کرتی ہے۔ صاحب معین الاولیا نے صفحہ ۱۲۶ پر لکھا ہے کہ آپ کے ہر دو صاحبزادگان کے نام خواجہ احمد و خواجہ وحید ہیں۔ ان کا ذکر فوائد الفوائد میں ہے۔ ہمارے نزدیک یہی ہر دو حضرات بابا فرید الدین گنجشکرؒ کے ہمعصر ہو سکتے ہیں نہ کہ شیخ ابویزید بن خواجہ نجم الدین کے پسران (خواجہ احمد و خواجہ وحید)

عہ[1] (الف) دیکھو جواہر فریدی صفحہ ۱۶۹ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۳-۴۴ او سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۵ (ب) بعض حال کے تذکروں نے بلا ماخذ بی بی حافظ جمال کو راجہ کی بیٹی لکھا ہے جو غریب نوازؒ کے دست حق پرست پر ایمان لائیں مگر ہمارے نزدیک یہ روایت مستند نہیں۔ (ج) بعض حال کے تذکروں میں مستورات کے درمیان آپ کا تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دینا لکھا ہے۔

عہ[2] آپ کا مزار شریف ناگور سے تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر حوض منڈھولا کے کنارہ ہے (احسن السیر صفحہ ۱۶۱)

عہ[3] سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۵ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۴ عہ[4] احسن السیر صفحہ ۱۶۱ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۴ و افاضات حمید صفحہ ۹۰

عہ[5] دیکھو سیر الاقطاب کے صفحہ ۱۳۵-۱۳۶ پر مولانا شمس الدین طاہر کی بیان کردہ روایت عہ[6] دیکھو احسن السیر وغیرہ صفحہ ۱۶۰

آپ کے نبائر اور اُن کی اولاد

حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ[۱] آپ خواجہ فخر الدینؒ ابن غریب نوازؒ کے صاحبزادے ہیں۔ بڑے کامل و اکمل ہوئے ہیں۔ آپ کا سینہ سوز محبت سے داغدار اور آنکھیں درد طلب میں اشکبار رہتی تھیں۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین والاولیاؒ کے ہم صحبت رہے ہیں آپ کے دو فرزند تھے۔ آپ کا وصال ۷۴۱ھ میں ہوا۔ مزار شریف قصبہ سانبھر میں ہے۔[۲] یہ قصبہ ریلوے جنکشن پھلیرے سے ایک اسٹیشن پر واقع ہے یہاں نمک بنایا جاتا ہے۔

آپ کا عرس شریف ۱۲ لغایتہ ۱۴ رجب سانبھر شریف میں ہوتا ہے۔ دیوان صاحب درگاہ غریب نوازؒ اور ملازمین درگاہ عرس شریف کی خدمات بجا لاتے ہیں۔

حضرت خواجہ احمدؒ خواجہ ضیا الدینؒ کے پسر ہیں۔ خواجہ احمد فرماتے ہیں "کہ میرے دوستوں میں ایک شخص سپاہی پیشہ تھا۔ ایک دن ہم اور وہ جنگل میں تھے وقت غیر ہو گیا اُس جگہ چوروں کا زور تھا۔ شام کی نماز کا وقت ہوا۔ ہم نے تو تین فرض اور دو سنت ادا کرے لیکن اس یار نے باوجود اس خوف کے دو رکعت سلامتی ایمان بھی ادا کی۔ الغرض جب اُس کی موت کا وقت نزدیک آیا تو مجھے خبر ملی میں حالت پوچھنے کے لئے اس کے پاس گیا تو اسکا انتقال اُسی طرح ہوا جس طرح ہونا چاہیے"[۲]

حضرت خواجہ وحیدؒ آپ خواجہ احمد کے بھائی اور غریب نوازؒ کے نبیرہ ہیں۔ جب آپ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے پاس مرید ہونے گئے تو بابا صاحب نے فرمایا "میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے پائی ہے میری کیا مجال جو بیعت کرنے کے لئے تمہارا ہاتھ پکڑوں"۔ آخر بہت اصرار کے بعد بابا صاحب نے آپ کو بیعت کیا۔[۳]

۱۔ ان کے پدر (خواجہ فخر الدین) نے اپنے گم شدہ بھائی کی یاد میں اُن کے نام پر ان کا نام رکھا تھا گلزار ابرار صفحہ ۲۳؎

۲۔ دیکھو اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۶ و گلزار ابرار صفحہ ۲۳ و تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۱۴۷

۳۔ دیکھو اخبار الاخیار صفحہ ۱۱ و فوائد الفواد صفحہ ۳۷ و معین الاولیا صفحہ ۱۲۶ صفحہ ۱۲۷ (الف) فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۸۹ و اخبار الاخیار صفحہ ۱۱

(ب) فرشتہ نے اُن کا نام وجیہہ الدین لکھا ہے بعض نے وحید الدین لکھا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ خورد

آپ حضرت شیخ حسام الدین سوختہؒ ابن خواجہ فخر الدینؒ ابن خواجہ بزرگؒ کے پسر اکبر ہیں۔ مرید ہونے سے قبل ہی آپ غریب نواز کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کر لیتے تھے۔ آپ نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے خرقہ پایا۔ آپ سے بہت اولاد ہوئی[1]

صاحب اقتباس الانوار نے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے۔ "فرزندان خواجہ معین الدینؒ خورد بن شیخ حسام الدینؒ مالوہ جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ بعد ازاں کچھ حال معلوم نہ ہوا" صاحب اخبار الاخبار کا صفحہ ۱۱۵ پر بیان ہے "جب سلطنت دار الملک دہلی میں فتور ہوا آپ کے فرزندان مانڈو (جو مالوہ میں ہے) جا کر سکونت پذیر ہوئے"۔ حسب تذکرہ اولیائے ہند[۲] آپ کا وصال ۷۶۱ھ میں ہوا مگر تاریخ گنج کے صفحہ ۵۲ آپ کا سال وفات ۷۶۶ھ لکھا ہے۔

شیخ قطب الدینؒ المخاطب بہ چشت خاںؒ

آپ سید فرید الدینؒ بن نظام الدینؒ بن خواجہ معین الدینؒ خورد کے صاحبزادہ ہیں۔[۳] سلطان محمود خلجی نے آپ کو چشت خاں کا خطاب دیکر بارہ ہزار سواروں پر افسر کیا تھا۔ سلطان محمود نے جب اجمیر میں رونق اسلام تازہ کی تو آپکو اجمیر دینا چاہا مگر چونکہ آپ منڈو[۴] (مانڈو) میں چھوٹے سے بڑے ہوئے تھے اسلئے آپ نے اجمیر جانا پسند نہیں کیا منڈو ہی میں رہے۔[۴]

حضرت شیخ قیام الدینؒ بابریالؒ[۵]

آپ خواجہ معین الدینؒ[۶] خورد کے برادر اور خواجہ حسام الدین سوختہ

---

[۱] اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۵

[۲] (الف) معین الاولیا صفحہ ۱۲۰ (ب) صاحب اخبار الاخیار نے انہیں از اولاد (بنائر) خواجہ معین الدین خورد لکھا ہے مگر صاحب گلزار ابرار نے انہیں خواجہ معین الدین خورد کا بیٹا لکھا ہے۔

[۳] (الف) مانڈو یا منڈو زمانہ قدیم میں مالوہ کا بڑا شہر تھا مگر اب ویران ہے (گلزار ابرار صفحہ ۲۴۲)
(ب) مانڈو اندور سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

[۴] معین الاولیا صفحہ ۱۲۰ اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۵ [۵] بال بمعنی عظمت و شان (گلزار ابرار صفحہ ۲۴۳)

[۶] رسالہ تحفہ غوریہ میں معین الدین دوم (خورد) کو لاولد لکھا ہے مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔

کے پسر خوردہیں۔ آپ وجیہہ دلاور اور نیک طینت بزرگ تھے۔ جب سلطنت اسلامیہ دہلی میں فتور آیا تو آپ کے نبار گجرات میں جاکر تعلیم وعلم میں مصروف ہوئے [1]۔ آپ کے ایک فرزند تھے (بقول اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۵ آپ سے بہت اولاد ہوئی) آپ کا وصال ۷۶۰ھ میں ہوا مزار آپ کا سنگ سفید کے احاطہ میں غریب نوازؒ کے مزار کے پائیں کی جانب ہے [2]۔

صاحب اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۵ پر لکھتے ہیں:- خواجہ قیام الدینؒ بن شیخ حسام الدینؒ (سوختہ) نے اجمیر میں سکونت اختیار کی اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے فرزند جانشین ہوئے۔ چنانچہ خواجہ قیام الدین منصورؒ کے فرزندوں میں سے ایک خواجہ حسین اجمیریؒ عہد جہانگیر تک سجادہ نشین رہے۔ ان کی عمر سو سال کی ہوئی۔ عبادت اور حق پرستی میں بسر کی۔ یہ بہت بزرگ تھے۔ ان کے بعد ان کے بھائی خواجہ ابوالخیر کے صاحبزادہ معین الدین (اربعہ) [3] سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد اُن کے برادر زادہ علاء الدین سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بہت خلیق اور زیور صلاح و بزرگی سے آراستہ تھے اور شاہ عالم بن عالمگیر کے عہد میں سراج الدین سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بہت خلیق و صالح تھے غریب نوازؒ کی بشارت (باطنی) پر مسند سجادگی پر آئے۔

مگر غریب نوازؒ کی اولاد [4] کا جو مختصر شجرہ رسالہ شگوفہ کے صفحہ ۹۰ پر دیا گیا ہے اسمیں دیوان صاحبان ہونے کی ترتیب اس طرح ہے:- دیوان سید خواجہ حسین کے بعد اُن کے بھائی خواجہ ابوالخیر کے صاحبزادہ دیوان سید ولی محمد اُن کے بعد دیوان سید عبدالستار یہ لاولد تھے اس لئے ان کے بعد ان کے چچا دیوان سید علیم الدین ان کے بعد ان کے لڑکے دیوان سید علاء الدین ان کے بعد۔ ان کے لڑکے سید محمد انکے بعد ان کے لڑکے سید فخر الدین معزول (ان کی اولاد قصبہ جھنجھنو علاقہ جے پور میں موجود ہے) انکے بعد دیوان سید سراج الدین ان کے بعد دیوان سید منیر الدین ان کے بعد دیوان سید امام الدین ان کے بعد دیوان سید اصغر علی اُن کے بعد دیوان سید ذوالفقار علی اُن کے بعد دیوان سید محتشم علی

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۵ [2] سیر الاولیا صفحہ ۱۴۷

[3] رسالہ شگوفہ نے انھیں دیوان نہیں لکھا مگر کہا جاتا ہے کہ کاغذات جاگیر سے ان کا دیوان ہونا ثابت ہے۔

[4] اولاد غریب نوازؒ کے متعلق بعض تفصیلات کتاب جواہر فریدی کے صفحہ ۱۶۹-۱۷۰ پر بھی درج ہیں۔

ان کے بعد دیوان سید مہدی علی ان کے بعد ان کے بھتیجے دیوان سید سراج الدین ان کے بعد دیوان سید غیاث الدین ان کے بعد سید امام الدین (لاولد) دیوان ہوئے۔ بعد ازاں مولف کے زمانہ میں سید امام الدین کے بعد سید شرف الدین ان کے بعد سید آل رسول ان کے پاکستان جانے کے بعد موجودہ دیوان سید حکیم عنایت حسین دیوان ہوئے۔

دیوان صاحبان کی مندرجہ بالا ترتیب کی تصدیق ایک معمر واقف حال پیرزادہ سید عبدالرشید صاحب عرف پیر جی نے بھی کی۔ صاحب اقتباس الانوار نے بعض درمیانی نام چھوڑ دیے ہیں۔

شیخ نجم الدین خالدؒ بن خواجہ قیام الدینؒ بن حسام الدینؒ سوختہ کے دو صاحبزادے کمال الدین حسن احمد اور سید ابویزید تھے اور سید ابویزید کے دو صاحبزادے تھے جن کے اسمائے گرامی خواجہ احمد اور خواجہ وحید ہیں شیخ نجم الدین خالد کا وصال ۷۶۰ھ میں ہوا[۱]۔

سید کمال الدین حسن احمدؒ آپ خواجہ نجم الدین خالد کے پسر دوم ہیں آپ کی وفات ۷۸۶ھ میں ہوئی آپ کے فرزند سید شہاب الدین کے صاحبزادے تاج الدین بایزید تھے[۲]۔

حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ آپ سید شہاب الدین کے صاحبزادے ہیں۔ (بقول اخبار الاخیار صفہ ۱۱۵ بایزید بزرگؒ قیام الدین بابریال[۳] کے فرزندوں میں سے ہیں) آپ بزمانہ فتور سلطنت اسلامی دہلی سے بغداد کی طرف چلے گئے اور علوم تحصیل کئے۔ بقول حسن السیر صفہ ۱۶۱ آپ بیت اللہ شریف چلے گئے تھے۔ حسب اخبار الاخیار وغیرہ جب سلطان محمود خلجی نے سالہا سال بعد اجمیر میں پھر اسلام قائم کیا تو آپ منڈو میں تشریف لائے اسوقت شیخ محمود (جو منڈو میں شیخ الاسلام تھے اور علمائے وقت میں صدر نشین تھے) نے اپنی دختر کا نکاح شیخ بایزید سے کردیا سلطان محمود خلجی شیخ بایزید کا معتقد ہوگیا۔ چشت خاں کی تحریک پر سلطان نے انہیں روضہ غریب نوازؒ میں درس دینے کیلئے اجمیر بھیجدیا۔ چونکہ آپ برسوں بعد سفر سے واپس تشریف لائے تھے بایں وجہ اجمیر میں مدت تک قیام کرنے کے بعد ایک جماعت نے آپ کا اولاد غریب نوازؒ میں ہونا تسلیم نہیں کیا۔

---

[۱] دیکھو معین الاولیا صفہ ۱۳۷ [۲] دیکھو معین الاولیا صفہ ۱۳۷-۱۳۸

[۳] صاحب گلزار ابرار نے صفہ ۲۱۴ پر شیخ بایزید بزرگؒ کو شیخ قیام الدین بابریال کا پسر لکھا ہے۔

یہ معاملہ سلطان محمود خلجی تک پہونچا۔ بادشاہ نے علمائے وقت و مشائخین سے دریافت کیا۔ شیخ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری اور اکثر اکابر و مشائخ نامدار نے اس امر کی شہادت دی کہ یہی شیخ بایزید خواجہ بزرگ معین الدین چشتی قدس سرہٗ العزیز کی اولاد میں ہیں۔ شیخ حسین ناگوری نے شیخ ابویزید (بایزید نہیں ابویزید) کے فرزندان خواجہ احمد اور خواجہ وحید کیساتھ پیوند خویشی بھی پیدا کر لیا تھا۔ بقول مونس الارواح خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا تھا "میری اولاد اور حمید الدین (سوالی) کی اولاد ایک ہے"۔ اس فرمان کا اس رشتۂ خویشی سے اظہار ہوا[1]۔ تفصیلات اوپر کے بیان اور بعد کے بیانات میں درج ہیں۔ اور بعد کے زمانہ میں بھی ایسے رشتے ہوتے رہے جنکی بعض تفصیلات آگے درج ہیں۔

شیخ نور الدین طاہرؒ آپ شیخ تاج الدین بایزید بزرگؒ کے فرزند ہیں آپ کی زوجہ خواجہ مخدوم حسینؒ ناگوری کی صاحبزادی ہیں۔ ایک مدت تک جادۂ مشیخت و ارشاد پر متمکن رہے۔ وصال ۹۰۵ھ میں ہوا[2]۔

شیخ رفیع الدین بایزید خوردؒ آپ سید نور الدینؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی زوجہ صوفی حمید الدین سوالی ناگوری کے خاندان سے تھیں۔ آپ سلوک کے طریقہ میں ظاہر و باطن سے آراستہ تھے برسوں تک آبائے کرام کے سجادہ پر طالبان حق کی رہنمائی کرتے رہے[3]۔

سید معین الدین ثالثؒ آپ سید رفیع الدین بایزید خوردؒ کے فرزند ہیں۔ جب اجمیر میں راجگانِ ہند نے ظلم پر کمر باندھی تو جاں نثار خدام آپ کو آپ کی والدہ کے وطن یعنی ناگور (علاقہ جودھ پور) میں لے گئے۔ آپ نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور وہیں صوفی حمید الدین سوالی ناگوری کے خاندان میں نکاح کر لیا۔ آپ کا وصال سنہ ۹۴۰ھ میں ہوا۔ مرقد آپ کا صوفی حمید الدین سوالی کے جوار میں ہے۔ آپ کے تین فرزند خواجہ حسن۔ خواجہ حسین اور خواجہ ابوالخیر تھے[4]۔

---

[1] (الف) دیکھو اخبار الاخیار صفحہ ۱۱۵۔ گلزار ابرار صفحہ ۳۴۔ انفاخات حمید صفحہ ۶۲۔ مونس الارواح صفحہ ۶۶ و ۶۷ و ۸۰۔ سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۷۔ احسن السیر صفحہ ۱۶۱ و ۱۴۳۔ معین الاولیا صفحہ ۱۲۸ (ب) زمانہ حال کی تالیف کتاب التحقیق میں تصدیق فرزندی سے انکار کیا ہے۔

[2] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۱۱۸۔ [3] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۱۲۸۔ گلزار ابرار صفحہ ۳۴۳۔

[4] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۱۲۸-۱۲۹۔

خواجہ حسن مجذوب سالک

آپ کے دو صاحبزادیاں تھیں ایک کا نام بی بی سلطان خاتون نعمان کا نکاح خواجہ ابوالخیر کے صاحبزادہ سید ولی محمد سے ہوا۔ دوسری ملکہ جہاں تھیں ان کا نکاح سید شاہ محمد بن خواجہ ابوالخیر کیسا تھ ہوا۔[1] صاحب گلزار ابرار نے صفحہ ۴۲۴۔ ۴۲۵ پر لکھا ہے کہ آپ نے سید حبتہ اللہ (وفات ۱۰۱۱ھ) کی پرورش فرزند کی طرح کر کے مرید کیا۔ آپ کا سلسلہ نسب زوبطن سے خواجہ فخر الدینؒ پسر غریب نوازؒ تک پہونچتا ہے۔

دیوان خواجہ حسین اجمیریؒ

مشہور ہے کہ آپ خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ کی اولاد دبنائر میں سے ہیں بعض دشمنوں نے مشائخ فتح پوری (فتح پور سیکری) کی رہنمونی سے جو اپنے ابنائے جنس کے استیصال میں مساعی جمیلہ کرتے تھے یہ ثابت کیا کہ شیخ معین الدین کی اولاد میں نہ تھے۔ اس لئے انہیں اجمیر کی تولیت سے محروم کیا گیا۔ شیخ (حسین) کو بڑا مقدور تھا اس صوبہ میں بادشاہانہ زندگی بسر کرتے تھے اس لئے بادشاہ (اکبر) نے انھیں مکہ معظمہ کی طرف خارج البلد ہونے کا حکم دیا۔ وہ حج کو گئے اور سفر حجاز سے واپس آکر پھر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے مگر شرائط آداب جو ایجاد ہوئی تھیں بجانہ لائے اس لئے بادشاہ نے انھیں بے اخلاص جان کر قلعہ بکر[2] (سندھ) میں حبس کا حکم دیا۔[3] آپ نے شادی بھی نہیں کی۔ اور تین۳ سال تک مقید رہے۔ بادشاہ نے اپنی والدہ مریم مکانی کی سفارش پر بھی انہیں رہا نہیں کیا۔[4]

---

[1] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۱۲۰-۱۲۹ [2] بعض نے اسے بھکر لکھا ہے [3] (الف) دیکھو اقبال نامہ اکبری صفحہ ۴۲۴ (ب) ودراوقات تقسیم نذورات کہ مبلغ وافر بود جمعی کہ دعوی فرزندی خواجہ داشتند وعہدۂ تولیت بایشان مفوض بود وریاست ایں طائفہ شیخ حسین داشت تمام زرہائے نذر را متصرف می گشتند ومیان او ومجاوران ان ربیع مقام مناقشہ ونزاع بہم رسید ومنجر باں شد کہ مشائخ مزار کہ متصدی تولیت روضہ واوقات بودند ودعوی فرزندی تکذیب کردند وایں گفت وشنید لاتے درمیان بود وآنحضرت خاطر اشرف را بہ تحقیق من استکشاف احوال نفس الامر گماشتہ ثقات وعدول را براں داشتند کہ از قرار واقعی تحقیق نمودہ بعرض اشرف رسانند بعد از پیروی بسیار ظاہر شد کہ دعوی فرزندی اصل نداشت بنابراں تولیت ان محل مقدس شیخ محمد بخاری کہ از اکابر سادات ہندوستان بدانش وعقیدت ممتاز بود تفویض فرمودند (اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۴۰)

[4] دیکھو کتاب التحقیق صفحہ ۱۲ و معین الاولیا صفحہ ۱۵۸ بحوالہ منتخب التواریخ

آپ کے معتمدوں کی سفارش سے بکرے آپ کو طلب کیا گیا اور آپ قیدیوں کے ساتھ بادشاہ کے روبرو پہونچے اور قیدیوں نے سجدہ کرکے خلاصی پائی مگر اس پیر سمر ہفتاد سالہ نے بوضع قدیم تعظیم و تکریم کی اس لئے بادشاہ نے پیر بکر بھیجدیا وہاں تین سو بیگہ اراضی وجہ معاش مقرر کردی[1] بالآخر ۱۰۰۲ھ میں اکبر نے آپ کو رہا کردیا[2]

جہانگیر اپنے عہد میں آپ کو ششماہی زر نقد دیا کرتا تھا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں لکھتا ہے :۔

عبارت توزک جہانگیری صفحہ ۹۲	ترجمہ
"خواجہ حسین کہ از نبائر خواجہ معین الدین چشتی است بعتاد نیمہ سالہ ہزار روپیہ عنایت نمودم"	"خواجہ معین الدین چشتی کے پوتے خواجہ حسین کو ششماہی ہزار روپیہ میں نے عنایت کئے"

شیخ مذکور ہمیشہ ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے[3] آپ شیخ طاہر بیابانی (جنکا وصال ۹۸۵ھ میں ہوا) کے پیر و مرشد ہیں[4]

آپ سب سے پہلے دیوان ہیں آپ ہی سے دیوان کے منصب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے آپ سے بعد کے حضرات (اولاد خواجہ) کے حالات ناظرین کتاب معین الاولیا میں پڑھ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں بعض آپ کے اہل قرابت کے متعلق روایات

حضرت خواجہ علی سنجری رح آپ حضرت خواجہ معین الدین حسن رح کے خواہر زادہ ہیں[5] آپ کا مزید حال خلفائے غریب نواز رح کے سلسلہ میں درج ہے۔

حضرت علیم الدین عالم نواز رح کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ کے ہمشیرزادہ ہیں آپ کا مزار سہارنپور سے تقریباً چار میل پر موضع شیخو پور میں ہے۔ مزار شریف پر ایک پرانی وضع کا گنبد ہے۔ بیرون گنبد

---

[1] اقبال نامہ اکبری صفحہ ۹۴ [2] دیکھو کتاب التحقیق صفحہ ۱۱ و معین الاولیا صفحہ ۱۵۸ بحوالہ منتخب التواریخ

[3] اقبال نامہ اکبری صفحہ ۹۴ [4] دیکھو گلزار ابرار صفحہ ۳۴۲ [5] صولت افغانی صفحہ ۶۲۱۔

چاروں طرف ایک بلند چبوترہ ہے چبوترہ کے گوشۂ مشرق وجنوب میں کنواں ہے اور مغرب وشمال میں ایک مسجد ہے مزارِ شریف کے چاروں طرف سبزہ زار کا دلکش منظر ہے۔ مؤلف نے یہاں حاضری دی ہے۔ آپ کے فیض بے پایاں کے اظہار سے قلم قاصر ہے۔

حضرت شرف ابدال شاہؒ عوام میں آپ بھی حضرت خواجہ کے ہمشیرزادہ مشہور ہیں آپ کا مزارِ شریف دھولپور میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔

حضرت شاہ علاء الدینؒ عوام میں مشہور ہے کہ آپ غریب نواز کے بھانجے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپکی وضع قلندرانہ تھی۔ آپ کا مزار شریف مرادآباد میں محلہ پیرزادوں میں واقع ہے۔ متصل مزار ایک بڑا قبرستان اور پختہ مسجد مسقف ہے۔ اس کے علاوہ چند قلندرانہ مساجد بھی آپ کے احاطہ میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ مرادآباد کے شاہ ولایت ہیں۔ آپ کا عرس شعبان کی ۱۴ تاریخ کو سالانہ ہوا کرتا ہے۔ اہل مرادآباد آپ کے فیضان سے مستفیض ہیں[1]۔

حضرت پیر فتح اللہ شاہؒ بروایت زبانی عوام میں مشہور ہے کہ آپ غریب نواز کے بھانجے ہیں آپ کا مزار شریف زیر قلعہ راجہ رائے سین بھوپال سے تقریباً ۲۲ میل پر ہے۔ موجودہ نواب بھوپال (حمید اللہ خاں صاحب) آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور اکثر آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ خاونؒ (یا خانو) آپ حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ کے مرید ہیں اور اپنے زمانہ کے نامور اصفیا میں سے ہیں۔ عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے آپ نے شیخ اسمٰعیلؒ خلف شیخ حسین سرمستؒ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی روح پرفتوح سے استفادہ کرتے تھے۔ اور بہت ارادت وعقیدت رکھتے تھے۔ شیخ نظام الدین نارنولویؒ اور ان کے بھائی شیخ محمد اسمٰعیل نے آپ سے خلافت حاصل کی۔ آپ کی وفات ۹۴۷ھ میں ہوئی[2]۔ تمام طور سے مشہور ہے کہ آپ غریب نوازؒ کے بھانجے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ غریب نوازؒ کی ہمشیر یا رشتہ کی ہمشیرہ

[1] مؤلف اکثر آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا ہے۔

[2] معین الاولیا صفحہ ۲۶۶ بحوالہ شجرہ چشتیہ واخافات حمید صفحہ ۷۔

کی اولاد میں ہوں۔ مگر یہ مصدقہ نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے ملتا ہے۔ آپ کا مزار شریف گوالیار میں ہے۔ سالانہ عرس شریف ہوتا ہے۔

حضرت چمن چشتی باباؒ آپ کا مزار شریف مندسور[۱] میں ہے۔ بروایۃ زبانی مشہور ہے کہ آپ غریب نوازؒ کے بھانجے ہیں[۲]۔

حضرت برہان الدین عرف تالے والے باباؒ نواح جے پور آپ کا مزار ہے۔ عرس شریف کے موقعہ پر بہت لوگ بیل گاڑیوں میں آپ کے مزار پر پہونچتے ہیں۔ یہ میلہ تالے کے میلے کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کی عمارت درگاہ میں پرانے زمانہ کی وضع کا بلند دروازہ اور نوبت خانہ ہے۔ بروایت زبانی مشہور ہے کہ آپ غریب نواز کے ماموں ہیں مگر یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔

میراں ناطع شاہؒ آپ کی خدمت میں شہاب الدین غوری اور راجہ جے چند کی حاضری کے حالات پیچھے افاضات حمید سے لکھے جاچکے ہیں۔ مگر حال میں غیر مطبوعہ چند اوراق میں آپ کے بعض مزید حالات ملے ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"آپ کے والد بزرگوار حضرت سید میراں سمعاں نے کوہ ہرات سے دو منزل پر قصبہ نیلان میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ یہیں آپ اپنی والدہ بی بی عصمت خاتون کے بطن سے تولد ہوئے۔ اس وقت آپکے والد کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آپ کا نام سید میراں حمید اللہ لقب میراں ناطع شاہ (عرف عام میں ناتواں شاہ) ہے۔ آپ نے بڑے ہو کر سید عبد الرزاق چرخانی (چرخی[۳]) سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مرشد نے اپنے دست مبارک سے کھڑے ہو کر مقراض چلائی اور آپ کے چاروں ابرو تراش دیئے۔ خرقہ درویشی عطا فرما کر نماز شکرانہ کی دو رکعتیں پڑھوائیں۔ شربت کا جام خود نوش فرما کر آپ کو پلایا اور میراں ناطع شاہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر آپ کے لئے دعا فرمائی۔ آپ اسوقت بیہوش ہو گئے۔ جب پیرو مرشد نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا تو آپ ہوش میں آ گئے۔ بعد ازاں دو ترکی کلاہ آپ کے

۱؎ الوہ میں ریلوے اسٹیشن ہے (دیکھو ٹائم ٹیبل بی بی۔ اینڈ۔ سی۔ آئی۔ آر ۲؎۔ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گزری

۳؎ چرخ ولایت غزنین میں ایک گاؤں ہے (ترجمہ حضرات القدس دفتر اول صفحہ ۲۱۲)

سر پر رکھی آپ پانچ سال تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے ازاں بعد حضرت سید عبدالرزاق نے اپنے خلیفہ اول موسیٰ خاں کو خراسان اور خلیفہ دوم مرتضےٰ کو بغداد اور خلیفہ سوم ناطع شاہ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں نیشاپور کے قصبہ ہارون میں روانہ کیا۔ اور دعا دی کہ تیرے معصوم در معصوم (اہل سلسلہ سے مراد ہے) پشتہا پشت تک ملک ہندوستان میں قائم مقام رہیں گے۔ بعدہٗ آپ غریب نوازؒ کے پہونچنے سے ایک سال قبل قاسم جنید کی مسجد کے متصل ایک حجرہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے قدمبوس ہوئے۔ جب غریب نوازؒ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مرشدی حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے غریب نوازؒ سے فرمایا: معین الدین تمہارے ماموں زاد بھائی سید حمید اللہ (ناطع شاہ) موجود ہیں اُن سے معانقہ کرو۔ یہ قیامت تک تمہارے ہمراہ رہیں گے۔ غریب نوازؒ نے آپ سے معانقہ کیا دربار رسالت سے آپ کو قصود الہند کا خطاب عطا ہوا آپ کے اجمیر پہونچنے پر راجہ سادنت پنوارؒ کا پوتا رتن پنوارؒ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا اور مرید ہوا۔ آپ نے طریقت میں اُس کا نام ملک شاہ چھتریتی رکھا۔

آپ کا مزار اکبری شہر پناہ کی دیوار سے ملحق بجانب جنوب واقع ہے یہ مقام زیادہ تر ناتواں شاہ کے تکیہ کے نام سے مشہور ہے آپ کا مفصل حال بزرگان دین کے چلّوں کے سلسلہ میں آگے آئے گا۔ آپ کے مزار کی خدمات متعلقہ آپ کے سلسلہ کے ایک درویش سید حیات علی شاہ انجام دیتے ہیں۔ بھی حضرت خواجہ بزرگ کے قل کے دن بعد قل حضرت خواجہ کی گدی پر سماع خانہ میں مع گروہ فقرا آکر بیٹھتے ہیں حضرت میراں[1] ناطع شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس سالانہ بتاریخ ۱۰ ار ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔

آپ کے پیر بھائی اور آپ سے فیض و خلافت یافتہ برادران طریقت

(الف) آپ کے بعض پیر بھائی خلفا اور برادران طریقت

حضرت شیخ محمد ترک نارنولیؒ	آپ کا وطن ترکستان ہے۔ وطن سے ترک سکونت کرکے آپ نے نارنول (علاقہ پٹیالہ) میں قیام فرمایا۔ آپ مجرد۔ متوکل اور حصور تھے

[1] بعض لوگ میراں کا خطاب اُن حضرات کے نام کے ساتھ لگاتے ہیں جو بحالت تجرد زندگی گذار کر شہید ہوجاتے ہیں مگر یہ خطاب بعض شادی شدہ بزرگوں کے نام کیساتھ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اپنی زندگی میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ آپ نارنول میں حوض کے کنارہ رہا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن جب مسلمان جامع مسجد میں جمع تھے ہنود ننگی تلواریں لئے آپہنچے اور ان پر حملہ کردیا آپ اس ہنگامہ میں شہید ہوئے[1]۔

آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کے مرید وخلیفہ ہیں مگر غریب نوازؒ سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ وفات ۶۳۶ھ میں ہوئی[2]۔ مزار شریف نارنول میں زیارتگاہ خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس شاندار طور پر سماع کیا تھ نارنول میں ہوتا ہے مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد سے نہیں معلوم آپ کا عرس شریف ہوتا ہے یا نہیں اور آپ کا مزار کس حالت میں ہے۔

خواجہ فخر الدین گردیزیؒ ۵۴۳ھ — ۶۳۶ھ

ابن خواجہ احمدؒ کی ولادت ۵۴۳ھ[3] بمقام گردیز (جو علاقہ کابل میں متصل قندھار ایک ضلع ہے) واقع ہوئی[4]۔

آپ سادات حسینی سے ہیں تیرہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے[6] حسب تفصیلات گذشتہ آپ نے ۵۶۱ھ میں غریب نوازؒ کے ہمراہ سفر اصفہان کیا۔

مونس الارواح کے صفحہ ۳۱ پر مرقوم ہے "حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ فرماتے ہیں: "بیس برس میں آپ (غریب نوازؒ) کی صحبت میں رہا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کو اپنے پاس (قریب تر) آنے دیا ہو۔ جب باورچی خانہ میں کچھ نہ ہوتا خادم آکر عرض کرتا آپ مصلےٰ اٹھا کر فرماتے۔ آج کے خرچ کے بقدر لے لے۔ خادم اسی قدر لے لیتا۔ اسی طرح برسوں اور مہینوں درویشوں کا وظیفہ پہونچتا تھا"

کہا جاتا ہے لنگر کی خدمت خواجہ فخر الدینؒ کی سپرد تھی مگر ایسا کسی پرانی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذرا البتہ ترجمہ مونس الارواح مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ کے صفحہ ۱ پر خادم مطبخ کا نام فخر الدین لکھا ہے مگر مونس الارواح کے قلمی نسخہ میں کوئی نام نہیں ہے۔ کتاب مولد حضائے رسول میں بحوالہ کتاب گلشن مرقوم ہے

---

[1] دیکھو مخزن ابرار صفحہ ۶۶ و ۶۹ [2] خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۶ [3] تاریخ سلف میں آپ کا سنہ ولادت ۵۳۹ھ لکھا ہے مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں کیونکہ آپ کا وصال بعمر ۹۳ سال غریب نوازؒ کی وفات کے دس سال بعد ہوتا لکھا ہے ہماری تحقیق کے بموجب غریب نوازؒ کا وصال ۶۲۷ھ میں ہوا لہٰذا ہمارے نزدیک آپ کا وصال بعمر ۹۳ سال ۶۳۶ھ میں ہونا معتبر ہے اس سنہ وصال اور عمر کے پیش نظر آپ کی ولادت ۵۴۳ھ میں ہوئی [4] بقول ماثر الکرام دفتر اول صفحہ ۶ کابل میں ہے۔ [5] ۵۳۵ھ دیکھو تاریخ سلف صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱

کہ آپ غریب نوازؒ کے پیر بھائی ہیں۔ صاحب گلزار ابرار صفحہ ۳۹ پر آپ کو بزمرہ خلفائے غریب نوازؒ لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ "آپ (خواجہ فخرالدین) کو پیر کی خدمتگاری اور پرستاری میں درجہ غلامی حاصل تھا آپ پیر کے ناصحانہ کلام کو لکھ لیا کرتے تھے اپنی تمام زندگی ریاضت اور عبادت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

جب غریب نوازؒ نے نکاح ثانی کیا تو آپ سے بھی سنت نکاح کی ادائیگی کے لئے فرمایا آپ نے عرض کیا "اس کبر سنی میں کیا شادی کروں۔ خدا معلوم اولاد کیسی ہو۔ اس کا بار میرے دوش پر رہے گا" غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا "تم اس کا خیال نہ کرو تمہاری اولاد میں جو بُرے ہوں گے ہم اُن کو سنبھالیں گے" چنانچہ بتعمیل ارشاد غریب نوازؒ کے زوج دوم کے بعد آپ نے بھی سنت نکاح بعمر ۷۰ سال ادا کی ۔[1]

آپ کے تین صاحبزادے[3] مولانا مسعود[4]۔ حضرت سید محبوب عرف جھلول اور سید ابراہیم ہوئے آپ کی اولاد اسوقت بھی بتعداد کثیر بلقب صاحبزادگان[5] و سید زادگان خدام[6] درگاہ اجمیر میں موجود ہے۔

۱؎ دیکھو تاریخ سلف صفحہ ۱۲۶ ۔ ۲؎ دیکھو تاریخ سلف صفحہ ۱۳۱ ۔ ۳؎ ان تینوں حضرات کے مزارات درگاہ غریب نوازؒ میں روبرو بیگمی دالان میں ان پر زرد رنگ کے پتھر کے نشانات بنادئے گئے ہیں۔ ۴؎ یہ وہ مسعود نہیں ہیں جن سے صاحب سیر العارفین نے غریب نوازؒ کے وصال کے تقریباً تین سو سال بعد اجمیر پہونچکر آستانۂ عالیہ میں ملاقات کی تھی بعض لوگوں نے انہیں غلطی سے فرزند سید فخرالدین سمجھ لیا ہے بلکہ بقول صاحب سیر العارفین ان مسعود کے والد و اجداد مولانا احمد بن محمد مخدوم بن قاضی تاج بن مخدوم قاضی شمس الدین دہلوی نبیرہ امام محمد شعبان ہیں ان کی عمر بوقت ملاقات اسی سال کی تھی۔

۵؎ یہ خطاب بوقت حاضری آستانہ خواجہ بزرگ مولانا فخرالدین دہلوی علیہ رحمتہ نے خدام آستانہ کو عطا فرمایا۔ (تاریخ سلف صفحہ ۱۵۲)

۶؎ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سابق میں غریب نوازؒ کی بعض روحانی اولاد (مریدین) جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں خدمات بجالاتی تھی۔ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے روضہ مقدس کی متعلقہ خدمات کی بجا آوری میں نسلاً بعد نسلاً مصروف رہی اور دنیاوی تمام ذرایع آمدنی سے اجتناب کر کے توکل اختیار کیا اور حضرت خواجہؒ کی عطا پر اکتفا کیا مگر اب عرصہ دراز سے خواجہ فخرالدین گردیزیؒ اور یادگار محمد سبزہ داریؒ کی اولاد کے سوا اور کسی کی اولاد مصروف خدمت نہیں ہے۔

جس طرح ان کے جد (خواجہ فخرالدین گردیزیؒ) غریب نوازؒ کی حیات ظاہری میں خدمات بجا لاتے تھے اسی طرح یہ حضرات نائب النبی کے وصال کے بعد بھی خواجہ بزرگؒ کے روضۂ اطہر کی خدمات بجا لا کر اپنے جد کی یہ سنت وفاداری اور استقامت کیساتھ تقریباً سات سو سال سے برابر ادا کرتے رہے ہیں۔

صاحب تاریخ سلف نے اقتباس الانوار[1] و مراۃ الاسرار کے بیانات صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ پر نقل کئے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ فخرالدین سید ابوالحسن ساکن کڑا مانک پور کی اولاد سے ہیں چنانچہ صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں "آستانۂ متبرک خواجہ بزرگؒ کے مجاورین سید فخرالدین کی اولاد ہیں اور کہتے ہیں سید فخرالدین سید ابوالحسن ساکن کڑہ مانک پور کی اولاد ہیں" صاحب تاریخ سلف نے بدلائل اس امر سے تو اختلاف کیا ہے کہ سید فخرالدین سید ابوالحسن کی اولاد سے ہیں مگر یہ ثابت کیا ہے کہ اولاد سید فخرالدین اور اولاد سید ابوالحسن ہم جد ہیں۔

آپ کا وصال بتاریخ ۲۶ رجب ۶۳۷ھ بعمر ۹۳ سال بمقام اجمیر ہوا[2]۔ اس تاریخ پر غریب نوازؒ کی درگاہ میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ بتاریخ ۲۵ رجب بوقت عصر سید محمد انیس نیازی کے مکان سے چادر شریف معہ جلوس درگاہ میں آتی ہے۔

حضرت قاضی قدوۃ الدین عرف قاضی قدوۃؒ آپ دراصل سید ہیں بادشاہ روم نے جو بنی اسرائیل سے تھا اپنی دختر کی شادی قاضی قدوۃ کے والد کیساتھ کی تھی اُن کے بطن سے قاضی قدوۃ تولد ہوئے اس سلطانی نسب کے فخر کی وجہ سے لوگ انہیں بنی اسرائیل سے کہتے ہیں[1]۔ سلطان میرک کے بعد دو بیٹے تھے۔ بڑے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ العزیز

---

[1] صاحب اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں:۔

"کتاب مراۃ الاسرار می نویسد کہ مجاوران آستانہ حضرت خواجہ بزرگؒ قدس اللہ سرہ العزیز از اولاد سید فخرالدین ساکن قصبہ کرہ (کڑا مانک پور) میگویانند و زبانی آنہا معلوم شد سید فخرالدین از اکابر سادات عالی نسبت قصبہ مذکور بودہ است بسبب محبت روحانیت پاک حضرت خواجہ بزرگؒ از وطن انتقال نمودہ در حضرت اجمیر سکونت اختیار کرد۔ چنانکہ از فرزندان او ہنوز در خدمت آستانہ متبرکہ موجود اند و صلاح و اہلیت دارند و با ہر کسے بتواضع و اخلاص پیش می آیند"

[2] خواجہ فخرالدین گردیزیؒ کے حالات میں دیکھو تفصیل گذشتہ مندرجہ فٹ نوٹ نمبر ۳ دیکھو بجز خاتمہ

اور چھوٹے نصرت الدین. سلطان میرک کے بعد حسب قوانین مروجہ سلطنت چھوٹے بیٹے نصرت الدین کو تخت وتاج سپرد ہوا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند شریعت یعنی عہدہ قضا پر متمکن ہوئے اور سلطان نصرت الدین چونکہ ارتکاب مناہی شرعیہ کے خوگر تھے بخیال اس کے کہ حضرت قاضی صاحب دار وگیر شرعی میں سخت ترین اور قاضی کے احکام سلطان کے لئے قانوناً واجب التعمیل تھے اس وجہ سے اپنے تمام ناپسندیدہ افعال میں اخفاء نظر رکھتے تھے مگر تابکے. چند ہی روز میں یہ راز فاش ہو گیا اور قاضی صاحب نے سختی سے احکام شرعی نافذ فرمائے. شرعی کشاکش سلطان نصرت الدین کے لئے سبب ناگواری کا ہوئی اور بقوت عساکر حدود سلطنت سے نکل جانے کا حکم صادر کیا. قاضی صاحب چونکہ سلطان نصرت الدین کے اس شرابی پر پہلے ہی سے بددل ہو چکے تھے یہ خبر سنتے ہی بلا تامل اپنے وطن مالوف سے معہ اہل وعیال کے روانہ ہوئے. آپ کے ساتھ آپ کی عفت مآب بیوی صالحہ اور بیٹے عزیز الدین جو بیوی صالحہ کے بطن سے تھے اور ایک ہزار آدمی سوار اور دس غلام روانہ ہوئے. غلاموں کے نام یہ ہیں. فرخ. سہراب. اختر. نعیم. آفریدہ. اسکر. سیدا. جمشید یا جشیر. سیدون. اور شیر. قاضی صاحب روم سے نکل کر بلاد شام عراق بصرہ بسطام بخارا وماوراء النہر وغیرہ ہوتے ہوئے اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے حکم سے بعہد سلطنت سلطان شہاب الدین غوری (جس نے پرتھوی راج کو قتل کیا تھا) ۵۹۰ھ میں داخل ہندوستان ہوئے. اور اپنے پیر بھائی حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز کے ایماء سے[1] شہر اودھ میں سکونت اختیار فرمائی. چنانچہ کتاب بحر زخار میں بحوالہ مرآۃ الاسرار مرقوم ہے: "آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے مرید وخلیفہ ہیں". اسکی تائید مولوی عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے.

الغرض جب سلطان شہاب الدین غوری نے یہ خبر سنی کہ قاضی صاحب روم سے داخل ہندوستان ہوئے تو اپنے وزیر کو معہ چند غوری سواروں کے قاضی صاحب کی خدمت میں بھیج کر نہایت تمنا واشتیاق کے ساتھ ملاقات کی اور دہلی میں استقامت کے واسطے استدعا کی.

---

[1] چونکہ قاضی قدوۃ ۵۹۰ھ میں وارد ہندوستان ہو کر حسب ایما خواجہ غریب نوازؒ اودھ میں سکونت پذیر ہوئے. پس ثابت ہوا کہ اس سنہ میں غریب نواز ہندوستان میں موجود تھے یعنی ۵۹۰ھ سے قبل غریب نوازؒ ہندوستان میں آچکے تھے.

حضرت قاضی صاحب نے پیام سلطانی منظور فرمایا اور وزیر کے ہمراہ دہلی روانہ ہوئے جب دہلی کے قریب پہونچے تو خود سلطان شہاب الدین نے فرط مسرت سے مع ارا کین سلطنت دہلی سے باہر آکر استقبال کیا اور نہایت عزت واحترام سے دہلی میں لے جاکر محلات شاہی سے ایک مکان حضرت قاضی صاحب کے واسطے مخصوص کردیا۔ دہلی میں آپ نے دو سال پانچ مہینہ اور سات روز قیام فرمایا اسی اثنا میں سید ذکریا صاحب مدنی نے جو سلطان شہاب الدین کے ساتھ غور سے مع اہل وعیال تشریف لائے تھے اور مستقل طور سے دہلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان شہاب الدین کی وساطت سے آپ کے بیٹے حضرت قاضی عزیز الدین کے ساتھ اپنی بیٹی کے نکاح کا پیام دیا۔ حضرت قاضی صاحب چونکہ حضرت ذکریا صاحب مدنی کے نسبی حالات سے واقف نہ تھے اس وجہ سے جواباً آپ نے سلطان شہاب الدین سے فرمایا کہ تاوقتیکہ حضرت شریف صاحب مدینہ جو اولاد خاص حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں سید ذکریا صاحب کی سیادت پر تصدیق نہ فرمائیں گے مجھے اس عقد میں تامل ہے۔ یہ جواب پاکر سلطان شہاب الدین نے سید صاحب کی سیادت کے متعلق شریف مدینہ سے استفسار کیا۔ شریف صاحب نے بجواب اس کے تحریر فرمایا کہ سید ذکریا صاحب کا نسب مثل آفتاب کے ہے اور ہمارے اُن کے درمیان خاندانی واسطہ بھی ہے۔ قاضی صاحب یہ تحریر دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور بلاتامل ۱۱ رجب ۵۹۸ھ کو سید صاحب کی بیٹی سے قاضی عزیز الدین صاحب کا عقد کردیا۔ نکاح کی فراغت کے بعد ایک دن سلطان شہاب الدین نے قاضی صاحب سے کہا کہ صوبہ اودھ جو قوم بھر سے آباد ہے بطور نذر آپ کے واسطے معاف کرتا ہوں۔ جتنے مواضعات آپ ان کفار سے پاک کریں گے وہ آپ اور آپ کی اولاد کی ملک رہیں گے اور معافی صوبہ اودھ کا فرمان اپنا دستخطی قاضی صاحب کے حوالہ کیا۔

صوبہ اودھ اس وقت اگرچہ سلطنت دہلی کے زیر فرمان تھا مگر برائے نام تھا یہاں کے علاقہ دار اور زمیندار اپنے اپنے محکومات ومقبوضات پر پورے پورے اختیار کے ساتھ متصرف تھے قاضی صاحب جب اپنے ہمراہی ایک ہزار سواروں اور دس غلاموں کے ساتھ اودھ کی جانب

روانگی پر تیار ہوئے تو سلطان شہاب الدین نے پانچہزار غوری سوار اور آپ کے ساتھ کئے۔ آپ جملہ چھ ہزار سوار لیکر روانہ ہوئے اور ۱۷ رمضان ۵۹۹ھ موضع جگدیو پور (جگور) کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ آپ کے لشکر کے چند آدمی سوار کسی ضرورت سے موضع جگدیو پور گئے وہاں کے سرکش لوگوں نے دیکھتے ہی راجہ جگدیو یا اودھراج (جو مذہباً متعصب اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا) کے حکم سے بلا خطا سواروں کو شہید کر ڈالا اور گھوڑوں و اسلحہ وغیرہ کو مال غنیمت سمجھے۔ قاضی صاحب نے یہ خبر سنتے ہی نہایت غضبناک حالت سے تین ہزار رومی وغوری سواروں کے ساتھ جگدیو پور پر حملہ کر دیا، صبح سے تا شام نہایت ہولناک جنگ ہوتی رہی بالآخر نماز مغرب کے قریب راجہ اودھراج شکست کھا کر معہ بیوی بچوں کے واصل جہنم ہوا۔ اور موضع جگدیو پور پر قاضی صاحب قابض ہوئے یہ پہلا موضع ہے جو قوم بھر سے فتح کر کے قاضی صاحب اپنے قبضہ میں لائے اس معرکہ میں تین سو رومی اور غوری سوار شہید ہوئے۔ اور راجہ اودھراج کے لشکر سے دو ہزار مقتول ہوئے۔ اسکے بعد ۷ رشوال ۵۹۹ھ کو موضع ہرسولی (رسولی) میں دانیال دارجن سے جو راجہ گنیش اور سورج بھان کے بھائی تھے اور موضع سرسنڈہ کرسنڈہ و بھٹیا اودھ کے زمیندار تھے جنگ عظیم واقع ہوئی۔ دانیال سنے دغابازی سے رات کو قاضی صاحب کے لشکر پر حملہ کر کے پانچسو نو ۵۰۹ آدمیوں کو شہید کیا۔ لیکن صبح ہوتے ہی دانیال دارجن کے لشکر سے شبخون کے عوض قاضی صاحب نے چار ہزار کو قتل کیا۔ دانیال دارجن اس خونخوار حملہ کو برداشت نہ کر سکے اور نہایت مضطربانہ حالت سے مفرور ہوئے۔ اُن کے بھاگتے ہی اُن کا تمام لشکر درہم برہم ہو گیا۔ لیکن نبرد آزما سپاہیوں کی جگر نوش تلواروں سے جانبری کب ہو سکتی تھی آخرکار دونوں (دانیال دارجن) کے سر قاضی صاحب کے سامنے لاڈالے گئے۔ اور رسول پور پر پورا قبضہ ہو گیا اس سے فراغت پاکر چپلائی (بڑا گاؤں) کی جانب قاضی صاحب متوجہ ہوئے یہاں بھی خفیف سی جنگ کے بعد قبضہ ہو گیا اسی طرح بھگاؤں (بھیارہ) پر بھی۔ کل تین سال میں یعنی ۵۹۹ھ سے ۶۰۲ھ تک باون مواضعات پر قاضی صاحب قابض ہو گئے

قاضی اجل ابن قاضی عماد بیان کرتے ہیں کہ جب میں نو ۹ سال کا ہوا تو میرے دادا قاضی محمد برک متوطن سترکھ جنہوں نے ایک سو تہتر برس کی عمر میں وفات پائی مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ حضرت قاضی قدوۃ صاحب نے باون ۵۲ مواضعات فتح کرنے کے بعد سہراب سید۔ اسکر۔ آفریدہ سیدوں کو معہ بقیہ سواروں کے سرسنڈہ وکرسنڈہ وغیرہ مواضعات کی نگرانی

کے واسطے چھوڑا۔ اور جشیدہ جشیر کو قاضی عزیز الدین صاحب کے ہمراہ اور فہیم و فرخ و اختر کو اپنے ساتھ رکھا۔ سنہ ۶۰۲ھ میں آپ اجودھیا تشریف لے گئے اور وہیں ایک محلہ میں قیام فرمایا۔ یہ محلہ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے نام سے موسوم و مشہور ہو گیا یعنی قدوائی محلہ کہلایا۔ کچھ کم تین سال قیام کے بعد بیں ۱۱ رجب سنہ ۶۰۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور اسی قدوائی محلہ میں مدفون ہوئے۔ اس تاریخی مصرع سے حضرت قاضی صاحب کا سنہ وصال نکلتا ہے ؎ "خدا ابتا ہے اُن کے وصال کی تاریخ"۔

جب سنہ ۱۲۰۱ھ میں دریائے گھاگرہ کاٹتا ہوا قریب مزارِ اقدس کے پہونچ گیا تو حضرت قاضی صاحب نے اپنی اولاد سے ایک صاحب کو جو نواب سعادت علی خاں برہان الملک ناظم اودھ کی فوج میں کسی عہدہ پر ممتاز تھے۔ حالت خواب میں حکم فرمایا کہ "دریا چاہتا ہے کہ میرے جسد کو بہا لے جائے لہٰذا تم میری نعش یہاں سے نکالکر فلاں جگہ پر دفن کر دو"۔ اس امر میں اُن کو کچھ تامل ہوا دوسری شب کو پھر فرمایا کہ "میں نے برہان الملک کو بھی اطلاع دیدی ہے لہٰذا کل اسکی ضرور تعمیل ہو جائے"۔ صبح کو نواب صاحب اسی غور وفکر میں تھے کہ یہ صاحب پہونچ گئے۔ اور کل کیفیت بیان کی نواب صاحب نے بھی اسکی تصدیق کی اور کہا کہ مجھے بھی اس معاملہ میں یہی حکم ہوا ہے لہٰذا تم فوراً اس کی تعمیل کرو"۔ نواب صاحب کی اس تائید پر آپ کی نعش نکالکر ایک صندوق میں رکھی گئی اور شہر اودھ کے کنارہ جہاں آپ کا مزار اقدس زیارت گاہ عام ہے دفن کئے گئے۔ جسم اقدس یا کفن میں اُسوقت تک جسکو ۵۹۵ برس کا زمانہ ہوا تھا کسی قسم کا تغیر نہ ہوا تھا۔ اس مقام سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آپ کی شہرت کے اسباب کچھ شاہزادگی یا منصب قضاء سے نہ تھے بلکہ وہ اسرار ربانی و لطائف روحانی تھے جن کے لازمی نتائج قبولیت تام اور حیات علی الدوام ہیں ۱۱ ذیقعدہ کو آپ کا عرس اجودھیا میں ہوتا ہے[1]۔ آپ کی فاتحہ خوانی نخود بریاں اور نبات پر ہوتی ہے آپ سے کثیر تعداد میں خوارق عادت ظہور پذیر ہوئے[2]۔

---

[1] دیکھو رسالہ قلمی مولفہ عبد الرحمن صاحب قدوائی ساکن بڑاگاؤں ضلع بارہ بنکی (اودھ) مرتبہ ازتاریخ التحقیق۔ بحر زخار۔ تاریخ ابوسعید قدوۃ التواریخ۔ ملفوظ حضرت قاضی شہاب الدین پرکالۂ آتش۔ ملفوظ شاہ مینا صاحب قدس سرہٗ۔ کتاب قلمی در حالات علمائے کرام فرنگی محل۔ مناقب رزاقیہ۔ خاندانی پرانے ماخذات متعلق حضرت قاضی قدوہؒ۔

[2] بحر زخار قلمی۔

حضرت حاجی رومیؒ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کے مرید ہیں[1]۔

سید معین الدینؒ آپ بھی حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز کے مرید ہیں۔ مزار بیانہ (متصل بھرت پور) میں ہے[2]۔

سلطان شمس الدین التتمش بقول طبقات ناصری، صفحہ ۱۶۶۔ ۱۶۰ شمس الدین بلاد ترکستان کے قبیلہ البری میں سے تھے۔ ان کے والد کا نام یلمخان تھا۔ ان کے چچازاد بھائی یا برادران ان کے حسن و کیاست کی وجہ سے ان سے حسد رکھتے تھے۔ ایک دن یہ گلۂ اسپان کا تماشہ دکھانے کے بہانہ سے انہیں لے گئے اور ایک بازرگان کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے بخارا کے صدر جہاں کے اقربا کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک دن انہیں بازار سے انگور خرید نے بھیجا گیا مگر قراضہ گم ہو گیا یہ بچہ تھے خوف سے رونے لگے۔ ایک پیر مرد نے روتا دیکھکر انہیں انگور خرید کر دیدیئے اور اس بات کا عہد کیا کہ دولت و ملک ملنے پر فقراء کی تعظیم و تکریم کروں گا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں قطب الدین ایبک نے دہلی میں خرید لیا۔ اور اپنا بیٹا بنایا۔ امیر شکار گاہ کیا اور کالیور کا امیر کر دیا۔ اس علاقہ میں قصبہ برن (بلند شہر) اور اس کے مضافات انہیں ملے۔ مسالک السالکین کے صفحہ ۳۰ پر مرقوم ہے: "سلطان (شمس الدین) مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ رضی اللہ عنہ کے تھے۔ اور تعلیم (تعلیم تصرف) ان کی حضرت خواجہ بزرگؒ علیہ رحمتہ سے تھی۔ لیکن ان کو آپ (قطب صاحب) کے ساتھ انتہا درجہ کی محبت اور عقیدت تھی عجب نہیں بعد میں آپ (قطب الاقطاب) کی ارادت کو بھی پہونچے ہوں"۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حسب گنج اسرار سیر الاقطاب وغیرہ سلطان شمس الدین خواجہ قطب صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ غریب نوازؒ سے فیض حاصل کیا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ سے برائے حصول نسبت اعلیٰ تجدید بیعت کی[3]۔

حضرت قاضی دانیال قطریؒ آپ نواح قطر[4] سے سکونت ترک کر کے جیش اسلامی کے ہمراہ وارد ہندوستان ہو کر لاہور میں مقیم ہوئے تھے۔ بعد ازاں دیوبند میں کچھ

---

[1] قلمی نسخہ تذکرۃ الاولیائے بیجاپور صفحہ ۱ جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے [2] قلمی نسخہ بجرز خار۔ [3] دیکھو خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۷۶ گنج اسرار قلمی۔ سیر الاقطاب صفحہ ۱۵۹ [4] قطر نواح قطیب و عمال میں ایک شہر کا نام ہے۔ آجکل کی اٹیلسوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قطر علاوہ شہر کے ایک صوبہ کا نام بھی ہے۔ (اکمل التواریخ جلد اول صفحہ ۲)

دن رہکر آپ نے بکثرت لوگوں کو مستفیض کرکے شہرت حاصل کرلی۔ سلطان شمس الدین کے اشتیاق آفریں طلب کی بدولت ہاتھوں ہاتھ بدایوں[1] بلائے گئے۔ عزت وتکریم سے خیر مقدم کرکے عظمت ووقار کی مسند پر بٹھایا! عہدہ قضا حکومت کی جانب سے پیش کیا گیا۔ اسوقت سے آپ دائرہ حکومت شمسی میں قاضی القضاۃ مشہور ہوئے۔

قاضی صاحب ظاہری علوم کیساتھ باطنی کمال کے بھی دلدادہ تھے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کی جوش عقیدت نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے زمرۂ ارادت میں آپ کو داخل[2] کردیا تھا۔ آپ کے سال رحلت کا پتہ نہیں چلتا۔ مزار آپ کا حضرت پیر مکہ[3] صاحب علیہ رحمتہ کی حریم کے مشرقی دروازہ کے سامنے گوشۂ جنوب میں بتایا جاتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کی نسل میں علم وفضل نسلاً بعد نسلاً اب تک چلا آتا ہے۔[4]

شیخ عبداللہ رازیؒ (ساکن رے متصل طہران)

آپ پہلے آتش پرست تھے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے مثل خلیل اللہ کرامت دیکھکر اسلام قبول کیا۔ آخرکار خواجہ معین الاولیا کی نظر معرفت سے ولایت اور کمالات کی چاشنی چکھی درجہ حق شناسی پر پہونچے۔[5] صاحب گلزار ابرار نے صفحہ ۳۶ پر انہیں خلفائے غریب نوازؒ کے زمرہ میں لکھا ہے۔ ہم کرامت خلیلی کا مفصل حال پیچھے لکھ چکے ہیں۔

شیخ صفی الدین ابراہیم رازیؒ

آپ وہی طفل ہیں جن کو کاندھے پر بٹھاکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ آگ میں چلے گئے تھے اور نمرودی آگ والا ابراہیمی جلوہ دکھاکر صحیح سالم نکل آئے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنے پیر (خواجہ عثمان ہارونیؒ) کی تلاش میں ہندستان بھی آئے تھے۔ جب اجمیر پہونچے تو خواجہ معین الاولیا کی ملازمت سے شرف حاصل کیا۔ خدمت میں کمربستہ رہے آخرکار ولایت اور سعادت حاصل کی۔ رحلت کے بعد آپ کو حضرت خواجہ کے روضہ کی دیوار کے پیچھے جگہ ملی۔[6] صاحب گلزار ابرار نے صفحہ ۳۹۳ پر انہیں غریب نوازؒ کے خلفا میں لکھا ہے

---

[1] قاضی دانیال اس زمانہ میں بدایوں [illegible] گئے جب سلطان شمس الدین بعد فتح بدایوں ([illegible]ھ) منجانب قطب الدین ایبک حاکم بدایوں تھا۔ [2] غالباً اس زمانہ میں بیعت ہوئے جب حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ ۶۱۰ھ میں وارد دہلی ہوکر تین سال مقیم رہے۔ [3] آپ کا مزار آستانہ عالیہ قادریہ (بدایوں) سے گوشۂ مشرق جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ (اکمل التواریخ صفحہ ۲۰)

[4] اکمل التواریخ جلد اول صفحہ ۲۱

[5، 6] دیکھو گلزار ابرار صفحہ ۳۶ و ۳۹

ان کا مفصل حال حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے ہندوستان آنے کے سلسلہ میں پیچھے آچکا ہے۔

حضرت سید عربؒ | ساتویں صدی کے شروع میں آپ بدایوں تشریف لائے۔ بڑے صاحب باطن و معرفت ہیں۔ مزار شریف بدایوں میں ہے۔ آپ کو بیعت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ سے ہے[1]۔

شیخ سعدی لنگوحیؒ اور شیخ نجم الدین صغریؒ | یہ حضرات بھی حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ اور غریب نوازؒ کے پیر بھائی ہیں[2]۔

(ب) آپ کے خلفا صاحب اقتباس الانوار نے صفحہ ۴۷ پر و انوار العارفین نے صفحہ ۲۹۱ پر اور مسالک السالکین جلد دوم نے صفحہ ۲۹۱ پر غریب نوازؒ کے تیرہ خلفا لکھے ہیں مگر سیر الاقطاب نے صفحہ ۱۱۰ پر چودہ لکھے ہیں۔ صاحب مسالک السالکین نے شیخ احد الدین کرمانی، سلطان مسعود غازی اور محترمہ بی بی حافظ جمال کے خلیفہ ہونے کی روایت کو ضعیف لکھا ہے مگر صاحب سیر الاقطاب نے بی بی حافظ جمال کا خلیفہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ بقیہ ہر دو حضرات کا خلیفہ ہونا تسلیم نہیں کیا ہے۔ صاحب اقتباس الانوار نے بی بی حافظ جمال اور سید سالار مسعود غازیؒ[3] کو غریب نواز کا خلیفہ تسلیم نہیں کیا البتہ شیخ احد الدین کرمانیؒ[4] کو غریب نوازؒ کا خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ[5] | آپ سادات حسینیؒ[6] سے ہیں۔ غریب نواز کے خلیفہ اعظم ہیں اور حقیقی

---

[1] سید مہدی حسن مارہروی نے یہ روایت اپنی تالیف میں نقل کی ہے۔ چونکہ اس کتاب کا سرورق نہ دارد تھا اسلئے ہم اسکا نام لکھنے سے قاصر ہیں۔ ہر چند کہ موصوف کی تصانیف مارہرہ سے ہم نے منگائیں تاہم مطلوبہ کتاب دستیاب نہ ہوئی۔ [2] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۔ سیر الاقطاب صفحہ ۲۰ اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۲ [3] سید سالار مسعود غازی (جنکا مزار بہرائچ میں ہے) کی ولادت ۴۰۵ھ اور وفات ۴۲۴ھ میں ہوئی۔ یعنی غریب نوازؒ کی ولادت سے ۱۰۵ سال قبل ہوئی۔ (تاریخ گلزار اکبری صفحہ ۱۹) [4] شیخ احد الدین کرمانیؒ شیخ رکن الدین سنجاسیؒ کے مرید ہیں۔ (دیکھو نفحات الانس صفحہ ۵۳۳) [5] آپ کا مفصل حال مسالک السالکین جلد دوم کے صفحہ ۲۹۱-۳۱۱ پر اور دوسرے تذکروں میں درج ہے۔ [6] صولت افغانی صفحہ ۶۳۹ میں بحوالہ کتاب تذکرۃ الاخوان۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶۱ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مزار شاہجہاں آباد (دہلی) میں لکھا ہے۔ نیز آپ کو قوم پٹھان سے لکھا ہے۔ مگر مراۃ الانساب اور دوسری مستند کتابوں میں جو شجرے دئے گئے ہیں ان کے مطابق آپ سادات عظام سے ہیں اس لئے ہمارے نزدیک آپکا پٹھان لکھنا صحیح نہیں۔

سجادہ نشین و جانشین ہیں۔ حسب منتشر تفصیلات گذشتہ آپ کی ولادت ۵۶۹ھ یا بعد ماہ ربیع الاول ۵۶۹ھ میں بمقام اوش ہوئی ۵۸۲ھ میں آپ نے اوش میں غریب نوازؒ سے بیعت ارادت کا شرف حاصل کیا بعد ازاں بعمر ۱۷ سال بمقام بغداد شریف ۵۸۶ھ میں بیعت خلافت سے مشرف ہوئے ۵۸۶ھ میں ورود ہند بار دویم (ورود اجمیر بار اول) کے موقعہ پر آپ غریب نوازؒ کے ہمراہ اجمیر آئے بعد ازاں شروع زمانہ قطب الدین ایبک (۶۰۲ھ) میں آپ اپنی والدہ سے ملنے اوش تشریف لے گئے۔ پھر بغداد پہونچے۔ ۶۱۱ھ میں آپ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ براہ ملتان وارد دہلی ہوئے۔

آپ چشت میں خواجہ مودود چشتی (خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ) کی خدمت (مزار پر) میں دس سال تک رہے[2]۔ اور بدخشاں وغیرہ کا سفر بھی کیا تھا[3]۔ غریب نوازؒ کا سلسلہ فقر آپ سے چلا آپ کا وصال غریب نوازؒ کے پانچ سال آٹھ ماہ آٹھ یوم بعد بتاریخ ۱۴ ربیع الاول[4] ۶۳۳ھ بعہد سلطان شمس الدین التمش ہوا مزار شریف قصبہ مہرولی (متصل دہلی)[5] دہلی کہنہ میں زیارت گاہ خلایق ہے۔ بقول سیر الاولیا صفحہ ۵۶ سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین بختیار کاکیؒ و مولانا قطب الدین کاشانی کا وصال ایک ہی سال میں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین والاولیا) نے یاد کرکے یہ تاریخ بتائی۔ شعر

"بسال سی شش صد و سی و سہ بود کہ از ہجرت ؎ نماند شاہجہاں شمس الدین عالمگیر

بتاریخ ۱۳، ۱۴ ربیع الاول آپ کے عرس شریف کے مراسم سالانہ ادا ہوتے ہیں۔ حال میں آپ کے روضہ اقدس پر سنگ مرمر کی بارہ دری اور گنبد شریف بھی تعمیر ہوا ہے آپ کے خلیفہ اعظم اور سجادہ نشین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ رحمۃ ہیں

---

[1] خواجہ قطب الدین مودود چشتی کی وفات حسب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۵۵ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۵۱ ۵۲۷ھ میں ہوئی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی ولادت حسب تفصیل گذشتہ ۵۶۹ھ (حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی کی وفات سے ۴۲ سال بعد) میں ہوئی اس لئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ سے بزمانہ حیات ملنا ممکن نہیں۔

[2] (الف) دیکھو ترجمہ راحت القلوب صفحہ ۱۳ (ب) ہمارے نزدیک مزار پر رہنے سے مراد ہے۔

[3] دیکھو ترجمہ اسرار الاولیا صفحہ ۲۰۹-۲۱۰

[4] و [5] (الف) دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۳ وغیرہ (ب) بعض نے قطب صاحبؒ کا سال وصال ۶۳۴ھ لکھا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت خواجہ فخر الدینؒ خلف غریب نوازؒ آپ کے حالات باب ازواج و اولاد میں پیچھے لکھے جا چکے ہیں۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدینؒ سوالی ناگوریؒ سلطان التارکین آپ کا لقب ہے۔ کنیت ابو احمد ہے۔ حضرت سعد بن زید (صحابی رسول اللہ) کی اولاد سے ہیں۔ صاحب کشف و کرامت اور عالی مرتبہ شیخ کامل ہیں[1]۔

حضرت شیخ معین الدینؒ آپ وہ ہی بزرگ ہیں جو بقول سیر الاولیا دہلی سے روانہ ہو کر ابھی اجمیر نہیں پہونچے تھے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا دہلی میں وصال ہو گیا۔ صاحب سیر الاقطاب۔ مسالک السالکین جلد دوم۔ اقتباس الانوار۔ انوار العارفین وغیرہ نے آپ کو خلفاء غریب نوازؒ میں لکھا ہے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ آپ خلیفہ و مرید شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ رحمتہ کے ہیں مگر غریب نوازؒ کی طرف سے بھی صاحب اجازت تھے[2]۔

سلطان شمس الدین التمش غلامی کی حالت میں اپنے آقا کے پاس بغداد میں تھا کہ ایک دن اُس کے آقا کے مکان پر درویشوں کی مجلس سماع منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ بھی تھے۔ التمش نے تمام رات مجلس میں خدمت گلگیرئ شمع کی اس خدمت سے درویش خوش ہوئے اور اس پر نظر ڈالی اس برکت سے خدائے تعالیٰ نے التمش کو بادشاہ ہندوستان کا بنایا۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ جب دہلی تشریف لائے اور سماع سننا شروع کیا تو قاضی عماد وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا۔ اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ کو بادشاہ کے دربار میں بلا کر سوال کیا کہ سماع حلال ہے یا حرام؟ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ "اہل قال کو حرام ہے اور اہل حال کے لئے حلال ہے"۔ اور پھر سلطان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ کو یاد ہوگا کہ ایک بار بغداد میں درویش سماع کرتے تھے اور آپ اپنے آقا کے حکم سے اُس رات خدمت گلگیرئ شمع انجام دیتے تھے آپ پر درویشوں نے نظر ڈالی اُس کی برکت سے آپ بادشاہ ہوئے۔ سلطان کو بات یاد آگئی اُس نے رقت کی اور قاضی صاحب کو اپنے پہلو میں بٹھایا اس دن سے سلطان عقیدت کے ساتھ

---

[1] دیکھو خزینتہ الاصفیا جلد اول صفحہ ۳۰۹ [2] (الف) موضع سوالی اجمیر سے دو فرلنگ پر ہے۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۳) (ب) موضع سوالی کا نام آجکل سالی ہے۔ (افاضات حمید صفحہ ک) [3] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۱ و گلزار ابرار صفحہ ۴۰

سماع سے لذت حاصل کرنے لگا۔[۱]
آپ کی ولادت ۵۶۳ھ میں ہوئی اور نہم رمضان المبارک ۶۴۳ھ میں بعمر ۸۰ سال قضا کی۔ حضرت قطب صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ دس سال تک دہلی میں بقید حیات رہے آپ کے سات فرزند اور دو صاحبزادیاں بی بی حمیرہ ابوبکر کرمانی کے بطن سے شہر پشتو میں پیدا ہوئیں۔[۲]
آپ کی علمی یادگار طوالع الشموس۔ شرح اسمائے حسنہ۔ لوامع۔ لوائح۔ مطالع شرح چہل حدیث ہیں۔[۳] اہل ناگور کہتے ہیں کہ ان کتابوں کے آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اصل قلمی نسخے قصبہ رحل پرگنہ ناگور ضلع جودھپور (مارواڑ) میں موجود ہیں۔

شیخ وجیہہ الدینؒ خراسانیؒ | آپ کی وفات بتاریخ ۹ جمادی الآخر ۶۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف ہرات میں ہے۔

شیخ برہان الدینؒ عرف بدّو | آپ کا وصال بتاریخ ۱۲ رجب ۶۶۴ھ میں ہوا۔ مزار شریف اجمیر میں ہے۔

حضرت شیخ احمدؒ | آپ کا وصال ۱۲ محرم ۶۸۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف اجمیر میں ہے۔

شیخ شمس الدینؒ فوتانیؒ | آپ کا وصال بتاریخ ۸ صفر المظفر ۶۶۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف احمد آباد میں ہے

اجے پال جوگی یعنی عبداللہ بیابانیؒ | آپ بلباس جوگیان رہا کرتے تھے۔ ریاضت کی بدولت صاحب استدراج تھے۔[۴] بقیہ حال ان کا پیچھے آچکا ہے۔

شیخ محمد محسنؒ۔ شیخ سلیمان غازی کرشکیؒ و حضرت شیخ حسن خیاطؒ

(ب/۲) آپ کے مزید خلفا بموجب گلزار ابرار۔ نزہتہ الاصفیا و تذکرۃ الاولیائے ہند۔

مولانا حکیم ضیاء الدینؒ حامد بلخیؒ | آپ کا حال سفر بلخ میں آچکا ہے۔

سید حسین مشہدیؒ[۱] | آپ سادات مشہد مقدس سے ہیں اور ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ آپ بہ نیت

---

[۱] دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۰۶۶ و انفاسات حمید صفحہ ۵۰ [۲] دیکھو انفاسات حمید صفحہ ۲۵ [۳] گلزار ابرار صفحہ ۵۹ و ۶۰۔ ان حضرات کی تاریخہائے وصال اور مقامات مدفن بعض حال کے تذکروں میں مذکور تاریخ آئینہ تصوف لکھے ہیں۔
[۴] گلزار ابرار صفحہ ۳۱ و ۳۵ و ۳۰ [۱] بعض نے انہیں مشہدی لکھا ہے۔

جہاد شہاب الدین غوری کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ قطب الدین ایبک نے آپ کو اجمیر کا حاکم مقرر کیا۔ اجمیر میں آپ کے اور حضرت خواجہ کے درمیان بہت محبت ہوگئی تھی اور اکثر نواح اجمیر کے لوگ اُن کی سعی سے حضرت خواجہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے[1]۔

صاحب گلزار ابرار نے صفحہ ۳۴ و ۳۵ پر ان کو خلفاء غریب نوازؒ لکھا ہے۔ اور ان کا مزار اجمیر میں ایک پہاڑی کے پشتہ پر بتایا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ آجکل خنگ سوار کے لقب سے مشہور ہیں۔

شیخ نظام الدین ناگوریؒ آپ کا کلمہ من غاب خاب پر عمل تھا۔ ہمیشہ اپنے پیر کے آستانہ پر معتکف رہتے تھے۔ اسی طرح آپ کی گذران تھی۔ جدائی پر ایک لحظہ بھی صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر پیر کی زبان پر یہ کلمات آجاتے تھے کہ ہمارا فخر فخر الدین کے ساتھ ہے اور ہمارا نظام نظام الدین کے ساتھ ہے[2]۔

شیخ مجد الدین سنجریؒ آپ حضرت خواجہ کے سفر و حضر میں رفیق تھے۔ غریب نوازؒ کی خدمت و ملازمت (جو آپ کی خاص عادت تھی) سے مراد کو پہونچے۔ آپ نے پیر کی جہاں پیمائی کے زمانہ میں پیر کی ہمراہی اور کمان برداری سے کسی وقت اپنے آپ کو باز نہیں رکھا۔ اس سبب سے آپ کی رسائی کا تیر مراد کے نشانہ پر جا لگا[3]۔

مولانا احمد خادمؒ آپ نے ہمیشہ (مرشد کی) خدمت گذاری میں بسر کی۔ راز دو جہانی کے محرم تھے۔ اجمیر میں مزار ہے[4]۔

حضرت شیخ مہتا یا متاؒ غریب نوازؒ نے آپ کے لئے دعائے اکرام کی تھی۔ مخلوق میں آپ اتنے عزیز ہوئے کہ لوگ آپ کا بول و براز بطور تبرک لے جاتے تھے[5]۔

حضرت شیخ علی سنجریؒ غریب نوازؒ آپ سے خلافت نامہ لکھوایا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بہت محبت تھی۔ خاندان چشت کے تذکروں میں اکثر آپ کا نام

---

۱ اقتباس الانوار صفحہ ۴۱۲ ۲ گلزار ابرار صفحہ ۳۶ و ۳۸ ۳ گلزار ابرار صفحہ ۳۶ و ۳۸

۴ گلزار ابرار صفحہ ۳۵

۵ خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۵

آیا ہے۔ آپ کا مزار زیر مینار مسجد قوت[۱] الاسلام دہلی میں ہے[۲]۔ صولت افغانی میں صفحہ ۱۶۴ پر آپ کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا خواہر زادہ لکھا ہے۔

شاہ عبداللہ کرمانیؒ — آپ سے سلسلہ کے ہزاروں فقیر ہیں جو کرمانیہ کہلاتے ہیں[۳]۔

پیر کریم سیلونیؒ — آپ غریب نوازؒ کے خلیفہ ہیں کامل وقت تھے۔ صاحب گروہ ہیں۔ آپ کے سلسلہ کے لوگ کریمیہ کہلاتے ہیں۔ آپ کی وفات ۶۶۳ھ میں ہوئی[۴]۔

شیخ صدر الدین کرمانیؒ[۵] ....

(۷۰) آپ کے بعض معتقد مریدین و خلفا بحوالہ تاریخ آئینہ تصوف وغیرہ

بعض نے بحوالہ تاریخ آئینہ تصوف مندرجہ ذیل حضرات کو بھی آپ کا خلیفہ تسلیم کیا ہے اور اُن کے سنین و مقامات خلافت تحریر کئے ہیں۔ ہماری رائے میں ان حضرات کا خلفاء اصغر یا معتقد مریدین ہونا قرین قیاس ہے۔ مگر جو سنین و مقامات حصول خلافت لکھے گئے ہیں اُن سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ ان میں بعض حضرات کے بمقام اجمیر خلافت پانے کے وہ سنین درج ہیں جبکہ بالاتفاق نہ غریب نوازؒ اجمیر آئے تھے نہ اُس وقت تک خود مرید و صاحب اجازت ہوئے تھے۔ اس لئے ہم نے انہیں نظرانداز کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان حضرات کے نام کتاب مواقیت الفواتح کے قلمی نسخہ میں بھی موجود ہیں ہم نے گو یا ٹونک سے اس کتاب کی نقل منگائی تھی مگر مالک کتاب نے جواب میں لکھا کہ "ایک صاحب مانگ کر لے گئے ہیں ابھی واپس نہیں کی شاید تلف ہو گئی"۔

---

[۱] (الف) مسجد قوۃ الاسلام لاٹ آہنی (متصل قطب مینار) کے قریب ہے (دیکھو نقشہ لاٹ آہنی و مسجد قوۃ الاسلام مندرجہ تاریخ آئینہ ہند درمیان صفحات ۴۶ و ۴۷) (ب) مینار قطب صاحب معہ دروازہ قوۃ الاسلام سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۶ھ میں قطب صاحب کے مزار کے پاس دہلی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر گاؤں کی سڑک کے کنارے بنائی (تواریخ ہفت قلزم حصہ عمارات)
(ج) لاٹ (قطب مینار) کے نیچے مسجد قوۃ الاسلام اور اس کی مختلف عمارتیں نظر آتی ہیں یہ مسجد قطب الدین ایبک کی بنوائی ہوئی ہے (دیکھو چراغ دہلی صفحہ ۵۰) [۲] تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۶۳ [۳،۴] تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۱۳۶

[۵] خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۶۵

حضرت شیخ محمد یادگار سبزواری :- آپ کا وصال بتاریخ ۲۵ رجب ۶۴۳ھ میں ہوا۔
حضرت برہانجی سدا سہاگ : مبلغ اسلام تھے بتاریخ ۶ محرم ۶۰۶ھ میں وصال ہوا مزار اجمیر شریف میں ہے حضرت احمد قبار اور حضرت اصغر قندہاری کے ہمعصر ہیں۔
حضرت نیاز اللہ بن شفیق احمد خراسانی :- آپ خراسان میں پیدا ہوئے۔ تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دیں بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۵۰۹ھ میں انتقال ہوا
حضرت امام الدین بن نجم الدین دمشقی :- آپ غریب نواز کے خلیفہ ہیں۔ اشاعت اسلام میں حصہ لیتے تھے وطن سے ہندوستان آئے پیر کی خدمت میں رہکر فیض حاصل کیا بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۶۴۷ھ میں وصال ہوا
حضرت داؤد بن شیخ سلیم ساکن طائف :- آپ کی پیر و اجمیر کے ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا کام تھا آپ کے ذریعہ بہت سے راجپوت غریب نواز کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کا وصال ۲۸ محرم ۶۰۰ھ میں ہوا مزار اجمیر میں ہے۔
حضرت قادر سعید :- آپ کی خدمات تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں قابل قدر ہیں آپ بنارس میں تبلیغ اسلام کرتے تھے آپ کا وصال ۱۹ رجب ۶۰۶ھ میں ہوا مزار اجمیر شریف میں ہے
حضرت احمد خاں درانی :- آپ حضرت سلطان شاہ متوفی کے ہمعصر تھے آپ کا وصال ۴ شعبان ۶۰۲ھ میں ہوا۔
حضرت سلطان شاہ :- آپ کا وصال ۱۹ جمادی الاول ۵۹۳ھ میں ہوا۔
حضرت غلام ہادی ترک :- آپ کا وطن ترکستان تھا۔ جوانی میں ہندوستان آئے۔ مجاہد تھے۔ جہاد میں حصہ لیا بعد حصول خلافت اپنے اشاعت اسلام کی خدمت بھی انجام دی بتاریخ ۱۱ شوال ۵۹۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔
حضرت اصغر قندہاری :- آپ کی وفات ۷ ذی الحجہ ۶۱۵ھ میں ہوئی مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت نعیم احمد عرف احمد کابلی :- آپ نے بنارس کی طرف تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دیں حضرت قادر سعید کے ساتھی ہیں آپ کی وفات ۹ محرم ۵۹۶ھ یا ۵۹۰ھ میں ہوئی۔
حضرت اظہر خاں ترک دہلوی :- آپ کی تاریخ وفات ۹ شعبان ۶۰۶ھ ہے مزار دہلی میں ہے۔

حضرت سبحان علی خاں جھتیؒ:۔ آپ کا وصال ۹، ذی الحجہ ۶۰۹ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت فقیر احمد جبرودیؒ: آپ کا وصال ۲۷، جمادی الآخر ۶۱۱ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت احمد خاں خلزئیؒ: آپ نے غریب نوازؒ کا فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ قنوج میں تبلیغ اسلام کی۔ آپ کا وصال ۱۸، ذیقعدہ ۶۰۳ھ میں ہوا۔ مزار شریف قنوج میں ہے۔
حضرت ہادی محمد عفرت قریانیؒ:۔ آپ کا وصال ۱۶، ذی الحجہ ۶۰۸ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت نظام خاں ترکؒ:۔ آپ کا وصال ۲، رجب ۶۲۱ھ میں ہوا۔
حضرت سوغی بہادر شاہؒ:۔ آپ کا وصال ۱۱، رجب ۶۱۶ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت مراد بیگ مغلؒ:۔ آپ کا وصال ۲۷، شوال ۶۱۴ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت شعبان خاں ترکؒ:۔ آپ کا وصال ۱۴، جمادی الآخر ۶۱۷ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت محمد اصغر بہاریؒ:۔ آپ کا وصال ۱۱، رجب ۶۵۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت مرد عمار خاں ترکؒ:۔ آپ کا وصال ۲۶، شعبان ۶۱۹ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت نعمت احمد صفاؒ۔ آپ کا وصال ۱۴، جمادی الآخر ۶۱۷ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت محمود احمدؒ:۔ آپ کا وصال ۱۵، محرم ۶۰۶ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت اکبر شاہؒ:۔ آپ کا وصال ۱۹، رمضان ۶۱۲ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت غریب اصغرؒ:۔ آپ کا وصال ۱۷، صفر ۶۰۳ھ میں ہوا۔ مزار شریف اجمیر میں ہے۔
حضرت شہاب دلیؒ:۔ آپ کا وصال ۱۶، جمادی الآخر ۶۱۳ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت سرور احمدؒ:۔ آپ کا وصال ۱۸، شعبان ۶۱۵ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت ظہیر الدین بن شمس الدینؒ:۔ آپ کا وصال ۸، شوال ۶۰۶ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت صفیان احمدؒ:۔ آپ کا وصال ۶، رجب ۶۱۵ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت معروف شہاب الدین قریشیؒ:۔ آپ کا وصال ۱۹، صفر المظفر ۶۳۰ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت عبد اللہ اصغرؒ:۔ آپ کا وصال ۱۱، شعبان ۶۳۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت عبد الغفارؒ:۔ آپ کا وصال ۵، رجب ۶۰۱ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت عزیز احمد شاہؒ آپ کا وصال ۱۶، صفر ۶۰۹ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

حضرت موشیوخ عراقیؒ :۔ آپ کا وصال ۲۳، محرم ۶۰۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت کریم شعیب بن محمود شاہ ایرانیؒ :۔ آپ کا وصال ۲۳، رجب ۶۰۲ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے
حضرت یعقوب خانؒ :۔ آپ کا وصال ۷، محرم ۶۹۸ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت حسن داؤدجیؒ :۔ آپ کا وصال ۱۹، رجب ۶۲۱ھ میں ہوا۔ مزار شریف اجمیر میں ہے۔
حضرت کریم احمد شاہؒ :۔ آپ کا وصال ۱۲، ذی الحجہ ۶۱۲ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت ابوالفراح قریشیؒ :۔ آپ کا وصال ۱۴، ذیقعدہ ۶۱۷ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت خواجہ احمد شاہؒ :۔ آپ کا وصال ۲۳، صفر ۶۸۱ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت شیخ محمد زاہد ترکؒ :۔ آپ کا وصال ۱۱، محرم ۶۳۴ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت شیخ محمد فنارؒ :۔ آپ کا وصال ۹، رجب ۶۳۳ھ میں ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت خواجہ یادگار خرمؒ :۔ آپ کا وصال ۱۰، محرم ۶۲۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف غزنی میں ہے۔
حضرت خواجہ سبز یادگاریؒ :۔ آپ کا وصال ۱۲، ذی الحجہ ۶۳۵ھ میں ہوا۔ مزار شریف قندھار میں ہے۔
حضرت شیخ احمد قہر بن فقیر جبارؒ :۔ آپ کا وصال ۱۶، شوال ۶۴۱ھ میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔
حضرت شیخ وجیہہ الدینؒ :۔ آپ کا وصال ۱۱، رجب ۶۶۲ھ میں ہوا۔ مزار ملتان میں ہے۔
حضرت خواجہ محی الدینؒ :۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔
حضرت احمد شہاب کوفیؒ :۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۳، شعبان ہوا۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔

(د) بموجب اکمل التواریخ و وقایع شاہ معین الدین چشتی وغیرہ :۔

حضرت حسن کمیؒ المعروف پیر مکہ بدایونیؒ :۔ آپ بدایوں کے متقدمین اولیاء کرام میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ مجذوبانہ صفات کے ساتھ مستیٔ محبت میں مستغرق رہتے تھے۔ اور ایک بوزہ گر کا مکان آپ کی قیام گاہ تھا۔ مشہور ہے کہ آپ جمعہ مکہ معظمہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا حاجی جمال اللہ ملتانی قدس سرہٗ بھی بذریعہ طے الارض مکہ معظمہ میں جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے امام حرم کی طبیعت ناساز تھی۔ نماز کے لئے حاضرین نے حضرت پیر مکی بدایونیؒ کو پکارا حاجی صاحب بدایوں کا نام سن کر چونکے۔ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بدایوں رہتے ہیں۔ اپنی لاعلمی پر تعجب ہوا۔ بعد نماز جب دونوں

بزرگ اپنے کمال باطنی کے تصرف سے بدایوں آگئے تو حاجی جمال اللہ صاحبؒ کو پیر مکہؒ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا بہت تلاش کیا بدقت معلوم ہوا کہ ایک مستانہ صفت فقیر اس نام کا ایک بوزہ گر کے مکان میں موجود رہتا ہے۔ وہیں پہونچے۔ رندانہ مدارات کی گئی۔ پیر مکہؒ نے اپنے ہاتھ سے جام لبریز کر کے حاجی صاحب کو دیا۔ یہ متشرع بزرگ پاس ادب سے منع نہ کر سکے جام شراب کو گریباں میں لوٹ لیا۔ واپسی پر اپنی کنیز کو کرتہ پاک کرنے کو دیا۔ لونڈی نے دھوکر پی لیا۔ فقیر خدا رسیدہ کا عطیہ رنگ لایا انکشاف باطنی ہوگیا حجابات اٹھ گئے۔ حاجی صاحبؒ یہ زبردست تصرف دیکھکر دل میں نادم ہوئے۔ دوبارہ پیر مکہؒ کی خدمت میں گئے اور معذرت کی۔ فرمایا "وقت گذر چکا" غرض آپ اپنے کمالات سے مشہور ہیں۔ مزار شریف آپکا آستانہ قادریہ (بدایوں) کے گوشہ مغرب و جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ تاریخ وصال از طبقات الاولیا یہ ہے :-

قطعہ :-

"آں حسن کی مرید خواجہ ہند الولی ۔۔۔ داشتہ شہرت بنام پیر مکہ بالتمام
چوں سوئے دار البقا رفت از جہاں ہاتف بگفت ۔۔۔ نور عرفاں ہست سال وصل آں فخر الاکرام"[۱]

ہفت حمید الدین

دوران قیام[۲] دہلی ایک دن حضرت خواجہ تبخانے کی طرف سے گذر رہے تھے وہاں سات اشخاص بت پرستی میں مشغول تھے۔ جب انہوں نے حضرت خواجہ کو دیکھا آپ کی قوت روحانی سے متاثر ہوکر آپ کے قدموں پر گرے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے ان ساتوں کا اسلامی نام حمید الدین رکھا[۳]۔ جب حضرت خواجہ نے سب سے بڑے کا نام حمید الدین رکھکر دوسرے کا نام رکھنے کا قصد کیا تو ان سب نے التماس کیا کہ جس طرح ہم نے کفر میں نیز اسلام میں شرکت ہاتھ سے نہیں جانے دی اسی طرح بہتر یہ ہے کہ نام میں بھی ہم سب شریک ہی رہیں باین وجہ یہ ساتوں اشخاص ایک نام سے نامزد ہوئے[۴]۔

کہا جاتا ہے کہ ان ساتوں کے مزارات ناگور شریف (علاقہ جودھپور) میں ہیں۔ ان سے لوگ فیض حاصل کرتے ہیں یہ حضرات وہاں ان ناموں سے مشہور ہیں۔

۱؎ دیکھو اکمل التواریخ جلد اول صفحہ ۲۱۰ ۲؎ صاحب گلزار ابرار نے صفحہ ۳ پر غزنین سے لاہور اور لاہور سے دہلی آتے ہوئے لکھا ہے ۳؎ اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۵ بحوالہ مراۃ الاسرار ۴؎ گلزار ابرار صفحہ ۳۷ و ۳۸ ۔

(۱) خوئی حمید الدین (۲) کاسہ بردار حمید الدین (۳) عصا بردار حمید الدین (۴) مشرقی حمید الدین (۵) سوزنی حمید الدین (۶) حمید الدین خاصہ (۷) حمید الدین دہلوی[1]

خواجہ حمید الدین بھوانی[2] آپ خواجہ غریب نوازؒ کے مرید اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ہم خرقہ ہیں۔ جب آپ نے توبہ کی تو دیو رو ہمنشیں آئے اور آپ سے کہا آؤ پھر عیش لوٹیں۔ خواجہ حمید الدین بھوانی نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جاؤ گوشہ میں بیٹھو مجھ مسکین کو چھوڑ دو میں نے اپنا کمر بند اتنا مضبوط باندھ لیا ہے کہ بہشت میں حوروں پر نہیں کھلے گا۔[3]

ملک خطاب حاکم بتیلی آپ ہی نے راجہ کی دختر کو، جو جہاد میں گرفتار ہو کر آئی تھیں غریب نوازؒ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ غریب نوازؒ کے مرید تھے۔ آپ کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔

آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ

آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ بہت وسیع ہے ہندوستان کا قریب قریب کوئی شہر ایسا نہیں جہاں آپ کی روحانی اولاد موجود نہ ہو بلکہ چھوٹی چھوٹی اسلامی بستیوں تک میں آپ کا سلسلہ مبارک پہونچا ہوا ہے اگر کہیں چشتی نظامی کے نام سے منسوب ہے تو کہیں چشتی صابری کے لقب سے مشہور ہے۔ صاحب گلزار ابرار صفحہ ۲۹ کا بیان ہے کہ جس قدر مشائخ چشت ہند میں مدفون ہیں سب اپنے سلسلے کو حضرت خواجہ تک منتہی کرتے تھے۔ سوائے ایک سلسلہ شیخ عزیز اللہ منڈو (مانڈو) والے کے کہ وہ شیخ رکن الدین شہر والے سے ملتا ہے اور شیخ رکن الدین اپنے آپ کو چھ واسطوں سے خواجہ مودود چشتی تک پہونچاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ مبارکہ رواداری فراخدلی اور بے تعصبی کا حامل ہے۔ چنانچہ دیگر مذاہب کے لوگ

---

[1] (الف) حمید الدین دہلوی ان سب حضرات میں مشہور ہیں۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۵) (ب) ان حضرات کے علاوہ ایک حمید الدین ریحانی بھی ہیں یہ سلطان شہاب الدین غوری کے عمو زاد سے بیٹے اور قاضی حمید الدین ناگوری سے بھی بہت پہلے ناگور میں تشریف لائے تھے۔ (دیکھو انا خانات حمید صفحہ ۳)

[2] مسلم پریس دہلی کے مطبوعہ نسخہ فوائد السالکین میں بجائے بھوانی کے سوانی لکھا ہے۔

[3] فوائد السالکین صفحہ ۱ طبع کردہ ملک چنن دین لاہوری [4] اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۳

آجکل بھی آپ کے حلقۂ عقیدت میں داخل نظر آتے ہیں مثلاً شاہ نظام الحق صاحب چشتی صابری ریاست جاورہ کے عبد الشکور صاحب چشتی صابری اور رضا علی خاں صاحب چشتی ٹونکی وغیرہ کے مریدین میں بھی اسوقت ہنود اور بعض پارسی صاحبان اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے سلسلہ عالیہ کے حلقہ بگوش نظر آتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی بطیب خاطر اسلام قبول کرے تو ممانعت بھی نہیں۔ آپ کے خلفا اور مقتدر مریدین کی خاصی تعداد ہے جسکا تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔ مگر اس باب میں آپ کی جانشینی کا شرف حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو حاصل ہے۔ حضرت قطب الاقطاب کے بھی بہت خلفا ہیں مگر جانشین و سرگروہ حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکرؒ ہیں۔ حضرت بابا گنج شکرؒ کے بھی خلفا بہت ہیں مگر مقتدر و صاحب سلسلہ حضرت نظام الدینؒ والاولیاءؒ اور حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیریؒ ہیں۔ یہاں سے سلسلہ چشتیہ کی ہندوستان میں دو شاخیں چلیں ایک نظامی چشتی مشہور ہوئی دوسری صابری چشتی کہلائی۔ سلسلہ بسلسلہ مولانا فخر الدینؒ دہلوی الموسوم بہ مولانا فخر صاحب سے نظامی سلسلہ کی دو شاخیں ہو گئیں ایک شاخ حاجی نور محمد صاحبؒ سے چلی جو تونسوی کہلاتی ہے دوسری شاخ شاہ نیاز احمد صاحب بریلویؒ سے چلی جو نیازی کہلاتی ہے۔ ہر دو شاخوں میں اسوقت ہندوستان کے لاکھوں افراد شامل ہیں۔ صابریہ سلسلہ کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ ہندوستان میں لاکھوں افراد اس سلسلہ میں نظر آتے ہیں۔ مراد آباد۔ حیدر آباد دکن۔ پانی پت ردولی شریف۔ نیز پوری دہلی اور دیگر بہت سے مقامات پر صابریہ خانقاہیں موجود ہیں۔

آپ کے بعض معاصرین

(الف) ہمعصر علما۔ اصفیا۔ مشائخین و شعرا:۔

شیخ ضیاالدین ابو نجیب سہروردیؒ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ آپ کی ولادت تقریباً ۴۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام عبد القاہر کنیت

۱؎ آپ کی وفات ۵ محرم ۶۷۰ھ میں بعہد سلطان غیاث الدین بلبن ہوئی (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۳۱۲)

۲؎ (الف) آپ کی ولادت بتاریخ ۲۰ صفر ۶۳۳ھ میں بروز آخری چہارشنبہ بعہد سلطان رضیہ بیگم قصبہ بدایوں میں ہوئی اور بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بروز چہارشنبہ بعہد سلطان محمد تغلق وفات پائی۔ (مسالک السالکین۔ جلد دوم صفحہ ۳۳۹)

(ب) اکبر بادشاہ نے بتاریخ ۲۷ جمادی الاول ۹۷۱ھ آپ کے مزار کی زیارت کی (اقبال نامہ اکبری صفحہ ۱۰۱)

۳؎ آپ کا وصال بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۶۹۰ھ بعہد سلطان جلال الدین خلجی ہوا (دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۳۳۹)

ابو نجیب اور لقب ضیاء الدین ہے۔ آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے عم معظم شیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر سہروردیؒ
کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور سلسلہ کبرویہ میں حضرت ابو الفتوح ولد امام احمد غزالی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ
غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانیؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور آنحضرت سے
خرقہ بھی پایا ہے اور حسب تفصیل گذشتہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجریؒ سے بہنگام
نزول بغداد آپ سے ملاقات ہوئی ہے آپ نے اپنے وطن سہرورد سے بغداد آکر علوم ظاہر کی تحصیل بغداد
کے مدرسہ نظامیہ میں کی۔ آپ کا وصال ۵۶۳ھ میں ہوا مزار شریف بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارہ ہے۔[1]

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ۵۳۹ھ۔ ۶۲۳ھ

آپ کی ولادت ۵۳۹ھ[2] میں ہوئی۔ آپ برادر زادہ حقیقی اور مرید و خلیفہ اعظم شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے ہیں۔
خورد سالی میں آپ کی پرورش بھی شیخ موصوف نے کی۔ آپ حضرت محی الدین عبد القادر جیلانیؒ اور خواجہ
معین الدین چشتیؒ کی صحبت سے مستفیض ہوئے ہیں شیخ سعدیؒ شیرازی وغیرہ آپ کے مرید ہیں۔ آپ کا
وصال بعمر ۹۳ سال ۶۲۳ھ میں ہوا۔ مزار شریف بغداد شریف میں ہے۔[3]

حضرت شمس الدین تبریزیؒ ابن خاوند علاء الدین وفات ۶۴۵ھ

آپ کیانیوں کی اولاد میں ہیں۔ آپ کے والد قلع الموت کے والی تھے۔ انہوں نے اپنے
اجداد کے مذہب سے کنارہ کر کے ملحدوں کے دفتر اور رسالہ کو جلا دیا۔ اور اسلام کے آثار ملحدوں کے
قلعہ میں ظاہر کئے۔ اور پوشیدہ طور پر حضرت شمس الدین کو تحصیل علم کے لئے تبریز روانہ کیا وہاں جا کر موصوف
نے عورتوں سے زردوزی بھی سیکھی بایں وجہ زردوز کے لقب سے مشہور ہوئے۔[4] بعد تحصیل علوم ظاہر آپ
ابو بکر سلہ باف تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ آپ
شیخ رکن الدینؒ سنجاسی اور شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کی خدمت میں مدتوں تک رہے۔[5] مگر بقول تاریخ خلفائے

---

[1] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۹۶ و ۲۹۷

[2] حسب صاحب تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۴۵ آپ کی ولادت ۵۳۹ھ میں ہوئی مگر بعض نے ۵۳۲ھ بھی لکھی ہے۔

[3] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷ و ۵۰۳ [4] تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۴۵۵

[5] تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۰۵

عرب واسلام جب حضرت شمس الدینؒ علوم ظاہرے ماہر ہوئے تو حضرت رکن الدین شمسؒ سے مرید ہوئے
ان کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت نجم الدین کبریٰ سے ملتا ہے۔ ایک دن حضرت رکن الدینؒ نے حضرت
شمس الدین سے کہا کہ روم میں جاؤ اور ایک سوختہ کے آگ لگاؤ۔ آپ حسب الحکم قونیہ پہونچے اور مولانا
جلال الدین رومی کو مستفیض کیا۔[1]

حضرت شمس الدین تبریزیؒ کا وصال ۶۴۵ھ میں ہوا۔ مزار مولانا بہاالدین ولد کی قبر کے بغل میں ہے
بقول تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۵۰ آپ کا وصال بتاریخ ۳ شوال ۶۴۵ھ میں ہوا مزار بغداد شریف میں ہے
بقول خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۷۰ آپ وہ شمس الدین تبریزیؒ نہیں ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے
ملتانی شمس الدین تبریزیؒ سادات موسوی سے ہیں۔ ان کی اولاد اور یہ حضرات لاہور وغیرہ میں سادات
شمس کے نام سے مشہور ہیں۔

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ ۵۷۱ھ ۔ ۶۹۱ھ	ابتدائے ظہور شیخ میں اتابک سعد زنگی کا زمانہ تھا۔ مگر آخر ایام میں اتابک ابوبکر بن سعد زنگی شیراز میں حکمران تھا۔ آپ نے مدرسہ

نظامیہ بغداد میں تعلیم پائی۔ شیخ ابوالفرج ابن جوزی کے شاگرد ہیں آپ نے بیت المقدس میں مدتوں تک
سقائی کی ہے۔ چودہ حج پاپیادہ کئے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ساتھ ایک کشتی میں سفر دریا بھی کیا ہے
محمد قاآن نے جو ملتان کا حاکم اور سلطان غیاث الدین بلبن کا پسر بزرگ تھا۔ ملتان سے آپ کے
بلانے کے لئے دو مرتبہ سفر خرچ اور قاصد روانہ کیا مگر بوجہ ضعف پیری آپ نے معذرت کی اور غزل بھیجدی
آپ نے خط میں حضرت امیر خسروؒ کے اشعار کی تحسین لکھی اور سفارش کی۔ آخر زمانہ میں آپ سجادہ یاد
الٰہی میں مشغول رہے آپ کی وفات ماہ شوال ۶۹۱ھ میں ہوئی۔[3]
آپ کی علمی یادگاریں گلستاں و بوستاں وغیرہ ہیں گلستاں ۶۵۶ھ میں اور بوستاں ۶۵۵ھ میں لکھی گئی[2]
آپ مشہور شاعر و ادیب ہیں۔ حسب تفصیل گذشتہ آپ نے سیاحت بہت کی اور ۶۱۱ھ و ۶۱۲ھ کے
درمیان آپ نے دہلی میں بعہد سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ سے ملاقات کی۔

---

[1] تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۲۵۶ و مفتاح التواریخ صفحہ ۵۹
[2] و [3] دیکھو مفتاح التواریخ صفحہ ۶۹-۷۰ [4] دیکھو مفتاح التواریخ صفحہ ۶۴

مولانا جلال الدین محمد مشہور بہ مولانا رومیؒ

آپ مولانا بہا الدین ولد کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۶۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ اصل باشندہ بلخ کے ہیں۔ صغرسنی میں شیخ فرید الدین عطارؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ جب ۶۲۸ھ میں آپ کے والد نے وفات پائی تو سلطان صلاح الدین سلجوقی نے آپ کو ان کا جانشین بنایا۔ آپ اپنے والد کے مرید حضرت برہان الدین ترمذیؒ کی صحبت میں نو سال تک رہے۔ ان کی وفات کے پانچ سال بعد آپ حضرت شمس الدین تبریزیؒ سے پیوست ہوئے آپ کی وفات بتاریخ پنجم جمادی الآخر ۶۷۱ھ (بقول دیگر ۶۷۲ھ) میں ہوئی[1]۔ مثنوی مولانا روم آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ

آپ اوائل شباب میں تحصیل علوم ظاہر میں مشغول رہے۔ شیخ کامل تھے جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی وہ صاحب ولایت ہو جاتا تھا۔ آپ کا نسب ارادت دو طرح پر ہے۔ ایک شیخ عمار یاسرؒ سے دوسرا شیخ محمد اسمٰعیلؒ سے۔ مگر بابا فرخ تبریزیؒ نے بھی آپ کو جامہ پہنایا ہے۔ لشکر چنگیزی نے آپ کو بتاریخ ۱۰ رجادی الاوّل ۶۱۸ھ[2] میں بعمر ۶۶ سال شہید کیا۔ مزار مقدس خوارزم (خیوا متصل بخارا) میں ہے[3]۔ حسب تفصیل گذشتہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے آپ کی ملاقات ۵۸۱ھ میں ہوئی۔

شیخ وجیہہ الدین ابوحفص سہروردیؒ

آپ حضرت ابو محمد عمویہؒ کے خلیفہ ہیں۔ اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کی نسبت دو طرح ہے ایک شیخ ممشاد علو دینوریؒ سے دوسری حضرت اخی فرخ ریحانیؒ سے۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کو آپ ہی سے فیض کامل ہوا ہے۔ شیخ موصوف آپ کے برادر زادہ ہیں آپ کی وفات بتاریخ رمضان ۵۶۶ھ میں ہوئی[4]۔

شیخ عبدالخالق غجدوانیؒ

وفات ۵۷۵ھ

آپ خلیفہ اعظم حضرت یوسف ہمدانیؒ کے ہیں۔ مولد بخارا کے قریب غجدوان ہے۔ ذکر خفی آپ ہی سے شروع ہوا ہے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت نامہ لکھا کہ جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ ملوک سے صحبت نہ رکھنا۔ زیادہ سماع نہ سننا۔ مخلوق خدا

---

[1] دیکھو مفتاح التواریخ صفحہ ۶۴ [2] دوسری روایت ۶۱۶ھ میں وفات پانے کی ہے [3] دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۶۲ و نفحات الانس صفحہ ۳۷۵-۳۷۹) [4] تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۵۹

کو کمتر نہ جاننا۔ اپنے آپ کو بہتر نہ جاننا۔ خدمت خلق میں جہاں تک ہو سکی کرنا۔ مشائخ کو عزیز رکھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔
آپ کی وفات غجدوان میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ وہیں مزار ہے[1]۔

شیخ محمد عارف ریوگیری وفات ۶۱۶ھ
آپ حضرت عبد الخالق غجدوانی کے خلیفہ و سجادہ نشین ہیں اولیائے کبار و مشائخین عظام میں آپ کا شمار ہے[2]۔ مسجد دمشق میں خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور شیخ احمد الدین کرمانیؒ سے آپ کی ملاقات[3] ہوئی۔ وفات[4] ۶۱۶ھ میں ہوئی مزار قصبہ ریوگیر میں بخارا سے اٹھارہ کوس پر ہے[5]۔

شیخ تاج الدین عبد الرزاق وفات ۶۳۲ھ
آپ حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے فرزند و شاگرد و مرید ہیں آپ کی وفات ۶ شوال ۶۳۳ھ[6] میں ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے کتاب جلاء الخواطر میں آپ نے غوث پاک کے ملفوظات جمع کئے ہیں[7]۔ چونکہ حضرت غوث الاعظم غریب نوازؒ کے ماموں ہیں اس رشتہ سے آپ غریب نوازؒ کے ماموں زاد بھائی ہیں[8]۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ
آپ سے سلسلہ جنیدیہ کی رفاعی شاخ نکلی۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۲ جمادی الاول ۵۷۸ھ میں ہوا[9]۔

شیخ محمد محی الدین ابن عربی ولادت ۵۶۱ھ وفات ۶۳۸ھ
آپ کا نام محمد بن علی بن محمد ہے۔ آپ کی ولادت قریہ بلاد اندلس (اسپین) میں بتاریخ ۱۷ رمضان ۵۶۱ھ[10] میں ہوئی۔ وفات بتاریخ ربیع الاول ۶۳۸ھ[11] میں ہوئی۔ مزار جبل میں قریب دمشق ہے۔ آپ بڑے عارف۔ محقق اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ فتوحات مکی۔ فصوص الحکم اور تفسیر آپ کی مصنفہ ہیں[12]۔

شیخ نظام الدین گنجوریؒ
آپ حضرت اخی زنجانیؒ کے مرید ہیں وفات ۵۹۶ھ میں ہوئی[13]۔

---

۱ تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۰۸۔۱۰۷ ۲ تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۱۲
۳ دلیل العارفین صفحہ ۲۲۔۲۱ ۴ دوسری روایت یکم شوال ۶۱۵ھ میں وفات پانے کی ہے۔
۵ تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۱۲ ۶ دوسری روایت ۵۹۳ھ میں وفات پانے کی ہے ۷ تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۹۱
۸ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۰ ۹ دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۴۳۔۲۴۲
۱۰ بعض نے آپ کی ولادت ۵۶۰ھ میں اور وفات ۶۳۰ھ یا ۶۳۶ھ میں لکھی ہے۔
۱۱ دیکھو تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۴۵۲ و خزینۃ الاصفیا وغیرہ ۱۲ دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۹

حضرت فریدالدین عطارؒ ۵۱۳ھ — ۶۲۷ھ

ولادت ۵۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی اصل قریہ کدکن (نواح نیشاپور) سے ہے۔ ابتدا میں عطاری کرتے تھے۔ بعدہٗ حضرت رکن الدین کافؒ کی اور حضرت مجدالدین بغدادیؒ کی ملازمت میں رہے۔ خرقہ فقر آخرالذکر سے پہنا[۱]۔ مولانا روم آپ سے بعمر چھ سال ۶۱۰ھ میں ملے تھے[۲]۔ آپ کی وفات ۶۲۷ھ[۳] میں ہوئی[۴]۔ عمر شریف ایک سو چودہ سال کی تھی[۵]۔ آپ کی تصانیف چالیس رسالہ نظم میں۔ منطق الطیر آپ ہی کی تصنیف ہے[۶]۔

حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ

آپ کے والد قطب الدین بن کمال الدین قریشی ہیں۔ ولادت آپ کی ۵۶۵ھ بمقام کوٹ کروڑ (علاقہ ملتان) میں ہوئی۔ صغیر سنی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ بعد تحصیل علم آپ نے سیاحت شروع کی بغداد ہو کر آپ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے مرید ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خلافت حاصل کر لی۔ بعد ازاں ملتان میں تشریف لائے۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے آپ کا بہت ربط و اتحاد تھا۔ آپ کا وصال ۶۶۷ھ[۷] میں ہوا مزار شریف ملتان میں ہے[۸]۔ حسب تفصیل گذشتہ قطب صاحبؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

شیخ احدالدین کرمانیؒ وفات ۶۳۴ھ

آپ مشائخین کبیر اور علمائے صوفیہ میں سے ہیں شیخ رکن الدین سنجانیؒ کے مرید ہیں۔ جو قطب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے اور قطب الدین سہروردی شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید تھے۔ آپ شاہد پرست تھے۔ شیخ شمس الدین تبریزیؒ و شیخ محی الدین ابن عربی سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے۔ آپ کی وفات ۶۳۴ھ بقول دیگر ۶۳۵ھ میں ہوئی[۹]۔ بقول المشاہیر صفحہ ۲۱ آپ کا مزار دمشق میں ہے۔ حسب سفرنامہ امیر البحر ترکی (شاید دمشق کے محلہ) قصارا

---

[۱] دیکھو تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۲۴۸-۲۴۹ [۲] سوانح مولانا روم از شبلی نعمانی صفحہ ۴

[۳] تاریخ خلفائے عرب و اسلام میں سنہ وفات ۶۲۰ھ مرقوم ہے۔ [۴] دیکھو نفحات الانس صفحہ ۵۴۱

[۵] تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۹۹ [۶] دیکھو تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۲۴۸-۲۴۹

[۷] بعض نے آپ ۷ بعمر صد سال ۶۶۵ھ میں بعض نے ۶۶۱ھ یا ۶۶۶ھ میں وصال پانا لکھا ہے۔

[۸] خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۲۶۵-۲۶۶

[۹] دیکھو مفتاح التواریخ صفحہ ۶۲

ہیں ہے۔ اور حسب تفصیل گذشتہ غریب نوازؒ اور خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے اور بعض سفر میں ساتھ رہے ہیں۔

شیخ جلال الدین تبریزیؒ
وفات ۶۴۲ھ

آپ شیخ ابو سعید تبریزیؒ کے مرید ہیں فقر کی تکمیل شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے کی بعد ازاں ہندوستان میں آئے اور دہلی میں حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتیؒ کی خدمت میں رہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بہت فیض پایا اور مشائخ چشت میں آپ کا شمار ہوا۔ پھر دہلی سے بنگالہ گئے وہاں مساجد اور خانقاہ کی تعمیر کی۔ آپ کی وفات ۶۴۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار دیو محل بندر (سلہٹ) میں ہے[۱]۔

حضرت عمار یاسرؒ
وفات ۵۸۲ھ

آپ شیخ ضیاالدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردیؒ کے خلیفہ نامدار ہیں۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مرشد ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۶ ربیع الآخر ۵۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد شریف میں ہے[۲]۔

امام فخر الدین رازیؒ
۵۴۴ھ تا ۶۰۶ھ

آپ کی اصل طبرستان ہے آپ کی ولادت بتاریخ ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ رے میں پیدا ہونے کی وجہ سے رازی کہلاتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد سے تحصیل علم کی۔ والد کے انتقال کے بعد سنجستان میں چلے آئے۔ بسبب کمال علوم ظاہرہ امام کہلاتے ہیں۔ وفات بتاریخ یکم شوال ۶۰۶ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۲۱۰ء بروز دو شنبہ (بقول دیگر ۵۰۵ھ میں[۳]) ہوئی۔ مزار خیابان ہرات میں ہے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سے حدائق الانوار اور تفسیر کبیر ہیں[۴]۔

حضرت خواجہ علاء الدین غجدوانیؒ

آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے برگزیدہ یار تھے۔ غریب نواز کی اجازت سے خواجہ پارسا کی خدمت اختیار کر لی تھی۔ خواجہ پارسا آپ سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے دیدار سے خواجہ بزرگؒ کی گرامی نسبت ہمیشہ دلمیں تازہ ہو جاتی ہے[۵]۔

آپ کے معاصرین بموجب تذکرۃ الکرام خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷:

(۱) حضرت شہاب الدین قتیل اللہ سال وفات ۵۸۶ھ۔ (۲) سلطان الشعراء خاقانی شروانی

---

[۱] دیکھو گنجینہ سروری المعروف بہ گنج تاریخ صفحہ ۴۵ مع عبارت حاشیہ و گلزار ابرار صفحہ ۶۶ [۲] دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۶۲

[۳] تاریخ خلفائے عرب و اسلام کے صفحہ ۵۵۶ پر سال وفات ۶۰۶ھ مرقوم ہے [۴] دیکھو بایوگرافیکل ڈکشنری نظرثانی شدہ بنری جابج کین صفحہ ۱۳۱ و مفتاح التواریخ صفحہ ۱۵ و تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۳۳۴، ۵۵۶ [۵] گلزار ابرار صفحہ ۱۴۳

سال وفات ۵۹۶ھ مدفن شروان (۳) احد الدین انوری شاعر سال وفات ۵۵۶ھ (۴) شیخ ابوالفرج ابن جوزی محدث سال وفات ۵۹۷ھ (۵) ظہیر الدین فاریابی شاعر سال وفات ۵۹۸ھ مدفن فاریاب (۶) حضرت خواجہ محمود فغنوی سال وفات ۶۰۶ھ (۷) حضرت خواجہ علی رامیتنی سال وفات ۶۱۵ھ (۸) حضرت مولانا بہاالدین سال وفات ۶۳۱ھ مزار قونیہ میں ہے۔

حسب فوائد السالکین: مولانا ناصر الدین، مولانا صلاح الدین اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ بھی آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔

حسب سر العارفین: شیخ محمد کرمانی، مولانا محمد بغدادی، شیخ محمد احمد اصفہانی اور شیخ احمد واحدؒ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔

(ب) ہمعصر امراء و سلاطین و راجگان:

سلاطین سنجر: عماد الدین زنگی بن مودود ۵۹۴ھ، قطب الدین محمد ۶۱۶ھ، عماد الدین شہنشاہ ۶۱۶ھ اور محمود المعروف بہ عمر ۶۱۷ھ حکمران تھے۔[1]

سلاطین عراق و خردستان: طغرل اول ۵۲۶ھ، غیاث الدین مسعود ۵۲۹ھ–۵۴۷ھ، معین الدین ملک شاہ ۵۴۷ھ، محمد ۵۴۸ھ، سلیمان شاہ ۵۵۴ھ، ارسلان شاہ ۵۵۶ھ–۵۷۳ھ، طغرل دوئم ۵۷۳ھ۔[2]

سلاطین شیراز: مظفر الدین سنقر بن مودود ۵۴۳ھ–۵۵۶ھ، مظفر الدین زنگی بن محمود ۵۵۶ھ، اتابک تکلہ بن زنگی ۵۷۱ھ–۵۹۱ھ، اتابک سعد بن زنگی ۵۹۱ھ–۶۲۳ھ، اتابک ابوبکر سعد بن زنگی ۶۲۳ھ کی مدح شیخ سعدی شیرازیؒ نے لکھی ہے۔[3]

حکمران خراسان: سلطان سنجر سلطان محمود کا بھائی تھا یہ خراسان اور ماوراء النہر کا حکمران تھا۔ ۵۱۳ھ میں جب اس کے بھتیجے سلطان محمود بن سلطان محمد سے اسکی لڑائی ہوئی تو اس کے ساتھ امراء میں امیر ابوالفضل والی سیستان بھی تھا۔ اس کی وفات ۵۵۲ھ میں ہوئی۔[4]

سلاطین غور: غور (جو ہرات اور غزنین کے درمیان کا علاقہ ہے) میں بہرام شاہ نے اپنے داماد قطب الدین محمود کو زہر دے کر ہلاک کرا دیا تھا۔ ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۸ء میں متوفی کے بھائی

---

[1] محمڈن ڈائنیسٹیز از اسٹینلے لین پول صفحہ ۱۶۳ [2] محمڈن ڈائنیسٹیز از اسٹینلے لین پول صفحہ ۱۵۴ [3] تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۵۹۳ [4] ابن خلدون ترجمہ اردو کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۹۸–۱۰۰، ۱۶۲

سیف الدین محمود سوری نے جو غور کا حکمران تھا اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لیا اور غزنین پر قبضہ کر لیا مگر ۵۴۴ھ
میں بہرام شاہ نے غزنین میں پھر داخل ہو کر سیف الدین محمود کو قتل کر دیا۔ بعد ازاں سیف الدین محمود کے
تیسرے بھائی علاء الدین حسین عرف جہاں سوز نے غزنین کو جلا کر تباہ کر دیا اور واپس غور چلا گیا۔ بعدہ
علاء الدین حسین نے کچھ عرصہ خراسانی سلجوقی سلطان سنجر کی قید میں رہ کر ۵۵۶ھ میں وفات پائی۔ یہ وہ زمانہ
تھا جب تاتاریوں نے افغانستان کو برباد کر دیا تھا اور غوری و غزنین حکومت کو مٹا کر ایران کا رخ کیا تھا۔
تاتاریوں کے جانے کے بعد علاء الدین حسین کے دو بھتیجے خاندان غور میں حکمران ہوئے۔ بڑے بھائی
غیاث الدین سام نے ۵۶۹ھ میں تاتاریوں سے غزنین لے لیا۔ اور دو سال بعد ۵۷۱ھ میں ہرات بھی
لے لیا۔ ۵۹۹ھ تک اپنے خاندانی ملک پر حکمرانی کر کے فوت ہو گیا مگر حقیقی معنوں میں اس کا چھوٹا بھائی
شہاب الدین غوری (جو محمد غوری کے نام سے بھی مشہور ہے) حکمران تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو
بڑھایا اور سلجوقیوں سے کچھ حصہ خراسان کا بھی لے لیا اور ہندوستان پر بھی کئی بار حملے کر کے ۵۷۱ھ میں
سندھ[1] اور ملتان فتح کر لیا۔ ان مقامات پر عرب حکمران نے پہلے اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔[2]

سلاطین خوارزم (خیوا) خوارزم میں التزیں ۵۲۱ھ قطب الدین محمد ۵۵۱ھ سلطان ارسلان ۵۶۰ھ۔
سلطان شاہ محمود ۵۶۸ھ سلطان تکش ۵۹۶ھ علاء الدین محمود ۶۱۲ھ اور جلال الدین سلطان ۶۲۸ھ حکمران تھے[3]

سلاطین دمشق:- دمشق میں سلطان شہاب الدین محمود ۵۳۳ھ۔ جمال الدین محمود ۵۴۳ھ۔ اور
سلطان آیبک ۵۴۴ھ حکمران تھے[4]

سلاطین شام:- شام میں نور الدین محمود زنگی ۵۴۱ھ ۵۶۹ھ اور سلطان اسمٰعیل ۵۶۹ھ ۵۷۷ھ حکمران تھے[5]

سلاطین کرمان:- مغیث الدین محمود اول سلجوقی ۵۳۶ھ سلطان محی الدین طغرل شاہ ۵۵۱ھ
بہرام شاہ ارسلان ثانی ۵۶۵ھ ترکان شاہ ۵۶۵ھ سلطان محمود ثانی ۵۷۵ھ[6]

---

1. روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ پر صرف ملتان فتح کرنا مرقوم ہے۔ 2. محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول صفحہ ۲۹۱
3. دیکھو تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام صفحہ ۵۹۹ و محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول صفحہ ۱۷۸
4. محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول صفحہ ۱۲۱ 5. محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول صفحہ ۱۹۳
6. محمڈن ڈائنسٹریز از لین پول صفحہ ۱۵۳

خلفائے بغداد:- خلیفہ مقتفی نے ۵۳۰ھ سے ۵۵۵ھ تک خلیفہ مستنجد نے ۵۵۵ھ سے ۵۶۶ھ تک خلیفہ مستضی بامراللہ ابو محمد یوسف نے ۵۶۶ھ سے ۵۷۵ھ تک خلیفہ ناصرالدین ناصر نے ۵۷۵ھ سے ۶۲۲ھ تک خلیفہ ظاہر نے ۶۲۲ھ سے ۶۲۳ھ تک اور خلیفہ مستنصر نے ۶۲۳ھ سے ۶۴۱ھ تک حکمرانی کی۔[۱]

سلاطین لاہور:- بہرام شاہ یمین الدولہ ۵۱۲ھ - ۵۴۷ھ۔ خسرو بن بہرام شاہ ۵۴۷ھ - ۵۵۵ھ۔ خسرو ملک تاج الدولہ ابن خسرو شاہ ۵۵۵ھ - ۵۸۲ھ۔ شہاب الدین غوری ۵۸۲ھ - ۶۰۲ھ[۲]

راجگان اجمیر:-

پرتھوی راج (۵۷۲ھ تا ۵۸۸ھ)

حسب تفصیل گزشتہ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں پرتھوی راج کو ترائن کے میدان میں شکست دیکر قتل کیا بعدازاں مفتوحہ علاقہ اُس کے لڑکے گوندراج کو دیکر اپنا باجگذار اجمیر کا راجہ بنایا۔[۳]

گوندراج (۵۸۸ھ تا ۵۸۹ھ یا ۵۹۰ھ)

جب شہاب الدین غوری گوندراج کو اجمیر کا راجہ بنا کر غزنین چلا گیا تو اس کے چچا ہری راج (جو پرتھوی راج کا چھوٹا بھائی تھا) نے ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء میں اُسے تخت سے اتار کر خود اجمیر کا راجہ بن گیا۔[۵]

ہری راج (۵۹۰ھ۔ ۵۹۲ھ)

ہری راج یا ہیمراج مگر بقول تاج الماثر ہراج نے ۵۸۹ھ میں بذریعہ اپنے فوجی افسر جیتر راج دہلی تک فوج کشی کی۔ قطب الدین ایبک نے ۵۹۱ھ

---

[۱] دیکھو ابن خلدون ترجمہ اردو جلد نہم کتاب ثانی صفحہ ۱۴۳-۲۰۹ [۲] فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۹-۵۰

[۳] بقول صاحب احسن السیر صفحہ ۱۲ ۵۸۸ھ تک پرتھوی راج پندرہ سال حکومت کر چکا تھا مگر ہربلاس ساردا نے اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو کے صفحہ ۱ پر کل مدت ۱۳ سال لکھی ہے۔ مگر اس پر ہر دو کا اتفاق ہے کہ ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں پرتھوی راج کا زوال ہوا۔ حسب تفصیل گزشتہ بعض کے بقول ۵۸۷ھ میں زوال ہوا۔ [۴] فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۸ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو از ہربلاس ساردا صفحہ ۱۴۳ و احسن السیر صفحہ ۱۲-۱۸۰-۱۹۰ [۵] اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو از ہربلاس ساردا صفحہ ۱۴۳

میں چتر راج کو شکست دیکر اجمیر تک اُس کا تعاقب کیا اور اجمیر واپس لے لیا۔ اس لڑائی میں غاصب ہری راج مارا گیا اور گوند راج کو پھر ملک واپس دے دیا گیا۔[1]

سلاطین دہلی :-

سلطان شہاب الدین غوری
۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ — سنہ ۶۰۲ھ
۱۱۹۲ء — سنہ ۱۲۰۵ء

شہاب الدین غوری اپنے بھائی غیاث الدین سام کے حکم سے ۵۷۱ھ میں غزنین کے تخت پر بیٹھا۔ ۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ میں ترائین کے میدان میں پرتھوی راج کو شکست دیکر سرستی، ہانسی، سمانہ کہرام و اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ بعد فتح شہاب الدین غوری اجمیر آیا پھر دہلی گیا دہلی میں رائے پتھورا کے کسی عزیز کو اپنا باجگذار بنایا اور قطب الدین ایبک کو اپنا قائم مقام بناکر سوالک کی راہ سے غزنین روانہ ہوا۔ اور اسی سال میں غزنین سے آکر قنوج کے راجہ جے چند کو اٹاوہ کے قریب شکست دی راجہ مارا گیا۔ پھر سلطان نے بنارس آکر وہاں کا انتظام قطب الدین ایبک کی سپرد کیا اور خود غزنین روانہ ہو گیا۔ ۶۰۲ھ میں شہاب الدین قوم کھکر کی گوش مالی کے واسطے آیا اور انہیں سزا دیکر جب واپس غزنین جا رہا تھا راستہ میں کھکران نے شب کے وقت خیمہ میں آکر اُسے شہید کیا۔[2]

قطب الدین ایبک
سنہ ۶۰۲ھ — سنہ ۶۰۷ھ
سنہ ۱۲۰۶ء — سنہ ۱۲۱۰ء

۵۸۹ھ میں شہاب الدین غوری کے غزنین جانے کے بعد قطب الدین ایبک نے قلعہ کول وغیرہ فتح کرکے دہلی کو دار السلطنت بنایا اور ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء میں قلعہ بیانہ. گوالیار. نہروالہ پٹن یعنی گجرات فتح کیا اور راجہ بھیم دیو کو شکست دی جب سنہ ۶۰۲ھ میں شہاب الدین غوری شہید ہوا اور اُس کا بھتیجہ سلطان محمود بن غیاث الدین سام تخت نشین ہوا تو اُسنے قطب الدین ایبک کو جو اُسوقت تک ملک تھا چتر و امارت بادشاہی خطاب سلطانی کیساتھ خط آزادی روانہ کیا اور سلطان قطب الدین ایبک نے ۶۰۲ھ میں تخت لاہور پر جلوس شاہی کیا۔ یہ بادشاہ عدل و سخاوت سے رعایا کو خوشحال اور مطمئن رکھتا تھا۔ لاکھوں روپیے دے دیتا تھا اسواسطے لک بخش مشہور ہوا۔ تاریخ تراب کا بحوالہ تاریخ تاج الماثر بیان ہے کہ قطب الدین ایبک ہندوستان کے تمام باجگذار راجاؤں کا فرمانروا تھا۔ اس نے ہند میں چند عمارتیں بھی تعمیر کرائیں۔ پرانی دہلی میں

---

[1] فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۵ و امپیریل گزیٹیر آف انڈیا صفحہ ۱۳۰ وغیرہ [2] دیکھو تاریخ تراب صفحہ ۱۱۹ - ۱۲۰

قطب مینار اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔ لاہور میں بحالت چوگان بازی گھوڑے سے گر کر ۶۰۷ھ / ۱۲۱۰ء میں داصل بحق ہوا۔ یہ بادشاہ شجاعت و سخاوت میں بے نظیر تھا۔ اخلاق حمیدہ سے متصف تھا اصول جہانداری اور آئین شہریاری سے خوب واقف تھا۔[1]

ارام شاہ بن قطب الدین ایبک ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۰ء

قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد ایک مجلس امراء نے جو قطب الدین کا غلام[2] بطنی تھا بادشاہ تجویز کیا مگر اسکی ارام طلبی کی وجہ سے امراء نے اُسے معزول کرنے کی تجویز کی۔

سلطان شمس الدین التمش ۶۰۷ھ تا ۶۳۳ھ

آخرکار سلطان شمس الدین جو قطب الدین ایبک کا غلام اور داماد تھا۔ بدایوں سے آکر خفیف محاربہ کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا جب سلطان تاج الدین نے ہند میں آکر فساد برپا کیا تو سلطان شمس الدین نے اُسے شکست دیکر بدایوں میں قید کر دیا ۶۱۸ھ میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کو جو چنگیز خاں سے منہزم ہوکر آیا تھا دفع کیا بتاریخ ۲۰ رشعبان ۶۳۳ھ واصل بحق ہوا متصل مسجد قوۃ الاسلام سنگین مقبرہ (جو اس کی دختر رضیہ کا بنوایا ہوا ہے) میں مدفون ہے۔ نیک سیرت، خوبصورت، شجاع اور عدل دوست تھا۔[3]

---

[1] دیکھو تاریخ تراب صفحہ ۱۲۹۔۱۳۵ و فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۵۔ [2] پسر خواندہ تھا دولت افغانی جلد اول بادشاہان ہندوستان صفحہ ۲ درمیان صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۳۔

[3] دیکھو تاریخ تراب صفحہ ۱۲۹۔۱۳۵، فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۵۔۶۶۔ چراغ دہلی صفحہ ۲۲۲۔۲۲۳

حصہ دوم
سیرۃ مقدس

اوصافِ حمیدہ

(الف) فقر و درویشی :-

عبادات آپ فقر و فنا تجرید و تفرید اور زہد و عبادت میں یگانۂ روزگار تھے۔ شکر گذار بندوں کی طرح آپ نے اپنی تمام عمر عبادات و مجاہدات میں بسر کی۔ نشتر برس تک شب میں استراحت نہیں فرمائی اور پہلوئے مبارک زمین سے نہیں لگایا۔ اس عرصے میں سوائے قضائے حاجات کے برابر باوضو رہے۔ آپ عموماً عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ سفر و حضر تک میں آپ دو قرآن روزانہ ختم کرتے تھے۔ ایک دن میں دو سرا رات میں پڑھ لیتے تھے[1]۔ اور بصداق "من کمل عرفانہ کمل عبادتہ" یعنی جو عرفان میں کامل ہوتا ہے وہ عبادت میں بھی کامل ہوتا ہے۔ آپ عبادت و عرفان میں کامل اکمل تھے۔

عشقِ خدا روئے مبارک پر غمگینی اور اداسی چھائی رہتی تھی۔ حضرت قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ میں بیس[2] برس تک حاضر خدمت رہا میں نے نہیں سنا کہ کبھی آپ نے اپنی صحت کی دُعا مانگی ہو بلکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "خداوندا جہاں کہیں درد محبت ہو اپنے معین الدین کو عطا فرما۔" میں نے ایک بار از راہ گستاخی عرض کیا "یا حضرت یہ کیا دُعا ہے جو آپ اپنے حق میں کیا کرتے ہیں؟" ارشاد ہوا "جب کوئی مسلمان درد میں مبتلا ہوتا ہے تو اسکے گناہ عفو ہوتے ہیں اور ابتلا مسلمان کے لئے دلیل صحت ایمان ہے"۔

ذوقِ سماع آپ کو سماع کا بہت ذوق تھا کبھی محفلِ عالی سماع سے خالی نہ رہتی تھی۔ آپ اکثر حالت ذوق و شوق میں بیہوش ہو جاتے تھے۔ اکثر علماء و فضلاء و مشائخ کبار آپ کی محفل سماع میں شریک ہوتے تھے۔ جو شخص آپ کی محفلِ عالی میں ایک بار بھی سماع سن لیتا تھا صاحبِ ذوق و شوق ہو جاتا تھا۔ کبھی کوئی آپکے سماع سننے پر معترض نہیں ہوا بلکہ اکثر علما و فضلا کسب فیوض کے لئے حاضر مجلس ہوتے تھے اور آپ کی حضوری کو سعادت جانتے تھے[3]۔

---

[1] و [2] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۱ [3] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۳

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ (غریب نواز) کی محفل سماع میں حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ، حضرت شیخ محمد کرمانیؒ، شیخ محمد اصفہانیؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ (مرید شیخ ابو سعیدؒ) شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ احمد واحد، شیخ برہان الدین غزنویؒ، خواجہ سلیمانؒ، شیخ عبدالرحمٰن قدس اللہ اسرارہم اور دیگر مشائخین بغداد و اکناف اکثر آپ کی پابوسی کے لئے آتے تھے۔ ہر ایک آپ سے فیضیاب ہوتا تھا۔ سب آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور حلقہ بگوش تھے۔[۱]

شانِ جلال و جمال

آپ کی حالت کبھی جمال اور کبھی جلال کی تھی۔ جب جمال کا غلبہ ہوتا تو آپ ایسے مستغرق ہو جاتے تھے کہ تمام عالم اور کل ماسوا کی مطلق خبر نہ رہتی تھی۔ نماز کا وقت آتا تو سید نا قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی و قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہما سامنے جاتے اور دست بستہ کھڑے ہو کر باواز بلند فرماتے: "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" مگر آپ کو خبر نہ ہوتی پھر گوش مبارک میں آواز بلند یہی کہتے اس پر بھی آپ کو آگاہی نہ ہوتی تب ناچار شانۂ مبارک کو جنبش دیتے اس وقت آپ چشم مبارک کھولتے اور فرماتے: "شرع محمدی سے چارہ نہیں۔ سبحان اللہ مجھے کہاں سے کہاں لائے۔"[۲]

جب حالت جلال کا غلبہ ہوتا تو حجرہ کا دروازہ بند کر کے مشغول ہو جاتے۔ حضرت قطب الاقطاب اور حضرت شیخ حمید الدین ناگوری قدس سرہم دروازے کے سامنے پتھروں کے ڈھیر کا پردہ کر لیتے اور اسکے عقب میں چھپ کر حاضر رہتے۔ نماز کے وقت جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور پتھروں پر آپ کی نظر پڑتی تو وہ خاکستر ہو جاتے۔ جب آپ نماز شروع کرتے تو ہر دو حضرات پیچھے ہو کر اقتدا کرتے اور جیسے ہی آپ سلام پھیرتے ہر دو صاحبان بھاگ کر چھپ جاتے تھے۔[۳]

استغراق

آپ اکثر حالت استغراق میں آنکھیں بند رکھتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا آنکھیں کھولتے کہتے ہیں اس حالت میں جس پر آپ کی نظر مبارک پڑ جاتی ولی کامل ہو جاتا۔[۴]

سلسلہ نوازی

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ معین الدین اس وقت تک جنت میں قدم نہیں رکھے گا جب تک اپنے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں کو جو قیامت تک سلسلہ میں ہونگے جنت میں نہ لیجا ئیگا۔[۵]

۱؎ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۳ ۲؎، ۳؎ دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۲

۴؎ دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۰۱ ۵؎ دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۴

تعظیم مرشد تعظیم مرشد آپ کے دل میں بدرجہ اتم تمکن تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے سلوک کی نسبت کچھ فرمارہے تھے لیکن جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی تو کھڑے ہوجاتے تھے۔ حاضرین متحیر تھے کہ بار بار اُٹھکر آپ کس کی تعظیم کرتے ہیں۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس طرف میرے پیر ومرشد کا روضہ تھا جب میں اُس طرف دیکھتا تھا نظر آجاتا تھا اسلئے میں تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔[1]

پابندیٔ سنتِ رسولؐ آپ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدرجہ اتم پابند تھے اور بجان ودل اُس کی رعایت بجالاتے تھے۔[2]

محبوبیت آپ کے مرشد حضرت خواجہ عثمان قدس سرہٗ نے بارہا فرمایا: "ہمارا معین الدین خدا کا محبوب ہے۔ مجھے اس کی مریدی پر فخر ہے۔"[3]

آپسے لوگوں کو عقیدت اور فتوحات جب آپ کی کرامات کی اجمیر اور نواح اجمیر بلکہ تمام ہندوستان میں شہرت ہوئی تو غیر مسلم صاحبان کی جماعتیں بھی آپ کی بارگاہ میں عقیدت سے حاضر ہونے لگیں۔ آپ مشرب صوفیا کے مطابق جو ایمان لاتا اُسے مشرف باسلام فرماتے جو نہ لاتا اُس سے مزاحم نہ ہوتے۔ آپ ہر فرقے کے ساتھ تواضع سے پیش آتے بایں وجہ مسلم وغیر مسلم، خویش وبیگانہ سب آپ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کی زیارت سے فیضیاب ہوتے تھے چنانچہ آجتک یہ سلسلہ جاری ہے کہ ہنود صاحبان اور دیگر اقوام ہندوستان کے مختلف حصوں سے بزمانۂ عرس اور دیگر اوقات میں آکر روضۂ مطہرہ پر نذر ونیاز صدق وخلوص کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔[4]

بہت سے لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی بے حد نذور وفتوحات آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ آجتک بھی غیر مسلم صاحبان اسی طرح سے معتقد ہیں۔ ہر سال (بموقعہ عرس) آتے ہیں اور آپ کے آستانہ پاک کی خاک سر پر رکھتے ہیں۔ اور آپ کے روضۂ مطہرہ کے مجاوروں کو زر نذر کرتے ہیں اور اُن کی خدمت بجالاتے ہیں۔[5]

تحائف قبول کرنا آپ کو اگر محبت سے کوئی تحفہ دیتا تو قبول فرمالیتے چنانچہ جب آپ کو شیخ صدرالدین محمد سیوستانیؒ نے دو خرمے دیئے تو آپ نے قبول فرمائے۔[6] اور دجلہ کے کنارے جب ایک معتکف بزرگ نے

ع۱ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۳ ع۲ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۲ ع۳ سیر العارفین صفحہ ۸ و ملفوظات خواجگان چشت صفحہ ۱۶۸ راحت القلوب صفحہ ۳۸ مطبوعہ مسلم پریس دہلی ع۴ دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱ ع۵ سیر العارفین صفحہ ۱۳
ع۶ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۵

دو سبب دیے تو انھیں بھی آپ نے قبول فرمایا![1]

خوفِ خدا خوفِ خدا آپ پر اس درجہ غالب تھا کہ آپ ہمیشہ کانپتے اور روتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "اے لوگو اگر تم کو خفتگان زیر خاک کا حال ذرہ بھر بھی معلوم ہوجائے تو تم کھڑے کھڑے گھل جاؤ اور مثل نمک کے پانی ہو جاؤ"۔[2]

آپ کے فیوض و برکات جو شخص تین روز تک آپ کی صحبت بابرکت میں رہتا صاحبِ کرامت ہو جاتا۔ چنانچہ ایک شخص جو نہایت فاسق و فاجر تھا بنظر امتحان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے توبہ کرائی اور وہ اسی روز مراد کو پہونچ گیا۔[3]

آپ کے مریدین سلسلہ (ہندوستان میں) قریب قریب ہر جگہ بطور صاحب ولایت شاہی کرتے ہیں اور یہاں تقریباً کوئی شہر ایسا نہیں جہاں ان حضرات میں سے کوئی آسودہ متصرف نہ ہو۔ نیز آپ کی ولایت معنوی سے دیگر سلاسل کے مشہور اصفیا بھی مستفیض ہیں ان میں سے بعض نے آپ کے سلسلے سے خرقہ پایا ہے بعض نے صرف فیض روحانی حاصل کرکے کمال حاصل کیا ہے اور چار دانگ ہندوستان میں مثناً ان حضرات نے تصرف کیا ہے۔ وحدانیت میں آپ کا فیض روحانی اُن کا ہر زمانہ میں مددگار رہا ہے۔[4]

آپ بکمال استغراق وحدت الوجود بلا امتیاز مذہب ملت خویش و بیگانہ جو ملنے آتا اس سے کشادہ پیشانی اور تواضع سے پیش آتے تھے اگر کوئی مریض یا حاجت مند آتا اور خواستگار ہمت عالی کا ہوتا تو آپ دلجوئی کے ساتھ اُس کا حال پوچھتے اور اس کی حاجت براری فرماتے۔ اسکے حق میں دعائے خیر کرتے اور جو کچھ اسکی قسمت کا ہوتا مصلے کے نیچے سے نکال کر اس کو عنایت فرماتے۔[5] چنانچہ حیات ظاہری کی اس عادت کے مطابق بعد وصال اس زمانہ میں بھی میثاقی، پارسی، ہنود صاحبان اور دیگر مذاہب کے لوگ بلا تفریق مذہب و ملت آپ کی درگاہ میں حاضر ہو کر اُسی طرح فیضیاب ہوتے ہیں۔

ایک دن آپ بہت خوش تھے حاضرین سے فرمایا: "مانگو جس کو جو مانگنا ہے قبولیت کا در کھلا ہے"۔ ایک شخص نے دنیا مانگی دوسرے نے عقبیٰ مانگی دونوں اپنے مقصد کو پہونچے۔ بعد ازاں آپ نے صوفی شیخ حمید الدینؒ کی طرف

---

[1] دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۱۹ نسخہ فارسی [2] سالک سالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۲ [3] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۱

[4] دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱ وغیرہ [5] دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱ و مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۳

رُخ کر کے فرمایا کہ "تو کیا مانگتا ہے؟" شیخ نے عرض کیا کہ "بندہ کی کیا مجال ہے جو سوال کے لئے زبان کھولے مولا کا چاہا ہوا میرا چاہا ہے۔" فرمایا "میں نے تیرے لئے خدا سے دُعا کی ہے کہ تو دُنیا و آخرت میں معزز و مکرم ہے" بعد ازاں آپ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "تو بھی جو کچھ چاہے مانگ لے" انھوں نے جواب میں عرض کیا ؎

"ہر چہ تو خواہی بخواہم روئے سر بر آستانم بندہ را فرماں نباشد ہر چہ فرمائی بر آنم"

آپ دونوں سے خوش ہوئے اور فرمایا: "التارک من الدنیا و الفارغ من العقبیٰ" سلطان التارکین حمید الدین صوفی" "و قطب الواصلین قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی" اُس دن سے صوفی حمید الدینؒ سلطان التارکین اور حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ قطب الاقطاب ہوئے[1]۔ ہر دو حضرات انہی خطابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

درویشوں کے ساتھ یگانگت کا برتاؤ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ قطب صاحب کا بیان ارقام فرماتے ہیں کہ "میں (قطب صاحب) حضرت غریب نوازؒ کے ہمراہ خلا میں بیس سال تک رہا ایک مرتبہ ہم ایسے جنگل میں پہونچے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ ہم تین دن تک اُسی جنگل میں پھرتے رہے۔ میں نے سُنا تھا کہ اس بیاباں کے پاس ایک پہاڑ پر ایک بزرگ رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے دو روٹیاں مصلّے کے نیچے سے نکال کر مجکو دیں اور فرمایا کہ ان بزرگ کی خدمت میں یہ لیجاؤ اور میرا سلام کہو۔ میں نے روٹیاں انکی بزرگ کے سامنے رکھیں اور سلام عرض کیا۔ انھوں نے ایک روٹی مجھے دی اور دوسری افطار کے لئے رکھ لی۔ پھر مصلّے کے نیچے سے چار کھجوریں نکال کر مجھے دیں اور کہا: "یہ معین الدین کو دیدینا۔ جب میں کھجوریں لے کر آیا تو حضرت غریب نوازؒ مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "اے درویش پیر کا فرمان رسول اللہ کا فرمان ہوتا ہے۔ پس جو پیر کا فرمان بجالاتا ہے وہ گویا رسول کا فرمان بجالاتا ہے[2]۔"

رازداری

حضرت قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں رہا لیکن یہ کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کبھی دوست کا بھید ظاہر کیا ہو۔ آپ اس کا تذکرہ تک نہیں فرماتے تھے نہ اُن انوار کو ذرہ بھر ظاہر فرماتے تھے جو آپ پر نازل ہوتے تھے[3]۔

---

[1] دیکھو اخبار الاخیار صفحہ ... و خزینۃ الاصفیا (جلد اوّل) صفحہ ... [2] دیکھو ترجمہ اسرار الاولیا صفحہ ... طبع کردہ ملک فضل الدین بکڈپو منیر الدین لاہور [3] دیکھو ترجمہ اردو فوائد السالکین صفحہ ...

مرید نوازی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ رحمہ بہت عسرت میں گذارتے تھے اس لئے آپ نے انکو پانچسو درہم تک قرض کرلینے کی اجازت عطا فرمائی تھی[۱] جو بقول بعض آپ ادا فرماتے تھے۔

فیض معنوی سجادگی آپ کے وصال کے بعد سے ہر زمانہ میں آپ کے مریدان سلسلہ میں سے کوئی ایک آپ کا معنوی سجادہ ہوتا رہا ہے اوس کا چار دانگ ہندوستان میں تصرف ہوا کرتا ہے۔ یہ سلسلہ تا قیامت کے بعد دیگرے جاری رہے گا جیسا کہ کسی عارف نے کہا ہے:-[۲]

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ چشتیاں ہرگز نمیرد[۳]

دربارِ ایزدی میں مقبولیت صاحب اقتباس الانوار بحوالہ زبدۃ المقامات[۴] لکھتے ہیں کہ ایکدن خواجہ خواجگاں خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ نے ہاتف غیبی کو کہتے ہوئے سنا "اے عثمان جانتے ہو کہ تمہارے اور تمام موجودات کے پیدا کرنے سے ہمارا کیا مقصد ہے؟" عرض کیا "نہیں جانتا"۔ ارشاد ہوا "ہمارا مقصد تمہارے اور جمیع مخلوقات کے پیدا کرنے سے وجود معین الدین ہے۔ اگر اس کا پیدا کرنا درمیان میں نہ ہوتا تو نہ ہم مخلوقات میں سے کسی کو پیدا کرتے نہ اپنی خدائی ظاہر کرتے"۔ کیونکہ دربار ایزدی سے رسول خدا (صلعم) کے متعلق بھی ایسا ہی ارشاد ہوا ہے اس لئے اس روایۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت غریب نواز کو ذات رسول میں فنائے تام حاصل تھی۔

ریاضت و مجاہدہ قوت آپ کی بقدر لا یموت تھی ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ مجاہدہ کے زمانہ میں سات سات روز بعد ایک ٹکڑا خشک روٹی کا جو وزن میں پانچ مثقال[۵] (تقریباً ۲۲½ ماشہ) سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ پانی میں بھگو کر تناول فرماتے تھے[۶]۔

آپکے مراتب عالیہ آپ تمام مقامات غوثی و قطبی و قطب الاقطابی طے کر کے قطب وحدت یعنی مرتبہ محبوبیت پر پہونچ گئے تھے اور استغراق فنائے احدیت میں دوست کے ساتھ یکرنگ ہو گئے تھے[۷]۔

۱ـ دیکھو اخبار الاخیار میں حالات قطب صاحب ۲ـ دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱ ۳ـ بقول اقتباس الانوار زبدۃ المقامات حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی ترتیب ہے ۴ـ دیکھو اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۲ ۵ـ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ یا چار ماشہ چھ رتی کا ہوتا ہے مگر مثقال عرفی چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ (بستان المقرات صفحہ ۱۴۹ و ۵۰) ۶ـ مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۱ ۷ـ اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۳

پاس والوں کا پاس آپ اپنے مریدین کا خیال رکھتے تھے اور انہیں کوئی ستاتا تو حمایت اور مدد فرماتے تھے اور ہمسایوں کے حق ہمسائیگی ادا فرماتے تھے۔

"ایک دن آپ کہیں تشریف لیجارہے تھے آپ کے خادم شیخ علی نام آپ کے ساتھ تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص نے آکر اُن کا دامن پکڑ لیا اور سخت و سُست کہنا شروع کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا "کیا معاملہ ہے تو کیوں اس کے ساتھ اس طرح پیش آرہا ہے؟" اُس نے کہا "اس پر میرا قرض ہے یہ ادا نہیں کرتا۔" آپ نے فرمایا "اب ادا کردیگا تو اس کو چھوڑ دے جانے دے۔" لیکن اُس نے نہ مانا اس پر آپ کو جلال آگیا اور چادر شریف دوش مبارک سے اُتار کر زمین پر ڈالدی وہ درہم و دینار سے پُر ہوگئی فرمایا "جس قدر تیرا قرضہ ہے لیلے مگر خبردار زیادہ کا قصد نہ کرنا۔" اس کو طمع دامنگیر ہوئی کچھ زیادہ لینا چاہا۔ جیسے ہی ہاتھ دراز کیا اُس کا ہاتھ خشک ہوگیا۔ بوقوع اس امر کے وہ عذر و معذرت کرنے لگا۔ آخر آپ کو رحم آگیا اُس کی خطا معاف کی اور اس کا ہاتھ اچھا ہوگیا۔"[1]

"پڑوسیوں میں جبکا انتقال ہوجاتا آپ اُس کے جنازہ کے ہمراہ جاتے۔ نماز جنازہ اور دفن کے بعد سب واپس آجاتے مگر آپ قبر پر بیٹھے رہتے اور وظائف و ادعیات جو ایسے وقت پڑھے جاتے ہیں پڑھتے بعد فراغت تشریف لاتے۔ چنانچہ حسب معمول بعد دفن آپ اپنے ایک ہمسایہ کی قبر پر سب لوگوں کے بعد ٹھہرے رہے۔ حضرت قطب الاقطاب فرماتے ہیں کہ "میں اس وقت ہمراہ تھا میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ متغیر ہوا پھر اصلی حالت پر آیا۔ بعد ازاں آپ الحمد للہ فرماتے ہوئے وہاں سے اُٹھے اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا "بیعت بھی عجیب چیز ہے۔" میں نے رنگ کے تغیر کا سبب دریافت کیا تو فرمایا "جس وقت اس مُردہ کو دفن کیا۔ عذاب کے فرشتے آگئے اور اس پر عذاب کرنا چاہا معاً اُسی وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ (روحانی طور پر) تشریف لائے اور فرشتوں سے فرمایا کہ "یہ میرا مرید ہے اس پر عذاب نہ کرو۔" فرشتوں نے کہا "یہ آپ کا مرید ہے مگر آپ کے طریقہ پر نہیں چلا۔" آپ نے فرمایا "یہ ٹھیک ہے مگر اس نے اپنی ذات کو فقیر کے ساتھ وابستہ کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اس پر عذاب ہو۔ اُسی وقت فرمانِ ایزدی آیا کہ ہمیں شیخ کی خاطر منظور ہے اس پر عذاب نہ کرو۔"[2]

(ب) اخلاقِ حمیدہ:۔

اخلاق کریمانہ میں آپ متخلق باخلاق اللہ کے بدرجہ اتم تبع اور اخلاق محمدی کے مکمل نمونہ تھے اللہ تعالٰی

[1] مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۲-۲۸۳ [2] دیکھو راحت القلوب صفحہ ۲۸ مطبوعہ مسلم پریس دہلی و راحت القلوب صفحہ ۳۱ مطبوعہ ہاشمی پریس میرٹھ

نے آپ کو تمام پسندیدہ عادات، نیک خصائل اور اخلاقِ اوصافِ حمیدہ سے مزین فرمایا تھا۔

تحمل و عفو

ایک مرتبہ حضرت خواجہ اپنے یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے آکر ارادت ظاہر کی مگر درحقیقت وہ ہلاک کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ آپ نے اُس سے مسکرا کر فرمایا کہ "درویش جب درویشوں کے پاس آتے ہیں تو صفائی (صفائی قلب) کے لئے آتے ہیں نہ کہ ظلم کرنے کے لئے تم جس نیت سے آئے ہو وہ کام اختیار کرو یا اپنا عقیدہ درست کرو" یہ سُن کر اُس نے اقرارِ جرم کیا اور کارد آستین سے نکال کر پھینک دی مرید ہوا اور ایسا راسخ الاعتقاد ہوا کہ مشکل امور کی انجام دہی کے لئے اس سے کہا جاتا تھا اور وہ انجام دیتا تھا۔ بعد میں اُس نے پینتالیس[1] (بقول احسن السیر صفحہ ۱۳۰ پچپن) حج کئے۔ آخر خانہ کعبہ کے مجاوروں میں اوس کا مدفن بنا۔

عطا و بخشش

عطا و بخشش کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل یا فقیر آپ کے در سے محروم نہ گیا۔ حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ "میں مدت تک آپ کی خدمت میں رہا مگر میں نے کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا"[2]۔

حلم و انکسار

آپ بہت حلیم اور منکسر المزاج تھے اور سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے[3]۔

بذل و سخا

آپ کے مطبخ میں روزانہ اسقدر کھانا پکتا تھا کہ شہر کے تمام غربا و مساکین سیر ہو کر کھاتے تھے خادم مطبخ خرچہ یومیہ کے لئے دست بستہ عرض کرتا آپ مصلے کا گوشہ اٹھا کر فرماتے "جسقدر آج کے خرچ کے واسطے درکار ہو لیلے" وہ موافق مقدار خرچ لے لیتا اور کھانا پکوا کر غربا و مساکین کو تقسیم کرتا علاوہ ازیں آپ کے یہاں سے درویشوں کا وظیفہ بھی جاری تھا[4]۔ چنانچہ آجتک آپ کی درگاہ میں روزانہ لنگر اور وظائف مستحقین کا سلسلہ جاری ہے۔

آداب بزرگان

آپ اپنی عمر سے زیادہ عمر والوں کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اونھیں سلام کیا کرتے تھے[5]۔

مخلوق نوازی

آپ غربا اور محتاجوں کی امداد فرماتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے محلے کی بیوگان اور بوڑھی عورتوں کی روزانہ صبح کی نماز کے بعد خبر گیری فرماتے تھے اور اُن کے کاموں میں اُن کی مدد فرماتے تھے[6]۔

۱؎ دیکھو ترجمہ اسرار الاولیا صفحہ ۸۵–۹۶ ۲؎ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۳ و احسن السیر صفحہ ۱۳۹–۱۴۰

۳؎ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۱۵–۱۹ ۴؎ دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۳ ۵؎ ۶؎ دی ہولی مینٹ آف اجمیر صفحہ ۲۳

آپ کے متعلق حلقۂ صوفیا میں بعض مشہور روایات

حضرت عبدالرحیم شاہ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ اجمیریؒ فرماتے تھے :"جب خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ آپ کو اپنے ہمراہ کعبۃ اللہ لے گئے ہیں اُس وقت غلافِ کعبہ پکڑ کر آپ کے لئے خواجۂ اعظم نے ذیل کی دُعائیں مانگی ہیں اور ایک دُعا کے بعد آپ دوسری دُعا اُس وقت مانگتے تھے جب پہلی کی قبولیت کا اظہار ہوجاتا تھا۔"

"خداوندا ! معین الدین کو مجھ جیسا (فنافی الشیخ) کردے۔"

"خدایا ! معین الدین کو اپنے جیسا (فنافی اللہ) کردے۔"

"خدایا ! میری قبر کو شاد ہے معین الدین کی قبر کو تاقیامت آباد و برقرار رکھ۔"

فضل شاہ مراد آبادی کہتے تھے کہ جب بسلسلہ راز و نیاز حضرت خواجہ عثمان علیہ الرحمۃ مندر میں تشریف لے جانے لگے تو صفائی مرید آپ سے برگشتہ ہوگئے مگر چونکہ غریب نواز ذات سے دوستی رکھتے تھے اس لئے آپ مرشد کے ساتھ رہے اور فرمایا کہ مجھے ہر حال میں پیر کا اتباع لازم ہے میں کسی حال میں ان کو نہیں چھوڑ سکتا جب آدھی رات کے وقت از راہ ذرہ نوازی نور محمدی جلوہ گر ہوا تو آپ نے آواز دی "کوئی ہے" حضرت خواجہ نے عرض کیا "معین الدین حاضر ہے"۔ فرمایا آؤ" غریب نواز حاضر خدمت ہوئے تو نور محمدی کے طواف کے لئے فرمایا مگر آپ نے اپنے مرشد کا طواف کیا۔ یہ ادا بارگاہِ رسالت میں پسندیدہ ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ سفر ہندوستان کے موقعہ پر بنگال بھی تشریف لے گئے۔ چنانچہ وہاں آپ کا چلہ اب تک زیارت گاہ خلائق ہے اور یہیں کسی مندر میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے مگر یہ روایت ہمارے نزدیک مستند نہیں ہے۔

نظام الدین شاہ قادری دلگیر اکبر آبادی نے بیان کیا :- ایک مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا جبہ مبارک زیادہ عرصہ تک زیب تن رہا۔ ایک دن غریب نواز سے فرمایا: اسے دھو ڈالو، مگر دھو کر پانی ایسی جگہ بہانا جہاں کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ غریب نواز نے جبہ مبارک دھو کر بہت سوچا مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہ آئی لہذا آپ نے وہ پانی خود پی لیا۔ اس پانی کے پینے سے آپ کا دل منور ہوگیا اور اسرارِ الٰہی منکشف ہوگئے۔

مولانا عبدالشکور نظامی اکبر آبادی کا بیان ہے :- ایک دن حضرت خواجہ کے مرشد از راہ

شفقت آپ سے بہت خوش ہوئے اور دُعا دی کہ "معین الدین تجھ سے وہ جو ذات سے ہوتا ہے یعنی عین ذات میں بدرجہ اتم فنائیت حاصل ہو۔

فیاض الدین صاحب اکبرآبادی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ چھوارے تناول فرماتے تھے جو گٹھلیاں آپ خرمے کھاکر پھینکتے تھے۔ غریب نوازؒ اٹھاکر تناول فرمالیتے تھے تاکہ مرشد کے پس خوردہ کی بے ادبی نہ ہو۔ اس تخم ریزی کی برکت سے آپ نے سرزمین ہندوستان میں اسلام کی ایسی تخم ریزی کی جو بحمداللہ آج تک بارآور ہے۔

معاشرت مقدس

قوت لا یموت ابتدا میں آپ باغ اور پن چکی کی آمدنی سے قوت لایموت فرماتے تھے، سفر میں تبر کمان اور چقماق ساتھ رکھتے تھے اور شکار سے گذر اوقات فرماتے تھے۔[۱]

لباس مبارک آپ کا لباس جامہ دوتائی تھا یہ بخیہ کی ہوئی تھی جب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپ سے بیعت ارادت کی تو آپ نے وہ دوہر حضرت قطب الاقطاب کو عطا فرمائی بعد ازاں یہی دوہر قطب الاقطاب نے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور بابا فرید نے حضرت شیخ المشائخ نظام الدین والاولیاءؒ اور شیخ المشائخ نے حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو عطا فرمائی۔[۲]

جب کوئی کپڑا کہیں سے پھٹ جاتا تو جس قسم کا بھی پاک کپڑا میسر آتا بلاتامل اوس کا پیوند لگالیتے تھے آپ کا لباس اکثر پیوند دار ہوتا تھا۔[۳]

معمولات سفر آپ سفر میں عموماً ایک درویش سے زیادہ کو ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ اکثر گورستان یا غیرآباد مقام میں قیام فرماتے تھے جہاں کچھ شہرت ہوجاتی وہاں توقف نہ فرماتے۔[۴]

خوراک آپ کی خوراک گوشت اور خشک روٹی پانی میں تر کردہ تھی۔[۵]

طرز سکونت جب آپ دار دِ اجمیر ہوئے تو پہلے لب اناساگر سدا بہار پہاڑی کی ایک گپھا میں قیام فرمایا۔

---

[۱] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۷ - ۲۸۱ [۲] فرشتہ جلد دوم صفحہ ۵۸۱ و تذکرۃ الاولیائے ہند صفحہ ۲

[۳] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۱ [۴] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۵

[۵] دیکھو سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۷۷، ۲۸۱ وغیرہ

بعد ازاں آپ نے بستی میں آکر مکان میں اس مقام پر سکونت اختیار کی جہاں اس وقت آپ کا روضۂ منورہ ہے[1]۔

تبلیغ اسلام

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جمیع کمالات صوری و معنوی ہے اگر ایک طرف آپ صاحب رسالت ہیں تو دوسری طرف صاحب ولایت بھی ہیں چنانچہ آپ نے حسب طلب و استعداد مخلوق کو ان فنون نعمتوں کے فیض سے سرفراز فرمایا۔ علم شریعت علمائے ظاہر کے حصہ میں اور علم لدنی کا گنج مخفی اولیائے کرام نے پایا علمائے ظاہر نے دلائل و براہان پیش کر کے تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دی اور اولیائے کرام سے کشف و کرامات کا ظہور ہوا۔ ان حضرات نے بمشاہدۂ صداقت معرفت الٰہی اور دولت اسلام سے سرفراز فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی ذات اقدس بفیض سید الکونین (صلعم) ہر دو علوم حمیدہ کی حامل ہے۔ آپ نے ہندوستان میں بفیض محمدی وہ تبلیغی خدمات انجام دیں جن کی سرور عالم نے حجاز مقدس میں مثال قائم فرمائی تھی۔ یہ خدمات یوں تو علیٰ قدر مراتب اکثر علماء و صوفیا نے انجام دی ہیں مگر غریب نواز کی ذات اقدس نے اس باب میں جو شاندار کارنامہ عالم کے سامنے پیش کیا ہے وہ اپنی مثال خود ہے۔ اور سرورِ عالم کی سنت تبلیغ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ بقول صاحب ماثر الکرام اولیاء اللہ میں سب سے پہلے اقلیم ہندوستان میں سلسلہ ولایت جاری کرنے اور شریعت و طریقت کی نشر کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے[2]۔ یہاں بعض امور میں عرب سے زیادہ دقتیں سامنے تھیں۔ وہاں مبلغ کے پاس باشندگان ملک کی بے تکلف آمد و رفت تھی اور وہ مبلغ کی عادات و خصائل حمیدہ سے پوری طرح واقف تھے وہ جانتے تھے کہ مبلغ ایام طفلی سے راست گفتار امین و نیک کردار ہے۔ نیز بعض کا مبلغ سے میل جول، شناسائی یا رشتہ قرابت تھا۔ علاوہ ازیں حجاز میں وہ ہی زبان رائج تھی جو مبلغ اعظم کی تھی مگر ہندوستان میں برخلاف اس کے مبلغ سے موانست ہونا تو درکنار بلکہ اہل ہند کو مبلغ کے ہم مذہب لوگوں تک سے اتنی منافرت تھی کہ لوگ مسلمان کی صورت تک دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ پرچھائیں تک سے احتراز کرتے تھے۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ مبلغ کی زبان فارسی تھی اور اہل ہند بھاشا یا مارواڑی وغیرہ بولتے تھے۔ چنانچہ ضرورت تبلیغ کے پیش نظر ایک نئی زبان (جکی تفصیل آگے درج ہے) وجود میں آئی مگر غریب نواز نے باکرام خداوندی بہ فیضان رسالت ان مشکلات کے قلعہ کو بھی فتح کر کے ہند النبی، نائب رسول فی الہند اور سلطان الہند کا خطاب پایا۔

---

[1] دیکھو سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۵ - ۱۳۱ - ۱۳۲ [2] دیکھو ماثر الکرام دفتر اول صفحہ ۶

جانشین نبی دریں عالم   غبطۂ مرسلاں معین الدین   (مؤلف)

آپ صرف بذاتِ خود ہی یہ خدمت انجام نہیں دیتے تھے بلکہ آپ کی ذات گرامی یہ مبارک کام مریدین و وابستگان سے بھی لیتی تھی۔ آپ نے تبلیغ کا ایک شاندار کامیاب نظام قائم فرمایا تھا۔ یہ تبلیغ تلوار کے ذریعہ نہ تھی بلکہ بالتصرفات روحانی بذریعہ اخلاق کریمانہ و شفقت بزرگانہ اظہارِ حق کے ساتھ تھی۔ محافل سماع اس تبلیغ میں غیر مالوس کو مانوس اور موسیقی کے دلدادہ بلکہ عبادت تصور کرنے والے غائبین کو حاضر کرنے میں بہت کامیاب ثابت ہوئیں جیسا کہ پیچھے بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے ہم محافل سماع کو بہترین ذریعہ تبلیغ اسلام کہیں تو غیر موزوں نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ کی ذات اقدس بت پرستوں کو صرف خدا پرست ہی نہیں بناتی تھی بلکہ علم معرفت کا خزانہ عطا فرما کر انہیں صاحبِ معرفت اور حق شناس و خدا رسیدہ بھی بنا دیتی تھی۔ آپ کی تبلیغ کے زیر اثر تعداد کثیر لوگ مشرف باسلام ہوئے اور بہت سے لوگ عارفانِ کامل اولیاء اللہ اور صاحبِ دل ہوئے۔ بالفاظِ دیگر آپ صرف مبلّغِ شریعت ہی نہیں بلکہ قاسم گنجینہ معرفت و حقیقت بھی ہیں۔ آپ کی تبلیغ کے زیر اثر جہاں ایک کثیر تعداد اہلِ اسلام کی نظر آتی ہے وہاں ایک بڑی تعداد اہلِ معرفت یعنی آپ کے مریدین سلسلہ کی بھی سامنے آجاتی ہے۔ ہمارے اس کہنے کے شاہد سیر الاقطاب، مسالک السالکین اور اقتباس الانوار وغیرہ کے بیانات ہیں تبلیغ اسلام کے بارے میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند کتابوں کے بیانات بھی لکھے جائیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

دلیل العارفین کے صفحہ ۵۴ و ۵۵ پر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ارقام فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ ہم (میں اور غریب نوازؒ) اجمیر پہونچے۔ ان دنوں اجمیر ہندوؤں کی ملکیت تھا اور انہی کی آبادی سے معمور تھا۔ وہاں ایسا اسلام نہ تھا۔ جب حضرت خواجہ کے قدوم وہاں پہونچے تو اس قدر ظہور اسلام ہوا جس کی حد نہیں۔

سیر العارفین کے صفحہ ۱۳ پر مولانا جمالیؒ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ اس دیار (ہندوستان) کے بہت سے کفار نامدار برکت زبدۃ الاسرار (حضرت خواجہ غریب نوازؒ)

ع۱۔ جبکہ سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۳ وغیرہ غریب نوازؒ کا بغداد شریف میں سماع سننا ثابت ہے تو ہندوستان میں سماع ترک کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی نیز آپ کی درگاہ میں اب تک سماع ہونا دلیل ہے کہ آپ نے بزمانہ حیاتِ ظاہری ہندوستان میں بھی سماع سنا اور قطب الاقطاب کا ہندوستان میں سماع سننا بھی اسی کا مؤید ہے۔

شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ بہت سے جو ایمان نہ لائے وہ بھی بعد نذور و فتوح آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے
صاحب وقایع شاہ معین الدین منشی بابو لال صاحب صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:۔
ترجمہ:۔ فواید الفواید کی مجلس چہارم میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز کی ہدیت سے سات سو آدمی مشرف باسلام ہوئے[1]

ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا

ہندوستان میں اسلام غریب نواز کے تصرفات باطنی، فیوض روحانی، اخلاق حمیدہ اور اسلام کی صداقت کی وجہ سے پھیلا نہ کہ تلوار کے زور سے۔ اگر یہاں اسلام بزور شمشیر پھیلا ہوتا تو بنیے بقال، برہمن اور اچھوت اقوام میں سے آج کوئی ایک بھی اپنے آبائی مذہب پر نہ ہوتا بلکہ یہ سب مسلمان ہو چکے ہوتے کیونکہ سب سے زیادہ بزدل اور ڈرنے والی تو یہی مانی گئی ہیں مگر برخلاف اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہادر راجپوت اور ٹھاکر لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہیں۔ ان بہادر جانباز لوگوں کے لئے ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تلوار کے خوف سے مسلمان ہو گئے بلکہ ایسا کہنا ان بہادر اقوام کی تذلیل کرنا ہے ہمارے اس بیان کا ایک زندہ ثبوت یہ بھی ہے کہ بہادر پرتھوی راج نے شہاب الدین کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بھی دعوت اسلام قبول نہ کی اور جان کی سلامتی کے ساتھ اپنے راج پاٹ لینے کا بھی خیال نہ کیا بلکہ اپنی جان دینا گوارا کیا۔ مگر اسی راجہ کی اولاد نے بغیر تلوار کے ڈر اور کسی لالچ کے اسلام قبول کیا۔

آپکی دعوت اسلام کے بعض مخصوص اثرات

غریب نواز نے راجہ پرتھوی راج کو جس دعوت اسلام سے سرفراز فرمایا تھا وہ اگرچہ اس وقت راجہ کو پسند نہ آئی مگر آخر کار رنگ لا کر رہی اور سترھویں پشت میں پرتھوی راج کی اولاد میں سے سب سے پہلے قصبہ منڈاور (علاقہ الور) میں راؤ جام کے پسر راؤ حاجی چاند بعہد فیروز شاہ سمت ۱۴۵۹ بکرمی میں مشرف باسلام ہوئے۔ بعد کی پشتوں میں راؤ معین الدین خاں ولد راؤ ادھو اور دولت خاں، راؤ فیروز خاں، راؤ عمر خاں، راؤ حبیب خاں، راؤ اجر خاں و راؤ یوسف علی خاں وغیرہ مشرف باسلام نظر آتے ہیں۔ راؤ یوسف علی خاں بوجہ خاندانی اعزاز ریاست الور کے عظیمی سرداروں میں سے تھے[2]

صرف آپ کی حیات ظاہری تک تبلیغ کا سلسلہ جاری نہیں رہا بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلفائے خاص نے آپ کی اس سنتِ محمودہ کو جاری رکھا۔ بعد ازاں آپ کے اہلِ سلسلہ برابر یہ خدمت خاص علی قدر استعداد

---

[1] یہ روایت ترجمہ فوائد الفواید مطبوعہ انقلاب و شیم پریس لاہور کی مجلس چہارم میں نہیں ہے مگر بعض دوسری کتابوں میں ہے۔
[2] دیکھو مراۃ الانساب صفحہ ۱۸۲۔۱۸۳

انجام دیتے رہے ہیں[1] اور اب تک آپ کے فیوض روحانی اور تصرف باطنی سے تبلیغ اسلام اشاعت شریعت اور تعلیم علم معرفت کا کام جاری ہے۔

ضرورت تبلیغ کے زیر اثر اُردو کی ابتدا غریب نواز کے ہمراہی اور خود حضرت خواجہ فارسی بولتے تھے اجمیر کی زبان مارواڑی تھی اور دیگر مقامات پر ہندوستان میں بھاشا وغیرہ بولی جاتی تھی۔ ایسی حالت میں تبلیغ اسلام مشکل تھی۔ اس لئے تبلیغی ضرورت کے پیش نظر کچھ دن بعد فارسی، بھاشا اور مارواڑی مل ہوئی ایک زبان وجود میں آئی اس کے ذریعے سے باشندگان ملک آپ کا مقصد سمجھ لیتے تھے اور اپنا معروضہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

بعد ازاں حضرت امیر خسروؒ کے زمانے تک میں بھاشا اور فارسی دونوں زبانوں کا رائج ہونا پایا جاتا ہے آپ کی شاعری میں یہ دونوں زبانیں موجود ہیں اور بعض عبارات میں مخلوط زبان یعنی اُردو کی ابتدا نظر آتی ہے۔ پس باہر سے آئے ہوئے فارسی بولنے والے مسلمان اور بھاشا بولنے والے اہل ملک کے پیش نظر یہ قابل تسلیم ہے کہ خرید و فروخت اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے بھی یہی مخلوط زبان کام میں لائی جاتی تھی گویا اُردو کے نقش اوّل کے بعد یہ نقش دوم تھا۔ یہی زبان ترقی پذیر ہو کر جہانگیر کے زمانہ میں لشکری ضروریات پورا کرنے کا ذریعہ بن کر اُردو کہلائی۔ پس اُردو کے بانی حقیقی یا موجد اعظم حضور غریب نواز ہیں اور اُردو کا شمار ضروریات زندگی کے ساتھ ہے۔

آپکی بعض تصانیف اور مذاقِ سخن

گنجل اسرار یا گنج اسرار: یہ کتاب بزبان فارسی حضرت خواجہ نے اپنے مرشد کے حکم سے دہلی میں سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تلقین کے لئے لکھی۔ زمانہ تالیف ۶۱۱ھ اور ۶۱۶ھ کے درمیان ہے بلکہ بعض واقعات کے پیش نظر ان سنین کے بعد بھی اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں بزبان فارسی معرفت کی اعلیٰ ترین تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن، احادیث اور بزرگان دین کے احوال و اقوال کے مطابق ظاہری و باطنی پاکیزگی کی تفصیل مجازی اور حقیقی عبادات کی تشریح اور تصوف کے اعلیٰ مدارج کی تعلیم دی گئی ہے۔

بتلاش بسیار، کہیں کہیں اس کا قلمی نسخہ مل جاتا ہے فی زمانہ بہت قدر و حفاظت کے ساتھ رکھنے کی چیز ہے۔ مؤلف کے پاس بھی بحمد اللہ اسکا ایک مکمل قلمی نسخہ دو سر انصف سے قریب موجود ہے۔

[1] دیکھو سالک السالکین جلد دوم وغیرہ حالات اہل سلسلہ۔

انیس الارواح :- اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی آٹھ مجالس کے ارشادات وغیرہ درج فرمائے ہیں اس کی زبان فارسی ہے۔ بعض روایات میں کہیں کہیں سہو کتابت ہے۔ یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

کشف الاسرار المعروف بہ معراج الانوار :- یہ رسالہ بھی غریب نواز نے طالبان کے لئے مرتب فرمایا ہے۔ یہ ہندوستان میں تشریف لانے کے بعد لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں بعض اصطلاحات کا ہندی نام بھی درج فرمایا گیا ہے۔ اس میں چار دم، حبس دم اور ذکر خفی کی تعلیم دی گئی ہے۔

رسالہ تصوف منظوم :- یہ بھی غریب نواز کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔ اس سے آپ کی شاعری اور تعلیم تصوف پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

رسالہ فی افاق والنفس :- یہ رسالہ بھی حضرت خواجہ کا مصنفہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔

دیوان معین :- اس دیوان کے متعلق اہل قلم نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ بعض نے اسے صاحب معارج النبوت مولانا معین الدین (جنھیں بعض نے فراہی بعض نے ہروی یا ہراتی بعض نے کاشفی لکھا ہے) کا دیوان بتایا ہے۔ رسالہ "آستانہ" اجمیر کی بھی گذشتہ اشاعتوں میں اسے انہی معین الدین کا دیوان بتایا گیا ہے مگر پروفیسر محمود شیروانی نے رسالہ "اردو" کی اشاعت جولائی ۱۹۲۴ء میں اس دیوان کو خواجہ بزرگ اجمیری کا دیوان تسلیم نہیں کیا ہے۔ لیکن پروفیسر عبدالغنی نے اپنی کتاب "پری مغل پرشین ان انڈیا" میں اس دیوان کو حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کا دیوان مانا ہے مگر پروفیسر شیروانی مرحوم نے رسالہ "اردو" کی اشاعت جنوری ۱۹۴۲ء میں اس کی مخالفت کی ہے اور پروفیسر عبدالغنی اور پروفیسر شیروانی کے درمیان طول طویل بحث چھڑی پروفیسر عبدالغنی نے بطور ضمیمہ رسالہ "معارف" شایع کیا۔ اس رسالہ کا جواب الجواب اور نظل کالج کے میگزین کی ۱۹۴۹ء و ۱۹۵۰ء کی تین مختلف اشاعتوں میں پروفیسر ابراہیم ڈار اسمٰعیل کالج بمبئی نے دیا اور اگست ۱۹۵۰ء کے رسالہ "اردو" میں بھی ان کا ایک مقالہ دیوان خواجہ معین الدین چشتی کے عنوان سے شایع ہوا۔ پروفیسر محمود شیروانی مرحوم اور پروفیسر ابراہیم ڈار کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے "چونکہ مولانا معین الدین فراہی کی تصنیف "معارج النبوۃ اور تفسیر سورہ فاتحہ میں بہت سی ایسی غزلیں ہیں جو دیوان معین میں موجود ہیں اس لئے دیوان معین مولانا معین الدین فراہی کے کلام کا انتخاب ہے۔"

مگر نواب صدیق حسن خانصاحب اپنی کتاب "شمع انجمن" کے صفحہ ۴۲۶ پر لکھتے ہیں:۔

"معین الدین چشتی سنجری زبدۃ الاولیا و قدوۃ اصفیا از غایت شہرت محتاج ترجمہ نیست دیوانش بملاحظہ در آمد این چند بیت از آنجاست"۔

ز پیش خویش برافگن نقاب عوئی را	ببیں بدیدہ صورت جمال معنی را
اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر	طالب دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر
من چگویم کہ مرا ناطقہ مدہوش آمد	بردلم ضابطۂ عقل فراموش آمد
نکتہا دوش دلم گفت و شنید از لب یار	کہ نہ ہرگز بزبان رفت و نہ در گوش آمد

یہ سب اشعار دیوان معین کی غزلیات میں موجود ہیں۔

کتاب گلشن کے صفحہ ۴۳۳ پر مرقوم ہے:۔

معین مولانا معین الدین ہروی در علم و فضل و زہد و تقویٰ نادر المثیل بود و در دقیقہ رسی و نکتہ یابی معقول و منقول عدیم البدیل کتاب معارج النبوۃ" از تصنیف اوست ...... از منظومات اوست"

چو نمن زبادہ شوق تو مست بیخبرم	ہمہ جمال تو بینم بہر چہ می نگرم

یہ غزل دیوان میں اور معارج النبوۃ میں موجود ہے۔[1]

"معارج النبوۃ" کی ابتدا مولانا معین الدین نے جامع مسجد ہرات میں ۸۹۱ھ میں کی۔ اور محب اللہ مرید حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ رسالہ "مفتاح العاشقین" کی مجلس ہفتم میں حسب ذیل بیان ارقام فرماتے ہیں:۔

عبارت نسخہ قلمی مفتاح العاشقین مندرجہ مجلس ہفتم

"بندہ روئے برزمین آورد و التماس کرد کہ غزل شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین قدس سرہٗ العزیز یاد آمدہ است اگر زبان شود بخوانم۔ فرمود "بخوان" چوں دُعاگو ایں غزل بخواند خواجہ بندہ نواز خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ) ہائے ہائے بگفت و بگریست و فرمود کہ نیکو یاد داری بسیار استحسان فرمود"۔

ترجمہ مفتاح العاشقین مطبوعہ مجازی پریس لاہور صفحہ مجلس ساتویں میں (محب اللہ مؤلف مفتاح العاشقین) نے آداب بجالا کر التماس کیا کہ مجھے شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کا قول یاد ہے اگر حکم ہو تو پڑھوں، خواجہ صاحب (حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ) نے فرمایا "پڑھو" جب دُعاگو (محب اللہ مؤلف مفتاح العاشقین) نے یہ (مندرجہ ذیل) نظم پڑھی تو خواجہ صاحب (حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی) زار زار روئے اور فرمایا "اے درویش تجھے اچھی طرح یاد ہے"۔ اور بہت شاباشی دی۔

[1] دیکھو معارج النبوۃ صفحہ

بقول مفتاح العاشقین اس موقع پر مندرجہ ذیل غزل پڑھی گئی :-

"از مطلع دل زد علم یک لمحہ از رخسار او — ذرہ ذرہ ہستیم در پردہ انوار او
تاکہ ذرات تنم ہر یک ہزاراں دیدہ شد — یک ذرہ ہم دیدہ نشد از پرتو رخسار او
حسنش چو آید جلوہ گر طاقت نماند چشم تر — از دیدۂ دل کن نظر تا بنگری دیدار او
بگذار کوئے آب و گل در آ بقصر جان و دل — با سرے خود بیں متصل سرے ہم از اسرار او
اظہار حسنِ دلبری می بیں ز ہر سو پیکرے — پیداست در ہر مظہرے آں حسن و آں اظہار او
خواہد کند در خود نظر اندیشہ سازد از بشر — بازش کند زیر و زبر حیرانم اندر کار او
پر شد جہاں یکسر از و شد نیک و بد اظہار او — مومن از و کافر از و در قید نور و نار او
ز ساہبوئش تافتہ بو از چلیپا یافتہ — زُلف تو برہم تافتہ آں حلقۂ زنار او
مسکیں معینؔ در یک غزل برخواند اسرار ازل
بشنو کلام لم یزل در کسوت گفتار او"

یہ غزل دیوان معین (مصنفہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیری) مطبوعہ مجتبائی پریس کان پور کے صفحہ ۶۹ پر موجود ہے۔

چونکہ حسب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۳۰۹ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا وصال ۷۵۷ھ میں ہوا اور حسب تفصیل گذشتہ معارج النبوۃ کی ابتداء ۸۹۱ھ میں ہوئی۔ یعنی حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی دیوان معین کی مندرجہ بالا غزل "معارج النبوۃ" لکھنے سے تقریباً ۱۳۴ سال پہلے سُن چکے تھے۔ بایں وجہ دیوان معین خواجہ غریب نواز اجمیری کا دیوان ہے جو غریب نواز کے سال وفات (۶۳۳ھ) کے پیش نظر "معارج النبوۃ" لکھنے سے تقریباً ۲۶۴ سال قبل مرتب ہو چکا تھا۔

چونکہ جہاں آرا بنت شاہجہاں حضرت خواجہ اجمیری سے بہت زیادہ عقیدت رکھتی تھی اس لئے بعض کے نزدیک مولانا معین الدین (ہراتی) کا دیوان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے منسوب کرکے جہاں آرا بنت شاہجہاں کو پہلی بار پیش کیا گیا تاکہ اس کے اس حسن عقیدت سے جو حضرت خواجہ بزرگ کے ساتھ اسے تھا خراج تحسین بصورت زر حاصل کیا جائے۔

اس دیوان کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے دوسرا آستانہ عالیہ آگرہ میں ہے۔ تیسرا قلمی نسخہ ادوے پور میں نظام الدولہ نواب مردان علی خاں المتخلص بہ نظام سابق دیوان سرکار مارواڑ کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ نسخہ مجتبائی پریس کانپور کے چھپے ہوئے دیوان کے مطابق ہے اس میں ایک مختصر دیباچہ[1] تمہید میں ہے۔ ہر دو کی نقول حسب ذیل ہیں :-

[1] انجم قاضی محمد طیب صاحب فیروز آبادی نے ادوے پور جا کر خود دیباچہ و تمہید پڑھے اور اپنے مکتوب مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۸۱ء میں انکی نقول مؤلف کے پاس روانہ کیں۔

نقل دیباچہ :- معین العالمین بہ چشت ۔ بمین مالک یوم الدین وبہ نستعین معین دیں مبین خواجہ اوّلین وآخرین الحمد النصر لنصر بۃ الدین صل اللہ علی خیرہ خلقۃ محمد والہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

کتاب فضل را دیباچہ راست
سواد نوک کلک خواجہ ماست

خلاصہ مطلب می آغاز در حالی ضمائر مہر نظائر اولالباب عمال جناب می سازد کہ دریں زماں تقدس نشان دیوان معرفت بنیان قطب سمائے عرفان خواجہ معین الملت والدین حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری سرہ السامی بنشاد بر کتا برائے افادہ طالبین وافاضہ راغبین

نقل تمہید بطور حاشیہ از قلم نواب مردان علی خاں :-

"آجتک کسی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز دیگر کمالات صوری و معنوی کیساتھ خاق شعر وسخن بھی رکھتے تھے۔ ایک شب میں نے بمقام لکھنؤ ۱۸۶۵ء میں رویائے صادقہ دیکھا کہ حضرت میرے مکان پر تشریف لائے ہیں۔ میں نے کمال عجز و نیاز سے عرض کیا کہ حضور ایک نقش مجھ کو بھی تبرکا عنایت ہو چنانچہ حضرت نے نقش عنایت کیا۔ تعبیر اس خواب کی یہ ہوئی کہ قدیم کتب خانہ کے بکس میں یہ نسخہ کیمیا یعنی دیوان حضرت کا نکلا اس پر مہا ہیر فیضی والوالفضل ثبت نہیں معلوم ہوا یہ کتب خانہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھا۔ شہنشاہ ممدوح ازبسکہ معتقد خواجہ غریب نواز کا تھا اس نے اپنے عہد دولت میں یہ بہم پہونچایا۔"

دیوان معین کے اس نسخہ پر فیضی اور ابوالفضل کی مہریں ثبت ہونے سے ثابت ہے کہ یہ دیوان جہاں آرا کے زمانہ سے بہت پہلے اکبر کے کتب خانہ میں پہونچ چکا تھا۔ اس لئے جہاں آرا کے سامنے اوّل مرتبہ اس کا بطور نادر تحفہ پیش ہونا صحیح نہیں ہے۔

میلان کرنے سے معلوم ہوا کہ اس نسخہ میں وہ ہی غزلیات ہیں جو اس مطبوعہ دیوان معین کے نسخہ میں ہیں جو باہتمام محمد احمد علی مطبع رزاقی مجیدی کانپور میں ۱۳۲۶ھ میں طبع ہوا۔ علاوہ ازیں انڈین آفس لائبریری لندن میں دیوان معین الدین حسن سنجری (م۔ ن ح۔ ز۔ ی) چشتی کے سات نسخے لیتھو کے بطور موجود ہیں یہ ۱۸۶۸ء سے ۱۹۳۳ء تک طبع ہوئے ہیں اور برٹش میوزیم لائبریری لندن میں دیوان کے دو نسخے موجود ہیں یہ دونوں لکھنؤ میں طبع ہوئے ہیں مگر یہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک ۱۸۶۸ء میں طبع ہوا ہے اور دوسرا ۱۸۹۸ء میں

شائع ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں سے ایک نسخہ ملا معین الدین (صاحب معارج النبوۃ) کا ہو مگر جس نسخہ میں حسب تفصیل گذشتہ وہ غزل ہے جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے سماعت فرمائی ہے وہ یقیناً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا کلام ہے۔

علاوہ ازیں بعض غزلیات دیوان (مطبوعہ مجتبائی پریس کانپور) میں ایسی موجود ہیں جن پر صاحب معارج النبوۃ نے بھی لمؤلف یا قال عبد الضعیف وغیرہ لکھا ہے ان مطلعوں کی غزلیات صاحب معارج النبوۃ کی ہو سکتی ہیں۔

قال العبد الضعیف :- چو من زبادۂ عشق تومست بیخبرم
ہمہ جمال تو بینم بہر چہ در نگرم (معارج النبوۃ صفحہ ۱۷ دیوان معین صفحہ ۴۹)

لمؤلف :- ہستی طلبا است ز نور وجود او
کونین شبنمی است ز دریائے جود او (معارج النبوۃ صفحہ ۲۸ دیوان معین صفحہ ۸)

لمؤلف الکتاب :- کسے کہ عاشق و معشوق خویشتن ہم اوست
حریف خلوت و ساقی انجمن ہم اوست (معارج النبوۃ صفحہ ۳۱ دیوان معین صفحہ ۱۱)

لمؤلف :- آتشے افروخت عشق و جسم جاں من بسوخت
گفتم آہے برکشم و زباں من بسوخت (معارج النبوۃ صفحہ ۳۵ دیوان معین صفحہ ۱۰-۱۱)

لمؤلف الکتاب :- حمد بکہ ہیچو بحر کرم بیکراں بود
حمد یکہ شکر نعمت ہر دو جہاں بود (معارج النبوۃ صفحہ ۲۹ دیوان معین صفحہ ۱۳)

مگر انکے علاوہ بعض غزلیات دیوان معین اور معارج النبوۃ دونوں میں موجود ہیں لیکن ان پر صاحب معارج النبوۃ نے لمؤلف یا اس قسم کی کوئی دوسری عبارت نہیں لکھی بلکہ ان پر صرف غزل لکھا ہے۔ پس ان مطلعوں کی غزلیات حضرت خواجہ اجمیری کی ہیں۔

غزل :- از مطلع دل زد علم یک لمحہ از رخسار او
شد ذرہ ذرہ ہستیم در پرتو دیدار او (معارج النبوۃ صفحہ ۱۹ دیوان معین صفحہ ۶۹ مقتاح العاشقین صفحہ ۱)

غزل :- گر زاں آتش بارہیں یک شعلہ بر بیروں زند
ایں آتشِ پنہاں علم بر گنبد گردوں زند (معارج النبوۃ صفحہ ۲۷ دیوان معین صفحہ ۲۲)

غزل :- خزینہاست برابر ز نقد علم و ادب
کجاست آہ سحرگاہ و نالۂ دل شب (معارج النبوۃ صفحہ ۵۷ دیوان معین صفحہ ۶)

ان کے علاوہ بعض غزلیات ایسی بھی ہیں جو دیوان میں موجود ہیں مگر معارج النبوۃ میں نہیں ہیں ایسی غزلیات بھی یقیناً حضرت خواجہ اجمیری کی ہیں۔ پس بوجوہات مندرجہ بالا ہمارے نزدیک دیوان معین در اصل حضرت خواجہ اجمیری کے کلام کا مجموعہ ہے مگر اس میں صاحب معارج النبوۃ کی بعض غزلیات الحاقی ہیں۔

صاحب آتشکدہ آذر نے صفحہ ۲۶۲ پر ذیل کی دو رباعیات کو حضرت خواجہ اجمیری سے منسوب کیا ہے مگر یہ دونوں اس نسخہ دیوان معین میں نہیں ہیں جس کی غزل حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے سماعت فرمائی ہے ممکن ہے یہ رباعیات دیوان میں لکھنے سے رہ گئی ہوں بہت سے شاعروں کا بعض کلام ان کے دیوان میں نہیں ہے مگر کلیات وغیرہ میں ملتا ہے۔

"عاشق ہمہ دم فکر رُخِ دوست کند معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
ما جرم و خطا کنیم و او لطف و عطا ہر کس چیزے کہ لائقِ اوست کند"

"اے باج بنی بر سرِ تو تاج بنی اے داد شہنشاہ ز تیغ تو باجِ بنی
اے تو کہ معراجِ تو بالا تر شد یک قامتِ احمدی ز معراجِ بنی"

بعض حضرات ذیل کی رباعیات کو بھی حضرت خواجہ اجمیری سے منسوب کرتے ہیں:۔

"شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین"

"کارے کہ حسین اختیارے کردی در گلشنِ مصطفےٰ بہارے کردی
از پیچ پیمبراں نیامد ایں کار واللہ اے حسین کارے کردی"

"اوصاف علی بگفتگو ممکن نیست گنجائشِ بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علی را بواجبی کے دانم الّا دانم کہ مثل او ممکن نیست"

بعض تذکرہ نویسوں نے رسالہ موجودیہ، حدیث المعارف، مکتوب خطاب اور ظرف نامہ کو بھی آپ کی تصانیف لکھا ہے مگر یہ کتابیں بتلاش بسیار بھی ابتک ہمیں ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکیں۔ صاحب سبع سنابل نے خراسان میں ایک

متعدد تصانیف کا ہونا بیان کیا ہے ۔ ممکن ہے وہاں مل جائیں ۔

آپ کی تعلیمات باللسان

تعلیمات بالمکالمہ :-

آپ کی مجالس قدسیہ میں تعلیم و تلقین کا کام باتوں باتوں میں نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا جاتا تھا خوش قسمت تھے وہ لوگ ۔ جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے پاکیزہ جملے اور بابرکت ارشادات اپنے کانوں سے سُنتے تھے ۔ اور بمصداق " الصحبت تاثر " فیض صوری و معنوی حاصل کرتے تھے اگرچہ وہ مخصوص فیض صحبت تو اب کہاں نصیب تاہم آپ کے تصرفات باطنی اور فیوض روحانی کے زیر اثر آپ کی بابرکت مجالس کا ذکر بھی برکت سے خالی نہیں ۔

آپ کی مجالس پاک میں فقیرانہ روش کے مطابق کسی شخص کو دو بدو کسی امر کا حکم یا ممانعت نہیں فرمائی جاتی تھی بلکہ آیات قرآنی ، احادیث نبوی اور بزرگانِ دین کے اقوال و اعمال کا ذکر کر کے لوگوں کی اصلاح کی جاتی تھی ۔ حاضرین میں سے ہر شخص اپنے حالات کے مطابق مستفیض ہو جاتا تھا ۔ ان مجالس میں شریعت ، طریقت اور معرفت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جاتا تھا اور ادائیگی فرائض و سنت ، ریاضت و مجاہدہ ، پاکیزگی و خلوص ، طہارت ، صدق و صفا خوفِ خدا ، خدمت درویشاں اور دیگر اچھے کاموں کی طرف رغبت دلائی جاتی تھی ۔ احادیث اور قرآنی آیات سے ثبوت دیا جاتا تھا ۔ بزرگانِ دین کے اقوال مع حوالہ کتب تائیداً بیان کئے جاتے تھے ۔ اس سے آپ کی علمیت کی بھی شان سامنے آجاتی تھی ذیل میں مختصراً آپ کے بعض ایسے کلمات نقل کئے جاتے ہیں جو آپ نے اپنی زبان مبارک سے برسرِ مجلس ارشاد فرمائے ہیں ۔

ترغیب خدمتِ مرشد برسرِ مجلس حضرت قطب الاقطاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا " جب میں شیخ الاسلام سلطان المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہٗ سے پیوستہ ہوا اور ارادت کے ساتھ بیعت کا شرف پایا تو آٹھ سال کی مدت تک مرشد کی خدمت گزاری میں ایک لمحہ نفس کو آسودگی نہ دی جہاں حضرت سافرت فرماتے ۔ دعا گو حضرت کا جامۂ خواب اور توشۂ سفر سر پہ لئے ہمرکاب رہتا ۔ پیر و مرشد نے دعا گو کی یہ خدمت دیکھ کر وہ نعمت عطا فرمائی جس کی حد نہیں " پھر فرمایا " جس نے پایا خدمت سے پایا ۔ مرید کو چاہئے کہ پیر کے فرمان سے ذرہ بھر تجاوز نہ کرے ۔ مرشد جو کچھ نماز ، اوراد و وظائف کے لئے فرمائے اس کو گوشِ ہوش سے سُنے اور اس پر عمل کرے تاکہ اس مقام پر پہونچے جہاں پیر مرید کا شاطہ ہے ۔ پیر جس امر کی

مرید کو ترغیب دیگا وہ حصول کمال کے لئے ہوگی"۔[1]

بعد ازاں فرمایا "برادرم شیخ شہاب الدین سہروردی کا بھی یہی معاملہ ہے وہ بھی اپنے پیر کا سامان سفر سر پہ رکھے ہوئے سفر حج میں جاتے تھے اور واپس آتے تھے آخر اُنھوں نے وہ نعمت پائی جس کی انتہا نہیں، نہ اُس کو لوگ سمجھ سکتے ہیں"۔[2]

ترغیب ادائیگی فرض و سنت

فرمایا: "امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی کتاب تیر میں لکھا دیکھا گیا ہے کہ روزانہ ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: جو شخص خدا کا فریضہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کی بخشش سے دُور ہو جاتا ہے۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے "جو رسول خدا کی سنت ترک کرتا ہے وہ آپ کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے"۔[3]

فرمایا: "ایک مرتبہ مسجد کبریٰ میں بغداد کے اولیاء اللہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وضو میں انگلیوں کے خلال کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، میں نے کہا یہ بھی ایک سنت ہے۔ نیز سرور عالم نے صحابہ کو انگلیوں میں خلال کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے"۔[4]

پھر فرمایا: "ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی کے پاس بیٹھا تھا۔ نماز شام کا وقت ہو گیا۔ خواجہ موصوف نے وضو کیا مگر انگلیوں میں سہواً خلال نہیں کیا۔ ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ "اے خواجہ اجل ہمارے محمدؐ (صلعم) سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو۔ انکے اُمتی ہو لیکن اُن کی سُنت کو ترک کرتے ہو۔ بعد ازاں خواجہ اجل نے پابندیٔ سنت کی قسم کھائی۔ اُس دن سے مرنے وقت تک اُن سے کوئی سنت ترک نہ ہوئی"۔[5]

فرمایا: "ایک دن خواجہ اجل شیرازی کو بہت پریشان دیکھا۔ میں نے دریافت کیا "کیا ماجرا ہے؟" کہنے لگے کہ جس دن سے انگلیوں میں خلال کرنا رہ گیا اُس دن سے حیران ہوں کہ کل قیامت کے دن سرورِ عالم کو کیا منہ دکھاؤں گا"۔

ترغیب طہارت

فرمایا: "شرح عمارفاں میں آیا ہے کہ جو بندہ بہ طہارت سوتا ہے فرشتے اس کی روح کو زیر عرش لیجاتے ہیں۔ حکم ایزدی ہوتا ہے کہ اسے نور کا خلعت پہناؤ۔ مگر جو بے طہارت سوتا ہے اسکی روح کو فرشتے آسمان اوّل سے گرا دیتے ہیں"۔[6]

ترغیب نشستن بر مصلے بعد نماز فجر

لوحِ محفوظ پر لکھا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک جائے نماز پر بیٹھا رہے گا، ذکرِ حق میں مشغول رہیگا

برا و ۲ و ۳ و ۴ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۳ ۵ و ۶ دیکھو دلیل العارفین صفحہ ۴

اور اشراق کی نماز ادا کرے گا اُسکے آدمی اگر ستر ہزار بھی ہونگے تو بخشدیئے جائینگے۔ چنانچہ ایک کفن چور اسی نیکی کی وجہ سے بخشا گیا۔[1]

ترغیب نماز

فرمایا "لوگ نماز میں منزلگاہ عزت کے قریب ہوتے ہیں۔ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے "الصلوٰۃ معراج المومنین" یعنی نماز مومن کی معراج ہے پھر فرمایا "نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے "المصلی یناجی ربہٗ"۔ اس موقعہ پر بندہ علیٰ قدر حضوری قلب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے"[2]

اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا "بخارا میں میں نے دستار بندوں سے یہ حکایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے سرورِ عالم کو (عالمِ رویا میں) دیکھا کہ آپ ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کا حق پورا ادا نہیں کرتا جب وہ نماز پڑھ چکا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا "کہ تو کتنے روز سے اس طرح نماز پڑھتا ہے؟" اُس نے عرض کیا "چالیس سال سے"۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اِن چالیس سال کے عرصہ میں تمہاری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اس درمیان میں اگر تم مرجاتے تو میری سنت پر نہ ہوتے"[3]

پھر فرمایا میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ سے سُنا ہے کہ کل قیامت کے دن انبیاء، اولیاء اور مسلمانوں سے نماز کا حساب ہوگا۔ پس جو نماز سے عہدہ برآ ہوگا خلاصی پائے گا، جو اس کے جواب سے قاصر رہے گا عذاب دوزخ میں مبتلا ہوگا۔[4]

فرمایا "اے درویش! نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے پس جب ستون قائم ہوگیا تو مکان بھی قائم ہوگا۔ جب ستون نکل جائیگا تو چھت گر پڑیگی چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز بمنزلہ ستون ہے پس جب نماز میں فرض، سنت، رکوع اور سجود میں خلل پڑے گا تو حقیقت اسلام و دین اور اس کے جزیات خراب ہوجائینگے"[5]

فرمایا "صلوٰۃ مسعودی کی شرح میں امام زاہد علیہ الرحمہ والسعہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت میں ایسی تاکید و تشدید نہیں فرمائی جیسی نماز میں"[6]

فرمایا کہ "امام جعفر صادقؒ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا نصیحت کی ہے۔ انہیں سے بعض

۱۔ دلیل العارفین صفحہ ۶ ۲۔ دلیل العارفین صفحہ ۲۱۲ ۳۔ غالباً بوجہ سہو کتابت بریکٹ اندر کی عبارت نہیں لکھی گئی ۴۔ دلیل العارفین صفحہ ۹ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ مجلس دوم ونسخہ فارسی صفحہ ۹ ۵، ۶۔ دلیل العارفین فارسی صفحہ ، ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۹

میں بہ لفظ مرح خطاب ہے بعض بطور ترغیب اور بعض بطور ترہیب (خوف دلانا) سات سو مقامات پر ایسی نصیحتیں
کی ہیں کہ نماز کو قائم کرو کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن پچاس مختلف مقامات پر مختلف
سوالات ہر آدمی سے پوچھے جائیں گے پہلے مقام پر ایمان اور اس کے شرائط و صفات و شناخت باریتعالیٰ کے متعلق
دریافت کیا جائیگا اگر بیان نہیں کر سکے گا تو وہ وہیں سیدھا دوزخ میں بھیجدیا جائیگا بعد ازاں دوسرے مقام پر
نماز اور فریضہ کے متعلق سوال کریں گے اگر عہدہ برآ ہو گا تو بہتر ورنہ وہیں سے دوزخ میں بھیجا جائیگا۔"[1]

اس موقعہ پر فرمایا کہ "شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ سے سُنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں
لکھا ہے " فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون" یعنی ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے۔ بعض
کہتے ہیں دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں سخت سے سخت عذاب اُن لوگوں پر ہوگا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں
پھر ویل کے لئے فرمایا کہ ویل نے ستر ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ سے رو کر پوچھا کہ ایسا سخت عذاب کن لوگوں پر ہوگا؟
حکم ہوا اُن پر جو نماز وقت پر ادا نہیں کرتے اور قضا کرتے ہیں"[2] فرمایا کہ نماز ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی
سپرد کی ہے۔ پس بندوں پر واجب ہے کہ اس امانت میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں"[3]

وقت پر اور صحیح طور سے نماز ادا کرنے کی ترغیب

ارشاد فرمایا کہ "کیسے ہیں وہ مسلمان جو وقت پر نماز ادا نہیں کرتے اور اس قدر
دیر کرتے ہیں کہ وقت گذر جاتا ہے" پھر فرمایا "میرا گذر ایک ایسے شہر میں
ہوا جہاں یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے لوگ نماز کے لئے تیار ہو جاتے تھے
میں نے اُن سے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ تم سب وقت سے پہلے ہی تیار ہو جاتے ہو؟ کہنے لگے "سبب یہ ہے
کہ جب وقت ہو جائے تو فوراً نماز ادا کرلیں۔ اگر تیار نہ ہونگے تو شاید وقت گذر جائے۔ پھر یہ منہ رسولِ خدا کو کس
طرح دکھا سکیں گے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے" عجلوا بالتوبۃ قبل الموت وعجلوا بالصلوٰۃ قبل الفوت"۔ یعنی
مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو اور نماز فوت ہونے سے پیشتر نماز کے لئے جلدی کرو"[4]
پھر فرمایا کہ امام یحییٰ حسن زندوستیؒ کے روضہ میں واسعتہ کے اندر میں نے لکھا دیکھا ہے اور مولانا حسام محمد بخاری
سے جو میرے استاد تھے سنا ہے کہ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اس قدر دیر کی جائے

[1] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۹ — [2] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۱ دستنو فارسی صفحہ ۱۲-۱۳
[3] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ — [4] ترجمہ دلیل العارفین اُردو صفحہ ۱

کہ وقت گذر جائے اور پھر وہ نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں[1]

پھر فرمایا کہ "میں نے فقہ ہدایہ میں شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونیؒ ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث دیکھی ہے:۔ "اسفروا بالفجر فانہ اعظم الاجر" یعنی صبح کی نماز سپیدی میں ادا کرو کہ ثواب زیادہ ہو" ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اسقدر تاخیر کی جائے کہ ہوا سرد ہو جائے اور موسم سرما میں جب سایہ ڈھل جائے تو ادا کی جائے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔ "فابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جھنمۃ" یعنی گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو"[2]

فرمایا کہ "تفسیر محبوب قریش میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی رہنما بنتی ہیں"[3]

فرمایا کہ "جب انسان نماز ادا کرے تو رکوع و سجود کما حقہٗ بجا لائے اور ارکان نماز اچھی طرح ملحوظ رکھے"[4]

فرمایا صلوٰۃ مسعودی میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب لوگ نماز اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور اسکے تمام حقوق بجا لاتے ہیں اور رکوع و سجود، قراۃ اور تسبیح کو ملحوظ رکھتے ہیں تو فرشتے اس نماز کو آسمان پر لیجاتے ہیں پھر اس نماز سے نور شایع ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں جب وہ نماز عرش کے نیچے لائی جاتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ سجدہ کر اور اپنے ادا کرنے والے کے لئے بخشش مانگ کیونکہ وہ تیرے حقوق اچھی طرح بجا لایا ہے" پھر حضرت خواجہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ "یہ تو اچھی طرح نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہے مگر جو ارکان نماز کو بخوبی ملحوظ نہیں رکھتے جب انکی نماز کو فرشتے آسمان پر لیجانا چاہتے ہیں تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور حکم ہوتا ہے کہ اس نماز کو اسی نمازی کے منہ پر مار دو پھر نماز زبان حال سے کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضایع کیا ہے خدا تجھے ضایع کرے"[5]

پھر فرمایا کہ "ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے شام کی نماز ادا کی جب آسمان کیطرف دیکھا تو ستارہ نظر آیا غمناک ہو کر آپ اندر چلے گئے اور اُس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا اس کا سبب یہ تھا کہ حکم ہے کہ جب سورج غروب ہو فوراً نماز ادا کرو" کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے[6]

---

[1] ، [2] ترجمہ دلیل العارفین اردو صفحہ ۱۰۔ [3] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۱ [4] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۔
[5] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ [6] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ

ترغیب صدقہ

فرمایا کہ "جو بھوکوں کو سیر کرتا ہے اسکے اور دوزخ کے درمیان سات حجاب پیدا ہو جاتے ہیں"[۱] فرمایا کہ "جو بھوکے کو کھانا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکی ہزار حاجتیں پوری کرتا ہے۔ اسکو دوزخ سے خلاصی ملتی ہے۔ بہشت میں اُس کے لئے ایک محل تیار ہوتا ہے"[۲]

غسل جنابت میں احتیاط کی ترغیب

بر سر مجلس ارشاد فرمایا کہ "جنابت ہر بال کے نیچے ہوتی ہے اس لئے ہر بال کے نیچے پانی پہونچانا چاہئے۔ تمام بالوں کو اچھی طرح تر کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائیگا تو غسل کرنے والے کا جسم اُس کے ساتھ دشمنی کرے گا۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ فتاوے ظہیر میں میں نے پڑھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک ہے اور بحالت جنب اگر وہ پانی پیتا ہے تو وہ پانی پلید نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مومن یا کافر بے طہارت ہو یا جنب وحیض کی حالت میں ہو تب بھی اُس کا منہ پلید نہیں ہوتا۔ بعدہ فرمایا کہ سرورِ دو جہاں سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی حالتِ جنب میں ہو اور گرمی کا موسم ہو اور اسکے کپڑے پسینہ سے تر ہو جائیں تو کیا وہ پلید ہو جائینگے؟ سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ پلید نہیں ہونگے۔ آب دہن پاک ہے اور کپڑے سے لگ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا"[۳]

ترغیب شریعت وطریقت ومعرفت وحقیقت

فرمایا "راستہ چلنے والوں کے لئے اول راہ شریعت ہے۔ جب طالبان راہ شریعت میں ثابت قدم رہیں اور فرمانِ شریعت بجالائیں اور ذرہ بھر تجاوز و تفاوت نہ کریں تب طریقت تک پہونچتے ہیں۔ جب اس مرتبہ پر قائم رہتے ہیں اور فرمانِ طریقت مطابق سنت سابقین بجالاتے ہیں اور کسی وقت اس سے تجاوز نہیں کرتے تب وہ مرتبہ معرفت تک پہونچتے ہیں اور اس مقام کی شناخت اور جگہ سے خبردار ہونے میں روشنائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اس مقام پر ثابت قدم رہتے ہیں تو مرتبہ چہارم میں گذر ہوتا ہے وہ مرتبہ حقیقت ہے اس مقام پر پہونچنے کے بعد جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ حاصل ہوتا ہے"[۴]

ترغیب صدق وترک دروغگوئی

فرمایا "جس نے جھوٹی قسم کھائی اُس نے گویا اپنے گھر کو ویران کیا۔ اس کے یہاں سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے"[۵]

---

۱ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ۱۱ ۲ دلیل العارفین نسخہ فارسی صفحہ۲ ۳ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ۶

۴ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ۸ ۵ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ۱۱

فرمایا" بغداد کی جامع مسجد میں ایک مردِ نیک مولانا عماد الدین بخاری رہتے تھے۔ میں نے ان سے یہ حکایت سُنی کہ خدائے عز و جل نے دوزخ کے بارے میں موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا کہ" اے موسیٰ میں نے دوزخ میں ایک وادی پیدا کی ہے۔ جو ساتواں دوزخ ہے اس میں سخت عذاب ہے اس کی آگ سیاہ اور تیز ہے اس میں بکثرت سانپ بچھو ہیں اُسے ہر روز گندک کے پتھروں سے تپایا جاتا ہے۔ اگر اس گندک کا ایک قطرہ بھی دُنیا میں آجائے تو تمام دنیا کا پانی خشک ہو جائے اور اُس کی تیزی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین کے ساتوں طبق اُس کی گرمی سے پھٹ جائیں۔ یہ سخت عذاب ہم نے دو گروہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ایک وہ گروہ جو تارک نماز ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں[1]۔

پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ محمد اسلم طوسی ایک بزرگ تھے۔ ایک دن انھوں نے حالت سکر میں سچی قسم کھائی جب عالم صحو میں آئے دریافت کیا کہ" کیا آج میں نے قسم کھائی ہے؟" لوگوں نے کہا" ہاں" فرمانے لگے کہ" آج میرا نفس اس سچی قسم کھانے سے خیرہ ہو گیا کل اور قسم کھائے گا پھر یہ عادت ہو جائے گی۔ اُنھوں نے اس سچی قسم کے کفارہ میں چالیس سال تک کسی سے بات نہیں کی۔ اس دُعا گو نے اُن سے التماس کیا کہ اگر کچھ کام ہوا کرے تو آپ فرما دیا کریں"[2]۔

ترغیب عشق صادق

ایک دن مجلس عالیہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی خواجہ اجل شیرازی اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ موجود تھے۔ صدق محبّت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ محبّت میں صادق وہ ہے جس پر دوست بلا نازل کرے اور وہ اس کو برغبت قبول کرے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ محبّت میں صادق وہ ہے جس پر شوق و اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ اگر سو ہزار تلواریں بھی اُس کے سر پر پڑیں تب بھی اُسے خبر نہ ہو۔ بعد ازاں خواجہ اجل شیرازی نے فرمایا کہ مولا کی دوستی میں صادق وہ ہے جس کو ذرّہ ذرّہ کر کے آگ میں جلائیں تب بھی وہ دم نہ مارے۔ ازاں بعد سیف الدین باخرزی نے فرمایا کہ (عشق میں) صادق وہ ہے جس پر ہمیشہ ضربیں لگائی جائیں مگر وہ مشاہدہ دوست کو فراموش نہ کرے اور ضربوں سے متاثر نہ ہو"[3]۔

اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ بات شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے سخن سے ملتی ہوئی ہے۔ میں نے آثار الاولیاء میں

---

[1] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۲۰   [2] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۲   [3] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۳۰-۱۲

لکھا دیکھا ہے کہ ایک دن رابعہ بصری، خواجہ حسن بصریؒ، مالک دینارؒ اور خواجہ شقیق بلخیؒ بصرہ میں ایک جگہ بیٹھے تھے اور عشق صادق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مولا کی محبت میں وہ صادق ہے جو دوست کی طرف سے درد اور مصیبت آنے پر صبر کرے۔ اس پر رابعہ بصری نے فرمایا کہ اے خواجہ اس سے بوئے خودی آتی ہے۔ مالک دینار نے کہا کہ مولا کی محبت میں وہ صادق ہے جو دوست کی طرف سے ہر بلا و جفا وارد ہونے پر دوست کی رضا طلبی میں رہے اور اس پر راضی رہے۔ اس پر رابعہ بصری نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ خواجہ شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ صادق وہ ہے جو ذرہ ذرہ ہونے پر بھی دم نہ مارے۔ رابعہ بصری نے فرمایا کہ الم و حزن وارد ہونے پر بھی مشاہدۂ دوست کو فراموش نہ کرے وہ صادق ہے۔[۱]

قہقہہ سے باز رہنے کی ترغیب

مجلس میں ہنسنے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی فرمایا کہ اہل سلوک میں قہقہہ ایک گناہ کبیرہ ہے۔ پھر فرمایا کہ خندہ قہقہہ (شرعاً) جائز تو ہے لیکن قبرستان میں نہ چاہیئے کیونکہ وہ عبرت کا مقام ہے نہ کہ کھیل کود کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گذرتا ہے تو مُردے کہتے ہیں کہ اے غافل اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تجھے کیا درپیش ہے تو تیرے جسم کا گوشت پوست گر پڑے۔ فرمایا کہ عطا سلمیؒ ایک بزرگ تھے اُنھوں نے چالیس[۲] سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا جب اُن سے پوچھا گیا کہ "آپ اسقدر کیوں روتے ہیں؟" تو جواب دیا کہ گور کے ڈر اور قیامت کی ہیبت سے۔" پھر دریافت کیا گیا کہ "آپ آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟" کہنے لگے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں اور مجالس میں قہقہے لگائے ہیں اب شرم گناہ کی وجہ سے آنکھیں اونچی نہیں کرتا۔ اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتا۔[۲]

ترغیب خوف و مشغول بحق

فرمایا کہ بزرگانِ طریقت میں سے ایک خواجہ فتح موصلی تھے وہ آٹھ سال تک روتے رہے چنانچہ ان کے رخساروں پر گوشت پوست نہ رہا۔ جب اُنکی وفات کے بعد اُنھیں خواب میں دیکھا گیا تو اُن سے دریافت کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" جواب دیا کہ "بخش دیا۔ جب مجھے اوپر لے گئے اور عرش کے نیچے پہونچے تو میں نے سجدہ کیا لیکن ڈرتا تھا اور کانپتا تھا۔ آواز آئی کہ "اے فتح تو اسقدر کیوں روتا ہے کیا میرا غفار ہونا تجھے معلوم نہیں؟" اُنھوں نے عرض کیا کہ "پروردگار مجھے یہ معلوم تو تھا لیکن عذاب قبر اور ملک الموت کی سختی سے ڈر کر روتا تھا کہ اس تنگ لحد میں میری کیا حالت ہوگی؟"

۱۔ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۳ ۲۔ ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۱ و نسخہ فارسی صفحہ ۱۵ ۳۔ دلیل العارفین فارسی صفحہ

بعد ازاں حکم ہوا چونکہ یہ اس سے ڈرتا تھا واپس لیجاؤ میں نے اسے اس خوف سے رہائی دی اور بخشدیا۔[1]

قبرستان میں کھانے پینے سے باز رہنے کی ترغیب

فرمایا کہ قبرستان میں برائے ہوائے نفس عمداً و قصداً کھانا پینا بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ وہ جگہ عبرت کی ہے نہ کہ حرص و ہوا کی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ امام یحییٰ زندوسی کے روضہ میں میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رسولِ خدا فرماتے ہیں "من اکل فی المقابر طعاما او شرابا فھو ملعون و منافق" یعنی جس نے قبرستان میں کھایا پیا وہ ملعون منافق ہے۔[2] پھر فرمایا کہ ایک دن خواجہ حسن بصری کا گذر قبرستان میں ہوا۔ آپ نے وہاں مسلمانوں کے ایک گروہ کو کھانے اور شراب نوشی میں مشغول دیکھا۔ آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم منافق ہو یا مسلمان یہ بات اُن کو شاق گذری اور آپ کو ایذا پہونچانے کا قصد کیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے کہا کہ سرورِ عالم کا ارشاد ہے کہ "جو قبرستان میں کھاتا پیتا ہے وہ منافق ہے کیونکہ یہ مقام ہیبت و عبرت کا ہے تم دیکھتے ہو کہ تم سے بہتر لوگ اس خاک کے نیچے سو رہے ہیں اور مور و مار کے زنداں میں محبوس ہیں۔ ان کا گوشت و پوست گل کر اُن کا جمال خاک میں مل گیا ہے تمہیں بھی انہی کی طرح تمہارے عزیز سپردِ خاک کر دینگے تمہارا کیسا دل ہے کہ تم اس جگہ کھاتے پیتے ہو اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہو یہ سُن کر نوجوانوں نے توبہ کی اور عہد کیا کہ پھر کبھی ایسا نہ کرینگے"۔[2]

لہو و لعب سے باز رہنے کی ترغیب

فرمایا میں نے ریاحین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ہنسی اور کھیل کود میں مصروف تھے۔ سرورِ عالم نے ٹھہر کر سلام کہا تو سب نے دست بستہ کھڑے ہو کر سرِ نیاز جھکایا۔ سرورِ عالم نے فرمایا "کہ اے عزیزو! کیا تم مرنے سے بے خطر ہو گئے ہو؟" سب نے کہا "نہیں" پھر فرمایا "کیا تم نے اعمال کے ڈر سے خلاصی پائی؟" سب نے کہا "نہیں" پھر فرمایا "کیا تم پل صراط سے گذر چکے؟" سب نے کہا "نہیں" ارشاد فرمایا "پھر کیوں لہو و لعب میں مشغول ہو؟"

---

[1] دلیل العارفین فارسی صفحہ

[2] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۹

[3] ترجمہ دلیل العارفین

سرور عالم کی نصیحت نے اُن پر ایسا اثر کیا کہ بعد ازاں اون لوگوں کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔[1]

مسلمانوں کو نہ ستانے کی ترغیب

اہلِ سلوک کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے اور اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں کہ کسی مسلمان کو کوئی بلا وجہ ستائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الذین یؤذون المومنین بغیر ما اکتسبو فقد احتملو بہتانا و اثما مبینا" یہ عمل اللہ اور رسول کی ناراضگی کا باعث ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ "کسی زمانہ میں ایک بادشاہ نے ظلم پر کمر باندھی اور بلا وجہ بندگانِ خدا کو ہلاک کرنا اور ستانا اختیار کیا۔ ایک مدت کے بعد لوگوں نے اوسے بغداد کی مسجد کنگری میں کھڑا دیکھا۔ اس کے سر اور ریش کے بال پراگندہ اور خاک آلود تھے۔ تمام شان و شوکت ختم ہوگئی تھی۔ جسم پر خاک تھی۔ ایک شخص نے اوسے پہچان کر دریافت کیا کہ "تو وہی بادشاہ ہے جو مکہ میں لوگوں پر ظلم کیا کرتا تھا؟" وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا "تو مجھکو کہاں سے پہچانتا ہے اور میرے متعلق کیا جانتا ہے؟" اُس نے کہا "میں نے تجھے نعمت اور دولت کی حالت میں دیکھا ہے۔ خدا کے بندوں کو تو معاف نہیں کرتا تھا۔ ظلم و تعدی کا ہاتھ تونے دراز کیا تھا۔" اُس نے کہا "ہاں ان ایام میں میں نے بلا وجہ لوگوں کو رنج پہونچایا تھا۔ مخلوق پر جو ستم کئے تھے اُن کی یہ سزا دیکھی ہے۔"[2]

ترک دُنیا و ما فیہا کی ترغیب

مشایخ طبقات و اولیائے صفات طریقت، امامانِ دین اور خواجگانِ معرفت دُنیا و ما فیہا سے بیزار ہیں۔ انھیں غیرت و ہیبت کا عذاب کھائی دیتا ہے۔[3]

لوگوں کو بُرائی سے روکنے کی ترغیب

فرمایا "ایک وقت میں نے بغداد میں دجلہ کے کنارہ ایک صومعہ دیکھا۔ اس میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے۔ میں نے صومعہ میں داخل ہوکر انھیں سلام کیا۔ اُن بزرگ نے اشارہ سے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر میری طرف منہ کرکے کہنے لگے: "اے درویش! پچاس برس ہوئے مخلوق سے کنارہ کرکے اس جگہ عزلت گزیں ہوا ہوں جس طرح تم مسافرت میں ہو اسی طرح میں بھی سیاحت کرتا ہوا ایک شہر میں پہونچا وہاں میں نے دیکھا ایک دُنیا دار لوگوں کو بہت ستا رہا تھا میں نے اُس سے کچھ نہ کہا اور نہ اس کو اس فعل سے باز رکھا بلکہ چشم پوشی کی۔ غیب سے آواز آئی کہ "اے درویش! اگر تو خدا کے لئے اس دُنیا دار سے یہ کہدیتا کہ ظلم و زیادتی سے باز آ۔ تو تیرا کیا بگڑ جاتا؟ لیکن تو

---

[1] ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۹ و نسخہ فارسی صفحہ ۱۸ [2] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۱۹-۲۰ [3] دلیل العارفین صفحہ ۱۸

اس بات سے ڈرا کہ دُنیادار تیرے ساتھ سلوک ہونا بند کر دیگا" وہ بزرگ کہنے لگے کہ" جب سے آواز سُنی ہے غائت شرمندگی سے اس صومعہ میں معتکف ہوں۔ یہاں سے باہر پاؤں نہیں نکالا۔ اس اندیشہ میں مبتلا ہوں کہ کل قیامت کے دن اگر اس معاملہ کی پرسش کی گئی تو کیا جواب دوں گا۔ پس اے درویش اُس دن سے میں نے قسم کھائی ہے کہ کہیں نہ جاؤں گا تاکہ نہ کچھ دیکھوں نہ قیامت کے دن گواہ بننا پڑے" بعدازاں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا اور ایک کاسہ آشام دو جو کی روٹیاں اور ایک کوزہ پانی کا ہوا سے پیدا ہوا اور اُن بزرگ اور دُعا گو (حضرت خواجہ) نے افطار کیا۔"[۱]

نرم دلی کی ترغیب

فرمایا کہ سلوک کے مرتبہ چہارم میں یہ بھی گناہ کبیرہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سے یا کلام اللہ سُنے تو دل نرم نہ ہو اور ہیبت خدا سے ایمان کا اعتقاد زیادہ نہ ہو۔ پس اگر عیاذاً باللہ ذکر الٰہی یا قرآن مجید سننے وقت سُننے والوں کے دل نرم نہ ہوں یا انکا اعتقاد ایمان میں زیادہ نہو بلکہ ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہوں تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" انما المومنون الذین اذ ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیھم ایاتہ زیادتہم ایماناً وعلی ربہم یتوکلون" امام زاہد اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حقیقت میں مومن وہ لوگ ہیں جنکا اعتقاد ایمان میں اللہ تعالیٰ کا نام سُن کر زیادہ ہو جاتا ہے مگر وہ لوگ جو ذکر الٰہی یا کلام ربانی سُن کر ہنستے ہیں وہ منافق ہیں۔"[۱]

بعدازاں اس موقعہ پر فرمایا کہ" ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ ذکرِ خدا کرتے ہیں مگر ہنسی اور کھیل کود میں مصروف ہیں اور ذکر سے اُن کے دل نرم نہیں ہوتے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ منافقوں کا تیسرا گروہ ہے جن کا دل کلام الٰہی سُننے سے نرم نہیں ہوتا۔"[۲]

ترغیب ذوق وشوق

فرمایا کہ" ابراہیم خواص کا گذر ایک جماعت پر ہوا یہ لوگ ذکرِ خدا میں مشغول تھے جب حضرت ابراہیم نے خدائے عزوجل کا نام سُنا ایسا شوق و ذوق پیدا ہوا کہ بیہوش و مستغرق ہو کر رقص کرنے لگے۔ ہر بار جب ہوش میں آتے خدا کا نام لیتے پھر عالمِ بیہوشی میں مستغرق ہو جاتے سات شبانہ روز اسی حال میں رہے۔ پھر جب ہوش آیا تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور سجدہ میں سر رکھکر یا اللہ کہا پھر سر نہ اُٹھایا اور واصل بحق ہوگئے۔"[۳]

[۱و۲] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۱۹ [۳] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۲۰

والدین اور اولاد کے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب

فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے اوّل اپنے ماں باپ کا اور فرزندوں کا دیکھنا عبادت ہے۔ چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کی زیارت خدا کی خوشنودی کے لئے کرتی ہے اس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے اور جو فرزند اپنے والدین کے پاؤں چومے حق تعالیٰ اُس کے نامۂ اعمال میں ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور اُسے بخش دیتا ہے۔" بعد ازاں فرمایا کہ ایک فاسق بدکار جوان فوت ہوا اُسے خواب میں دیکھا گیا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ سبب دریافت کیا تو جوان نے کہا کہ میری بڑھیا ماں تھی جب میں گھر سے نکلتا اُس کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ ماں دُعا دیتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور حج کا ثواب عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اوسکی دُعا قبول کی اور مجھے بخش دیا اب میں حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہوں۔"

بعد ازاں سلسلہ گفتگو میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ "جب خواجہ بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا گیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا فرمایا کہ میں سات سال کا تھا اوستاد سے مسجد میں کلام مجید پڑھنے جایا کرتا تھا۔ جب اس آیہ پر پہونچا "بالوالدین احسانا" تو اوستاد سے اسکا مطلب پوچھا۔ فرمایا "حکم خداوندی ہے کہ جس طرح میری خدمت بجالاتے ہو والدین کی بھی واجبی خدمت بجالاؤ"۔ یہ سُن کر بستہ بند کر کے گھر آیا اور ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ اے ماں! اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کچھ مانگ میں کما حقہ تیری خدمت بجالاؤں گا۔ والدہ نے میری درخواست پر دوگانہ ادا کر کے میرا ہاتھ پکڑا اور قبلہ رُخ ہو کر خدائے تعالیٰ کو سونپا۔ یہ دولت مجھے والدہ کی دُعا سے میسر آئی۔" پھر حضرت بایزیدؒ نے کہا دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ "ایک مرتبہ موسم سرما میں آدھی رات کے وقت میری والدہ نے پانی مانگا میں کوزہ بھر کر ہاتھ پر رکھکر حاضر ہوا لیکن اس عرصہ میں والدہ سو گئیں میں نے جگایا نہیں۔ جب رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئیں تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا۔ جب مجھ سے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزہ سے چپکا ہوا تھا۔ کوزہ کے ساتھ میرے ہاتھ کی کھال اُکھڑ گئی، ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لے لیا اور چھاتی سے لگا کر بوسہ دیا اور کہا "اے جان مادر تو نے بڑی تکلیف اٹھائی"۔ یہ کہکر میرے حق میں دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ

۱؎ دلیل العارفین فارسی صفحہ ۲۱

تجھے بخشے میری ماں کی دعا قبول ہوئی اور یہ سب دولت انہی کی دعا کی بدولت نصیب ہوئی"[1]

احترام و تلاوت قرآن کی ترغیب

پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دوئم کلام مجید کا دیکھنا۔ میں نے شرح اولیا میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ کی طرف دیکھتا ہے اور پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے دو ثواب عطا فرماتا ہے ایک قرآن شریف دیکھنے کا دوسرا پڑھنے کا" اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے عرض کیا کہ "کلام مجید لشکر یا سفر میں ہمراہ لیجا سکتے ہیں یا نہیں" فرمایا "شروع اسلام میں چونکہ کفار کا غلبہ تھا اس لئے رسولِ خدا کلام مجید ہمراہ نہیں لیجایا کرتے تھے کہ مبادا کفار کے ہاتھ آجائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں لیکن جب اسلام کا غلبہ ہوا تو آنحضرت ساتھ لیجایا کرتے تھے"[2]

بعد ازاں فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کو بعد وفات خواب میں دیکھا گیا، دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟" جواب دیا کہ ایک رات میں ایک شخص کا مہمان تھا وہاں ایک طاق میں کلام مجید رکھا تھا میں نے دل میں کہا کہ یہاں قرآن مجید ہے میں کیسے یہاں سوؤں پھر خیال آیا کہ کلام مجید کسی دوسرے مکان میں رکھدیا جائے مگر اس کو بھی اس وجہ سے پسند نہ کیا کہ میں اپنے آرام کی خاطر کلام مجید کو باہر بھیجوں۔ اس احترام کلام مجید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشدیا"

پھر فرمایا "جو شخص کلام مجید کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بینائی زیادہ کر دیتا ہے۔ اُس کی آنکھ کبھی نہیں دکھتی نہ خشک ہوتی ہے۔ پھر اس موقعہ کے مناسب حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ سجادہ پر بیٹھے تھے اور اُن کے سامنے کلام مجید رکھا تھا۔ ایک نابینا نے آکر التماس کیا کہ میں نے بہت سے علاج کئے مگر آرام نہیں ہوا، اُن بزرگ نے قبلہ رُخ ہو کر فاتحہ پڑھی اور قرآن شریف اُٹھا کر اُس کی دونوں آنکھوں سے ملا۔ اُس کی آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں"[3]

پھر فرمایا کہ "جامع الحکایات میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک فاسق جوان تھا۔ اُس کی بدکاری سے مسلمان متنفر تھے۔ لوگ اُسے بہت کچھ سمجھاتے مگر وہ نہیں مانتا تھا۔ الغرض جب وہ مرگیا تو کسی نے اُسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے خرقہ پہنے فرشتوں کے ساتھ بہشت میں جا رہا ہے۔ پوچھا کہ تو بدکار

---

[1] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۲۲-۲۱ [2] ۲۳۰۲ [3] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۲۲

تھا یہ دولت کیسے نصیب ہوئی ؟" جواب دیا کہ دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی ہے کہ جہاں قرآن شریف دیکھ لیتا تھا کھڑے ہو کر بڑی عزت کی نگاہوں سے اُسے دیکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی بدولت مجھے بخش دیا اور یہ درجہ عطا فرمایا[1]

ترغیب احترام و دوستی علما و مشائخین

فرمایا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علماء کی طرف (عزت کی نظر سے) دیکھے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اوس کے لئے بخشش مانگتا رہتا ہے۔ جس شخص کے دل میں علماء مشائخین کی محبت ہو اُس کے نامۂ اعمال میں ہزار سالہ عبادت لکھی جاتی ہے اگر اس حالت میں مرجائے تو اُسے علما کا درجہ ملتا ہے اور اس کا مقام علیین ہوتا ہے۔[2]

پھر فرمایا "فتاوی ظہیریہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء کے پاس آمد و رفت رکھے اور سات دن اُن کی خدمت کرے اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے اور ایسی نیکی لکھی جاتی ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کھڑے ہو کر (عبادت میں) گذارے۔[3]

پھر فرمایا کہ "پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو علماء و مشائخ کو دیکھکر از روئے حسد منہ پھیر لیتا تھا جب وہ مرگیا تو قبر میں (بوقت دفن) لوگوں نے اُس کا منہ قبلہ کی طرف کرنا چاہا لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی "اسے کیوں تکلیف دیتے ہو اس نے دنیا میں علماء و مشائخ سے روگردانی کی ہے اس لئے ہم اپنی رحمت کی طرف سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اس کا حشر کریں گے"[4]

ترغیب زیارت کعبہ

فرمایا "چوتھا مرتبہ خانہ کعبہ کا دیکھنا ہے۔ رسولِ خدا فرماتے ہیں جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے گا عبادت میں داخل ہوگا۔ اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت اور حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا اور اُسے اولیا کا درجہ نصیب ہوگا"[5]

ترغیب زیارت و خدمت واطاعت مرشد

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ پانچواں مرتبہ اپنے پیر کو دیکھنا اور اُنکی خدمت کرنا ہے۔ میں نے سرفتہ المریدین میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عثمان ہارونیؒ فرماتے ہیں "جو شخص اپنے پیر کی خدمت کا حقہ ایک روز بجالائے اللہ تعالیٰ اُسے بہشت میں ہزار مروارید کے محل عطا فرمائے گا۔ اور ہزار سال کی عبادت کا ثواب اوس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا"[6]

بعد ازاں فرمایا کہ "مرید کو لازم ہے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سُنے اس پر بکوشش عمل کرے اور پیر کی خدمت

۱، ۲، ۳ دلیل العارفین فارسی صفحہ ۲۳ ۔ ۴، ۵، ۶ دلیل العارفین فارسی صفحہ ۲۳، ۲۴

بجالائے حاضرِ خدمت رہے۔ اگر متواتر خدمت بجا نہ لا سکے تو کم از کم کوشش ہی ضرور کرے[1]۔"

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ "ایک مرتبہ کسی زاہد نے سو سال تک اس طرح خدا کی عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو کھڑا رہا۔ کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ رہتا۔ جو اس کے پاس آتا اُسے نصیحت کرتا۔ کہتا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے:۔ "وما خلقت الجن والانس الّا لیعبدون" یعنی بندوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ کھانے پینے اور غافل رہنے کے لئے پس اے مسلمانو! ہمیں لازم ہے کہ عبادت وطاعت الٰہی میں مشغول رہیں۔ الغرض جب زاہد فوت ہوا تو اُسے کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا؟ کہا بخشدیا" پوچھا؟ "کس فعل کے سبب؟" کہا "میں دن رات بیدار رہتا تھا کسی وقت آرام نہیں لیتا تھا۔ مگر یہ عمل خدا نے پسند نہ فرمایا بلکہ میری بخشش کا سبب یہ ہوا کہ میں اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا اس لئے یہ حکم باری تعالیٰ ہوا:۔ چونکہ تم نے اپنے پیر کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی اس لئے ہم نے بخشدیا[2]۔"

ترغیب بیعت اس موقعہ پر حضرت خواجہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ "صدیق، اولیا، اور مشائخین وغیرہ کو ایسی حالت میں مبعوث کیا جائیگا کہ اُنکے کاندھوں پر گدڑیاں ہونگیں اور ہر گدڑی میں لاکھوں دھاگے ہونگے اُن کے مرید اور فرزندان آکر ان دھاگوں میں لٹک جائیں گے اور ایک ایک دھاگہ مضبوط پکڑ لینگے۔ جب خلق خدا حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ انھیں قوت عطا فرمائے گا وہ پلصراط کے قریب پہونچ جائینگے اور اس گدڑی کے وسیلہ سے مریدین اور فرزندان تیس ہزار سالہ راہ اور قیامت کے عذابوں سے گذر کر بآسانی بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ مجال نہیں جو اُن پر سختی لاحق ہو[3]۔"

ترغیب دین محمدی شیخ برہان الدین چشتیؒ، شیخ محمد اصفہانیؒ اور چند درویش بغداد کی جامع مسجد میں موجود تھے۔ آپ نے برسرِ مجلس ارشاد فرمایا کہ "خدائے عزوجل نے بہت سی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں کہ آدمی اُن کے غور وفکر میں دیوانہ ہو جائے[4]۔"

بعد ازاں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ "جب رسولِ خدا نے چاہا کہ اصحاب کہف سے ملیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میرا حکم ہے کہ آپ اُنھیں دنیا میں نہ دیکھیں البتہ آخرت میں دکھاؤں گا۔" البتہ اگر آپ چاہیں تو اُن کو آپ کا دین عطا کیا جائے۔" بعد ازاں ارشاد ہوا کہ آپ اپنے یاروں کو اس گلیم پر بٹھائیں۔ گدڑی آپ کے یاروں کو لیکر اصحاب کہف

---

[1] دلیل العارفین صفحہ ۳۳، ۳۴ [2] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۳۴ [3] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۳۳، ۳۴ [4] دلیل العارفین فارسی صفحہ ۳۵

کے غار پر پہونچی۔ اُنھوں نے اصحاب کہف کو سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا اور اُنھوں نے سلام کا جواب دیا پھر اُنھیں دینِ محمدی کی دعوت دی۔ انھوں اسلام قبول کیا۔[۱]"

ترغیب اطاعت حق تعالیٰ

بعد ازاں حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے۔ مرد کو چاہئے کہ اس کے احکام بجالانے میں کمی نہ کرے۔ اطاعت سے جو کچھ چاہے گا مل جائیگا۔ پھر آبدیدہ ہو کر اس موقعہ کے مناسب یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا اور درویش بھی بیٹھے تھے اور گفتگو متقدمین کے مجاہدہ کے بارے میں ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں ایک بوڑھا لاغر ہاتھ میں عصا لئے ہوئے حاضرِ خدمت ہوا اور سلام کیا۔ شیخ نے سلام کا جواب دیکر بڑی بشاشت سے کھڑے ہو کر اپنے پاس اُسے جگہ دی۔ بوڑھے نے عرض کیا کہ تیس سال سے میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے۔ اور کے دردِ فراق سے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ مجھے اوس کے مرنے جینے کی کوئی اطلاع نہیں اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ میرے لڑکے کے صحیح سلامت آنے کے لئے دُعا کریں۔ شیخ نے یہ سُن کر مراقبہ کیا پھر سر اُٹھا کر حاضرین سے فرمایا کہ دُعا کرو لڑکا صحیح سلامت آجائے جب دُعا ختم ہوئی تو فرمایا کہ جا تھوڑی دیر میں لڑکے کو ہمارے پاس لے آنا بوڑھا یہ سُن کر آداب بجالایا اور رخصت ہوا۔ راستہ میں اُسے خوش خبری ملی کہ تیرا لڑکا واپس آگیا گھر جا کر لڑکے کو دیکھا بوڑھے کی کمزور آنکھیں لڑکے کو دیکھکر پھر روشن ہو گئیں۔ لڑکے کو خواجہ عثمانؒ کی خدمت میں لایا اور قدمبوسی کرائی شیخ نے لڑکے کو پاس بُلا کر دریافت فرمایا کہ تو کہاں تھا اوس نے کہا میں سمندر کے درمیان دیوؤں کی قید میں تھا۔ آج اس مقام پر بیٹھا تھا کہ ایک درویش نے جو آپ کی ہمشکل تھے آکر زنجیر توڑ ڈالی اور میری گردن مضبوط پکڑ کر فرمایا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ اور آنکھیں بند کر لے پھر فرمایا کہ آنکھیں کھول جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو گھر کے دروازے پر پایا یہ کہہ کر وہ لڑکا کچھ اور عرض کرنا چاہتا تھا کہ شیخ نے اوسے روک دیا۔ بوڑھے نے شیخ کے قدموں پر سر رکھا اور کہا کہ دیکھو مردانِ خدا باوجود قدرت کے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔[۲]"

خدمتِ خلق کی ترغیب

فرمایا" خدا کے نزدیک اس سے بہتر کوئی طاعت نہیں ہے"! قطب الاقطاب نے عرض کیا" وہ کونسی طاعت ہے؟" فرمایا عاجزوں کی فریاد رسی، حاجت مندوں کی حاجت برآری اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ان سے بڑھکر اور کوئی نیک کام نہیں[۳]"

---

[۱] نسخۂ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۲۵ [۲] نسخۂ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۲۶ [۳] نسخۂ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۲۹

اوراد و وظائف ناغہ نہ کرنے کی ترغیب

فرمایا جو شخص کوئی ورد مقرر کرے اوسے روزانہ پڑھتا ہے اگر دن میں نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھ لے۔ لیکن پڑھنا ضرور چاہیے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ورد کا تارک لعنتی ہے پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔[۱]

ایک مرتبہ مولانا رضی الدین گھوڑے پر سے گر پڑے اور پاؤں میں چوٹ آگئی۔ جب گھر آئے تو سوچا کہ یہ بلا مجھ پر کیسے آئی یاد آگیا کہ صبح کی نماز کے فرضوں کے بعد سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا وہ آج نہیں پڑھی۔" پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ خواجہ عبداللہ مبارک سے ایک مرتبہ وظیفہ ناغہ ہو گیا اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ "اے عبداللہ جو عہد تو نے ہم سے کیا تھا وہ شاید تو بھول گیا یعنی آج وظیفہ نہیں پڑھا"۔[۲]

پھر فرمایا انبیاء، اولیا، مشائخین اور مردان خدا کا جو وظیفہ ہوتا ہے وہ برابر پڑھتے ہیں اور جو کچھ پیران عظام سے سُنتے ہیں بجالاتے ہیں پھر فرمایا جو اوراد ہمارے خواجگان سے منقول ہیں وہ ہم پڑھتے ہیں تم بھی پڑھا کرو۔[۳]

عشق و سلوک و معرفت کی ترغیب

فرمایا بعض مشائخ نے سلوک کے سو درجے مقرر کئے ہیں اون میں سے سترواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو سترویں درجہ میں ظاہر کر دیگا وہ بقیہ تراسی کس طرح حاصل کرے گا۔ سالک کو چاہئے کہ جب تک پورے تو درجے طے نہ کرلے اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے"۔[۴]

پھر فرمایا کہ "خواجگان چشت میں سے بعض نے پندرہ درجے مقرر کئے ہیں۔ ان میں پانچواں کشف و کرامات کا ہے۔ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ جب تک پندرھویں درجہ تک نہ پہونچے اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے"۔[۵]

پھر فرمایا کہ سلوک کی بابت لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ دیدار کیوں نہیں چاہتے؟ اگر آپ چاہیں تو ضرور میسّر آئے"۔ فرمایا کہ "میں یہ نہیں چاہتا کہ موسیٰ علیہ السّلام کی طرح مانگوں اور نہ ملے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے مانگے ملے"۔ پس بندہ کو خواہش سے کیا واسطہ اگر وہ اس کے لائق ہوگا تو خود ہی حجاب اُٹھا دئے جائیں گے اور تجلی ہوگی۔ پس کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہش کریں۔[۶]

بعد ازاں فرمایا کہ "ایک مرتبہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ۔ مقام قرب میں پہونچے تو غیب سے آواز آئی کہ "اے بایزید! آج تیری درخواست اور ہماری بخشش کا وقت ہے جو چاہے مانگ ہم عطا کرینگے"۔ حضرت بایزیدؒ نے

ع۱،۲،۳ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۲ ع۴،۵ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۸ ع۶ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۸

سربسجدہ ہو کر عرض کیا کہ بندہ کو خواہش سے کیا واسطہ جو کچھ بادشاہ سے عطا ہو گا۔ اُس پر بندہ راضی ہے۔" آواز آئی: "اے بایزید! ہم نے تجھے آخرت دی۔" عرض کیا: "وہ دوستانِ الٰہی کا قید خانہ ہے۔" پھر آواز آئی "اے بایزید! ہم نے بہشت و دوزخ، عرش و کرسی اور جو کچھ ہماری ملک ہے وہ سب کچھ تجھے دیا۔" عرض کیا نہیں" آواز آئی "پھر تیرا مطلب کیا ہے؟" عرض کیا اے پروردگار تجھے خود معلوم ہے۔" آواز آئی کہ اے بایزید! کیا تو ہمیں طلب کرتا ہے۔ اگر میں تیری طلب کروں تو پھر تو کیا کرے؟" یہ آواز سُن کر عرض کیا: "مجھے تیری قسم اگر تو مجھے طلب کرے تو قیامت کے دن جب میرا حشر ہو تو دوزخ کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہی آہ سے دوزخ کی آگ کو نابود کر دوں کیونکہ محبت کی آگ کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔" جب یہ قسم کھائی تو آواز آئی کہ "اے بایزید جو کچھ تو چاہتا تھا وہ تجھے مل گیا۔"[۱]

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ "رابعہ بصری ایک رات عشق کے شوق اشتیاق میں "الحریق، الحریق" پکارتی تھیں۔ اہل بصرہ یہ فریاد سُن کر باہر نکل آئے تاکہ آگ بجھائیں۔ ان میں ایک شخص برگزیدہ تھا اُس نے کہا "کیسے بیوقوف ہیں جو رابعہ کی آگ بجھانے آئے ہیں۔ اس کے تو سینہ میں عشق کی آگ بھڑکی ہوئی ہے یہ وصالِ دوست کے سوا نہیں بجھے گی۔"[۲]

پھر فرمایا کہ "منصور حلاجؒ سے پوچھا گیا کہ "دوست کے عشق میں کمالیت کس امر کو کہتے ہیں۔" فرمایا: "جب معشوق سیاست کرنا چاہے اور عاشق کا سر کاٹنا چاہے تو چون و چرا نہ کرے۔ اور رضائے دوست میں کربستہ رہے اور اس کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق رہے کہ اوسے بند ھنے کھلنے کی ذرّہ بھر بھی خبر نہ ہو۔" پھر غریب نواز نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا:-

"خوبرویاں چوں بندہ گیرند | عاشقاں پیش شاں چنیں میرند"[۳]

بعد ازاں اہل سلوک اور عارفوں کے احوال کے متعلق گفتگو شروع ہوئی حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامیؒ نے مناجات کے وقت یہ الفاظ ادا کئے: "کیف السلوک علیک" آواز آئی "اے بایزید! طلق نفسک ثلث و قل ھو اللہ" یعنی پہلے اپنے آپ کو طلاق دے پھر ہماری بات کر۔"[۴]

پھر فرمایا: "ایک بزرگ طریقت نے جو اہل عشق تھا ایک مرتبہ مناجات میں کہا کہ "تو تو مجھ سے ستر سال کا

۱۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۸ و ۳۹ ۔ ۲، ۳۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۹ ۔ ۴۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۹ تا ۴۰

حساب پوچھے گا۔ لیکن میں ستر ہزار سال کا پوچھوں گا۔ کیونکہ ستر، اسی ہزار سال کا عرصہ ہوا کہ تو نے الست بربکم کہہ کر تمام جہاں میں شور برپا کر دیا۔ یہ شور جو زمین و آسمان میں برپا ہے۔ سب الست کے شوق کی وجہ سے ہے جونہی اس بزرگ نے یہ بات کہی آواز آئی کہ "جواب سُن۔ تیری آرزو تجھے مل جائے گی۔ یعنی میں تیرے وجود کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرہ کو دیدار دکھاؤں گا اور کہوں گا یہ ہیں ستر ہزار سال، باقی الگ رکھ دوں گا"[1]

اس موقعہ کو مناسب فرمایا کہ "ایک عارف روزانہ کہا کرتا تھا کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن میں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ بھی میں نے اپنے آپ کو خدا نہیں کہا۔ میں کبھی اپنے لئے کچھ طلب نہیں کروں گا خواہ ساتوں طبقات زمین درہم برہم ہو جائیں۔ پھر غلبات شوق میں کہا کہ اس نے مجھے دیکھنا چاہا لیکن میں نے اسے دیکھنا نہ چاہا یعنی بندہ کو مراد اور خواہش سے کیا کام"[2]

ایک مرتبہ ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ہم نے سہل سے منہ پھیر لیا اور جب بارگاہ میں باریابی ہوئی تو انھیں اپنے سے پہلے موجود پایا۔ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت کاملہ سے پہلے ہی ہمیں پہونچا دیا"[3]

فرمایا کہ "ایک بزرگ کہتے تھے کہ سانپ کی طرح کینچلی سے باہر نکلا اور نگاہ کی تو عاشق و معشوق اور عشق تینوں کو ایک ہی پایا۔ یعنی عالم توحید سب ایک ہیں اور ایک ہی نے مجھے دیکھا"[4]

پھر فرمایا کہ "خواجہ بایزید بسطامیؒ فرماتے تھے کہ میں تیس سال سے حق میں تھا۔ اب میں نے اپنا آئینہ دیکھا یعنی جو کچھ میں تھا وہ نہ رہا۔ شرکت۔ اور کے جزیات اور ما و من درمیان سے اٹھ گئے۔ لیکن چونکہ میں نہیں ہوں اس لئے حق تعالیٰ ہی اپنا آئینہ ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اپنا ہی آئینہ ہے یعنی حق تعالیٰ میری زبان سے کہتا ہے درمیان میں کچھ دخل نہیں ہے"[5]

بعد ازاں فرمایا کہ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں درگاہ اقدس میں کئی سال بیٹھا رہا۔ آخر سوائے حسرت کے کچھ نصیب نہ ہوا جب میں بارگاہ میں پہونچا تو کوئی تکلیف نہ تھی۔ اہل دنیا دنیا میں اہل آخرت آخرت میں تھے مدعی دعویٰ میں اور اہل تقویٰ تقویٰ میں۔ بعض کھانے پینے میں اور بعض سماع و رقص میں مشغول تھے اور بعض بادشاہ کے پاس تھے جو دریائے عجز میں غرق تھے" پھر کہنے لگے عرصہ کا ذکر ہے کہ میں خانہ کعبہ کے گرد پھرتا تھا لیکن اب خانہ کعبہ میرے گرد پھرتا ہے۔ جب میں خدا رسیدہ ہوا تو ایک رات عشق میں میں اپنے دل کو طلب کر رہا تھا۔ صبح کے وقت آواز آئی "اے بایزید! کیا تو ہمارے سوا کچھ اور طلب کرتا ہے۔ تجھے دل سے کیا سروکار"[6]

---

[1] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۵ [2-3] دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۳۶-۳۸ [4] ملاحظہ [5-6] دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۳۶-۳۸

بعدازاں اس موقعہ پر فرمایا کہ جب حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے طریقت میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ تو فرمایا "یہاں تک کہ جب میں اپنی دوُ انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں تو ان میں تمام دنیا و مافیہا نظر آتے ہیں"[1]

فرمایا "مرید کو طاعت میں اس وقت حلاوت پیدا ہوتی ہے جب خوشی و خرمی حاصل ہوتی ہے" پھر فرمایا کہ "ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ نے خوف کے غلبہ میں کہا "اے پروردگار! اگر خلقت کے بدلے مجھے آگ میں جلایا جائے اور میں صبر کروں تو یہ فعل میرا کچھ نہیں کیونکہ مجھے محبت کا دعویٰ ہے اور اگر تو میرے گناہ تمام خلقت کے عوض بخشدے تو تو نے بھی کوئی بڑا کام نہیں کیا کیونکہ تو رحمت والا ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک کسی پر تعجب کرنا بھی ایک گناہ ہے بلکہ گناہ سے بھی بدتر ہے۔ یعنی خود پسندی بڑا سخت گناہ ہے"[2]

پھر فرمایا کہ "ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دنیا کو دشمن قرار دیا خلقت کے نزدیک نہیں گیا۔ خدا کو خلقت پر ترجیح دی۔ مجھ پر محبت نے اسقدر غلبہ کیا کہ میں اپنے وجود کو بھی دشمن سمجھنے لگا اور زندگی و موت کو درمیان سے اُٹھا دیا صرف اُنس بقا اور لطف حق میں مشغول رہا"[3]

بعدازاں فرمایا کہ "سلوک کے بارے میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن جب خاص قسم کے عاشقوں کو بہشت میں لیجانے کا حکم ہوگا تو وہ کہیں گے کہ ہم بہشت کا کیا کرینگے۔ بہشت اوسے دے جس نے بہشت کے لالچ سے تیری پرستش کی ہے"[4]

بعدازاں فرمایا کہ "ایک درویش بے حد بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اہل دُنیا دُنیا کی راہ میں معذور ہیں اور اہل حق حق کی دوستی کے سرور میں خوش ہیں اور اہلِ معرفت نورٌ علیٰ نور ہیں یہ ایک بھید ہے جسے اہلِ سلوک ہی جان سکتے ہیں۔ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے"[5]۔

پھر فرمایا کہ "خواجہ ذوالنون مصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی معرفت کی علامت یہ ہے کہ خاموش رہے اور خلقت سے دُور بھاگے" پھر اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ "ایک مرتبہ شاہ شجاع کرمانیؒ سے پوچھا گیا کہ کتنے سال سے معرفت حاصل ہوئی؟ فرمایا "جب سے معرفت حاصل ہوئی خلقت سے بھاگنے لگا"[6]

بعدازاں فرمایا کہ "میں نے حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی زبانی سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

۱،۲۔ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۳۶-۳۸ ۳ تا ۶ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱

ایسے دوست بھی ہیں کہ اگر دنیا میں وہ اُن سے دم بھر کے لئے حجاب میں رہے تو وہ نابود ہو جائیں اور عبادت ذکر سکیں[1]۔

بعد ازاں فرمایا کہ "ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ حنیفؒ بھول کر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہوئے یاد آیا کہ یہ تو دوست کے خلاف ہے۔ قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا دنیا کے کام میں مشغول نہ ہوں گا۔ چنانچہ ازاں بعد پچاس سال تک زندہ رہے لیکن آپ کو کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ پایا[2]۔"

بعد ازاں حضرت بایزید بسطامیؒ کے ولولۂ عشق کے متعلق فرمایا کہ آپ ہر صبح نماز سے فارغ ہو کر ایک پاؤں سے کھڑے ہو کر فریاد کیا کرتے تھے۔ ایک روز یہ آواز سُنی:-

"یوم تبدیل الارض"۔ یعنی اس وقت وصال ہو گا جب یہ زمین لپیٹ دیجائیگی اور دوسری زمینیں پیدا کی جائینگی[3]۔"

پھر اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ "ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامیؒ بسطام کے جنگل میں نکل گئے عالمِ شوق و اشتیاق میں وہ فریاد کیا کرتے تھے اور کہتے تھے جنگل میں جہانتک دیکھتا ہوں عشق برسا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں سے باہر پاؤں نکالنا چاہتا ہوں مگر نہیں نکال سکتا[4]۔"

فرمایا میں نے اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی زبانی سُنا ہے کہ اگر کسی شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اوسے دوست رکھتا ہے۔ شفقت آفتاب کی سی، سخاوت دریا کی طرح اور تواضع مثل زمین کے[5]۔

پھر فرمایا کہ "میں نے اپنے مرشد حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ کی زبانی سُنا ہے کہ لوگ اوس وقت اسم فقر کے مستحق ہوتے ہیں جب اُن کے بائیں ہاتھ کی طرف کا فرشتہ آٹھ سال تک کچھ نہ لکھے[6]۔"

پھر فرمایا کہ "ایک دن خواجہ جنید بغدادیؒ سے طریقت، محبت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ محبت و شوق کا ثمرہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اوس کو سرداری عطا فرماتا ہے اور اس میں اشتیاق ظاہر ہوتا ہے نیز وہ بندہ راندۂ درگاہ ہونے اور دُور ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ جو حق کو دوست رکھتا ہے۔ جنت اوسکے لقا کی مشتاق ہوتی ہے[7]۔"

---

۱ لغایتہ ۵ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صہ ۳۸، ۴۱، ۴۲ ۶ و ۷ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صہ ۴۳

غریب نواز نے فرمایا کہ "میں نے کتاب محبت میں اپنے اوستاد مولانا شرف الدینؒ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ باوجود اسقدر عبادت و ریاضت کے اسقدر کیوں ڈرتے ہیں؟ جواب دیا" دو چیزوں کے خوف سے اوّل یہ کہ کہیں وہ یہ نہ کہدے کہ تو میرے لائق نہیں اور مجھے اپنی درگاہ سے دُور نہ کردے۔ دوسرے اگر موت کے وقت ایمان سلامت لیجاؤں گا تو سمجھونگا کہ میں نے کچھ کام کیا ورنہ سمجھونگا کہ تمام طاعت ضائع گئی"[۱]

ارشاد ہوا حضرت سمنون محب فرمایا کرتے تھے کہ" اولیا کے دل خود مطلع ہیں جو محبّت و معرفت کا بوجھ نہیں اُٹھاسکتے وہ عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں پس وہ جو خاص بار گراں ہے نہیں اُٹھاسکتے، ملال مجاہدات و ریاضت پاتے ہیں"[۲]

فرمایا کہ ایک مرتبہ محبت کے بارے میں خواجہ شبلیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بدبختی کی کیا علامت ہے؟ فرمایا" یہ کہ نافرمانی کرے اور قبولیت کی امید کرے" پھر پوچھا کہ" عارفوں میں اصل چیز کیا ہے؟" فرمایا کہ" ہمیشہ خاموش رہنا اور غم و اندوہ میں رہنا کیونکہ اس سے عارفوں کی فضیلت ہے"[۳]

فرمایا "ایک دن خواجہ ذوالنون مصریؒ مکہ کی مسجد میں معہ اصحاب طریقت بیٹھے تھے اور محبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی. ایک صوفی نے سوال کیا کہ صوفی اور عارف کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا کہ" صوفی اور عارف وہ ہیں جن کے دل کدورت بشریت سے آزاد ہوں اور ہوا و حب دنیا سے الگ ہوں پس جب وہ ایسے ہو جائینگے تو اعلیٰ درجہ پائینگے اور اللہ کی تمام مخلوق کے برگزیدہ ہو جائینگے اور غیر دوست سے دُور بھاگیں گے. پھر وہ مالک ہو جائینگے نہ کہ مملوک"[۴]

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ داؤد طائیؒ آنکھیں بند کئے ہوئے حجرہ سے باہر آئے ایک درویش حاضر تھا اوس نے اسکی وجہ دریافت کی، جواب دیا کہ میں نے پینتالیس سال سے آنکھیں بند کر لی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھوں کیونکہ یہ حق دوستی نہیں کہ دوستی تو اللہ تعالیٰ سے کروں اور دیکھوں غیر کی طرف"[۵]

بعدازاں فرمایا کہ" ایک بزرگ سے میں نے سُنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اولیاء اللہ کے اعمال کا مطالعہ کرو کہ کس سبب سے اُنھوں نے سوائے ہمارے غیر کی محبّت اختیار کی اور

۱و۲و۳ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صہ ۴۳ ۔ ۴ نسخہ فارسی دلیل العارفین صہ ۴۰ ۵ ترجمہ دلیل العارفین صہ ۴۵

کس وجہ سے یہ ہماری دوستی کا دم بھرتے تھے جبکہ غیر کی محبت میں راحت پاتے تھے۔"[1]

پھر فرمایا کہ "خواجہ ابو سعید ابو الخیرؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو اس پر اپنی محبت غالب کرتا ہے۔ جب یہ ہو جاتا ہے تو پھر تو دوست اوسے فراوانیت کی سرا میں لاتا ہے تاکہ باقی رہے۔[2]

پھر فرمایا کہ "جب عارف حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق ہو جاتا ہے تو منزل قرب میں ساکن ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کہاں تھا اور کیا چاہتا ہے تو اس کے سوا کوئی جواب نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔"[3]

اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اگر "افمن شرح اللہ صدرہٗ" کی بابت پوچھیں کہ کیا ہے تو کہنا چاہیئے کہ جب عارف کی نگاہ عالم وحدانیت اور جلالِ ربوبیت پر پڑتی ہے تو نابینا ہو جاتا ہے تاکہ غیر کی طرف نہ دیکھ سکے۔[4]

پھر فرمایا کہ "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا" نماز ادا کر" جب قیام کیا تو دل محبت میں مشغول ہوا۔ جان نے قرب حاصل کیا اور سر نے وصلت پائی۔"

فرمایا کہ "ایک بزرگ صاحب طریقت جب سر سجدہ میں رکھتا تو یہ دعا کرتا کہ قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا۔ سبب پوچھا تو کہا جو شخص دوست کو دیکھتا ہے اوسے مناسب نہیں کہ قیامت کے دن غیر کو دیکھے۔"[5]

بعد ازاں درویشی کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ سمنون محب علیہ الرحمۃ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ ایک پرند آکر آپ کے سر پر بیٹھا، چند مرتبہ چونچ مار کر ہاتھ پر بیٹھا۔ پھر بغل میں پھر زمین پر چند بار چونچ ماری تو چونچ سے خون جاری ہوا پھر گر کر جان دیدی۔"[6]

فرمایا کہ "خواجہ جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہے؟" کہنے لگے جو علم و عمل و خلوت سے قطع تعلق کرلے۔ جو ان تین چیزوں سے قطع تعلق نہ کریگا اس کا توکل ثابت نہیں۔"[7]

فرمایا "ایک بزرگ سے عارف کی علامت دریافت کی گئی۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو راہِ عشق میں سوائے

---

[1] ترجمہ اردو دلیل العارفین صفحہ ۴۵ [2] و [3] و [4] و [5] و [6] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۳۸، ۳۹ [7] و [8] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۱

خدا کے کسی کو نہ دیکھے[1]"۔

پھر فرمایا کہ "میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جب تک کسی میں یہ صفات نہ ہوں عارف نہیں
"موت کو دوست رکھے، مولیٰ کے ذکر سے راحت و انس حاصل کرے، دوست کی آمد کے وقت بیقرار
ہو جائے اور تفکر خاص کے وقت اسکی نظر مولا پر رہے[2]"۔

فرمایا کہ "ایک مرتبہ خواجہ جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے؟" فرمایا اگر ساتوں دوزخ
معہ غلظت و ہیبت کے محب کے داہنے ہاتھ پر رکھدیئے جائیں تو وہ یہ نہ کہے کہ بائیں ہاتھ پر رکھدو[3]"

پھر فرمایا "سب سے پہلی چیز جو انسان پر فرض ہوتی وہ معرفت ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا
لیعبدون۔ یعنی جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے[4]"۔

پھر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض چیزوں کو بعض چیزوں میں پوشیدہ کیا ہے"
بعد ازاں فرمایا کہ اسرار الاولیا میں محبت کے متعلق لکھا ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنے محبوں کو اپنے انوار
سے زندہ کریگا تو انہیں حق سے حق کو دیکھنے کی وہ رویت نصیب ہوگی جو حضرت رسالت پناہ کو ہوئی
چونکہ اللہ تعالیٰ بے زبان، بے کام اور بے مکان ہے سرورِ عالم حق تعالیٰ کے اوصاف سے
متصف ہوئے[5]"۔

فرمایا کہ "قیامت کے دن آمنا صدقنا عاشقوں کو صادق محب بنا دیگا۔ اُن سے پوچھا جائیگا
اگر ان محبت کے مدعیوں سے جو صادق ثابت نہ ہوگا وہ اپنا منہ عاشقوں میں نہیں دکھا سکے گا پھر
آواز آئے گی کہ یہ عاشق صادق نہ تھا اس کو صف عشاق سے نکالدو[6]"۔

پھر فرمایا کہ "ایک درویش کو جنگل میں دیکھا کہ مرگیا ہے اور ہنس رہا ہے" پوچھا گیا کہ تو تو مرگیا
ہے پھر ہنستا کیوں ہے؟ کہا "محبت خدا کی مرضی ہی ایسی تھی[7]"۔

فرمایا کہ "رابعہ بصری سے سوال کیا گیا کہ سب سے اعلیٰ عمل کون سا ہے؟ فرمایا کہ "اوقات کو یاد الٰہی
میں بسر کرنا جو شخص بزرگی کا دعویٰ کرے اور اس میں مرادِ پا آجائے تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔ محبت
کے دعوے میں مرد وہ ہے جو اپنی مراد سے درگذرے اور مراد حق اختیار کرے اس وقت وہ

---

[1] تا [4] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۱ [3، 4] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۲ [5، 6، 7] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۲-۵۳

اللہ تعالیٰ کا دوست کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اُسے دوست کہے تو جواب میں بندگی اختیار کرے کیونکہ اہل محبت کا نہ نام ہوتا ہے نہ رسم نہ جواب۔[۱]

پھر فرمایا کہ "میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنا ہے کہ اہل عشق دوست کے سوا غیر کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ جو بغیر دوست کے خوش ہوتا ہے اُسے ہر قسم کا اندوہ لاحق ہوتا ہے جسے دوست کی خدمت سے اُنس نہیں ہوتا اُسے سب سے وحشت ہوتی ہے. جو دوست کی طرف متوجہ نہیں وہ ہیچ در ہیچ ہے۔[۲]

فرمایا کہ عارفوں کا مقولہ ہے کہ یقین وہ نور ہے جس سے بندہ منوّر ہو جاتا ہے۔[۳]

پھر فرمایا کہ آدمی کی اصل پانی اور خاک سے ہے جس میں پانی غالب ہے اگر وہ لطف و ریاضت سے جمال دیکھنے میں خود پسندی سے کام لے تو وہ مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور جس میں خاک غالب ہوتی ہے وہ سختی کے وقت نیک پایا جاتا ہے تاکہ کسی لائق ہو جائے۔[۴]

ایک مرتبہ ایک درویش نے جو حاضرِ خدمت تھا دریافت کیا کہ مجنون (مجنونِ محبت) کون ہے؟ غریب نواز نے ارشاد فرمایا۔ "وہ جو آغازِ عشق میں ناچیز ہو جائے اور دوسرے اور تیسرے درجہ میں گم ہو جائے"۔[۵]

فرمایا۔ "توبہ نصوح تین چیزیں ہیں اوّل کم کھانا برائے روزہ، دوسرے کم سونا طاعت کے لئے تیسرے کم بولنا دعا کے لئے. پہلے سے خوف اور دوسرے تیسرے سے محبت پیدا ہو جاتی ہے. پس خوف کے ضمن میں گناہ کا ترک ہے تاکہ آگ سے نجات حاصل ہو اور رجا کے ضمن میں طاعت کرنا ہے تاکہ بہشت میں مقام حاصل ہو اور ابدی زندگی ملے اور محبت کے ضمن میں ذکروں کا اجتہاد کرنا ہے تاکہ رضائے حق حاصل ہو"۔[۶]

پھر فرمایا کہ "بغیر ملک الموت کے دنیا کی قیمت جَو بھر بھی نہیں"۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا۔ "چونکہ حدیث میں آیا ہے (الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب) یعنی موت ایک پل ہے جس پر سے گذر کر دوست دوست سے ملاقات کرتا ہے"۔[۷]

نیک صحبت کی ترغیب | برسرِ مجلس ارشاد فرمایا کہ "حدیث میں آیا ہے الصحبت تاثرہ یعنی صحبت

---

۱ و ۲ و ۳ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۲ ۔ ۴ و ۵ و ۶ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۳ ۔ ۷ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۵

میں اثر ہے۔ اگر کوئی بُرا شخص نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو امید ہے وہ نیک ہو جائے اور اگر نیک شخص بدوں کی صحبت میں بیٹھے تو بد ہو جائے گا۔ جس نے جو کچھ حاصل کیا ہے صحبت سے حاصل کیا ہے اور جو نعمت حاصل ہوئی وہ نیکوں سے حاصل ہوئی۔"[1]

ترغیب تواضع فرمایا کہ ایک درویش از حد فقیر تھا لیکن اسکی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی چیز اس کے پاس بطور فتوح کے آجاتی تو وہ درویشوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ ایک مرتبہ دو درویش صاحب ولایت اسکے پاس آئے اور اس سے پانی مانگا۔ درویش اندر سے دو جو کی روٹیاں اور پانی کا کوزہ لے آیا کیونکہ وہ بھوکے تھے روٹیاں کھا کر پانی پیا اور ایک دوسرے کی طرف دیکھکر کہنے لگے کہ اس درویش نے تو اپنا کام کر دیا ہمیں بھی اپنا کام کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا اسے دنیا دینا چاہئے دوسرے نے کہا کہ یہ دُنیا کے سبب گمراہی میں پڑ جائیگا۔ جواب دیا کہ درویش بخشنے والے ہوتے ہیں۔ دُنیا آخرت کے بدلے دیدی دُعا کر کے وہ چلے گئے۔ بعد ازاں وہ درویش ایسا کامل ہوا کہ ہر روز اسکے باورچی خانہ میں تین ہزار من طعام موجود ہوتا تھا اور وہ خلق خدا کو کھلایا کرتا تھا۔"[2]

ترغیب توکل فرمایا کہ" حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے پوچھا" کیا آپ کو کچھ ضرورت ہے" فرمایا تجھ سے نہیں (بلکہ خدا سے ہے) کیونکہ آپ اپنے نفس سے غائب تھے اور حق تعالیٰ سے باطنی طور پر حضوری حاصل تھی۔"[3]

صحبتِ فقراء و حرمتِ اولیا کی ترغیب فرمایا" میں نے اپنے بھائی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے سُنا ہے کہ دُنیا میں دو چیزیں بہت خوشتر ہیں اوّل صحبتِ فقراء دوم حرمتِ اولیاء"[4]

راسخ القول ہونے کی ترغیب فرمایا" رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ وہ ضعیف ترین ہے جو اپنی بات پر قائم نہ رہے۔"[5]

۱۔ دیکھو ترجمہ اُردو دلیل العارفین صہ ۴۳ ۲۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صہ ۴۹۔۵۰ ۳۔۴۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صہ ۵۱
۵۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین صہ ۵۲

معتوب دوست سے دوستی نہ رکھنے کی ترغیب

فرمایا: "جب اعضی ادم کی آواز آئی تو سونے چاندی کے علاوہ باقی سب چیزیں آدم علیہ السّلام کی حالت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں روتے؟ عرض کیا جو تیرا فرمانبردار نہیں اسکی حالت پر ہم نہیں روئینگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ تمہاری قیمت اور جو کچھ تم میں ہے اس پر ظاہر کروں گا۔ اور اس کے فرزندوں کو تمہارا خادم بناؤں گا۔"[1]

ملازمت اہل اللہ کی ترغیب

فرمایا کہ "ایک دن مالک دینار سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت کرنا کیسا ہے؟" فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت کرتا ہے وہ ضرور واصل ہوتا ہے۔"[2]

مرید کو راسخ الاعتقاد ہونے کی ترغیب

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا بیان ہے کہ حضرت قطب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نماز نفل میں مشغول تھا کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہ نے مجھے آواز دی۔ میں نے فوراً نماز ترک کرکے کہا "حاضر" ارشاد ہوا "آؤ" جب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا دریافت فرمایا "کیا کر رہے تھے"؟ عرض کیا "نماز میں مشغول تھا۔ جب حضور کی آواز سُنی نماز ترک کرکے حاضر خدمت ہوگیا" فرمایا بہت اچھا کیا یہ امر نماز نفل سے فاضل تر تھا۔ کیونکہ کار دین میں اپنے پیر سے عقیدت رکھنا بڑا کام ہے۔"[3]

پھر اس باب میں حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام خواجہ معین الدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ اولیاء اللہ کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا اور اہل صفا بھی موجود تھے۔ اس درمیان میں ایک شخص مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا اور آپ کے قدموں پر سر رکھا۔ غریب نوازؒ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گیا اور عرض کیا "میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں" آپ اس وقت اپنی خاص حالت میں تھے فرمایا کہ "تم مرید ہو سکتے ہو بشرطیکہ کہو لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" وہ

---

[1] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۲ [2] نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۳

[3] (الف) دیکھو ترجمہ اُردو فوائد السالکین صفحہ ۱۰

(ب) ماں باپ کے پکارنے پر بھی نماز نفل کی نیت توڑنے کا حکم ہے۔

شخص راسخ الاعتقاد تھا اس نے فوراً اسی طرح کہا۔ غریب نواز نے اُسے مرید کرنے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور خلعت خاص سے سرفراز فرمایا۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "یہ صرف تیرا عقیدہ آزمانے کے لئے تھا ورنہ میں کون ہوں میں تو ایک ادنیٰ غلام حضرت محمد رسول اللہ کا ہوں کلمہ اصل میں وہ ہی ہے۔"[1]

تعلیماتِ بالا اقوال:-

کون نہیں جانتا کہ اقوال عمر بھر کے تجربات کا خلاصہ ہوا کرتے ہیں اور عارفوں کے اقوال انکی مختلف منازل کا پتہ ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ حضرات جو آپ کے اقوال کی رہنمائی سے استفادہ کرتے ہیں۔

۱۔ عاشق کا دل آتشکدۂ محبت ہے، جو اس میں آئے اوسے جلا کر ناچیز کر دیتا ہے۔ کیونکہ عشق کی آگ سے تیز کوئی آگ نہیں ہے۔[2]

۲۔ عشق کی راہ ایسی ہے کہ جو اس راہ پر چلتا ہے۔ اوسکا نام و نشان نہیں ملتا۔

۳۔ اہل عرفان یاد الٰہی کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

۴۔ عارف سے ادنیٰ بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۵۔ اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہان بھی بخشدیئے جائیں تب بھی کم ہے۔[3]

۶۔ اہل محبت اگرچہ محبت میں مجبور ہیں مگر کام ایسے لوگوں کا اختیار کرتے ہیں جو سونے اور چاندی

۱۔ (الف) دیکھو ترجمہ اُردو فوائد السالکین صـ ۱۹

(ب) سلسلہ چشتیہ کے بزرگ میر عبدالواحد بلگرامی نے یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے:-

"پس صدق با پیر آنست کہ ظاہر او باطنا ذرہ اعتراض نکند آں سبب مفارقت حقیقی است تا از برکت صحبت و خدمت محروم نگردد چنانکہ موسیٰ علیہ السلام اعتراض پیش آمد "ہٰذا فراق بینی و بینک" شنیدہ" (سبع سنابل صـ ۱۳۳)

(ج) صاحب سبع سنابل نے صـ ۱۳۳ پر بحوالہ فوائد السالکین یہ روایت حضرت شیخ یوسف سے منسوب کی ہے۔

۲۔ دیکھو ترجمہ اُردو دلیل العارفین صـ ۲۵

۳۔ خلاصہ ۶ نسخہ فارسی دلیل العارفین صـ ۲۴

میں مطلوب کے طالب ہیں اور اپنی دوست داری سے فارغ ہوکر مشاہدۂ دوست میں مشغول ہیں[1]۔
۷۔ معشوق خود عاشق کی طلبگاری کو دیکھتا ہے محبت کی راہ مطیعان کا کام ہے[2]۔
۸۔ عارف وہ ہے جو اس بات کی جدوجہد کرے کہ ایک دم نصیب ہوجائے اور عارف دم وہ ہے جو ذکر خدا کرے اور اپنی تمام عمر اس ایکدم پر فدا کردے۔ اگر ایسا دم نصیب ہوجائے تو زہے نصیب کیونکہ ایسا دم زمین وآسمان میں سالہا سال تک تلاش کرنے پر بھی میسر نہیں آتا[3]۔
۹۔ حاجی لوگ جسم کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہیں پھر بھی انھیں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا مگر عشاق دل سے حجابِ عظمت کا طواف کرتے ہیں اگر اس کے سوا اور چیز کو دیکھ لیتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں اور بقا (مشاہدہ) چاہتے ہیں[4]۔
۱۰۔ اہلِ سلوک میں محبت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علما اس کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر ذرہ بھر بھی ان کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور زہد میں ایک ایسی طاعت ہے جس کی زاہدوں کو بھی خبر نہیں وہ اس سے غافل ہیں۔ وہ ایک بھید ہے جو دونوں جہان سے باہر ہے اور اُسے اہلِ محبت اور اہلِ عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا جو دونوں جہان میں ثابت ہوتا ہے وہ اس بھید کو جانتا ہے بعد ازاں وہ دعویٰ نہیں کرتا تاکہ دعویٰ اوسے رنج نہ پہونچائے[5]۔
۱۱۔ دوست کے اسرار خوبصورت ہیں اور خوبصورت عاشق کے دل ہی میں جاگزیں ہوتے ہیں[6]۔
۱۲۔ اگر ہوسکے تو بقا حاصل کرو صلاحیت اور زہد تو ایک ہوا کی طرح ہیں جو تم پر چلتی ہے[7]۔
۱۳۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی رضا کسی شخص کو دیدے تو وہ بہشت کا کیا کرے[8]۔
۱۴۔ اس راہ (راہ سلوک) میں بہت سے مرد عاجز اور عاجز مرد ہوگئے[9]۔
۱۵۔ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہونچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار و ذلیل کرنا[10]۔

---

[1]،[2]،[3] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۴ [4] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۴-۴۵
[5] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۵ [6] دیکھو ترجمہ اسرار الاولیا ص۵ طبع کردہ ملک فضل الدین دمحن الدین
[7] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۲ [8] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۲
[9] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۲ [10] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۲-۴۳

۱۶۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے۔[1]

۱۷۔ عشق و محبت میں گفتگو، حرکت و مشغلہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں۔ جب اندر پہونچتے ہیں خاموشی، سکونت اور آرام میسر آتا ہے اور فریاد و شور ہرگز نہیں رہتا۔[2]

۱۸۔ فریاد کی دلیری اُس وقت تک رہتی ہے جب تک دوست سے غائب اور اپنا عاشق بنا ہوا ہے۔ جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو فریاد و گفتگو نہیں رہتی۔[3]

۱۹۔ اللہ تعالیٰ کے عارف ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں لیتے۔[4]

۲۰۔ ہر وہ عارف جس میں تقویٰ ہو وہ گداگری کرے تو لقمہ حرام کھاتا ہے۔[5]

۲۱۔ اہلِ سلوک اور اہلِ محبت میں محبت یہ ہے کہ دوست کے مطیع رہیں اور ڈرتے رہیں کہ کہیں دُور نہ کر دیے جائیں۔[6]

۲۲۔ عارف دُنیا کا دشمن اور خدا کا دوست ہوتا ہے وہ دُنیا سے متنفر ہوتا ہے اور اسے غل و غش اور حسدات کی خبر تک نہیں ہوتی۔[7]

۲۳۔ عارف اس وقت تک روتا ہے جب تک راہ میں ہوتا ہے۔ لیکن جب حقایقِ قرب میں پہونچ جاتا ہے اور وصال حاصل ہو جاتا ہے تو گریہ نہیں رہتا۔[8]

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں جنھیں اوسکی دوستی نے خاموش کر رکھا ہے۔ انھیں عالمِ موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔[9]

۲۵۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے اوس کی جان کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ پس اُس کو چاہیے کہ دونوں جہان کو بیگانہ دیکھے اگر ایسا نہیں کریگا تو عاشق صادق نہیں۔[10]

۲۶۔ درویشی اسکا نام ہے کہ جو آئے اوسے محروم نہ جانے دے۔ اگر بھوکا ہے کھانا کھلائے۔ اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنائے بہرحال اوسے خالی نہ جانے دے اس کا حال پوچھکر دلجوئی کرنا چاہیے۔[11]

۱و۲و۳ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۵ ۔ ۴و۵ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۶ ۔ ۶ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۷

۷ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۷و۴۸ ۔ ۸و۹و۱۰ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۸ ۔ ۱۱ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۹

۲۷ - راہِ محبت میں عاشق وہ ہے جو دونوں جہان سے دل اُٹھالے۔[۱]

۲۸ محبت چار معنی رکھتی ہے اوّل ذکرِ خدا میں دل و جان سے خوش رہنا، دوم ذکرِ خدا کو بزرگتر جاننا، سوئم اسکے ساتھ مشغول رہے دوسروں سے قطع تعلق کرلے۔ چہارم اپنے آپ پر روئے اور اُسپر جسکو اس سے غیرت ہے۔[۲]

۲۹ محبت میں صادق وہ ہے جو ماں باپ، فرزندان و برادران سے خدا و رسول کے لئے قطع تعلق کرے اور سب سے بیزار ہو۔[۳]

۳۰ - محب وہ ہے جو نفس کلام اللہ کے مطابق حق کی دوستی میں صادق رہے۔[۴]

۳۱ - عارفوں کا ایثار عاشقی بے نیازی ہے اور محبوبوں کا ایثار آرزو ہے۔[۵]

۳۲ - عارفوں کا توکل سوائے خدا کے کسی اور پر نہیں ہوتا نہ وہ کسی اور کی طرف التفات کرتے ہیں۔[۶]

۳۳ - عارفوں میں صادق وہ ہے جسکی ملکیت میں کچھ نہ ہو نہ وہ کسی کی ملک ہو۔[۷]

۳۴ - عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص ہے۔[۸]

۳۵ - جہان میں عزیز ترین یہ ہے کہ درویش درویشوں سے ملیں اور جو کچھ دل میں ہو صاف صاف بیان کریں اور بدترین چیز یہ ہے کہ درویش درویشوں سے جُدا رہیں۔[۹]

۳۶ - اللہ تعالیٰ سے دوستی اس طرح ہوتی ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھتا ہے اُن سے دشمنی رکھے یعنی دُنیا و نفس سے۔[۱۰]

۳۷ - عارف محبت میں کامل اُس وقت ہوتا ہے جب درمیاں سے گفتگو اُٹھ جائے۔ ایسا ہوجائے کہ یا دوست رہے یا خود۔[۱۱]

۳۸ - حقیقتاً متوکل وہ ہے جو خلقت کے آزار و رنج پہونچانے پر نہ کسی سے شکایت کرے نہ حکایت۔[۱۲]

---

[۱] تا [۴] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۴۹ [۵] (الف) نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۰ (ب) ترجمہ میں محبوبوں کا ایثار آرزو کرنا لکھا ہے

[۶] تا [۱۱] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۲ [۱۲] نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۱

۳۹۔ اہل توکل پر غلباتِ شوق میں ایسا وقت آتا ہے کہ اس وقت اگر انھیں ذرہ ذرہ کر دیا جائے اور اُن کو تلوار سے زخمی کر دیا جائے یا کوئی اور تکلیف پہونچائی جائے تو انھیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔[۱]

۴۰۔ عارف کا توکل حق کے ساتھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ عالمِ سکر میں متحیّر ہوتا ہے۔[۲]

۴۱۔ عارف وہ جو راہِ عشق میں سوائے خدا کے کسی کو نہ دیکھے۔[۳]

۴۲۔ توبہ کے چند مقامات ہیں۔ جاہلوں سے دُور رہنا، باطل کو ترک کرنا۔ منکروں سے روگردانی کرنا، محبوب سے محبت رکھنا۔ خیرات کرنا۔ توبہ کو درست کرنا اور مظالم کو رد کرنا۔[۴]

۴۳۔ جب محب مملکت کا دعویٰ کرتا ہے۔ محبت کے درجہ سے گر جاتا ہے۔[۵]

۴۴۔ محبت وفا کا دعویٰ وصال اور حرمت باطل کے ساتھ ہے۔[۶]

۴۵۔ اہلِ محبت وہ لوگ ہیں جو صرف حق تعالیٰ کی بات سُنتے ہیں۔[۷]

۴۶۔ جب اہلِ محبت مرتا ہے جلد بخشدیا جاتا ہے۔[۸]

۴۷۔ دل وہ ہے جو اپنے حال سے خالی ہو اور مشاہدہ دوست میں باقی ہو۔[۹]

۴۸۔ عارف وہ ہے کہ جب صبح کو اُٹھے تو اوسے رات کی بابت کچھ یاد نہ ہو۔[۱۰]

۴۹۔ اے غافل اوسی سفر کا توشہ تیار کر جو تجھے درپیش ہے یعنی سفر آخرت کا۔[۱۱]

۵۰۔ اہلِ محبت کے گروہ اور حق کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔[۱۲]

۵۱۔ محبت میں عارف وہ ہے جسے کوئی شے عجیب نہ معلوم ہو کیونکہ تسلیم و دعویٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔[۱۳]

۵۲۔ سب سے اچھا وقت وہ ہے جبکہ وسواس نفس نہ ہوں اور خلقت سے رہائی حاصل ہو۔[۱۴]

۵۳۔ جس کو محبت و فقر عطا کئے جاتے ہیں اوسے وحشت نہیں دیجاتی کہ وہ اُس پر فریفتہ ہو جائے۔[۱۵]

---

۱ و ۲ و ۳ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۱ ۔ ۴ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۱، ۵۲ ۔ ۵، ۶، ۷ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۲

۸ تا ۱۵ نسخہ فارسی دلیل العارفین صفحہ ۵۳

۵۴۔ یقین ایک نور ہے جس سے انسان منوّر ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ محبّان و متقیان میں شامل ہو جاتا ہے[1]۔

۵۵۔ بقا عینِ حق ہے[2]۔

۵۶۔ تجرید یہ ہے کہ صفاتِ محبوب محب کے دل اور صفات میں جاں گزیں ہو جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کے لئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں[3]۔

۵۷۔ علم محیط ہے اور معرفت اوس کا جزو ہے۔ پس خدا کہاں اور بندہ کہاں۔ علم خدا ہی کو ہے مگر معرفت ہر دو کو ہے[4]۔

۵۸۔ جب تک عارف کو سترِ خالص نصیب نہیں ہوتا اُس کا کوئی فعل خالص نہیں ہوتا[5]۔

۵۹۔ جس کو خدا دوست رکھتا ہے اوس پر بلا نازل کرتا ہے[6]۔

۶۰۔ عارف وہ ہے جو سوائے ذکرِ حق کے کسی کو دوست نہیں رکھتا[7]۔

۶۱۔ دوستی اسکا نام ہے کہ اوسکا ذکر دل سے کرے کیونکہ دل یاد کے لئے بنایا گیا ہے[8]۔

۶۲۔ کتابِ محبت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندہ جب میرا ذکر تجھ پر غالب ہو جاتا ہے میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں[9]۔

۶۳۔ عارف آفتاب صفت ہوتے ہیں۔ اُن سے تمام عالم منوّر ہوتا ہے[10]۔

۶۴۔ چار چیزیں گوہرِ نفس ہیں۔ اوّل درویشی جو تونگر کردے دوسرے بھوک جو سیر کردے تیسرے اندوہ جو شادی دکھائے۔ چوتھے دشمن کے ساتھ ایسی مردمی جو دوستی دکھائے[11]۔

۶۵۔ اہلِ محبت کا یہ مرتبہ ہے کہ اگر اُن سے پوچھیں کہ شب کی نماز پڑھ لی تو کہیں اس سے فراغت نہیں ہم ملک الموت کے گرد پھرتے ہیں۔ جب درماندہ ہو جاتے ہیں اُسکا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں[12]۔

۶۶۔ عارف وہ ہے جو جملگی عالم سے خبردار ہو اور لاکھوں معنی بیان کرے اور ہر وقت بحرِ معانی میں شناوری کرتا رہے تاکہ گوہرِ اسرارِ الٰہی اوس سے نکالے اور جوہریانِ مبصر کو دکھائے کہ

۱۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۲ و ص۵۳ ۲ تا ۶۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۴ ۷ تا ۹ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۴ و ۵۵

۱۰ و ۱۱ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۵ ۱۲۔ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۵۵ و ۵۶

وہ اُسے پسند کریں اور جانیں کہ عارف ہے۔[۱]

۶۷۔ عارف وہ ہے جو ہر وقت دلولۂ عشق اور قدرتِ آفرینش میں متحیر ہے اگر کھڑا ہے تو دوست کے وہم میں ہے اگر بیٹھا ہے تو دوست کے ذکر میں ہے، اگر خواب میں ہے تو دوست کے خیال میں ہے اگر بیدار ہے تو دوست کے حجابِ عظمت کے گرد طواف میں ہے[۲]۔

۶۸۔ عارف اس کو کہتے ہیں جس پر عالمِ غیب سے صد ہزار تجلیات نازل ہوں اور ایک وقت میں چند ہزار حال و تجلیات اس میں دمبدم پیدا ہوں[۳]۔

۶۹۔ عارف کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ ہر وقت متبسم رہتا ہے۔ جس وقت عارف مسکراتا ہے اس وقت عالم ملکوت میں مقربان اسکے سامنے ہوتے ہیں جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے وہ اُسے دیکھکر مسکراتا ہے[۴]

۷۰۔ عارف پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت ہزار ایسے ملک اسکو پیش کئے جائیں جن میں ہر قسم کے عجائبات ہوں تو وہ اُن کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا مگر اس چیز کو جو اس پر طاری کی گئی ہے[۵]۔

۷۱۔ عارفوں پر ایک حالت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت وہ عرش سے حجابِ عظمت تک کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہونچ جاتے ہیں پھر دوسرے قدم میں اپنے مقام تک آجاتے ہیں مگر یہ ادنیٰ درجہ عارفوں کا ہے لیکن جو کامل ہیں ان کا درجہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں سے کہاں پہونچتے ہیں اور کب واپس آجاتے ہیں[۶]۔

۷۲۔ عارف وہ ہے جو کہیں ہو اور کچھ بھی طلب کرے وہ اسکے سامنے آئے جس سے بات کرے جواب پائے۔ اس راہ میں وہ عارف نہیں جو خدا کے سوا کسی اور چیز کے درپے ہو[۷]۔

۷۳۔ عارفوں کا ایک درجہ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اس درجہ پر وہ دُنیا و مافیہا اپنی دو انگلیوں میں دیکھتے ہیں[۸]۔

---

۱ و ۲ و ۳ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۶ ۔ ۴ و ۵ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۷ ۔ ۶ نسخہ فارسی دلیل العارفین ص۶ و ۷

۷ ترجمہ اُردو دلیل العارفین ص۲۶-۲۷ ۔ ۸ ترجمہ اُردو دلیل العارفین ص۳۰

۷۴۔ عارف کا کمتر درجہ یہ ہے کہ صفاتِ حق اس میں پائی جائیں۔[1]

۷۵۔ مرید کو طاعت میں اس وقت لطف آتا ہے جب طاعت میں خوشی و خرمی حاصل ہوتی ہے۔ اس خوشی میں وہ حجاب سے قریب ہوجاتا ہے۔[2]

۷۶۔ عارف کا کمال درجہ یہ ہے کہ پہلے دلی نور دکھائے۔ پھر کوئی اگر دعوے کے ساتھ سامنے آئے تو اوسے بقوتِ کرامت ملزم بنادے۔[3]

۷۷۔ جب عارف خاموش ہوتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے۔ جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس لئے نہیں کھولتا کہ شاید اسرافیل صور نہ پھونکدے۔[4]

۷۸۔ جس نے خدا کو پہچان لیا اگر وہ خلق سے دُور نہ بھاگے سمجھ لو اس میں کوئی نعمت نہیں۔[5]

۷۹۔ عارف کا کمال یہ ہے کہ اپنے آپ کو راہِ خدا میں جلادے۔[6]

۸۰۔ قیامت کے دن اگر بہشت میں کوئی چیز پہونچائیگی تو وہ زہد ہے نہ کہ (صرف) علم و عمل۔[7]

۸۱۔ عارف خواہ معرفت کے متعلق کتنا ہی بیان کرے اور دوست کی گلی میں پھرے مگر جبتک معارف یاد نہ کرے معرفت کو نہیں پہونچتا۔[8]

۸۲۔ اہلِ محبت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جبتک وہ دوست سے نہ مل جائے۔ کیونکہ عاشق اسی وقت تک واویلا کرتا ہے جب تک دولتِ مشاہدہ حاصل نہیں ہوتی۔ جب مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے گفتگو نہیں رہتی۔[9]

۸۳۔ دریاؤں کا بہتا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر سے مل جاتا ہے آواز نہیں رہتی۔ اسی طرح جب عاشق معشوق سے واصل ہوجاتا ہے تو واویلا نہیں کرتا۔[10]

۸۴۔ جب عارف کا حال کامل ہوجاتا ہے تو لاکھوں مقام سے باہر نکلتا ہے اور اپنا کام ترقی پذیر پاتا ہے۔ اگر اس مقام سے نہ نکلے تو اسی مقام میں حیران رہ جاتا ہے یعنی ابھی کنارہ پر ہے اوسے راہ معلوم ہی نہیں۔ اس لئے زیادہ تر ضائع ہی رہتا ہے۔[11]

عا تا ۵ ترجمہ اُردو دلیل العارفین صہ ۳۰ — عہ تا ۱۰ ترجمہ اُردو دلیل العارفین صہ ۳۰

عہ ۱۱ ترجمہ اُردو دلیل العارفین صہ ۳۰

۸۵۔ جب تک آدمی راہِ سلوک میں دُنیا و مافیہا ترک نہ کردے وہ اہلِ سلوک میں داخل نہیں ہو سکتا نہ اُن میں کا ہوتا ہے پس اگر اس کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھ لو کر جھوٹا ہے[۱]۔

۸۶۔ ترجمہ:۔
مقام جمع الجمع یہ ہے کہ ظہور اسمائے صفات جانے مصنوعات صانع کو دیکھے۔ مشاہدہ چشم کو تجلیات سے پُر نور کرے۔ اضافات ماسوا کو دُور کرے۔ کفر کو ظہور جلال جانے اور اسلام کو نورِ جمال ظہور اسم ہادی کا کہ ہدایت ہے پیرو ہو جائے اور پرتو فضل سے کہ ضلالت ہے دُور رہے[۲]۔

۸۷۔ درویش میں اتنی قوتِ باطنی ہونا چاہیئے کہ اگر سُننے والا حکایت اولیاء اللہ میں شک کرے تو اوسے مشاہدہ کرا کر قائل کر دے[۳]۔

۸۸۔ جو دوست سے محبت کرتا ہے وہ برغبت دوست کی طرف سے مصیبت کا خواہاں ہوتا ہے[۴]۔

۸۹۔ اگر کافر سو برس تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے مسلمان نہیں ہوتا لیکن ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہنے سے صد سالہ کفر دُور ہو جاتا ہے[۵]۔

۹۰۔ خود پرستی اور نفس پرستی بت پرستی ہے[۶]۔ جب تک خود پرستی نہ چھوڑیگا خدا پرستی حاصل نہ ہوگی[۷]۔

۹۱۔ جب تک مرشد کی تربیت حاصل نہ ہوگی منزل پر نہیں پہونچے گا[۸]۔

۹۲۔ عادت پرست ہرگز حق پرست نہیں ہوتا ترکِ عادت کرکے تربیت مرشد حاصل کرنا مردوں کا کام ہے[۹]۔

۹۳۔ عبادت قال الفعال ہے[۱۰]۔

۹۴۔ دُنیا فانی ہے اور کارہائے دُنیا لایعنی ہیں[۱۱]۔

ع۱ ترجمہ اُردو دلیل العارفین صہ ۳۶ ع۲ یہ قول نواب رستم علی خاں مرحوم دھولپوری کے کتب خانے کے پُرانے کاغذات سے لیا گیا ہے۔ اصل عبارت فارسی کی ہے۔

ع۳ دلیل العارفین ترجمہ اُردو صہ ۲۵ ع۴ ترجمہ فوائد السالکین صہ ۹ ع۵ گنج اسرار صہ ۲۲ ع۶ گنج اسرار صہ ۲۵
ع۷و۸ گنج اسرار صہ ۴۰ ع۹ گنج اسرار صہ ۲۸ ع۱۰ گنج اسرار صہ ۱۰۲ ع۱۱ گنج اسرار صہ ۱۱۳

تعلیمات بالقلم

تعلیمات بالمکتوبات :-

حضرت غریب نواز نے اپنے خلیفۂ اعظم و جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو جو معرفت کی اعلیٰ ترین تعلیم بذریعہ مکتوبات فرمائی وہ اہلِ معرفت کے لئے فواید بسیار سے خالی نہیں۔ مکتوبات احمد اختر مولف اسرار الواصلین نے اپنی سیاحت کے دوران میں کسی قدیم قلمی کتاب سے بسند صحیح نقل کئے ہیں۔ یہاں تبرکاً صرف فارسی کا ایک مکتوب مع ترجمہ درج کرتے ہیں اور ایک مکتوب کا خلاصہ لکھتے ہیں۔ بقیہ خطوط کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

مکتوب اوّل :- حقایق و معارف آگاہ عاشق رب العالمین برادرم خواجہ قطب الدین بدانند کہ عاقل ترین در مردمان فقرا اند کہ با اختیار درویشی و نامرادی اختیار کردہ اند۔ زیرا کہ دریں مرادی نامرادی ہست و نامرادی مرادی ہست۔ بخلاف اہلِ غفلت کہ ایشاں غلط فہیدہ وصحت را زحمت و زحمت را صحت دانستہ اند۔ پس دانا آں باشد کہ مرادِ دُنیا ترک کند و نامرادی و فقر اختیار دو از مرادِ خود گذشتہ با نامراد یہاں زد۔ ع

"نامرادی تا نگردی با مرادے کے رسی"

پس مرد باید کہ دلبستگی با حق دارد کہ ہمیشہ بود و ہمیشہ باشد۔ اگر حق تعالیٰ دیدہ بخشد

ترجمہ :- حقائق و معارف سے واقف رب العالمین کے عاشق برادرم خواجہ قطب الدین کو معلوم ہو۔ لوگوں میں عاقل ترین وہ فقرا ہیں جنھوں نے درویشی اور نامرادی اختیار کر لی ہے کیونکہ اس میں مراد نامرادی ہے اور نامرادی مراد ہے۔ برخلاف اسکے کہ اہلِ غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے پس دانا وہ ہی ہے جو دنیا کی مراد ترک کر کے فقر و نامرادی اختیار کرے اور اپنی مراد چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کرے۔ ع

"نامرادی تا نگردی با مرادی کے رسی"

پس مرد کو حق تعالیٰ سے دلبستگی لازم ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر خدا آنکھ دے

درہر راہ از ذات جز وجہ باقی نہ بیند و در ہر دو جہاں بر ہر چہ نظر کند در حقیقت ہموار بیند کہ ذرۂ خاک جائست جہاں نما اگر در نگری . بجز شوق مواصلت صوری چہ نویسد[1].	تو ہر راہ میں سوا اسکے کچھ نہ دیکھے اور دونوں جہاں میں جسے دیکھے اس میں اسکی حقیقت دیکھے کیونکہ ہر ذرہ خاک جہاں نما ہے اگر دیکھا جائے بجز شوق مواصلت ظاہری اور کیا لکھوں[2].

ترجمہ مکتوب دویم :- میرے دل محب، میرے قلبی دوست برادرم خواجہ قطب الدین دہلوی اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کی سعادت عطا فرمائے۔

بندۂ مسکین معین الدین کی طرف سے سلام مسنونہ کے بعد واضح ہو کہ اسرار الٰہی کے چند نکات لکھتا ہوں یہ اپنے مریدین صادق اور طالبانِ حق کو سمجھا دینا تاکہ وہ غلطی میں نہ پڑیں۔

عزیز من! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔ جس نے نہیں پہچانا ہے وہ اسکی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرے حرص و ہوا کو ترک کرنا چاہیئے۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا اس نے مقصود حاصل کر لیا۔ چنانچہ ایسے شخص کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" ونہی النفس عن الھدیٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ " جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو روکا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پھیر دیا ہے اسے کثرت شہوات کے کفن میں لپیٹ کر زمین ندامت میں دفن کر دیا جائے۔

ایک روز خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ " ایک شب اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا "۔ مجھ سے پوچھا " بایزید کیا چاہتے ہو؟ " میں نے عرض کیا " جو تو چاہتا ہے "۔ خطاب ہوا " اچھا جس طرح تو میرا ہے اسی طرح میں تیرا ہوں

ہر کہ گردن نہند رضا او را
مر مرا حق نگاہبان باشد

---

[1] دیکھو ذکر خواجہ ص۲۶۷ [2] ترجمہ اسرار الواصلین ص۸۹

جو تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہے وہ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کر دے۔ پھر زانوئے محبت کے بل بیٹھ جائے اگر یہ کام کر لیا تو سمجھو کہ اہل تصوف ہو گیا۔ طالب حق کو یہ امر جان و دل سے بجا لانا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وسوسۂ شیطانی سے نجات پائے گا۔ اور دونوں جہان کی مرادیں حاصل کریگا۔

ایک روز میرے شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "معین الدین! کیا تجھے معلوم ہے کہ صاحب حضور کسے کہتے ہیں؟ صاحب حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقام عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقعہ کو اللہ کی طرف سے خیال کرے اور جانے اور اس پر راضی رہے۔ بلکہ اُسے رحمت ہی خیال کرے اور تمام عبادتوں کا مقصد یہی ہے جسے یہ حاصل ہے وہ جہان کا بادشاہ ہے بلکہ جہان کل بادشاہ اوس کا محتاج ہے

ایک روز میرے شیخ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ بعض درویش کہتے ہیں کہ جب طالب کمال حاصل کر لیتا ہے تو اُسے گھبراہٹ نہیں رہتی۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اوس کے لئے ضروری نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عبادت، بندگی اور عبودیت میں سربسجود رہے باوجود کمالِ بندگی کے آخر یہ فرمایا کرتے تھے:-

"ما عبدناک حق عبادتک" (ہم نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جیسا کہ حق تھا۔ یعنی کماحقہ تیری عبادت نہیں کر سکتے اور نہایت عاجزی سے ورد زبان تھا! اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ (میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اُس کا بندہ اور بھیجا ہوا ہے۔)

یقین جانو کہ جب عارف کمالیت کا درجہ حاصل کرتا ہے تو اُس وقت کمال درجہ کی ریاضت جس سے مراد نماز ہے۔ نہایت صدق دل سے ادا کرتا ہے۔ اسی سے حضوری درگاہی زیادہ حاصل ہوتی ہے بلکہ اخص الخاص معراج یہی نماز ہے۔ جب کوئی شخص یہ معلوم کر کے صدق سے کام لیتا ہے تو اُسے اتنی پیاس محسوس ہوتی ہے گویا اُس نے آگ کے کئی پیالے پی رکھے ہیں۔ جوں جوں ایسے پیالے پیئے گا پیاس غلبہ کرتی ہے۔ اس واسطے کہ جمال لامتناہی کی انتہا نہیں۔ اُس وقت اُس کا سکون بے سکون اور آرام بے آرامی ہو جاتی ہے۔ تاوقتیکہ لقائے الٰہی سے مشرف نہ ہو جائے۔ والسلام

ؔ اسرار الواصلین صفحہ ۸۵: ۸۶: ۸۷

ترجمہ مکتوب سوئم:۔ دردمند طالب شوقِ دیدارِ الٰہی کے آرزومند درویش جاکش میرے بھائی خواجہ قطب الدین اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں آپ کو سعادت نصیب کرے

سلام مسنونہ کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں یہ خاکسار، خواجہ نجم الدین صغرا، خواجہ محمد تارک حاضر تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہوکر خواجہ صاحب سے پوچھا "یہ کیونکر معلوم ہو کہ کسی شخص کو قربِ الٰہی حاصل ہوگیا ہے؟" خواجہ صاحب نے فرمایا "نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔ یقین جانو جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے اُس کے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے۔"

پھر آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ "ایک شخص کے یہاں ایک صاحبِ وقت لونڈی تھی جو آدھی رات کے وقت اُٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتی اور شکر حق بجالاتی اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتی کہ "پروردگار میں تیرا قرب حاصل کرچکی ہوں مجھے اب اپنے سے دُور نہ رکھنا۔" اس لونڈی کے آقا نے یہ ماجرا سُن کر اس سے پوچھا تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ تمہیں قربِ الٰہی حاصل ہے؟"، کہا: "مجھے یوں معلوم ہے کہ اُس نے مجھے آدھی رات کے وقت جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے۔ اسواسطے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب حاصل ہے۔" آقا نے کہا "لونڈی جا میں نے تجھے بلٹہ آزاد کیا۔"

پس انسان کو دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہئے تاکہ اُس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہو جائے اور نفس و شیطان کی قید سے بچ جائے[1]۔

ترجمہ مکتوب چہارم:۔ اَللّٰہُ الصَّمَد کے اسرار سے واقف لم یلد ولم یولد کے انوار کے ماہر میرے بھائی قطب الدین اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج کو زیادہ کرے۔

فقیر حقیر معین الدین سنجری کی طرف سے خوشی و خرمی آمیز اور اُنس و محبت بھرا اسلام پہنچے مقصود یہ ہے کہ تادمِ تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ثوابِ دارین عطا فرمائے۔

بھائی! میرے شیخ خواجہ عثمان ہارونی[2] فرماتے ہیں کہ "سوائے اہلِ معرفت کے کسی اور کو عشق کے رموزات سے واقف نہیں کرنا چاہئے۔" جب خواجہ شیخ سعدی لنگوہی[2] نے آنجناب سے پوچھا کہ اہلِ معرفت کو کیونکر پہچان سکتے ہیں؟ تو فرمایا کہ اہلِ معرفت کی علامت ترک ہے جس میں ترک

عٰلہ امراد الموحین ۸۸۸۸۸ عٰلہ۔ بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

ہے. یقین جانو کہ وہ اہلِ معرفت ہے اور اُسے خداشناسی حاصل ہے اور جس میں ترک نہیں اُس میں معرفتِ حق کی بو بھی نہیں. یہ اچھی طرح یقین کر لو کہ کلمۂ شہادت اور نفی اثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے. مال و مرتبہ بڑے بھاری بُت ہیں انھوں نے بہت لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کر رہے ہیں. یہ معبودِ خلائق بن رہے ہیں. بہت لوگ جاہ و مال کی پرستش کرتے ہیں. پس جس نے مال و جاہ کی محبت کو دل سے نکال دیا اُس نے گویا پوری نفی کر دی اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی اُس نے پورا پورا اثبات کر لیا اور یہ بات لا الٰہ الا اللہ کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے. پس جس نے کلمۂ شہادت نہیں پڑھا اسے خداشناسی حاصل نہیں ہوئی. والسّلام۔[1]

ترجمہ مکتوب پنجم :- واصلوں کے برگزیدہ رب العالمین کے عاشق میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی معبودِ حقیقی کی پناہ میں رہ کر شاد کام رہو.

ایک روز یہ دُعاگو خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا: "میں نے مختلف علوم حاصل کئے بہت زہد کیا لیکن مقصد نہیں پایا." خواجہ عثمانؒ نے فرمایا "تمہیں صرف ایک بات پر عمل کرنا چاہئے عالم بھی ہو جاؤ گے اور زاہد بھی. جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

"ترک الدنیا رأس کل عبادۃ وحب الدنیا رأس کل خطیئۃ" (دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کی جڑ ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے.

اگر تم اس حدیث پر عمل کرو گے تو پھر تمہیں کسی اور علم کی ضرورت نہ رہے گی یعنی العلم نکتۃ کو علم ایک ہی نکتہ ہے لیکن اس کا لینا آسان ہے مگر اس پر عمل کرنا مشکل ہے.

یقین جانو کہ ترک اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک محبت بدرجۂ کمال نہ ہو اور محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ ہدایت کرے. حق تعالیٰ کی ہدایت بغیر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا."

"من یھد اللہ فھو المھتد" (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ ہی ہدایت پا سکتا ہے)

پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا لحاظ کرکے اپنے وقتِ عزیز و شریف کو دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے میں ضائع نہ کرے بلکہ وقت کو غنیمت سمجھ کر فقر و فاقہ میں عمر بسر کرے. عجز و زاری سے

---

[1] اسرار الاولیاء ص ۸۸-۸۹

پیش آئے. گناہوں کی شرمندگی کے مارے سر نہ اُٹھائے. ہر حالت میں عاجزی و تضرع سے پیش آئے
کیونکہ اُنس بندگی اور عبادت میں سب سے اچھا کام عجز و نیاز ہے۔

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شفیق بلخی
رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و مرید تھے. ایک روز شیخ نے پوچھا: کتنے عرصے سے تم میری صحبت و خدمت میں
سرگرم ہو اور میری باتیں سنتے آئے ہو؟ عرض کیا "تیس سال سے"۔ پوچھا پھر اس عرصہ میں کیا حاصل کیا.
اور کیا فائدہ اُٹھایا؟ عرض کیا: "آٹھ فائدے حاصل کئے"۔ پوچھا وہ کیا ہیں کیا پہلے یہ فائدے حاصل نہ تھے؟
عرض کیا "نہیں" پھر کہا سچ تو یہ ہے کہ اُن سے زیادہ کا مجھے ضرورت ہی نہیں"۔ فرمایا "اِنَّ لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ط
حاتم میں نے ساری عمر تیرے کام میں صرف کر دی. میں بھی نہیں چاہتا کہ تو اس سے زیادہ حاصل کرے"
عرض کیا "میرے لئے اتنا ہی علم کافی ہے کیونکہ دونوں جہان کی نجات ان آٹھ فائدوں میں آجاتی ہے"
فرمایا: "اچھا انھیں بیان کرو. عرض کیا:-

پہلا یہ ہے کہ جب میں نے خلقت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر شخص نے کسی نہ کسی کو اپنا محبوب و
معشوق قرار دے رکھا ہے. وہ محبوب و معشوق اس قسم کے ہیں کہ بعض مرض موت تک اُن کے ساتھ
رہتے ہیں، بعض مرنے تک، بعض لبِ گور تک اس کے بعد کوئی بھی ساتھ نہیں جاتا. کوئی ایسا نہیں کہ
انسان کے ساتھ قبر میں جا کر اُسکا غمخوار اور اُس کی قبر کا چراغ ہو سکے. یہ دیکھکر میں نے اپنے دلمیں سوچا
کہ محبوب وہ ہی اچھا ہے جو انسان کے ساتھ قبر میں جاوے اور وہاں اُسکا غمخوار اور چراغ ہو، قیامت
کی منزلیں طے کرائے. مجھے معلوم ہوا کہ ان صفات سے متصف محبوب صرف اعمال صالح ہیں. پس میں نے
انھیں اپنا محبوب بنایا اور انھیں اپنے لئے حجت کیا تا کہ قبر میں بھی میری غمخواری کریں اور میرے لئے
چراغ ہوں اور ہر ایک منزل میں میرے ساتھ رہیں اور مجھے چھوڑ نہ جائیں"۔ خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا
"حاتم تو نے بہت اچھا کیا"۔

"دوسرا یہ کہ جب میں نے لوگوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب کے سب حرص و ہوا کے
پیرو بنے ہوئے ہیں اور نفس کے کہنے پر چلتے ہیں. پھر میں نے اس آیتہ پر غور کیا "و اما من خاف مقام
ربہ و نہی النفس عن الھوی ۵ فان الجنۃ ھی الماوی ۵ (جس نے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نفس کو خواہشات
سے روکا اُس کا ٹھکانہ بہشت ہے) تو یقین ہو گیا کہ قرآن شریف سچا ہے. اس لئے میں نفس کی

مخالفت پر کربستہ ہو گیا اور اُسے مجاہدہ کی بھٹی میں رکھدیا۔ اس کی ایک آرزو بھی پوری نہ کی صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے آرام حاصل ہوتا رہا۔" خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا؟ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے تونے خوب کیا اور اچھا کیا۔"

تیسرا فائدہ یہ کہ جب میں نے لوگوں کے حالات پر مشاہدہ غور سے کیا تو دیکھا کہ ہر شخص دنیا کیلئے کوشش کرتا ہے۔ رنج ومصیبت برداشت کرتا ہے۔ تب کہیں دنیاوی حکام سے کچھ حاصل کرتا ہے۔ اور اس پر بڑا خوش وخرم رہتا ہے۔ بعد ازاں میں نے اس آیتہ پر غور کیا۔" ما عندکم ینفد وما عند اللہ باقٍ" پ۱۴ ع ۱۹ (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے) تو جو کچھ میں نے جمع کیا تھا سب راہِ خدا میں صرف کر دیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تاکہ بارگاہِ الٰہی میں باقی رہے اور آخرت میں میرا توشہ اور بدرقہ بنے۔" خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تونے بہت اچھا کیا۔"

" چوتھا یہ کہ جب میں نے خلقت کے حالات کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے آدمی کا عزوشرف اور اُس کی بزرگی کثرتِ اقوام کو سمجھ رکھا ہے اور اس پر وہ فخر کرتے ہیں۔ بعض نے سمجھ رکھا ہے کہ مال اور اولاد پر عزت کا انحصار ہے اور اُس کو مایۂ فخر خیال کرتے ہیں

بعد ازاں میں نے اس آیتہ کریمہ پر خیال کیا۔" اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم ط" (تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہی سب سے زیادہ معزز سمجھا جائیگا جو سب سے زیادہ متقی ہوگا) تو معلوم ہوا کہ یہی ٹھیک اور حق ہے اور جو کچھ لوگوں نے خیال کر رکھا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ پس میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ بارگاہِ الٰہی کا مکرم بنجاؤں۔" خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔" تونے بہت اچھا کیا۔"

پانچواں یہ کہ جب میں نے لوگوں کی حالت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو محض حسد کی وجہ سے بُرائی سے یاد کرتے ہیں اور حسد بھی مال ومرتبے اور علم کا کرتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیتہ پر غور کیا" نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا۔" (ہم نے ان میں دنیاوی زندگی کے لئے روزی وغیرہ تقسیم کی) کہ جب روزِ ازل اُن کے حصہ میں یہ چیز آچکی ہے اور کسی کا اس میں اختیار نہیں تو پھر حسد بے فائدہ ہے۔ تب سے میں نے حسد کرنا چھوڑ دیا اور ہر ایک سے صلح اختیار کی۔" خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔" تونے بہت اچھا کیا۔"

چھٹا یہ کہ جب دنیا کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض آپس میں دشمنی رکھتے ہیں اور کسی خاص کام کے لئے ایک دوسرے سے پرخاش رکھتے ہیں پھر میں نے اس آیتہ کو غور سے دیکھا ان الشیطان لکما عدو مبین (شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے) تو مجھے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بالکل سچا ہے واقعی ہمارا دشمن تو شیطان ہے۔ شیطان کی پیروی کرتا ہوں نہ فرمانبرداری بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہوں۔ اس کی بندگی کرتا ہوں اور ٹھیک یہی ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الم اعھد الیکم یابنی ادم ان لا تعبد الشیطان انہ لکم عدو مبین لا وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ہ (اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں کیا؟ کہ تم شیطان کی پیروی و پرستش نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اگر تم میری پرستش کرو تو یہ سیدھی راہ ہے) خواجہ شقیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا "بہت خوب کیا"۔

ساتواں یہ کہ جب میں نے خلقت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی روزی اور معاش کے لئے سر توڑ کوشش کرتا ہے اور اسی وجہ سے حرام و شبہ میں پڑ جاتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ پھر میں نے اس آیتہ کو غور سے دیکھا وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ط (روئے زمین پر کوئی ایسا حیوان نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو) تو میں سمجھ گیا کہ اس کا فرمان حق ہے۔ میں بھی ایک حیوان ہوں۔ تب سے میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مشغول ہوگیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ میری روزی وہ بالضرور پہونچائے گا۔ کیونکہ وہ خود اس بات کا ضامن ہے۔ خواجہ شقیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا "تونے بہت اچھا کیا۔ اب آٹھواں فائدہ بیان کر"۔ عرض کیا:-

آٹھواں یہ ہے کہ جب میں نے خلق خدا کو غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ ہے بعض کو سونے چاندی پر، بعض کو ملک ومال پر۔ پھر میں نے اس آیتہ کو غور سے دیکھا من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ط (جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے)

تب اسوقت سے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا وہ مجھے کافی ہے اور میرا عمدہ وکیل ہے"۔

خواجہ شقیق علیہ الرحمتہ نے فرمایا "حاتم! اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں کی توفیق دے۔ میں نے توریت انجیل، زبور اور فرقان کا غور سے مطالعہ کیا تو ان چاروں کتابوں سے یہی آٹھ باتیں حاصل ہوئیں۔ جو ان پر عمل کرتا ہے گویا وہ ان چاروں کتابوں پر عمل کرتا ہے۔ اس حکایت سے مجھے معلوم ہوگیا کہ زیادہ علم کی ضرورت نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ والسلام۔

ترجمہ مکتوب ششم :- مخزن اسرار یزدانی، معدن فیوضات سبحانی، میرے بھائی خواجہ قطب الدین اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

ایک روز میرے شیخ نے نفی اثبات کے کلمہ کی بابت کیا خوب فرمایا کہ نفی اپنے آپ کو نہ دیکھنا اور اثبات اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کو دیکھنا ہے۔ کیونکہ کوئی خودبیں خدابیں نہیں ہوسکتا۔ پس نفی کی نفی کرنے والا ہونا چاہئے ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر یہ خیال کریں کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے تو مطلب حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ کلمۂ شہادت نماز، روزہ وغیرہ کی صورت بھی اور حقیقت بھی اُنکے حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہر صورتوں پر قناعت کرلینا فضول ہے۔ وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو اُنکے حقائق تک نہیں پہونچا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ سالک ابتدا میں نابینا ہوتا ہے۔ جب حق کی طرف سے اُسے بینائی حاصل ہوجاتی ہے۔ تو پھر اُس سے دیکھتا اور سُنتا ہے، اپنے آپ کو فراموش کردیتا ہے۔ جب ایسی صورت ہوجائے تو واصل اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہوجاتا ہے۔ زیادہ والسّلام۔

ترجمہ مکتوب ہفتم :- عارف معارف، حق آگاہ، عاشق اللہ۔ بھائی خواجہ قطب الدین اوشی اللہ تعالیٰ آپ کے فقر کو زیادہ کرے۔ دُعاگو کی طرف سے اُنس آمیز سلام کے بعد مکشوف رائے معرفت پیرا ہو۔

عزیزمن اپنے مریدوں کو ضرور بتا دینا کہ فقیر مرشد کامل سے کیا مراد ہے اور اُس کی علامت کیا ہے؟ اور یہ کیونکر پہچانا جاتا ہے؟

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے "الفقیر ما لا یحتاج الی کل شئ۔ فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام ضروریات سے فارغ ہو اور اس کے باقی رہنے والے جمال کے سوا اور کسی چیز کا طالب نہ ہو کیونکہ تمام موجودات اُس کے باقی رہنے والے جمال کا آئینہ اور مظہر ہیں اس واسطے وہ ان سب میں اپنا مقصود دیکھتا ہے"۔

بعض بزرگوں نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ "کامل فقیر اُسے کہتے ہیں کہ جس کے دل سے سوائے حق تعالیٰ کے سب کچھ دُور ہو اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اس کا مقصود مطلوب نہ ہو جب ما سوائے اللہ دل سے

لہ اسرار الواصلین صد ۹۳

دُور ہو جاتا ہے۔ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

پس طالب کو ہمیشہ مطلوبِ مقصود کے درپے رہنا چاہیئے۔ اب یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ مطلوبِ مقصود کیا ہے۔ پس معلوم ہونا چاہیئے کہ مقصود یہی درد و سوز ہے خواہ حقیقی ہو یا مجازی۔ یہاں سوز مجازی سے ابتدائے احکام شریعت ہے۔ والسّلامؒ

خلاصہ مکتوب ہشتم :- محبِ ہمراز اہلِ یقیں برادرم خواجہ قطب الدین دہلوی رب العالمین ہر کام میں تمہاری رہنمائی فرمائے۔ از فقیر معین الدینؒ۔ من عرف اللّٰہ لا یقول اللّٰہ و من یقول اللّٰہ ما عرف اللّٰہ یعنی جسے معرفت حق تعالیٰ حاصل ہو جاتی ہے وہ اللّٰہ اللّٰہ کہتا نہیں پھرتا جو کہتا پھرتا ہے اسے ابھی معرفت میسّر نہیں۔ بمصداق من عرف ربہ فقد کل لسانہ و قطع امرہ یعنی جس کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہو گئی وہ گونگا اور لنگڑا ہو گیا۔ عارفِ کامل کی حالت مقام یاد سے بھی گذر جاتی ہے۔ کیونکہ یاد بھی ایک قسم کی دوئی ہے اور دوئی عارفوں کے نزدیک نقص ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وھو معکم اینما کنتم یعنی تم جہاں بھی ہو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

عارف صحیح معنوں میں شہنشاہ ہو جاتا ہے۔ اُسے بجز ذاتِ ایزدی نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی سے ڈر۔ ایسے لوگوں کے حق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا ڈر۔ اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ہے اور دل قالبِ انساں میں مگر دل دو قسم کا ہے ایک دل مجازی دوسرا حقیقی۔

حقیقی دل وہ دل ہے جو نہ داہنی جانب ہے نہ بائیں جانب، نہ اوپر کی طرف نہ نیچے کی جانب نہ دُور ہے نہ نزدیک مگر اس حقیقی دل کی شناخت آسان نہیں۔ صرف مقربانِ خدا اسے جانتے ہیں۔ مومن کامل کا دل درحقیقت عرشِ خدا ہوتا ہے۔ قلب المومن عرش اللّٰہ تعالیٰ

قرب حضوری بغیر صحبتِ مرشدِ کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔ کامل اور طالبانِ صادق سوال و جواب نہیں کیا کرتے بلکہ وہ خاموش اور با ادب رہتے ہیں۔

ملے (الف): اسرار الواصلین ص ۹۵ (ب) دوسرے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ مترجم نے کامل دیانت کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا ہے اس لئے ہم نے ایسی چیزیں نظر انداز کر کے صرف خلاصہ لکھ دیا ہے۔

مومن کے دل میں ہر وقت ذکرِ خفی موجود رہتا ہے لہٰذا اوسے حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے. مگر عوام مسلم کا دل ذکرِ خفی سے غافل ہوتا ہے اس لئے وہ مردہ ہیں

کلمہ :- لوگ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تو کہتے ہیں مگر اونھیں معلوم نہیں کہ نیست اور ہست سے کیا مراد ہے؟ نفی کس کی ہو اور اثبات کس کا ہو. کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے ذات وحدہٗ لاشریک کے دُنیا میں کوئی موجود نہیں ہے اور محمد مظہرِ خدا ہیں. پس طالب کو چاہیئے کہ خیالِ غیر نہ آنے دے اور ذاتِ مطلق کو ہر جگہ موجود سمجھے. چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاینما تولو وجہہ اللہ" یعنی جدھر دیکھو ظہورِ ایزدی ہے.

نماز :- نماز دو قسم کی ہوتی ہے. ایک نماز علما، فقہا اور زاہدان کی ہوتی ہے جو صرف قول و فعل تک محدود ہوتی ہے مگر اس سے وصالِ الٰہی میسر نہیں ہوتا. اس کی رسائی صرف عالمِ ملکوتِ نفسانی تک ہے. دوسری نماز انبیاء اولیاء اور خلفاء کی ہے جو حضوریٔ قلب سے ادا کی جاتی ہے اسکا ثمرہ وصالِ الٰہی ہے اور اس کی رسائی عالمِ جبروتِ رحمانی تک ہے. چنانچہ حدیث میں آیا ہے "الانبیا والاولیاء یصلون فی قلوبہم دایما". انبیاء اور اولیا ہمیشہ حضوریٔ قلب سے نماز پڑھتے ہیں.

انبیاء اولیاء ہمیشہ ذکرِ خفی میں رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ہے "ذکر اللسان تعلقۃٌ و ذکر قلب وسوسۃ و ذکر الروح مشاھدۃٌ و ذکر الخفی دایما. یعنی زبانی ذکر تعلق ہے. دلی ذکر ایک قسم کا وسوسہ ہے، روحی ذکر مشاہدۂ الٰہی کا موجب ہے اور ذکرِ خفی ہمیشہ ہوا کرتا ہے" ذکرِ خفی اور نماز حقیقی ترک وجود ہے"

روزہ کی حقیقت :- حقیقی روزہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو تمام دینی دُنیاوی خواہشات سے مبرا رکھے یعنی خواہشِ جنّت اور دنیاوی جاہ و مال وغیرہ سے مبرا رہے.

غیر اللہ کی طرف خیال کرنا. بہشت کی ہوس وغیرہ حقیقی روزہ کو توڑنے والی چیزیں ہیں.

رسولِ خدا نے فرمایا کہ "برغبت عما دون اللہ". یعنی اللہ کے سوا کسی چیز کا دیدار مطلوب نہیں.

رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ "الصوم برؤیتہ وافطر برؤیتہ" یعنی روزہ حقیقی کی ابتدا بھی دیدار الٰہی سے ہے اور انتہا بھی دیدارِ الٰہی پر ہوگی یعنی روزہ کی ابتدا معرفت حق تعالیٰ ہے اور افطار یعنی انتہا قیامت میں دیدارِ الٰہی ہے. بموجب حدیث نبوی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری دیدار الٰہی کے وقت. عوام کے روزہ میں پہلے روزہ ہے اور آخر میں

افطار لیکن حقیقی روزہ میں پہلے افطار ہے اور آخر میں روزہ ہے۔ روزۂ حقیقی کے لئے افطار کی شرط نہیں لیکن افطار کے لئے روزہ شرط ہے۔

تمام لوگ جو روزہ رکھتے ہیں اس میں کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرتے ہیں مگر یہ حقیقی روزہ نہیں ہے بلکہ مجازی ہے۔ اس روزہ میں غیر اللہ کا ترک نہیں ہوتا اور خطرات نفسانی و انسانی حاصل رہتے ہیں۔ ایسے روزہ سے یہ منفعت حاصل ہوتی ہے کہ انسان ناداروں کی بھوک پیاس کا احساس کر سکے اور اُنکی امداد کرے۔

حدیث میں آیا ہے ان اولیاء کی تحت قبائی لا یعرفہم غیری یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اُنکے مرتبہ کو میں ہی جانتا ہوں اور کوئی نہیں جان سکتا۔

سالکانِ غیر مجذوب بجز صحبت مرشدِ کامل معرفت الٰہی حاصل نہیں کر سکتے نہ بلا اصلاحِ باطن اُنکی عالم جبروت تک رسائی ہوتی ہے وہ عالم ناسوت و ملکوت ہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ شہوت پرست اور طالب شہرت ہیں۔

جو علما و فقہا اور سالکین غیر مجذوب ہیں اور کسی مرشد کے فیض صحبت سے مستفیض نہیں ہوئے وہ جذبۂ اسرار الٰہی سے بے بہرہ ہیں۔ گو وہ جبہ و دستار اور جامۂ صوفیا میں ملبوس ہوتے ہیں لیکن بباطن وہ حرص و ہوا اور خواہشاتِ نفسانی میں گرفتار ہوتے ہیں اُن کا مقصد اس جامۂ فقیری سے خدا پرستی نہیں ہوتا بلکہ وہ سراسر طالب جاہ و مال ہوتے ہیں۔ اُنکے کلمہ روزہ اور نماز کی کیا حقیقت ہے۔

جو شخص سالکوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے اُس پر لازم ہے کہ اپنی ہستی اور خودی کو مٹا دے جو لوگ اپنی خودی کو نہیں مٹاتے وہ خواہ صوفیانہ جامہ میں ہی ملبوس ہوں لیکن وہ منزلِ عرفان میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

زکوٰۃ کی حقیقت:۔ از روئے شریعت دو سو دینار میں سے پانچ دینار زکوٰۃ کے ادا کرنا فرض ہے مگر اہلِ طریقت کے نزدیک دو سو میں سے پانچ رکھنا بقیہ سب زکوٰۃ میں دینا لازم ہیں زکوٰۃ آزاد پر فرض ہے غلام پر نہیں۔ جب تک بندہ نفس کی بندگی سے نجات نہ پائے اس وقت تک آزادوں کے زمرہ میں داخل نہیں۔ جب آزاد نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ بندۂ نفس کو جب

پہلے نفس کی بندگی سے آزادی حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ حقیقی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ زکوٰۃ عاقل بالغ پر فرض ہے دیوانہ اور نابالغ پر فرض نہیں۔ پس جو شخص غفلت اور نفسانیت میں مبتلا ہو عارفوں کے نزدیک وہ عاقل بالغ نہیں پس لازم ہے کہ پہلے اس سے نجات حاصل کرے تاکہ حقیقی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

گنجِ حقیقی سرِّ ربوبیت ہے۔ عارفوں کے دل انہیں کے خزانے ہوتے ہیں۔ ان عارفوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے گنجینۂ حقیقی میں سے اسرارِ الٰہی کی زکوٰۃ گمراہوں اور نادانوں کو عطا فرمائیں۔

حج کی حقیقت :- انسان کا دل خانۂ کعبہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے قلب الانسان بیت الرحمان (یعنی انسان کا دل خدا کا گھر ہے) بلکہ دوسری جگہ ارشاد ہے قلب المومنین عرش اللہ تعالیٰ (یعنی انسان کا دل عرشِ الٰہی ہے)

انسان کا وجود بمنزلہ ایک چار دیواری کے ہے۔ اگر اس میں سے شک شبہ اور غیر اللہ کا پردہ دور کر دیا جائے تو دل کے صحن میں ذاتِ حق تعالیٰ کا جلوہ نظر آئے گا۔ یہی حقیقی حج کعبہ ہے۔

حقیقی حج سے مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو اس طرح مٹائے کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دل صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جائے۔

فنا عشق سے حاصل ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کا عاشق ہو گیا وہ فنا فی اللہ ہو گیا اور جو فنا فی اللہ ہو گیا وہ ذاتِ حق کا مظہر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون ۔ (یعنی اے لوگو! میں تمہارے اندر ہوں تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے۔) چونکہ خدا تعالیٰ دل میں رہتا ہے اس لئے دل عرش اور بیت اللہ ہے۔ خاک کے پتلے میں وہ ہی بولنے والا وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ وہ ہی رہنما ہے وہ ہی راہگیر۔

پیغمبروں کی مثال اطبا کی سی ہے جو طرح طرح کے مریضوں کو مرض کے مطابق دوا دیتے ہیں۔ اسی طرح پیغمبران بھی روحانی استعداد اور باطنی امراض کے مطابق دوا دیتے ہیں۔ معرفت عطا فرماتے ہیں تاکہ مریض روحانی شفائے کلی حاصل کر کے عارفِ خدا ہو جائے۔

پہلا گروہ عوام عالم کا ہے۔ یہ لوگ اربابِ ظاہر کہلاتے ہیں اور راہِ شریعت پر چلنے والے ہیں عشق الٰہی کی چار سیڑھیوں میں سے پہلی سیڑھی پر یہ گامزن ہوتے ہیں۔ اگر اس حالت میں مر جائیں

تو ظاہر پرستی میں رہے۔ دوسرا گروہ عوام الخاص کا ہے۔ یہ گروہ روحانیت کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے لیکن چونکہ اس گروہ کے لوگ رموز باطنی سے بے بہرہ ہوتے ہیں، اس لئے کبھی دنیا کے طالب ہوتے ہیں کبھی دین کے۔ انکی باطنی آنکھیں پورے طور پر نورِ باطنی سے منور نہیں ہوتیں اس گروہ کو اہلِ طریقت کہتے ہیں۔ تیسرا گروہ خواص کا ہے۔ یہ اہلِ حقیقت کہلاتے ہیں۔ چوتھا گروہ خاص الخاص کا ہے انھیں اہلِ معرفت کہتے ہیں۔ اسرارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ نااہل عوام الناس کو نہیں بیجانی۔

تمام اشیاء مظہرِ الٰہی ہیں درحقیقت سب ایک ہی ہیں البتہ ظہور کی صفات مختلف ہیں جیسا کہ مطلب ایک ہوتا ہے مگر مختلف عبارتوں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذات صرف ایک ہی ہے۔ لیکن اس کے مظہر مختلف ہیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے ان اللہ علیٰ کل شئ محیط (یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے) لیکن انسان کو تمام مخلوقات پر شرف بزرگی حاصل ہے۔" ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہٖ" یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور "فضلنا بعضکم علیٰ بعض" کے بموجب ان میں بھی آپس میں امتیاز رکھا ہے۔[1]

تعلیمات بالکتب :۔ یہاں حضرت خواجہ کی بعض وہ تعلیمات مختصراً لکھی جاتی ہیں جو آپ نے اپنی مروجہ کتابوں میں ارقام فرمائی ہیں۔ ان میں سے کتاب گنج اسرار آپ نے بفرمان مرشد سلطان شمس الدین التمش کی اصلاح کے لئے مرتب فرمائی ہے۔ دوسری کشف الاسرار ہے۔ ان ہر دو کی تعلیمات کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

خلاصہ کشف الاسرار۔ باب اوّل :۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اوّل خود کو خود میں جلوہ گر کیا اور اپنے نور سے ایک نور جدا کرکے خود کا خود میں تماشہ کیا اور اپنا تماشہ آپ ہی دکھایا۔ یہ عاشق و عشق و معشوق تھے اور اپنے نور سے جو مثل نقطہ کے تھا بلکہ اندرون نقطہ تھا۔ نورِ محمدی کا کرہ جدا کیا۔ اس نورِ مبارک کا نقطہ، دائرہ اس طرح کا ہے ۹۹ دبقول دیگر ایسا ہے [illegible] یہ ایک بڑا بھید ہے جو بغیر مرشد کامل ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا۔

پس یہ جو کچھ ہوا وہ حرکت میں جنبش آنے سے ہوا یہ جنبش بادِ قدرت سے ہوئی اور جو بادِ قدرت

---

[1] ایک حدیث اس طرح بھی ہے۔" خلق الانسان صورتہٖ [2] دیکھو اسرارِ حقیقی (ترجمہ) ص ۲۲ الغایۃ ۲۳

سے ہوئی اور جو بادِ اسرافیل کے منہ میں ہے وہ اسی بادِ قدرت کا پرتو ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے کرہ نورِ محمدی کو جدا کیا۔ تمام کائنات اس کرہ میں ہمہ صفت کے ساتھ موجود تھی پھر اس نورِ محمدی کے کرہ کو اللہ تعالیٰ نے بصورت ستارہ کر دیا اور اسی ہزار سال تک اس کو محبت کی نظر سے دیکھا اور ستر سال تک اُسے جلال کی نظر سے دیکھا۔ پس اس نور سے نار پیدا کی اور نار سے باد پیدا کی اور باد سے پانی بنایا اور آب سے خاک بنائی اور بادِ قدرت نے چہار عناصر الگ الگ کر دیئے۔ عارفوں کے نزدیک وہ نار باد سے تھی اور مدت تک اپنے تن سے اُس نے باد حاصل کی اور اس سے آواز پیدا ہوئی وہ آواز یاھُو کی تھی جو باہر آئی۔ ھُو کی دو آنکھیں ہیں ایک راست دوسری چپ۔ دائرہ راست کو قدرت نے مخفی رکھا اور دائرہ چپ سے جوہر اشیا پیدا کیں۔

بعد ازاں چار طبع عناصر سے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا جب قالب تیار ہو گیا تو ہر چہار عناصر کو یکجا کیا اور اوّل نور نے سر میں پھر آتش نے آنکھوں میں۔ باد نے ناف پر اور آب نے زیرِ زبان قیام کیا اور خاک نے پہلوئے چپ میں سکونت اختیار کی۔

خلاصہ کشف الاسرار باب دوم:۔ اللہ تعالیٰ نے ہمہ عدم کو اس طرح وجود بخشا کہ اربعہ عناصر سے چار وجود پیدا کئے نیز چار نفس تخلیق فرمائے جب خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ خود کو خود سے دیکھے اور اپنی خدائی کو ظاہر کرے تو ذاتِ مطلق نے یہ چار مراتب گوہر پیدا کئے جو اس طرح چار رکن ہوئے۔
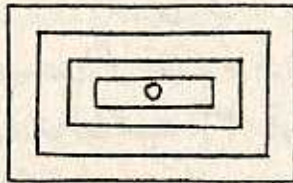
یہ ذات سے جدا کرنے کے بعد اس سہ پایہ شکل "m" کے ہو گئے تھے اور چہار طبع یعنی آتش جس کا عشق ہے، باد جس کا روح ہے، پانی جس کا فعل ہے اور خاک جس کا نفس سے تعلق ہے۔ اسی طرح کے حضرت محمد مصطفےٰ کے چار یار اور چار حق تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں۔ نفس امارہ کا آگ سے نفس

ماہیہ کا پانی سے اور نفس مطمئنہ کا خاک سے تعلق ہے پس اس آیۃ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسکم افلا تبصرون کے مطابق جو کچھ آفاق میں ہے وہ سب انسان کے وجود میں پیدا کیا گیا۔

جس طرح تخلیق عالم میں چار فصلیں ہیں۔ اسی طرح وجود انسان میں طفل تابستانی، ربیع جوانی خزاں کاہلی اور خریف پیری ہے۔

زبان دل سے پانی لیتی ہے جو شیریں ہے۔ ناک پھیپھڑے سے پانی لیتی ہے یہ ترش ہے۔ کان پتہ سے پانی لیتا ہے۔ یہ آب تلخ ہے اور آنکھ جگر سے پانی لیتی ہے یہ پانی شور ہے۔

عقل دماغ میں ہے۔ حیا آنکھ میں، فہم کان میں، علم سینہ میں، فکر دل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار گرہ پیدا کئے ہیں۔ اول آتش، دوئم باد، سوئم آب، چہارم خاک ہے۔ فلک پر زبدۂ عقد ہے اور زیر عقدہ عقدہ نشیں ہے۔ زیر زبدہ آتش باد ہے زیر زبدہ باد آب ہے اور زیر زبدہ آب خاک ہے اور انہی سے نزول و عروج ہیں۔ زبدۂ خاک سے نباتات ہیں اور زبدۂ نباتات سے زبدۂ حیوانات ہیں اور زبدۂ حیوانات سے انسان ہے اور انسان کا اخلاص نورِ محمدی ہے اور کل وجہ حق ہے۔ اس کی تفصیلات بہت ہیں مگر طالب کے کام کے لئے جو ضروری ہیں وہ یہاں بیان کر دی گئی ہیں۔

خلاصہ تعلیمات مندرجہ کنجل اسرار یا گنج اسرار مرتبہ خواجہ معین الدین چشتیؒ :-

آپ فرماتے ہیں کہ سخنہائے معانی، رموزاتِ معرفت، راہِ حقیقت، اطاعت باطن، استقامت راہِ عشق و محبت اور پاسبانی عنایت قربِ حضرت ہر ایک کا کام نہیں۔ ہزاروں سالکوں میں سے ایک اور بہت سے زاہدوں میں سے کوئی مرشد کامل کی تلقین سے سالک مجذوب ہوتا ہے اور علم معرفت عالمِ جبروت و قربِ حضرت کی انتفاعت حاصل کرتا ہے ؎

"از راہِ عقل بگذر اے زاہدِ بیائی — در کوئے عشق بنشیں گر طالب خدائی"

اگرچہ اس کتاب (کنجل اسرار یا گنج اسرار) میں روحانی راہیں پچیس معرفتوں پر لکھدی گئی ہیں لیکن پھر بھی برائے انتفاعت تربیت اور جذبۂ اصلاحِ باطن کے لئے مرشدِ کامل سے رابطہ کی ضرورت ہے ؎

"تا نیفتد بر تو مردے را نظر
کے بیابی راہِ دل از جاں خبر"

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے "اوّل ما خلق اللہ نوراً محیط" یعنی اللہ تعالیٰ نے بجمال انوار و تجلیات جلالت پہلے اپنے نور کا اظہار فرمایا وہ نور لامحدود بے پایاں ہے اور اُس کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں ہے اور مثل نورِ آفتاب وہ ہر شے پر محیط ہے پھر اس نورِ نامحدود نامتناہی نے اپنی قدرت سے نورِ محمدی پیدا کیا اور یہ دونوں نور مثل ماہتاب کے نور کے آسمان پر تاباں ہیں اسی ایک نور سے دو نور ہیں اور دونوں انوار کی اصل ایک ہے بعد ازاں نورِ محمدی سے کل مخلوقات اور موجودات کی ارواح کا اظہار فرمایا مگر اوّل کامل انسانوں کی ارواح پیدا کیں. ارشاد باری تعالیٰ ہے. "الانسان سرّی و انا سرّہ صفتی" یعنی انسان میرا بھید ہے اور انسان کامل میری معرفت حاصل کرتے ہیں اور مجھ کو دلیں پہچان لیتے ہیں اور مجھ تک پہونچتے ہیں. اگر انسان کامل پیدا نہ ہوتے تو ہژدہ ہزار عالم میں سے کسی کو دنیا میں میری معرفت حاصل نہ ہوتی. کامل انسانوں کو پیدا کرنے سے میرا یہ مقصد ہے کہ حق شناسی اور حق پرستی ہو اور لوگ مجھے پہچانیں اس لئے انسانوں کی روح سے پہلے انسانِ کامل حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا.

معرفت اوّل شریعت کا جاننا اور دریافت کرنا:۔ علمِ شریعت عالمِ ناسوت کی استقامت میں تعلیم تحصیل کسب حاصل کرنا ہے. پہلے بندیان کے لئے پیوستن علم شریعت کا فرض ہے اور علم بالابدیہ ہے کہ لوگ لکھنا پڑھنا جانیں، اوّل علم حاصل کریں پھر سلوک میں آئیں.

مومن متقی کے لئے تین چیزیں علم، عمل و اخلاص ضروری ہیں. عمل بلا اخلاص جو خلق کو دکھانے کے لئے ہو شرک ہے. دل نظرگاہِ حق ہے. علم شریعت حاصل کرنا سب پر فرض ہے یعنی صلوٰۃ و صوم، زکوٰۃ و حج و طہارت حاصل کرنا کمالیت اسلام ہے. جو لوگ علمِ ظاہر رکھتے ہیں لیکن عمل اخلاص نہیں رکھتے وہ مومن نہیں ہیں بلا اخلاص عمل سے کچھ فائدہ نہیں. علم حقیقت بلا مرشدِ کامل کی تلقین کے حاصل نہیں ہوتا.

معرفت دوم طہارت و نظافت و ظاہر و باطن:۔ بنائے دین نظافت پر ہے لیکن نظافت صرف ظاہر پاکی پر منحصر نہیں ہے. وضو و غسل آسان تر ہیں خاص و عام کے لئے. اعضائے اربعہ کی پاکی اسلام اور نظرگاہِ خلائق ہے اور نفس کے لئے رغبت و نصیحت لیکن نظافت باطنی طہارتِ دل و جان ہے اس کا مقام عالی ہے. نظافت سے مراد ظاہرہ پاکی نہیں ہے بلکہ عمل میں خلوص کا ہونا ہے. معرفت حق تعالیٰ کے لئے کمالیتِ طہارتِ باطن یعنی دل کی پاکی ضروری ہے. یہ طہارت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب جذبۂ اصلاحِ باطن سے خالص نیت دل کے ساتھ شہوات، حرص و ہوا، دروغ اور دیگر مذمومات

سے پاک ہو جائے۔ شکم کو لقمۂ حرام و شبہ، طمع، ریا، دزدی و غضبی سے محفوظ رکھے۔ پشت کو اس طرح دھوئے کہ جامۂ وجہ حرام و شبہ سے پرہیز کرے اور اعضا اس طرح دھونے چاہئیں کہ آنکھ سے نادیدنی اور کان سے ناشنیدنی۔ ہاتھ کو حرام ناوجہ کے چھونے اور پاؤں کو بے محل جانے سے باز رکھے۔

جب عبادات روحانی سے روح غالب آجاتی ہے تو اقوال و افعال سے کارہائے رحمانی حاصل ہوتے ہیں مگر جب غیر یاد سے نفس سرکش ہو جاتا ہے تو اقوال و افعال سے نفسانی اور شیطانی کام سرزد ہوتے ہیں۔ پس چاہئے کہ شیطان سے کنارہ کرے اور کلمۂ تمجید اور تسبیح کو اختیار کرے اور کم کھائے کم بولے کم سوئے اور خلقت سے کم صحبت رکھے تاکہ سرکشی و گمراہی میں نہ پڑ جائے۔

معرفت سوئم علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت:۔ عالمِ ناسوت کی معرفت شریعت، عالمِ ملکوت نفسانی کی طریقت، عالمِ جبروت روحانی کی حقیقت اور عالمِ لاہوت رحمانی کی معرفت حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔

عالمِ ناسوت یہ جہان ہے۔ عالمِ ملکوت وہ جہان ہے۔ عالمِ جبروت قربِ حق تعالیٰ ہے اور عالمِ لاہوت نہ یہ جہان ہے نہ وہ جہان وہ بلکہ اتصال مع اللہ ہے۔

معرفت عالمِ ملکوت کلمۂ لا الٰہ الا اللہ زبان سے اس طرح کہنے سے حاصل ہوتی ہے کہ لا الٰہ کو چھوڑ کر حقیقت الا اللہ تک پہونچے۔ حدیث میں آیا ہے رأیت ربی بعین انی فی قلبی احسن صورۃ۔ اوّل نور لا الٰہ الا اللہ کو نور محمد الرسول کے پردہ میں اس طرح دیکھے کہ نورِ ماہتاب درمیان نورِ آفتاب کے ہے۔ دوئم نور محمد کو نور اللہ میں اس طرح دیکھے جیسے کہ نورِ آفتاب درمیان نورِ ماہتاب کے ہے اور نور محمد کو نور اللہ میں اس طرح دیکھے کہ نورِ کواکب نورِ ماہتاب میں ہے۔ پس لا الٰہ الا اللہ سے گذر کر اللہ پر پہونچے۔ جب اس جگہ پر پہونچے گا مومن ہو جائیگا۔

اے عزیز لا الٰہ کو ترکِ نفی سمجھ اور الا اللہ کو معرفتِ حق تعالیٰ جان۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ خلق گناہ سے توبہ کرتی ہے اور میں لا الٰہ کہنے سے تائب ہوتا ہوں۔ درویش ہرگز شریعت کے خلاف نہیں کہا کرتا۔

مشغول ہونے سے پہلے اور بعد سالک کو تمام کلمہ پڑھنا واجب ہے لیکن استقامت عالمِ حقیقت جذبۂ اصلاح باطن کی تربیت اور اطاعت، عالمِ جبروت کے لئے سوائے اسم ذات اللہ کے اور کچھ مناسب نہیں۔

فرماتے ہیں:-

بیان کردہ‌ام با تو من لا الٰہ ۔ ز غیرش بپرہیز د بنگر اللہ
بنفی چہ حاجت کہ نفی کن ۔ فنا بالبقا چند دہم زنی
اللہ است جملہ حقیقت بداں ۔ من و تو طلسم است اندر میاں
بگویم ترا بگذر از علم قال ۔ سخن تشنوائے عاشق علم حال
کے در شریعت بود کور دل ۔ بعقباش ہمچو بماند خجل

اکابر صدر نشیں ہیں جو اس کا دم بھرتے ہیں اور اس کی راہ میں قدم رکھتے ہیں تاکہ دنیا و دوں سے مبرا ہو جائیں ؎

کدامے می کہ آنرا عشق نام است ۔ دو عالم پیش وے ہمچو غلام است

معرفت چہارم جذبۂ اصلاحِ باطن کی پہچان اور راہِ حقیقت میں استقامت

جب نویں صدی گذر جائیگی اس وقت آخر زمانہ میں عالمان، زاہدان اور صوفیان بے مرشد یعنی بے مرشد سالک غیر مجذوب بجائے عبادت کے اپنی خواہشات میں مبتلا ہونگے اور جبہ و دستار پہننے سے صرف ظاہرا دکھاوٹ مقصود ہوگی۔ بکثرت لوگ شکم پرستی میں مبتلا ہو جائینگے اور بعض علما و زہاد حرص دنیا اور نفس پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے اور معرفت حق پرستی کی کوئی عبادت ان میں نہ ہوگی بلکہ حق تعالیٰ کی معرفت سے دُور ہونگے۔ اس گروہ کی حقیقت حال اولیاء اللہ جانتے ہیں۔ یہ حضرات خلوت میں ہمیشہ یادِ الٰہی کرتے ہیں۔

وصالِ حق کے لئے دل و جان سے عمل باطنی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جب علم کی تعلیم سے از راہ اخلاص اصلاح باطن حاصل ہوتی ہے وہ علم لدنی ہے یہ علم علم خدا ہے اسکا تقدس ہر ایک پر ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ رموز کثیر اگر کوئی سُنے تو اُسے طاقت سماعت نہ رہے۔ کم ہمت والے اہلِ شریعت علما و زاہدان جب سر اللہ یعنی اسرارِ حقیقت عارفانِ کامل میں سے کچھ سُنتے ہیں تو باور نہیں کرتے۔ کہتے ہیں یہ ممکن نہیں۔ اس لئے معرفت اصلاح باطن، اطاعت و پاسبانی عالم جبروت کی زینت سوائے طالبِ صادق و انسانِ کامل کے اور کسی کو نہ دینا چاہیئے۔ آدمی کا مجموعہ معرفت نفس و دل و روح ہے۔ نفس جائے شیطانی ہے۔ دل مجموعۂ فرشتگان ہے اور روح نظرگاہِ رحمانی ہے۔ یعنی صفت نفس اس جہاں کی۔ صفت دل ہشت جاویداں کی اور صفت روح اسرارِ ربانی کی طلب ہے۔ بندۂ مومن دلیس

خدا کو بہت یاد کرتا ہے اور زیادہ یاد دوست کو محبوب رکھنے کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

اے عزیز زبان سے یاد کرنا یا ذکر کرنا علمِ قال ہے۔ جب تک سالک صادق عقل سے فارغ نہیں ہوتا۔ استقامت، محویت حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کثرت سے اطاعت باطن میں مستغرق اور محو نہیں ہوتا کمالیتِ قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوتی۔ جس وعقل دو مقام ہیں دونوں کا خدا کی طرف راستہ نہیں ہے۔ یہ دونوں مقامات قال کے ہیں۔ عالم ناسوت و ملکوت قال ہیں اور عشق و علم (علم لدنی) حال ہیں۔ قربِ حق کا قال سے تعلق نہیں خزانۂ اسرار حقیقت دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے۔

مومن کا دل مونس اور محب ہوتا ہے اور اسرار دوست کا مقام ہے۔ مومن کا پاک دل عرش اللہ تعالیٰ، بیت الاقصیٰ اور بیت الکعبہ ہے۔ جب تک خدا کی راہ میں دل سے نہ آئیگا۔ خدا کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوگا۔ مرشد کے سوا اور کسی سے زبان دل کے ساتھ سوال نہ کر۔ یہ بھی علمِ قال ہے کہ کوئی کہے میں نے فلاں بزرگ سے فلاں سلسلہ کا خرقہ حاصل کیا۔ اے عزیز درویشی اختیار کر عاقل ترین انسان اہلِ معرفت و درویش ہیں۔ سالک مجذوب اور مجذوب سالک صحبت، تربیت، بیعت اور ارادت کے لائق ہوتے ہیں۔ ایک جماعت مشائخ کی کہ لادین لہ، لمن لا شیخ لہ کو فرض جانتی ہے۔

معرفت پنجم حق سبحانہٗ تعالیٰ با رسالت پناہ :- حضرت احمد غزالیؒ کے ملفوظات

میں منقول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ سید المرسلین نے معراج کی شب میں مقام منزلت سدرۃ المنتہیٰ میں تشریف فرما ہو کر ہر چہار طرف قدرت عظمت جلالت، حجابہائے نور اور تجلی آفتاب سے زیادہ روشن و منور دیکھی۔ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے نوّے ہزار باتیں رسول اللہ کو تلقین فرمائیں۔ ندا آئی ان میں سے تیس ہزار اپنی امت کو تلقین کیجئے جو اطاعت ظاہر عبادات، تجلیات عالم ناسوت اور استقامتِ علم شریعت سے متعلق ہیں اور تیس ہزار سخنہائے عبادات تکلمات اسمار صفات عمارات عالم ملکوت اور استقامت عالم طریقت سے متعلق ہیں اور بقیہ تیس ہزار پوشیدہ دنیا پر سیدہ کو ظاہر نہ کرو۔ علم حقیقت اسرار الٰہی کا خزانہ ہے۔ یہ علم علما و زاہدان سے نہ پوچھنا چاہیئے۔ اس کی تعلیم مرشد دیتا ہے جب سالک یہ تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوس بندہ پر عشق و محبت کے ساتھ نظرِ رحمت کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے محمدؐ میں نے تیری محبت سے ہژدہ ہزار عالم پیدا کئے لیکن اپنی عنایت کے اسرار، جذبۂ عشق و محبت کا حصول، ہدایت باطن اور راہِ حقیقت میرے خزانہ کے اسرار ہیں

میرا بھید انسان ہے اور انسان کامل میری معرفت حاصل کرتا ہے اور مجھکو دل میں پہچان لیتا ہے۔
بر سرِ راہ عشق میں ہی ہوں اور وجودِ ظاہر و باطن کی ہستی میری ہستی ہے۔

اون علما و زاہدوں پر تعجب ہے جو تیری اُمّت میں نہ مجھے درمیان میں لاتے ہیں نہ میرا خیال کرتے ہیں نہ اطاعت باطن سے مجھے پہچانتے ہیں اور اپنی ہستی میں گرفتار ہیں یہ مثل بہائم کے ہیں اور اُن کا اسلام مجازی دوزخ کے لئے ہے۔ اے محمدؐ! جو بندہ تیرا اور میرا مشتاق ہوتا ہے خلقت اوس کی مشتاق ہوتی ہے۔ اے محمدؐ! میں اس کا دوست ہوں جو مجھے دل سے دوست رکھتا ہے اور مجھے دل سے یاد کرتا ہے اور نہیں بھولتا۔

معرفت ششم بیان قرآن:۔ قد جاءکم من اللہ نورٌ وکتاب مبین حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ نور ہیں اور کلام مجید بھی نور ہے مگر یہ نور تلاوتِ حفظِ قلوب میں معرفت جذبۂ اصلاحِ باطن سے تلاش کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید تین طرح پر ہے اوّل یہ کہ وہ کلام جس کی ابتدا و انتہا سیاہی کیساتھ کاغذ پر لکھنے سے ہوئی یہ مخلوق ہے۔ اس کی تلاوت زبانی عالموں، زاہدوں اور عام مخلوق کے لئے کمالیتِ اسلام کے واسطے لازم ہے۔

دوئم وہ قرآن ہے جس میں تعریفات کلام ربّانی، اسمائے حروف لدنی ہیں اور تفسیر علمِ لدنی غیر مخلوق ہے۔ تیسرا قرآن وہ ہے جس میں وہ تعریفاتِ کلامِ ربّانی، سخنہائے معانی رموزات کلمات قدسی ہیں جن سے کمالیت استغراق و مستی میں حق تعالیٰ کی ذات میں محو ہو کر اوریا اور عاشقانِ خدا زبانِ دِل سے معرفت اور عشق و محبت تلقین کرتے ہیں۔

کلمات قدسی کی تفسیرات مرشد کی تلقین کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔ جب طالب صادق مدت تک مرشدِ کامل کی صحبت میں رہکر علم حال کا کمال حاصل کرلیتا ہے تو بعنایت ایزدی کشف و کرامات کے اظہار سے استقامت حاصل ہوتی ہے۔

معرفت ہفتم تربیات حضرت رسالتؐ فہم پیوستن اطاعت:۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن سیّدالمرسلین علیہ السّلام مقامِ خلوت میں حضرت ابوبکرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حسنین علیہم السلام۔ ابوہریرہؓ اور حضرت بلالؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے اور طالبانِ راہِ حقیقت اور جو بندگانِ قربِ حق کے لئے تعریفات معانی، رموزات اور تلقین معرفت فرما رہے تھے کہ اتنے میں

حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے۔ سیّد المرسلین نے خاموشی اختیار فرمائی۔ یاروں کو خیال ہوا کہ رسول اللہ نے حضرت عمرؓ سے یہ راز چھپائے۔ سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ شیر خوار بچے کو حلوۂ شیریں اور گوشت کھانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے مگر جب بڑا ہو جائے تو نہیں ہوتی۔

حضرت عمرؓ نے رسولِ خدا سے پوچھا کہ "خدا کہاں ہے؟" سرورِ عالم نے فرمایا "بندوں کے دلوں میں" پھر دریافت کیا "دل کی معرفت کس طرح ہے؟" آنحضرت نے ارشاد فرمایا "مومن کا قلب آئینۂ خدا ہے۔ یہ خدا کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے اور رات دن اس کی نظر مومن اور مسلم کے قلب پر ہے۔"

پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ "مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟" فرمایا کہ "مومن دل سے ذکرِ خفی کرتا ہے۔ مسلم کا دل ذکرِ خفی نہیں کرتا۔ یعنی عبادات میں مومن اور مسلم میں یہ فرق ہے کہ زاہد مسلم اور عارف مومن ہے۔"

ایک دن سرورِ عالم نے اپنے یاران سے فرمایا "خدا کا حکم آیا ہے کہ خدا کی رضامندی کے لئے سخاوت کرنا چاہئے اور میری راہ میں وہ چیز دینا چاہئے جو دل و جان سے عزیز ہو۔"

معرفت ہشتم در بیان اقسام کفر و توبہ :-

اہلِ سلوک کے نزدیک کفرِ ضلالت کی پہچان یہ ہے کہ آدمی نجات و مغفرت کے لئے عبادت کرے۔ یعنی حرصِ بہشت، حصول حور و قصور، بخوفِ دوزخ و تلخیٔ جاں کنی و سوالِ منکر نکیر و حساب روزِ قیامت اور پلصراط طے کرنے کے لئے جو عبادات کی جاتی ہیں وہ اپنے وجود کی آسائش کے لئے ہوتی ہیں۔ خدا کے لئے نہیں ہوتیں۔ اس لئے ایسی عبادات اعمالِ نفسانی ہیں اور ہر عبادت نفسانی بُت پرستی ہے اور بت پرستی کفر ضلالت ہے۔ اس لئے مخلص اہلِ معرفت ایسے تفرقۂ باطنی اور خطرات کو کفر ضلالت کہتے ہیں۔

"یکے زاہد دو صد بت می پرستد   من مسکیں یکے را می پرستم"

جو لوگ اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ مجالس میں وہ صدر نشیں ہوں، لوگ اُن کے مرید ہو جائیں مخلوق اُنکی اطاعت کرے وغیرہ وغیرہ ایسی عبادت بھی خود پرستی ہے چونکہ اُنکے دل میں اخلاص حق پرستی نہیں ہوتا اس لئے یہ بُت پرستی ہے اور بُت پرستی کار شیطانی ہے۔ مخلصانِ صادق اہلِ معرفت اس قسم کے تفرقاتِ باطنی کو بھی کفرِ ضلالت کہتے ہیں۔

"کجا ماند مسلمانی چو کفر از زہد برخیزد مسلماں کے شود مومن چو کفر از عرش برخیزد"

جو عبادات دنیاوی اور افلاکی نیازمندی اور حظ کونین کے لئے کی جاتی ہے یعنی جس عبادت میں حرص و ہوا اور دو جہان میں اُمید عیش و خوشی حاصل کرنے کا خطرہ دل میں آجائے وہ بت باطنی ہے اور سالکوں کے نزدیک بت پرستی ہے حق پرستی نہیں ہے۔ ایسی عبادت سے ہرگز خدا تک رسائی نہیں ہوتی۔ مخلصانِ کرم اہلِ معرفت ایسے خطراتِ نفسانی کو کفرِ دری کہتے ہیں۔

دل یکے منظریست ربانی خانہ دیوار راچہ دل خوانی

دل حقیقی است کعبۂ مقصود از برائے صلوٰۃ رحمانی

تو درون نماز دل بریں کشتہا میکند بھانی

ایں چنیں حالت پریشاں را شرم نایدہ نماز میخوانی

جس عبادت میں یہ خیال ہو کہ لوگ اس کی وجہ سے دنیاوی تحائف پیش کرینگے ایسی عبادت سے وصالِ حق میسر نہیں ہوتا۔ مخلص اہلِ معرفت اس کو کفرِ زناری کہتے ہیں۔

بت بود در راہِ حق چوں غیر اوست در رہِ حق بت شکن باید شدن

عبادت میں اس قسم کے خطرات آنا کہ خدا دل میں کہاں ہے وغیرہ وغیرہ مخلص اہلِ معرفت کے نزدیک یہ کفرِ مذموم ہے۔

گر فقیر است لیک شور انگیز دیو خیزد بروز رستا خیز

در بود زہد از پئے ابصار ہیزم دوزخ است لیکن تیز

اگر نماز میں امام کو تکبیرِ اوّل کے بعد یہ خیال آئے کہ قرارت دراز کروں یا مختصر وغیرہ وغیرہ اور اگر سنتوں میں مصطفےٰ کی طرف اور فرضوں میں خدا کی طرف دل متوجہ ہو ایسے خطرات کو غیر اللہ کہتے ہیں مخلصانِ اہلِ سلوک اسے کفرِ معصوم کہتے ہیں۔

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز کہ در چشم خلق گذاری دراز

کفرِ مجازی یہ ہے کہ کثرتِ اعمال اور رسوم عبادات سے مخلوق میں شہرت اور تعریف کا خواستگار ہو یعنی مخلوق کو بلا درمیان خدا اپنی حاجات برآری کا ذریعہ جانے اور ان سے فتوحات کی اُمید رکھے چونکہ یہ امر غیر اللہ ہے اس لئے ایسے خطرات کا دل میں آنا بت ہے۔ مخلص اہلِ سلوک اس کو کفرِ مجازی کہتے ہیں

جب سالک مجذوب عبادات خفیات میں عالمِ جبروت میں مشغول ہو اور ناگاہ مقام اخلاص عشق و محبت میں تلون پیدا ہو جائے اور متوقف ہو جائے یا دل مشغول بحق ہو اور وجد قوالوں کی خوش الحانی یا کلام کے مطالب وغیرہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ مخلصان اہلِ معرفت ایسے خطرات قدسی کو کفر حقیقی کہتے ہیں۔ جب سالک مجذوب کفر حقیقی کی منزل طے کر لیتا ہے اس وقت اتصال مع اللہ کی کمالیت کو پہنچتا ہے۔

عشق را با کافری خویشی بود کافری خود عین درویشی بود"

چاہیئے کہ علم شریعت حاصل کرے اور حرام و حلال کو پہچانے یعنی اس فرق کو جانے کہ فلاں کام شرعاً روا نہیں ہے اور فلاں روا ہے۔ اگر کوئی راہزنی، چوری، قمار بازی وغیرہ میں اس خیال سے مصروف ہے کہ آخر عمر میں توبہ کر لونگا ایسی توبہ کو توبہ اختیاری کہتے ہیں۔ لیکن توبہ نصوحی اس کو کہتے ہیں کہ ہر گناہ اور خطا کو یاد کر کے عذر خواہ ہو اور توبہ کرے یعنی پھر اس کو اختیار نہ کرے۔

جو اپنی دنیاوی حاجت براری کے لئے غفلت اور کارہائے نفسانی اختیار کرے یعنی اس مقصد کے حصول کے لئے جھوٹ اور غیبت وغیرہ اختیار کرے اور اپنے گناہ بھول کر دوسروں کی عیب جوئی کرے گناہ کو گناہ نہ جانے اور ہر روز توبہ کرے پھر گناہ کرے یعنی فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے تو حق تعالےٰ ایسی توبہ قبول نہیں کرتا۔ اہلِ معرفت ایسی توبہ کو مجازی توبہ کہتے ہیں۔

معرفتِ توبہ حقیقی یہ ہے کہ عبادات خفیات میں جب سالک کے دل میں تفرقہ، خطراتِ دنیاوی و عقبائی آئے تو فوراً دل میں استغفراللہ کہے مگر یہ چیز بغیر تربیتِ مرشدِ کامل حاصل نہیں ہوتی اور اس کی شرح بغیر معرفت جذبۂ اصلاح باطن کے ممکن نہیں۔

نخستیں توبہ باید کرد عبادت بہردم توبہ باید پس عبادت
بہر یک فرض آمد توبہ کردن بہردم توبہ کن تا وقت مردن

معرفت نہم عرفان مذہبِ حقیقی:۔ مذہب حقیقی یہ ہے کہ مرشد کی متابعت اور پیروی کرے یعنی اطاعتِ باطن میں پیرو مرشد مثل راہ کے ہے اور رہنما خدا ہوتا ہے لیکن مذہب مخلص ہوتا ہے نہ کہ مخلط۔ اختلاط توقف ہے اور اخلاص ترقی ہے۔ اخلاصِ متقیان طلب معرفت حق تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے۔

اے عزیز! مذہب مجازی دُور کی آواز ہے۔ مذہب اس لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ طالب کو

مطلوب تک پہونچا دے۔ کوئی مذہب اس سے بہتر نہیں ہے کہ ابتدائی حالت میں طالب ترکِ عادت کرے کیونکہ عادت پرستی مذہبِ حقیقی سے دور ہے۔ جب طالبِ صادق منتہی ہو جاتا ہے تو وہ سوائے مذہبِ محبوب کے اور کسی سے مطلب نہیں رکھتا۔

اگر مذہب آدمی کو خدا تک پہونچائے اسلام ہے اور اگر اس بارہ میں رہبری نہ کرے تو کفرِ مذہب ہے۔ اہلِ حقیقت کے نزدیک اسلام وہ ہے جو خدا تک پہونچا دے اور کفر وہ ہے جو اس سے دور کر دے لیکن طالبِ صادق کو نہ مذہب سے کام ہوتا ہے نہ نہندۂ مذہب سے نہ کسی دوسرے کے مذہب سے بلکہ اہلِ معرفت سوائے حق تعالیٰ کے مذہب کے کسی دوسرے مذہب کو نہیں جانتے۔

"آتش بزنم سوزم ایں مذہب و کیش | عشقت بنہم بجائے آں مذہب خویش
تا کے دارم عشق نہاں در دلِ خویش | مقصودِ تحق است نہ دیں است و نہ کیش

جو مرید بجود حاضر و برخلق ناظر محبوبت نہ رکھتا ہو اور جس نے فنا در فنا کا مزا نہ چکھا ہو بلکہ ابھی قلمِ شریعت و قدمِ طریقت میں ہو۔ محبوب کے وصال سے محروم ہے۔ خواجہ جنید بغدادیؒ سے مریدوں نے پوچھا "آپ کا کیا مذہب ہے؟" فرمایا "میں خدا کے مذہب پر ہوں" مذہب دو طرح پر ہے ایک مذہبِ شریعت ہے دوسرا مذہبِ حقیقت ہے۔

معرفت دہم دریافتن جمعہ: "قلب المومن بیت الجمعۃ" قلبِ مومن مقامِ جمعہ ہے۔ جمعہ قلوب میں ساکین کا جمع ہے۔ دل میں جمعہ حقیقی حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ جب معراجِ قلبی (جمعہ الہٰی) دل میں حاصل ہو جاتی ہے تو کثرتِ تلاوت حفظِ قلوب اور اطاعت باطن سے طالبِ صادق جمعۃ الجمعہ تک پہونچتا ہے۔ اس جمیل کا جمال جمعیتِ ابدی میں حاصل ہوتا ہے اور جمالِ حقیقی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

اے عزیز! وہ نماز رحمانی نہیں جس میں قیام، قعود، رکوع اور سجود کی حرکت میں من و تو درمیان میں رہے ۔

من مستِ خرابات نمازے کہ گذارم | در وے نہ قیام نہ رکوع نہ سجودے
در خلوتِ دل تا نبود الفتِ توحید | حق را نتواں یافت ازیں قیام و قعودے

وہ نماز رحمانی نہیں ہے جس میں ظاہر حق پرستی ہو مگر عملاً نفسانی ہو۔

"نمازِ عاشقاں سرِّیست پنہاں — ہمو داند کہ دایم در نماز است
چہ داند متقی نادان ایں سر — ہمیشہ جان عاشق در نماز است"

"در خلوتے کہ بنید عاشق جمالِ جاناں — باید کہ در میانہ غیرے نظر نباشد"

اعتکاف تین طرح پر ہے یعنی اعتکاف ناسوتی ۔ ملکوتی ۔ جبروتی ۔ حضرت عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ طالبِ صادق مرشد کی تربیت سے دس سال میں قرب حق حاصل کرلیتا ہے۔ شیخ شبلی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ تین سال میں حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے چلّہ میں قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔

معرفت یازدہم علم توحید:۔ حضرت امام غزالیؒ سے پوچھا گیا کہ "توحید کیا ہے؟" جواب دیا کہ "سب کو ایک کرنا، ایک دیکھنا، ایک جاننا اور ایک شمار کرنا"

اے عزیز! یہ خیال کرنا کہ "میں ہوں اور میری ہستی ہے اور خدائے تعالیٰ کی بھی ہستی ہے" گمراہی ہے دو وجود نہیں ہیں بلکہ صرف ایک وجود موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کا وجود ہے خدا کے وجود کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے یعنی کل مخلوقات و موجودات وجودِ خدا ہے، جبتک تو اپنے آپ کو دیکھتا رہے گا خدا کو نہ دیکھے گا۔ جب خود کو درمیان میں سے نہ دیکھے گا خدا کو دیکھے گا۔ ایک کے سوا کسی دوسرے کا وجود نہیں یعنی دو نہیں ہیں خواہ سب کو خدا کہے یا سب کو روح کہے۔

مذہب شریعت متابعتِ علمار سغلی ہے جو اعمال و تجلیات کے ساتھ شہرت پذیر ہے اور مذہب حقیقت اطاعت پاسبانیِ عالمِ جبروت ہے۔ روندگانِ راہ قلوب میں رہنمائی خدا کی ہے۔ پس اُنکا مذہب خدا ہے۔

خواجہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک خدا کے ساتھ رہا۔ خدا کے ساتھ ہمکلام رہا اور خدا ہی کی بات سنتا رہا مگر خلق نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ بیٹھا ہوں اور ان سے کلام کر رہا ہوں اور اُنکی بات سُن رہا ہوں۔

جب عارف دوست کے دیکھنے اور نہ دیکھنے سے پاک ہو جاتا ہے تو تمام بلاؤں اور آفتوں سے

خلاصی پاتا ہے. کوئی بلا عادت پرستی سے سخت تر تیرے وجود میں نہیں اور اس سے زیادہ کوئی زہر قاتل نہیں کہ مریدوں کی تمنا کرے جو سالک مریدوں کی تمنا کرتا ہے مقام اعلیٰ تک نہیں پہونچتا۔

اے عزیز! ہوا پرستی چھوڑ مذہب حقیقی اختیار کر. حقیقت مذہب تخلق باخلاق اللہ ہے. مخلص بہتر اور فاضل تر مذہب مذہب حقیقی ہے یعنی معرفت جبروت کے ساتھ استقامت قرب حق ہے.

کعبۂ مجازی کی زیارت زر و سیم خرچ کرنے سے ہو جاتی ہے مگر کعبۂ حقیقی کی زیارت دل و جان بچھانے سے حاصل ہوتی ہے. کعبۂ حقیقی کو سوائے اہل معرفت صاحب تصوف کے اور لوگ نہیں سمجھ سکتے. افسوس ہے اس پر جسے اپنی عمر میں کعبۂ حقیقی کی زیارت نہیں ہوئی. جو کعبۂ دل میں داخل ہوتا ہے وہ خدا کو دیکھتا ہے. جو قبلۂ جمال معشوق حقیقی میں داخل ہوتا ہے وہ اسکو قبلۂ حقیقی جانتا ہے. اسوقت وہ تلاوت حفظ قلوب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے. اگر اس حالت میں با ختیار خود وہ قبلۂ مجازی کیطرف رُخ کرلے تو مشرک ہو جائے. عاشقانِ یک رُخ کے یہاں سوائے معشوق کے اور سب کچھ حجاب ہوا ہے.

قبلۂ و محراب حجاب اندر بس　　　روئے دم سوئے رُخ یار و بس

اصحاب حقیقت کا دل جب مقصد حقیقی کی طرف متوجہ ہو اُسے اہل معرفت محراب کہتے ہیں. مگر جو مشغول خدا کے لئے نہ ہو بلکہ برائے حصولِ درجات و حور و قصور ہو وہ کارِ دوزخ ہے. اے عزیز! معرفت جذبۂ اصلاح تلقین پاسبانی عالم جبروت حاصل کرتا کہ محراب حقیقی ملجائے.

مسافرت چار قسم کی ہے. مسافرت مصلحتی، مسافرت قناعتی، مسافرت طریقی اور مسافرت حقیقی. مسافرت مصلحتی اپنے کاموں کے لئے جاتا ہے. مثلاً تجارت وغیرہ کی غرض سے کہیں جانا مسافرت مصلحتی ہے. مسافرت قناعتی یہ ہے کہ خدا کی رضا کے لئے مسافرت اختیار کرے. مسافرت قناعتی کو بے زبان و بے فرزند سیاح، ابرو تراشان، حیدریان، قلندریان، غریبان اور کہنہ پوشاں فقر و قناعت کے ساتھ اختیار کرتے ہیں اور مسافرت طریقی وہ ہے جو حاجی حج کے لئے اختیار کرتے ہیں مگر طالبانِ صادق اس میں خدا کی معرفت کی بو نہیں پاتے. مسافرتِ حقیقی بغیر تربیت مرشد کامل کے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تربیت مرشدِ کامل اور متابعت حضرت رسالت اور ہمیشہ پاسبانی قرب حق میں رہنے سے حاصل ہوتی ہے

مسافر باش دایم راہ میرد　　　قدم از ہوش دار از چاہ واز کوہ
سفر از بردل خود باید ش کرد　　　نہ در دنیا زمیں پیمودنش کرد

معرفت دوازدہم دانستن معرفت :- سب انسان ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں. انہیں

بعض مومن بعض مسلم اور بعض کافر ہوتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک گروہ خفی ہے ایک جلی ہے اور ایک بدی سے منسوب ہے۔ انسان چہار انواع اجناس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض اعمال روحانی میں مصروف حق پرستی ہیں بعض اعمال نفسانی میں مصروف خود پرستی۔

افسوس ہے اون لوگوں پر جو غفلت، معیبت، خود بینی اور شکم پرستی میں مصروف ہیں۔

اے عزیز! ہوشیار ہو اور عمر گراں مایہ کو ضائع نہ کر۔ خدا نے تجھے اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس مشغول بخدا رہ اور دنیا کی محبت پس پشت ڈالدے۔ وہ علما اور زاہدان عاقل ہیں جو عالم ناسوت و ملکوت میں مقیم نہیں ہوتے بلکہ اس سے گذر کر عالم جبروت میں مرشد کی تربیت سے پہونچتے ہیں۔

عاشقان دائم الحال عندالوصال ہمیشہ خدا سے معاملہ رکھتے ہیں اور قرب حق کی پاسبانی میں رہتے ہیں، انبیاء کو مقام نبوت میں قرب حق حاصل ہوتا ہے اور اولیاء و خلفاء کشف و کرامات میں مقام کمالیت ولایت رکھتے ہیں۔

مقام معیت میں عاشق معشوق ہوجاتا ہے۔ یہاں صورت محبوب کو محبت کے ساتھ اضافت کرنا یعنی نور ماہ کو ماہ سے نسبت کرنا درست ہیں۔

عاشق اپنے آیئنہ دل میں جو محبوب کی صورت دیکھتا ہے وہ دراصل خود محبوب ہوتا ہے جو اپنے آیئنہ دل میں اپنی صورت دیکھتا ہے یعنی جو کچھ عاشق دیکھتا ہے، سُنتا ہے اور کہتا ہے وہ عین محبوب ہوتا ہے ؎

ہر جا کہ بدیدیم ندیدیم مگر دوست معلوم چنیں گشت کسے نیست مگر دوست

جب سالک محیط میں غوطہ زن ہوتا ہے تو وہ عذاب، نعیم، بیم، خوف اور رجا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ جو بحر میں غرق ہیں انھیں خوف ورجا سے کیا تعلق۔ وہاں ماضی اور مستقبل نہیں ہے سب حال ہی حال ہے اور حال میں وہ خود ہی وقت ہیں۔

اے عزیز! یہ فقیر کہتا ہے کہ کمال عشق یہ ہے کہ اپنی ہستی کو معشوق کی ہستی دیکھے یعنی اپنی ہستی کا حجاب از رہ عشق عاشق کے دل سے دُور ہو جائے۔ جس طرح ایک شمع کو ہزار آئینوں میں دیکھنے سے ہزار شمعیں نظر آتی ہیں مگر دراصل ایک ہی شمع سب میں ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک ہی نور کا جلوہ دُو دُو آنکھوں میں ہے۔

سالہا سال سے یہ فقیر (حضرت خواجہؒ) یار کی کمند زلف میں اسیر ہے اور جان و تن ہدفِ ناوک ہیں اگرچہ بعض سالکان راہ حقیقت فراق میں جلا کرتے ہیں لیکن یہ فقیر عین وصال میں ہلاک ہے عاشق معشوق دو نام ہیں۔ عاشق کا مقام تلوین ہے معشوق کا تمکین۔ جب عاشق درمیان میں خود کو نہیں دیکھتا تو اُسے اپنی ہستی معشوق نظر آتی ہے اور جب معشوق کو درمیان میں نہیں دیکھتا تو اُسے اپنی ہستی عاشق نظر آتی ہے یعنی "خدا از تو بتو نزدیک تراست"۔

یہ مقام انتہائے اتحادِ محبت ہے۔ اسی مقام پر منصور نے "انا الحق" اور حضرت بایزید نے "سبحانی ما اعظم شانی" فرمایا پس عارف خود سے خود کو دیکھتا ہے۔ خود سے خود کلام کرتا ہے۔ خود سے خود سنتا ہے اور خود سے خود کی طلب کرتا ہے جب طالب لا وجود الا اللہ کا مقام از رہِ عشق طے کر لیتا ہے تو سوائے ذات مطلق کے اور کچھ بھی نہیں رہتا مگر جو محبت کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو درمیان میں دیکھے وہ اہلِ سلوک میں کافر ہے۔ جاننا چاہئے کہ دل دریچہ راہِ عشق ہے اور وہ خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

خدائے تعالیٰ نے آدم کا طلسم بنایا اور اپنی ردیت اس میں آشکارا کی۔ وجودِ آدم میں غیر خدا کچھ نہ تھا۔ یعنی ایک وجود میں دو وجود نہیں ہیں، بلکہ ایک وجود موجود ہے اور وہ وجود خدائے تعالیٰ کا وجود ہے۔

معرفت سیزدہم:- تاج اولیا شیخ سعدی شیرازیؒ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جب خواجہ خضرؑ سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو میں نے دریافت کیا در د معاصی، ہوا پرستی۔ تفرقہ خطرات غیر اللہ نفسانی سے بہت دردمند و حیراں ہوں دوائے نجات و مغفرت کا اُمیدوار ہوں۔ خواجہ خضرؑ نے فرمایا اے عزیز طالب ہلاکتِ آخرت سے اس طرح فارغ ہو سکتا ہے کہ نجات و مغفرت کے لئے کوشاں رہے۔ دل سے شوق دیدار اطاعت دوست میں معروف رہے اور ہمیشہ عبادات میں مشغول رہے۔"

اہلِ ظاہر از راہ عقل یہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا ہے وہ از جا و در جا و ہمہ جا حاضر ہے اور ہر حال میں موجود ہے مگر صرف اس سے اتصال مع اللہ اور قرب خدا حاصل نہیں ہوتا بلکہ مخلص دل و جان سے جس راہ کو اختیار کرتے ہیں وہ بلا تلقین مرشد حاصل نہیں ہو سکتی۔ بغیر مرشد کامل کی صحبت تربیت اور ربط کے راہ عشق و محبت میں کمالیت و استغراق و مستی و محویت کے ساتھ قرب خدا حاصل کرنے کا دوسرا راستہ نہیں ہے۔

معرفت چہاردہم:- شیخ الامام الہادی خواجہ ذوالنون مصریؒ مریدین کی ہدایت کے لئے فرماتے ہیں کہ ابتدائے حالت عالم ملکوت میں میں نے مناجات کی خداوندا تو کہاں ہے۔ تجھے کہاں ڈھونڈوں؟ ندا آئی کہ "میں ذکر فی القلب میں جلیس ہوں۔"

امام المعظم خواجہ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں میں نے مناجات کی کہ خداوندا راستہ کدھر ہے میں کس طرح خلاصی پاؤں؟ ندا آئی "ارفع من الطریق الٰہی طریق القلب" سب راستوں میں قلب کا راستہ ارفع و اعلیٰ ہے۔

شیخ الامام المرشد خواجہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائی حال میں میں نے مناجات کی کہ "خداوندا تو جمعیت میں کہاں ہے میں تجھے کہاں پاؤں؟ ندا آئی" انا مصقلۃ القلب من ذکر خفی فی قلوبھم لاجلی" میں صاف قلب کے ذکر خفی میں ہوں نہ کہ ذکر جلی میں۔

معرفت پانزدہم:- امام المعظم قاضی احمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ "جس کا شیخ نہیں اس کا دین نہیں جسکا دین نہیں اسکا عرفان نہیں اس میں جذبہ نہیں۔ جس میں جذبہ نہیں اس میں انس نہیں اس کا شیخ نہیں۔ اولیا میری قبا کے اندر ہیں۔ انھیں غیر نہیں پہچان سکتا۔

اگر مرید نے پیر کی صحبت تو پائی مگر خرقہ "کلاہ اُسے نہ ملا تو اس کی ارادت درست نہیں ہے کیونکہ مقصود ارادت جامہ کلاہ ہے۔ اگر مرید کو شیخ کا پہنا ہوا جامہ ملے تو اُسے بغیر دھوئے پہننا چاہئے اور کسی دوسرے کو نہ دینا چاہئے مرید جب شیخ سے دُور ہو تو چاہئے کہ شیخ کی کلاہ سامنے رکھکر دوگانہ ادا کرے تاکہ مجلّہ ہو جائے۔

درویشوں کے دو طبقے ہیں بعض ترک مال و جاہ کر کے شیخی و پیشوائی سے بھی فارغ ہوتے ہیں اور قناعت اختیار کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ بعد ترک رضا و تسلیم اختیار کرتا ہے۔ یہ طائفہ لایق سجادہ لایق بیعت ارادت و لایق تربیت اور دوسروں کی پرورش کے لئے مستند ہے لیکن ایک طایفہ بعد ترک بھی بایں خیال عزلت وقناعت اختیار کر لیتا ہے کہ اہل دنیا کے ساتھ صحبت رکھنے میں تفرقہ غفلت ساتھ ہے۔ جب اہل دنیا ان حضرات کے پاس آکر کچھ پیش کرتے ہیں اگرچہ وہ حلال ہے مگر پھر بھی یہ حضرات قبول نہیں کرتے اور اہلِ دنیا سے اس طرح گریز کرتے ہیں جیسے لوگ شیر سے بھاگتے ہیں۔

معرفت شانزدہم:- شیخ الامام خواجہ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ اقوال وافعال سے عالم ملکوت میں رسائی ہوجاتی ہے مگر عندالوصال عالم جبروت میں قلبی اعمال سے رسائی ہوتی ہے۔

درویش کے پاس جب مال زیادہ ہوتا ہے خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔ زیادہ خطرے ہوتے ہیں تو زیادہ دوڑ دھوپ ہوتی ہے، حرکات زیادہ ہوتی ہیں تو تشویش ہوتی ہے۔ زیادہ تشویش ہوتی ہے تو زیادہ مصیبت ہوتی ہے۔ زیادہ مصیبت ہوتی ہے تو زیادہ حساب ہوتا ہے۔ زیادہ حساب ہوتا ہے تو زیادہ عذاب ہوتا ہے مگر متعلقین کے لئے بقدر ضرورت مال مناسب ہے نہ کہ اتنا جس سے خطرات پیدا ہوں۔ سالک مجذوب کو قوت ولباس ومسکن کے بقدر مال فرض ہے کیونکہ اگر سب کو ترک کردیگا تو دوسروں کا محتاج ہوجائیگا اور طمع لاحق ہوگی اور طمع اُمُّ الخبائث ہے۔ جو مالدار مالابد رکھتا ہے۔ بڑی نعمت رکھتا ہے اور جو لابد نہیں رکھتا۔ محنت عظیم اور تفرقہ خطرات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور خدا سے بعید ہوجاتا ہے۔ بقدر ضرورت انبیاء واولیاء نے بھی یہ اختیار کیا ہے تاکہ کوئی خطرہ دل میں نہ آئے۔

شیخ سعدیؒ سے کسی نے پوچھا کہ "بیعت وارادت و پیری مریدی کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا بیعت یہ ہے کہ پیر کا ہاتھ پکڑے اور پیر جو ہدایت کرے اس پر عمل کرے۔ ارادت ترکِ عادات کو کہتے ہیں یعنی سابقہ عادتوں سے اجتناب کرے اور پیر کی نصیحت کو قبول کرے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رہے۔ مریدی یہ ہے کہ حاضر وغائب پیرومرشد کی اطاعت وادب ملحوظ رہیں اور پیر کی صحبت میں دل وجان سے حاضر ہو۔ ریائی اعمال سے پرہیز کرے۔ عندالوصال رات دن خدا کی یاد میں بفرمانِ مرشد مشغول رہے۔ ادب مرشد یہ ہے کہ جس طرح نماز نفل میں والدین کے آواز دینے پر بولنا درست ہے اسی طرح پیر کے آواز دینے پر لبیک کہنا چاہیے۔ پیر کی متابعت کو خدا اور رسول کی اطاعت سمجھے"۔

حضرت عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ "ارادت عطا کرنا۔ مرید کے سر پر مقراض چلانا۔ مرید کرنا۔ تلقین کرنا اور مرید کو خدا تک پہونچانا بڑا کام ہے۔ بغیر تربیت مرشد کامل مرید مبتدی قربِ حق حاصل نہیں کرسکتا"۔

معرفت ہفتدہم:- شیخ الامام المرشد قاضی عین القضات حضرت فضیل ہمدانیؒ سے روایت ہے علما، فقہا اور زاہد ذکر کی طاعت زبان کے ساتھ ہے اور یہ جلی ہے۔ انبیاء، اولیاء اور خلفاء کی عبادت دل کے ساتھ ہے اور یہ خفی ہے۔ جب پردۂ غفلت درمیان میں نہیں رہتا اور جمال لایزالی نظر آجاتا ہے

اور سرِ سِرّہ "ما زاغ البصر وما طغیٰ" دیدۂ دل کو نصیب ہو جاتا ہے "رأیت ربی بعین ربی" کی حقیقت ظاہر
ہو جاتی ہے اور "یون المحب ذی محبوبہ" کا اظہار ہو جاتا ہے اس وقت تمام اعمال فضولات تکلیفات
ریائی خود بینی معلوم ہوتے ہیں۔"

خواجہ شبلیؒ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ "ریاضت دو طرح پر ہے ایک حقیقی دوسری مجازی
ریاضت مجازی کم کھانا، کم بولنا اور مخلوق سے کم ملنا ہے۔ مگر ریاضت حقیقی دل کے آئینہ کو ذکرِ خفی
سے صیقل کرنا ہے۔ حفظِ قرآن دو طرح پر ہے۔ ایک مجازی دوسرا حقیقی ہے بلا معانی۔ کلام قرآن
حفظ کرنا حفظ مجازی ہے اور حفظ حقیقی تلاوت حفظ قلوب دل کے ساتھ ہے اتصال بھی دو طرح پر ہے۔ ایک
مجازی دوسرا حقیقی۔ اتصال مجازی یہ ہے کہ بعالم جبروت ولاہوت ذکر خفی کے ساتھ سالک صادق کو
ملازمت حفظ قلوب میں دل وجان سے سکر محبت حاصل ہو۔ جب اتصال مجازی میں کمالیت حاصل ہو جاتی
ہے تب اتصال حقیقی حاصل ہوتا ہے۔ اتصال حقیقی یہ ہے کہ سالک صادق خود پرستی، خود بینی اور اپنی ہستی
سے فارغ ہو کر مقام اتصال مع اللہ میں پہونچے جب تک سالک خود کو دیکھے گا خدا کو نہ دیکھے گا۔ جب
سالک خود کو درمیان میں نہ دیکھے گا تو کمالیت اتصال مع اللہ حاصل ہوگی۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اگر دل وجان سے ربط حقیقی میں حاضر نہ پائیگا خدا سے بعید ہوگا
اور استقامت مقام کمالیت حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں جو نوے ہزار سخنہائے معانی
رسولِ خدا سے فرمائے ہیں وہ رسولِ خدا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلقین کیے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ متابعت حضرت
رسالت میں کمالیت رکھتے تھے۔ پس جو سالک صادق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی متابعت نہیں کرتا
اور اُن سے دل وجان کے ساتھ ربطِ حقیقی نہیں رکھتا وہ اگر ہزار سال بھی ریاضت ومجاہدہ میں مصروف
رہے الا ماشاء اللہ، تب بھی بوئے معرفت حق تعالیٰ سے محروم رہے گا۔

معرفت ہیزدہم:- شیخ الامام المعظم مقتدائے الخلفاء سلطان ابراہیم ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں سالہا سال
تک عبادات، اعمال فضولات، رسوم عادات، تلاوت وتسبیحات میں مصروف رہا اور علماء، وزاہدان و
سالکان غیر مجذوب میں اپنی عمر صرف کی مگر معرفت حق تعالیٰ کی بو تک بھی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن جب حضرت
خواجہ فضیل عیاضؒ کی خدمت میں حاضر ہوا مقصود کمال حاصل ہوا۔

قاضی احمد غزالی کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو بارہ سال تک سفر وحضر میں

مرشد کامل سالک مجذوب حضرت شیخ سعد اللہ کربانیؒ کی صحبت رہی۔

منقول ہے کہ شیخ فرید عطار (فرید الدین عطارؒ) خواجہ ستار اللہ کی صحبت میں رہ کر اتصال مع اللہ کی کمالیت حاصل کی۔

منقول ہے کہ ملک العلماء قطب الاصفیاء مرید شمس تبریزؒ مولانا جلال الدین[1] رومیؒ کے کتب خانہ میں دو ہزار نو سو چون (۲۹۵۴) کتابیں تھیں۔ اور انکے نو سو چھتیز (۹۰۶) شاگرد تھے۔ علماء سے مباحثہ کرتے تھے۔ خود بینی و تکبر میں مبتلا تھے اور اپنے آپ کو واصلانِ حق میں سے سمجھتے تھے مگر جب قطب الاولیا خواجہ شمس تبریزیؒ سے وابستہ ہوئے۔ کتب کا مذاکرہ درس و تدریس ترک کر دیئے اور صحبت و تربیت شیخ سے قرب الٰہی حاصل کرکے وصلانِ حق میں سے ہو گئے[2]۔

معرفت نوزدہم :- جب حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ دہلی میں تشریف فرما ہوئے تو سلطان شمس الدین نے آپ سے مرید ہونے کی درخواست کی حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے سلطان موصوف کو طالب صادق پاکر کلاہ ارادت عطا فرمائی یعنی مرید کیا۔ بعدہٗ سلطان شمس الدین التمش (التمش) نے تین سال تک مہمات سے اعراض کرکے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی صحبت و تربیت سے خلوت خمولات اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تھوڑے ہی عرصہ میں خلعت خلافت حقایق اس کے دل پر نازل ہوا اور بعد حصول کشف و کرامت مقصود کی کمالیت کو پہونچا۔

معرفت بستم :- سکر نہایت و محبت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن رسولِ خدا کا دامن پکڑ لیا تھا۔ سکر محبت کا عوام پر ظاہر کرنا درست نہیں۔ یہ وہ ہے کہ مشغول بحق ہونے کے باوجود جو آواز کان میں آئے اُسے تمیز کرلے جب عاشق کے وجود میں مستی عشق دوست اتنی غالب ہوجائے کہ اوسے اپنے وجود کی خبر نہ رہے تو اس مقام کو عالم تحیر و محویت کہتے ہیں۔ یہ مقام حال ہے اسے قال سے تعلق نہیں۔

---

[1] قریب قریب بالاتفاق مولانا جلال الدین رومی کی ولادت ۶۰۴ھ میں ہوئی۔

[2] حسب تفصیل گذشتہ (مندرجہ حصہ سوانح) گنج اسرار بعہد سلطان شمس الدین ۶۱۸ھ میں لکھنا شروع کی گئی اور مولانا شبلی نعمانی نے (سوانح مولانا روم صفحہ میں) مولانا روم کی مسند نشینی فقر کا آغاز ۶۴۲ھ میں لکھا ہے۔ اس نے ہمارے نزدیک یہ روایت ۶۴۲ھ کے بعد اضافہ کی گئی۔

مقام زلف و زلفین میں زلف دل میں ہوتی ہے و معانی زلفین یعنی جذبۂ اصلاح باطن مومن کے دل میں ہوتا ہے مگر بلا تربیت مرشد اسکا استفہام نہیں ہو سکتا۔

زنار حقیقی یہ ہے کہ رات دن خدا سے دلبستگی رہے اور زنار مجازی یہ ہے کہ دنیا اور اہل دنیا سے دلبستگی رہے یعنی اگر عبادت میں ان سے دلبستگی ہے تو یہ بت مذموم کی پرستش ہے۔ مے معانی محبت ہے۔ شراب حقیقی صاف دل میں ایسی سیر فی اللہ کو کہتے ہیں جس میں غفلت نہ ہو۔ شراب طہور یہ ہے کہ فیض الوہیت صدیقوں کے دل پر نازل ہو۔ میخانۂ حقیقی دل میں ہے مگر یہ بلا تربیت مرشد سالک مجذوب فہم میں نہیں آسکتا۔ خرابات یہ ہے کہ مال وجاہ و باغ جو کچھ کونین میں اور دارین میں نصیب کا ہے وہ سب قمار خانۂ محبت میں ہار جائے۔ دیر و کنشت اور بتخانۂ باطنی یہ ہیں کہ ہوس دارین ذرہ بھر بھی باقی رہے اور بت پرستی یہ ہے کہ سالک کسی مقام پر پہونچکر مغرور و مشہور ہو جانے کو کمال تصور کرے۔ جو سالک اپنے آپ کو اہل تمکیں سمجھے وہ بت پرست ہے اور ناموس و ناقوس عبادات یہ ہے کہ طلب شہرت وجاہ و ہوس و نیکنامی و نامداری میں خود نمائی و خود ستائی اور صورت پرستی میں مبتلا ہو جائے۔

معرفت بست دیکم پیوستن مستی سماع :- جب عالم جبروت میں سالک کے دل پر سکر محبت طاری ہوتا ہے تو وہ سماع میں بغلبات شوق عشق کھڑے ہو کر رقص کرنے لگتا ہے۔ یہ چیز درست ہے۔ ہرچند کہ عاشق قوال سے صرف آواز خوش سنتا ہے اور فہم کرتا ہے۔ تاہم عالم ناسوت میں (از راہ سلوک) یہ حرام ہے، عالم ملکوت میں کروہ ہے۔ بعض سالکوں کے لئے سماع حلال ہے بعض کے لئے مباح ہے۔ اگرچہ معرفت، اطاعت علم ناسوت و ملکوت سے سالک صادق کے دل میں حالت پیدا ہوتی ہے اور وہ سماع میں کھڑے ہو کر رقص کرنے لگتا ہے مگر سوائے استقامت عالم جبروت و لاہوت کے یہ جائز نہیں۔

انجیل میں ہے کہ "ہم تمہارے لئے سرود کہتے ہیں مگر تم طرب (خوشی) میں نہیں آتے اور تمہارے لئے مزامیر بجاتے ہیں مگر تم رقص نہیں کرتے"۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے میں اپنی آوازوں کو سنوارو۔" اہل تصوف کا قول ہے کہ "سرود (نغمہ) بغیر باجہ کے مناسب نہیں"۔ یہ صحیح ہے کیونکہ رود (باجہ) لازمۂ سرود (نغمہ) ہے۔

قوت القلوب (مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ) میں لکھا ہے کہ راگ زبان خواب سے ایک

عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت اسرار پوشیدہ کئے ہیں یعنی ہر آدمی میں راز ہر صورت میں موت. ہر نوا میں دوا ہزار ہیں کار۔ اور ہر درد میں سرود ہے۔

سماع کی دو قسمیں ہیں۔ باجم اور غیر باجم. صوفی کو چاہئے کہ سماع میں جو تغیر نقصان ہو وہ اپنی طرف منسوب کرے اور جو معنی حقیقت کمالیت جلالت سے ہو اُسے حق سے نسبت کرے۔

سماع کے لئے زماں، مکاں، اخوان کی شرط ہے. زماں سے مراد یہ ہے کہ جب دل کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو یعنی غسل وطعام وغیرہ کی خلش نہ ہو. مکان سے مراد یہ ہے کہ ناخوش و تاریک مقام، رہگذر اور ظالم یا مغضوب یا تارک الصلوٰۃ یا اسلام سے بے خبر شخص کا گھر نہ ہو' اخوان یہ ہے کہ محفل سماع میں اہل سماع ایک پیر کے مرید یا ایک خاندان کے عقیدتمند ہوں. یا درویشاں یک صفت یا ہمخیال صوفی، قلندر حیدریاں وغیرہ ہوں مگر زاہدانِ متکبر، مستورات اور کودکان سماع میں نہ ہوں. اہلِ غفلت کے لئے سماع حرام ہے. اہلِ سماع کے لئے سماع میں بات کرنا حرام ہے. اہلِ سماع کو چاہئے سماع میں نہ سر ہلائیں اور نہ اپنے ارادہ اختیار سے کوئی حرکت کریں بلکہ دل پر انعامِ باری تعالیٰ ہونے کے منتظر رہیں. اگر کوئی غلبات وجد میں کھڑا ہو جائے تو اہلِ سماع اس کی موافقت کریں اور اگر کسی کی دستار گر جائے تو اُٹھا کر سر پر رکھدیں اور اُس کی نگہبانی کریں. اگر یہ بدعت ہے تو بدعت نیک ہے کیونکہ بدعت مذموم وہ ہے. جو سنت کے خلاف ہو لیکن حُسنِ خلق کے ساتھ لوگوں کا دل شاد کرنا مطابق شریعت ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ "سماع وارد حق ہے جو دل کو حق کی طرف متوجہ کرتا ہے اور طلبِ حق میں حریص بناتا ہے جو اُسے حق کے لئے سنتا ہے حق کی طرف راہ حاصل کرتا ہے مگر جو نفس کے ساتھ سُنتا ہے وہ زندقہ میں پڑ جاتا ہے. سماع میں حق کی وصلت ہوتی ہے جب مستمع حق کے لئے سماع سُنتا ہے تو سماع میں حق کی وصلت ہوتی. ظاہر میں سماع فتنہ ہے مگر باطن میں عبرت ہے. ایسا سماع حلال ہے مگر جو سماع حق کے لئے نہ ہو وہ فتنہ ہے۔"

بعض کہتے ہیں کہ سماع ذریعۂ حضوری ہے کہ "اس سے کلیت محبت حاصل ہو کر محب محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے مگر یہ نقصِ محبت ہے۔" مگر اصلیت یہ ہے کہ سماع سے دوگونہ اتصال ہوتا ہے کیونکہ اس میں دل کو محلِ اخلاص میں محبت. سر کو مشاہدہ، روح کو وصلت تن کو خدمت. آنکھ کو رویت اور کان کو آوازِ دوست نصیب ہوتی ہے. سماع دو طرح پر ہے ایک بواسطہ دوسرا بیواسطہ. جب قوال سے سُنے غیب ہے۔

جب حق سے سنے حضوری ہے۔ سماع مثل آفتاب کے ہے۔ جس سے ہر چیز مطابق مقدار مراتب ذوق مشرب حاصل ہوتی ہے اور کوئی محروم نہیں رہتا۔ سماع وارد حق ہے مگر اس کے جزئیات ہزل و لہو ہیں۔ کسی مبتدی کی طبع کسی حالت میں حدیث حق سننے کے قابل نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں"میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ سماع میں آکر بیٹھا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ یہ سماع حقیقی ہے۔ حقیقی سماع میں اگر جامہ قوال کو دیدیا جائے روا ہے۔ کیونکہ مقتول کا جامہ قاتل کا ہوتا ہے اور اگر جامہ قوال کو نہ دیا جائے تو شرط طریقت کے خلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں باذن امام جامۂ مقتول قاتل کو دینا چاہیے۔ لہذا بلا فرمانِ پیر جامہ قوال کو نہ دینا چاہیے۔

سماع میں کپڑے پھاڑنا۔ فریاد کرنا، نعرہ لگانا، آہ اور واہ کہنا، رونا، دستک دینا۔ ٹہلنا۔ باتیں کرنا، پانی پینا۔ قوال کا عیب بیان کرنا، ہر ایک کی طرف دیکھنا روا نہیں ہے مگر جب مستمع کو غلبہ ہو اور حجاب درمیان سے اُٹھ جائے اور بے خبر و معذور ہو جائے تو ایسے شخص کی موافقت میں اگر جماعت بھی کپڑے پھاڑ ڈالے تو روا ہے۔ سماع کو عادت بنانا چاہیے۔

معرفت بست و دویم:۔ایک دن ابلیس دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔ رسولِ خدا نے اسے پہچان کر دریافت فرمایا کہ"تو کیں لئے آیا ہے؟"کہنے لگا کہ"خدا نے مجھے بھیجا ہے اور فرمایا ہے۔ جو کچھ محمد دریافت کریں سچ سچ اسکا جواب دینا۔" رسولِ خدا نے دریافت فرمایا کہ"تیرا دشمن کون ہے؟"کہنے لگا"آپ میرے دشمن ہیں۔"سرورِ عالم نے فرمایا"مجھے تجھ سے کیوں دشمنی ہے؟"کہنے لگا کہ"آپ نے دینِ اسلام ظاہر کیا ہے"سرورِ عالم نے فرمایا کہ"جو تیرا دشمن ہے وہ خدا کا دوست ہے۔" پھر پوچھا کہ"تو میرے دوستوں کے ساتھ کیسے پیش آتا ہے؟"کہنے لگا کہ"حضرتِ ابو بکرؓ و حضرت عمر خطابؓ زمانہ جاہلیت میں میری اطاعت کرتے تھے مگر جب سے اسلام لائے ہیں میں اُن کے قریب نہیں جا سکتا۔ حضرت عثمانؓ سے مجھے شرم آتی ہے کہ وہ جوانی میں صالح تھے اور بچپن میں بھی انھوں نے میری اطاعت نہیں کی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میں ایسا بھاگتا ہوں جیسے آدمی شیر سے بھاگتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے اُن کے ساتھ گستاخی کی تھی اس وقت سے میں اُن سے بھاگتا ہوں۔ اگر میں اُن کے ہاتھ آجاؤں گا وہ مجھے ہلاک کر دیں گے۔"

رسولِ خدا نے فرمایا کہ"تو میری اُمت کے علماء، فقہا، حکما اور زہاد کے ساتھ کیسے پیش آتا ہے؟"کہنے لگا کہ اُن سے میری عداوت قدیم ہے۔ جب زہاد غیر مجذوب عبادت کا قصد کرتے ہیں تو میں اُن کو وضو اور

رکوع وسجود کے وقت پیشاب سے نجس کر دیتا ہوں اور انہیں اسکی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ جب وہ بے وضو نماز پڑھتے ہیں کافر ہوجاتے ہیں۔ یعنی وہ ظاہر میں مسلمان ہوتے ہیں مگر در اصل انکی موت کفر پر ہوتی ہے"۔
سرورِ عالم نے فرمایا کہ "تو نے اپنے قصور سے توبہ کیوں نہیں کی؟" کہنے لگا کہ "یا رسول اللہ میں بہت کچھ جانتا ہوں، یہ خدا کو منظور نہ تھا۔ اُس نے میری قسمت ایسی ہی بنائی ہے"۔
منقول ہے ایک بزرگ نے بی بی رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا کہ "آپ نے شیطان کے طلسمات سے کس طرح خلاصی پائی؟" فرمایا "اے عزیز! میں دوست کے ساتھ ایسی مشغول ہوں کہ نہ دشمن ملعون کی مجھے خبر ہی نہیں ہوتی"۔

معرفت بست وسوم:- ہمارے خواجگانِ چشت نے پندرہ مقامات اصلی اختیار کئے ہیں اور ان کو اپنا دستور العمل بنایا ہے۔ اوّل مقام تائباں کہ اشارہ حضرت آدم علیہ السّلام کی طرف ہے دوسرا مقام زاہداں کہ مقام ادریس علیہ السّلام کا ہے۔ تیسرا مقام عابداں کہ اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف ہے چوتھا مقام صابراں کہ اشارہ مہتر ایوب علیہ السّلام کی طرف ہے۔ پانچواں مقام راضیاں کہ اشارہ عیسیٰ السّلام کی طرف ہے۔ چھٹا مقام قانیان کہ اشارہ مہتر یعقوب علیہ السّلام کی طرف ہے۔
ساتواں مقام مجاہداں کہ اشارہ حضرت یونس علیہ السّلام کی طرف ہے۔ آٹھواں مقام متفکراں کہ اشارہ حضرت مہتر یوسف علیہ السّلام کی طرف ہے۔ نواں مقام شکستگاں کہ اشارہ شعیب علیہ السّلام کی طرف ہے۔ دسواں مقام مرشداں کہ اشارہ حضرت شیث علیہ السّلام کی طرف ہے۔ گیارہواں مقام صالحاں کہ اشارہ مہتر نوح علیہ السّلام کی طرف ہے۔ بارہواں مقام مخلصاں کہ اشارہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی طرف ہے۔ تیرھواں مقام عارفاں کہ اشارہ حضرت خضر علیہ السّلام کی طرف ہے۔ چودھواں مقام شاکراں کہ اشارہ مہتر ابراہیم علیہ السّلام کی طرف ہے۔ پندرھواں مقام محباں کہ اشارہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔[1]
اگر درویش بتعلیم مرشدان مقامات سے باخبر نہیں ہے تو وہ مبتدی ہے۔

---

[1] صاحب مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۰ نے سوا چودہ مقامات لکھے ہیں جو غالباً گنج اسرار سے نقل کئے گئے ہیں مگر اصل نسخہ گنج اسرار میں مذکورہ بالا پندرہ مقامات مرقوم ہیں۔

معرفت بست و چہارم:۔ منقول ہے (عالم رؤیا میں دیکھا گیا) کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ و خواجہ معروف کرخیؒ و خواجہ شفیق بلخیؒ و خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ایک جگہ بیٹھے ہوئے صدق و اعتقاد کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "دعویٰ (یعنی محبت کے دعوے) میں وہ صادق نہیں ہے جو ضرب مولا پر صبر نہ کرے۔ خواجہ معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ" اس میں خودی کی بو آتی ہے بلکہ دعوئے عشق خدا میں وہ صادق نہیں ہے جو دوست کے عطا کئے ہوئے زخم سے لذت حاصل نہ کرے"۔ خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا کہ دعوئے میں وہ صادق نہیں ہے جو دوست کی ضرب پر شکر نہ کرے"۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ" مولا کی دوستی میں وہ صادق نہیں ہے جو مشاہدہ دوست میں ضرب کو فراموش نہ کرے۔ یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السّلام کے مشاہدہ میں زنانِ مصر کو اپنے ہاتھوں کے زخموں کی خبر نہ ہوئی اسی طرح مشاہدۂ مولا میں عاشق صادق کو محو ہونا چاہئے۔

خدائے تعالیٰ کے پہچاننے کے دنیا میں چودہ علم مشہور ہیں۔ اوّل علم شریعت یعنی کلام باری کی تفسیر، دویم علم فقہ یعنی اعمال تجلیات کا جاننا۔ سویم علم افضل یعنی اشعار کے مطالب سمجھنا۔ چہارم علم حکمت یعنی حکمائے متقدمین کی تصانیف، پنجم علم یقین یعنی اسمائے صفات کا جاننا۔ ششم علم تحریرات، ہفتم علم نجوم یعنی شمار کواکب دنیا ورات، ہشتم علم مناقضہ، نہم علم موسیقی، دہم علم طب یعنی معالجہ جسمانی یازدہم توحید حق تعالیٰ، دوازدہم علم طریقت، یعنی معرفت عالم ملکوت، سیزدہم علم حقیقت یعنی معرفت عالم جبروت، چہاردہم علم لدنی یعنی عشق و محبت۔

معرفت بست و پنجم:۔ ایک دن حضرت عبداللہ انصاریؒ نے جناب باری میں عرض کیا "خداوندا! اوّل کیا کام ہے اور اس کا آخر کیا ہے یعنی اسکا ثمرہ کیا ہے؟" ندا آئی" اوّل کا فنا ہے اور اس کا آخر وفا ہے اور اسکا ثمرہ بقا ہے"۔ پھر آپ نے پوچھا کہ" فنا، وفا اور بقا کیا ہیں؟" ندا آئی کہ" فنا خودی، خود پرستی اور ہستی سے فارغ ہونا ہے۔ وفا دل و جان کے ساتھ دوست سے عہد نبھانا۔ بقا ہر حال میں دل کو حقیقت میں مشغول رکھنا"۔ پھر عقوبت و معصیت و کفارت کے متعلق

عہ ہمارے نزدیک یہ الفاظ سہواً لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت حسن بصریؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت شفیق بلخیؒ اور حضرت ابراہیم ادہمؒ کے زمانے میں درمیانی بہت فصل ہے جیسا کہ بعض روایات سے ظاہر ہے۔

دریافت کیا. ندا آئی کہ عقوبت اپنے گناہوں کو بھول جانا ہے. صبر یہ ہے کہ توبۂ نصوح کرے اور کفارت یہ ہے کہ یادِ خدا پر قناعت کرے. نعمت بے شکر اس جہاں میں غرور ہے اور بے صبری دونو جہاں میں بلا ہے. طاعت بے اخلاص زندگی برباد کرنا ہے۔" پھر عرض کیا کہ "الٰہی تیرا کرم قدیم ہے معصیت نفس غیر ہے. نفس بُت پرستی ہے اور قبول خلق زنار ہے. دوست کی طرف سے بلا آنا عطا ہے اور دوست کی عطا سے نالہ کرنا خطا ہے۔" الٰہی یہ ظلم ہے کہ تجھ سے کہوں بخشدے اور نہ تجھ پر حق ہے کہ تجھ سے کہوں عطا فرما. خداوندا تو حاضر ہے تو ناظر ہے اس لئے تجھ سے کہنے کی کیا ضرورت. الٰہی یہ تیرا کیسا بڑا فضل ہے جو تو نے عاشقوں پر کیا ہے کہ وہ مرشد کی تربیت سے تیری معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور تیرے قرب کی کمالیت سے مشرف ہوتے ہیں. الٰہی اگر میں دوست ہوں تو درمیان سے حجاب دُور کر اور اگر مہمان ہوں تو مہمان کے ساتھ نیک سلوک کر۔"

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مرقوم ہے کہ معراج میں رسول خدا کو خرقہ و کلاہ و کاسہ کچکول حضرت رب العزت سے عطا ہوا اور آپ سے فرمایا کہ "کچھ عرصہ بعد اپنے یاروں سے دریافت کرنا جو بندگان کی ستر پوشی اختیار کرے اوسے یہ عطا کرنا جس انسانِ کامل کے نصیب میں یہ تبرکات ہونگے اوسے پہونچ جائینگے.

رسول خدا نے معراج سے دنیا میں آنے کے ایک عرصہ بعد امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے دریافت کیا کہ "اے ابوبکر صدیق اگر جامۂ خلافت ربانی یعنی خرقہ و کلاہ و کچکول تمہیں دیدوں تو تم کیا کام کروگے ؟" حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کیا کہ "بسیار زہد و تقویٰ و عبادت اختیار کروں اور عبادات ظاہر و باطن میں آپ کی اطاعت کروں." پھر آنحضرت نے حضرت عمر رضہ سے بھی دریافت کیا حضرت عمر رضہ نے عرض کیا "خدا کی رضا مندی کے لئے انصاف اختیار کروں اور حقدار کو حق پہونچاؤں." پھر سرورِ عالم نے حضرت عثمان غنی رضہ سے یہی دریافت فرمایا. حضرت عثمان غنی رضہ نے عرض کیا. "یارسول اللہ خدا کی رضامندی کے لئے غریبوں اور درماندوں میں سخاوت کروں." بعدہٗ سرورِ عالم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا "اے علی اگر تمہیں خرقہ خلافت دوں تو تم کیا کروگے ؟ عرض کیا یارسول اللہ لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کروں اور اُنکی معصیت کو چھپاؤں." رسول خدا نے فرمایا کہ مجھے حکم ربی ہے کہ تیرے یاروں میں سے جو یہ جواب دے اُسی کو خرقہ و کلاہ و جامۂ خلافت ربانی عطا کرنا.

تلقین اوراد و وظائف واذکار واشغال

فی زمانہ لوگ اللہ کا نام پڑھنے، دم کرنے اور تعویذ بنا کر دینے کو نہ صرف ایک فضول اور بے اثر فعل خیال کرتے ہیں، بلکہ توہم پرستی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک ایسے منکر کو ایک درویش نے ماں کی گالی کا تعویذ بنا کر دیا اور اس سے کہا کہ اسے یہاں سے باہر جا کر کھول کر پڑھنا۔ منکر نے جب گالی پڑھی تو غصہ میں دیوانہ وار ہو کر واپس آیا۔ شاہ صاحب نے کہا تمہاری ماں کی گالی میں تو اتنا اثر ہے کہ تم ذرا سی دیر میں وارفتہ ہو گئے۔ کیا خدا کے نام میں اس گالی سے بھی کم اثر ہے۔ اس واقعہ سے منکر کا انکار اقرار سے بدل گیا۔ یہاں ہم بعض اُن وظائف کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت خواجہؒ نے وقتاً فوقتاً تلقین فرمائے ہیں۔

مظفر و منصور ہونے کے لئے:۔ ہمیشہ اذجاء نصر اللہ پڑھنا چاہیئے[۱]۔

برائے حاجت براری:۔ فرمایا کہ حاجت براری کے لیے سورۂ فاتحہ بکثرت پڑھنا چاہیے جسے کوئی مشکل کام پیش آئے وہ اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے میم کو الحمد کے لام سے ملائے اور آمین کے موقعہ پر (یعنی ولا الضالین کے بعد) تین[۲] مرتبہ آمین کہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی مشکل حل کرے گا[۳]۔

بیماروں کی شفایابی کے لئے:۔ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ جس بیمار کو کسی علاج سے شفا نہ ہو اس کو صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان الکتاب[۴۱] مرتبہ (ترکیب مندرجہ[۱] کے مطابق) پڑھکر بیمار پر دم کرنے سے شفا ہو جاتی ہے[۴]۔

---

[۱]۔ دیکھو گنج اسرار قلمی ص ۲۸

[۲،۳]۔ (الف) دیکھو ترجمہ اردو دلیل العارفین ص ۲۹

(ب) حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مہم کے لئے سورہ فاتحہ پڑھے اور حاجت پوری نہ ہو تو بیشک میرا دامن پکڑے (دیکھو ترجمہ اردو دلیل العارفین ص ۲۹)

برائے طالبان حق :- غریب نواز فرماتے ہیں وظیفہ میں ناغہ نہ کرنا چاہیے. صبح جب اُٹھے تو دائیں پہلو سے اُٹھے اور بسم اللہ پڑھکر باشرائط وضو کرے پھر دوگانہ ادا کرکے مصلّے پر بیٹھے اور سورہ بقر کی چند آیتیں نیز دیگر ستر آیتیں پڑھکر سو مرتبہ یہ ذکر کرے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پھر صبح کی نماز کی سنتیں اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الم نشرح اور دوسری میں سورہ فاتحہ کے بعد الم ترکیف پڑھے.

بعد ازاں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ. پڑھے. جب صبح کی نماز ادا کر چکے تو قبلہ رُخ بیٹھکر دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو لا یموت ابدا ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شئ قدیرٌ پڑھے پھر تین مرتبہ اشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ کہے. پھر تین مرتبہ اللّٰھمّ صلّ علی محمد ما اختلف الملوان وتعاقب العصران و تکرر الجدیدان واستحصب الفرقدان والقمران بلغ علی روح محمد من التحیۃ والسلام پڑھے پھر تین مرتبہ یا عزیز یا غفور پڑھے. پھر تین مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے پھر تین مرتبہ استغفر اللہ من کل ذنب و اتوب الیہ پڑھے۔

بعد ازاں یہ پڑھے سبحان اللہ بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم غفار الذنوب ستار العیوب علام الغیوب کشاف الکروب مقلب القلوب واتوب الیہ

بعد ازاں تین مرتبہ کہے. یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا دیان یا سبحان یا سلطان یا بدیع السمٰوٰت یا ذوالجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں تین مرتبہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم یا قدیم یا دایم یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا حلیم یا عظیم یا علی یا نور یا فرد یا وتر یا باقی یا حی یا قیوم یا حی اقض حاجتی بحق محمد و آلہ اجمعین۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام پڑھے. بعد ازاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے

نام پڑھے جو یہ ہیں:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد، احمد، حامد، محمود، قاسم، عاقب، خاتم، حاشر، حی، ماحی، داعی، سراج، منیر، بشیر، نذیر، ھادی، مہدی، رسول الرحمۃ، نبی، طٰہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، صفی، خلیل، کریم، حبیب، مجید، احید، وحید، قیم، جامع، مقفی، مقتفی، رسول الملاحم، رسول الراحۃ، کامل اکلیل، مصطفٰے، مرتضٰی، مختار، ناصر، قایم، حافظ، شہید، عادل، حکیم، نور، حجۃ، بیان، برھان، مومن، مطیع، مذکر، واعظ، واحد، امین، صادق، ناطق، صاحب، مکی، مدنی، ابطحی، عربی، ھاشمی، مصری، امی، عزیز، حریص، یتیم، رءوف، طیب، طاھر، مطہر، فصیح، سید، متقی، امام، بارحق، مبین، اول، آخر، ظاھر، باطن، شفیع، محرم، امر، ناھی، حلیم، قریب، منیب، ولی، کرامت، اللہ وحمد ایت اللہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں تین مرتبہ یہ پڑھے:- اَللّٰھم صل علی محمد حتی لا یبقی من الصلوٰۃ شئ وارحم علی محمد حتی لا یبقی من الرحمۃ شئ وبارک علی محمد حتی لا یبقی من البرکات شئ

بعد ازاں ایک مرتبہ ایۃ الکرسی پڑھے۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم۔

بعد ازاں پھر تین مرتبہ یہ پڑھے:- اَللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر۔

بعد ازاں تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے بعد ازاں سات مرتبہ یہ پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

پھر تین مرتبہ یہ پڑھے:- ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں تین مرتبہ یہ پڑھے:- اَللّٰھم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں تین مرتبہ کہے:- سبحان الاول المبدی سبحان الباقی المعید اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

پھر تین مرتبہ کہے :- وان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ قد احاطہ بکل شئ علما۔

پھر تین مرتبہ کہے :- اتوب لی بہ عبد ظالم لا یملک لنفسہ نفعا و لا ضرا و لا موت و لا حیوۃ و لا نشورا

بعد ازاں تین مرتبہ کہے :- اَللّٰھم یا حی یا قیوم یا اللہ یا لا اِلٰہَ الا انت اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک ابدا یا اللہ یا اللہ۔

بعد ازاں تین مرتبہ کہے :- یا مسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحیرین یا غیاث المستغثین اغثنی توکلت علیک یا رب یا فوضت امری الیک یا رب لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم تکن بحق ایاک نعبد وایاک نستعین۔

بعد ازاں ایک مرتبہ کہے :- اللّٰھم انی اسالک یا من یملک حوائج السائلین ویعلم ضمیر الصامتین فان لک من کل مسئلۃ منک سمعا حاضرا وجوابا عتیدا وان لک من کل صامت علما ناطقا اعطنا مواعیدک الصادقۃ وایادیک الشاملۃ ورحمتک الواسعۃ ونعمتک السابقۃ انظر لی نظرۃ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں ایک مرتبہ کہے :- یا حنان، یا منان، یا دیان، یا برھان یا سبحان یا غفران یا ذوالجلال والاکرام۔

پھر تین مرتبہ کہے :- اَللّٰھم اصلح امۃ محمد اَللّٰھم ارحم امۃ محمد اَللّٰھم فرج عن امۃ محمد

پھر تین مرتبہ کہے :- اَللّٰھم اسئلک باسمائک وا سمک الاعظم ان تعطنی ماساء تک بفضلک وکرمک یا ارحم الراحمین الحمد للہ الذی فی السموات عرشہ والحمد للہ الذی فی القبور قضاءہ وامرہ والحمد للہ الذی فی البر والبحر سبیلہ والحمد للہ الذی لا ملاذ ولا ملجاء الا الیہ لا تذرنی فردا وانت خیرالوارثین۔

بعد ازاں تین مرتبہ پڑھے :- سبحان اللہ ملاء المیزان ومنتھی العلم وزینۃ العرش ومبلغ الرضا ولا الٰہ الا اللہ ملاء المیزان ومنتھی العلم وزینۃ العرش ومبلغ الرضاء برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پھر ایک مرتبہ پڑھے :- رضیت باللہ ربا وبمحمد نبیا و رسولا وبالاسلام دینا وبالقرآن

اما بما و بالکعبہ قبلۃً و بالمومنین اِخواناً

پھر تین مرتبہ یہ کہے:- بسم اللہ خیر الاسماءِ بسم اللہ رب الارض والسماءِ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیمؐ

بعد ازاں چند مرتبہ یہ کہے اَللّٰھُم اجرنا من النار یا مجیرؐ بعد ازاں دس مرتبہ کہے لا الٰہ الا اللہ دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔

پھر ایک مرتبہ کہے: اشھد ان الجنۃ حق والنار حق والمیزان حق والموت حق والسوال حق والصراط حق والشفاعۃ حق وکرامت الاولیاء حق ومعجزۃ الانبیاء حق فی دار الدنیا وان الساعۃ اٰتیۃ لا ریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبورؐ

پھر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُم زد ذنوبنا وزد حضورنا وزد مغفرتنا وزد وطاعتنا وزد نعمتنا وزد محبتنا وزد عشقنا وزد قبولنا برحمتک یا ارحم الراحمینؐ

بعد ازاں مسبعات عشرہ اور سورۃ یٰسین پڑھے پھر سورۃ ملک، پھر سورہ جمعہ۔ پھر سورج بلند ہو تو اشراق کی نماز دس رکعت۔ پانچ سلام سے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ سورۃ زالزال دوسری میں سورۃ کوثر ایک ایک مرتبہ۔ نماز کے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھکر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو پھر چاشت کی نماز بارہ رکعت چھ سلاموں سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار سورۃ والضحیٰ ایک بار سلام کے بعد سو مرتبہ کلمہ سبحان اللہ آخر تک پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر دیر تک تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے۔ البتہ خضر علیہ السّلام سے ملاقات ہوگی۔

پچھلی دس صورتیں پڑھے یعنی الم ترکیف سے لیکر قل اعوذ برب الناس تک۔ سلام کے بعد دس مرتبہ درود پڑھے پھر سورۃ نوح پڑھے اور یادِ الٰہی میں دوسری نماز تک مشغول رہے پھر سو مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے پھر سورۃ فتح پھر سورۃ ملک پانچ مرتبہ پڑھے پھر سورۃ عم یتساءلون اور سورۃ والنازعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نگاہ رکھے گا۔ پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔

شرحِ مشایخ میں لکھا ہے کہ جو شخص سورۃ والنازعات پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے قبر میں چھوڑیگا

(بہشت عطا کریگا)۔ بعد ازاں شام کی نماز ادا کرے۔ سنتوں کے بعد دو رکعت نماز حفظِ ایمان ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین مرتبہ اور قل اعوذ برب الفلق ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس ایک مرتبہ نماز کے بعد سر سجدہ میں رکھکر کہے یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ پھر نماز اوابین ادا کرے لیکن چھ رکعت تین سلام سے ادا کرے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اذا زلزلت الارض دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد الھٰکم التکاثر۔ تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اقرء پڑھے پھر نماز عشا تک یادِ الٰہی میں مشغول رہے پھر عشا کی نماز سے پہلے یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ انی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت ادا کرے اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور باقی تین رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد تینوں قل انشاء اللہ حاجت روا ہوگی پھر چار رکعت نماز صلوٰۃ السعادت ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ انا انزلنا اور پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے پھر نماز سے فارغ ہوکر سجدہ میں سر رکھ کر تین مرتبہ کہے۔ یا حی قیوم ثبتنا علی الایمان۔

بعد ازاں رات کے تین حصے کرے پہلا حصہ نماز میں گذارے دوسرا نماز تہجد میں جس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ نماز ہمارے لئے فرض ہے۔ یہ چار سلام سے ادا کرے اور جسقدر قرآن شریف یاد ہو پڑھے پھر تھوڑی دیر سوجائے بعد ازاں اٹھکر تازہ وضو کرے اور صبح کاذب تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ سے تہجد کی نماز فوت ہوگئی تو گھوڑے سے گر کر اُن کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ مصیبت کیوں نازل ہوئی غیب سے آواز آئی کہ تہجد کی نماز تجھ سے فوت ہوگئی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ صبح کاذب تک مشغول رہے۔ اسی طرح ہر روز کیا کرے لیکن اس میں کمی بیشی نہ کرے تاکہ مشائخ کی سنت ادا ہو۔ الحمد للہ علیٰ ذالك[1]

برائے خلاصی از دوزخ جو شخص ذی الحجہ کے ایام عشرہ میں سورۃ فجر پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتا ہے۔[2]

---

[1] ترجمہ اردو دلیل العارفین صہ ۲۹ تا ۳۴

[2] ترجمہ اردو راحت القلوب صفحہ ۵۲ مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور

برائے حصول بہشت و دافع بلیّات

جو شخص ماہ محرم کی پہلی رات میں چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص دس بار یا دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ یٰسین ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسے بہشت میں یاقوت اور زبرجد سے بنے ہوئے محلات عطا فرمائے گا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کی چھ ہزار بلائیں دُور ہوتی ہیں اور چھ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔[1]

دافع بلیّات

ماہ صفر میں تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ آخر چہار شنبہ بہت بھاری ہوتا ہے۔ اس روز چار رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دُعا پڑھے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شدید القوی یا شدید المحال یا مفضل یا مکرم ذلّ یا لا الٰہ الّا انت برحمتک یا ارحم الرّاحمین[2]

چہار دہم:- جاننا چاہئے کہ چہار دہم کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ جب نطفہ رحم میں آتا ہے سہ قسم ہو جاتا ہے اور سکھنا ہو جاتا ہے اور دوسری قسم میں آنکلا،[3] پنگلا ہو جاتا ہے بعد ازاں سہ نو تک ہو جاتا ہے۔ پھر تین سو ساٹھ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ مگر اصل مقصد سہ رگ ہے اور اس سے بھی زیادہ یک رگ ہے جسے سکھنا کہتے ہیں اور رگ چہارم وہ ہے کہ صورت ذکر میں اندر آئے۔ ہند والے اسے اندری کہتے ہیں۔ سکھنا ناف سے دل تک ہے۔ آنکلا پنگلا سکھنا کے چپ و راست میں ہیں کہ اُسے نلہا کہتے ہیں اور سکھنا میں دم ناف سے دل تک آتا ہے پھر اس مقام سے دم درمیان دونوں ابروؤں کے آتا ہے اس مقام پر سہ[4] قسم ہو جاتا ہے ایک ناک کی طرف چلا جاتا ہے دوسرا درمیان ہر دو ابرو اور دونوں آنکھوں کے پھر کر گوشت و پوست اور استخوان میں چلا جاتا ہے۔ یہاں یہ سہ پایہ ہے جسے ہندو ترکش کہتے ہیں اور صورت اس شغل کی اصطلاح ...

---

[1] ترجمہ راحت القلوب صـ ۶۹-۷۰

[2] ترجمہ اردو راحت القلوب صـ ۴۳

[3] غالباً ایڑا پنگلا سے مراد ہے (دیکھو گورکشپدھتی رمازکیان گورکھپور جنوری ۱۹۵۵ء صـ ۲۲۶ بند اسینکرت انگ)

[4] ناک کے بائیں حصہ میں ایڑا اور داہنے حصہ میں پنگلا اور سوشمنا ان دونوں کے درمیان ہے ان تینوں کی جڑ کو مولادہار چکر کا زکون بتاتی ہیں (دیکھو گورکشپدھتی)

بعد ازاں طالب ذکر خفی میں آجاتا ہے اس کی تعلیم مرشد کامل سے ملتی ہے۔ ذکر خفی میں دم اندر کھینچا جاتا ہے پھر دم سکھاتے انگلا پنگلا میں پہونچتا ہے۔ یہاں سے گوشت و پوست سے ہوکر دونوں ابرو تک پہونچتا ہے اور سر میں تین مرتبہ طواف کرتا ہے۔ پھر دونوں ابروؤں میں ہوتا ہوا ناف تک پہونچتا ہے یہاں بھی تین چکر لگاتا ہے۔ اس کو حبس دم کہتے ہیں اور بندی میں بھوکم کہلاتا ہے۔ اسکا ایک چلہ ایک بند ہوتا ہے اور تین بند کرنے سے جگہ دم منہ سے بقدر بیس انگشت برآمد ہو اور بقدر نو انگشت معمولاً باہر آیا کرے تو دو سو پچاس سال کی عمر ہو جاتی ہے۔ [۱]

نقطہ :- جاننا چاہیئے کہ یہ ابواب حق کے ساتھ متعین ہیں۔ جب طالب چار دم سے قوت حاصل کرلے اُس وقت اس مقام سے اس ہنر کے کسب کو فرض عین جانکر اس حدیث کسب الحلال فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ کے بموجب ان اشارات کے نکتوں کو مرشد سے دریافت کرے جن کی صورت یہ ہے :-

یہ نکتے چار رکن ہیں اور ہر رکن کے لئے کلمہ ہے ہر کلمہ کے لئے عناصر و منازل اور ہر مراتب سطح ہیں :-

آتش آب
۱
۲
۳
۴
خاک باد
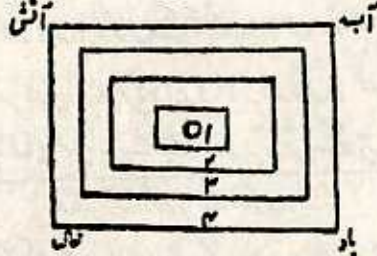
۱ پرانایام یوگ [۲] (الف) بھوکم زلزلہ کو کہتے ہیں (ب) حبس دم کا طریقہ ہے جس سے ذاکر بن جاتا ہے۔ تحریک پیدا ہوتی ہے - چربی پگھلتی ہے۔ قلب حاضر ہوتا ہے۔ فقرا کامل اس ترتیب کو کام میں لاتے ہیں۔ (رسالہ حبس دم قلمی کتب خانہ ذاتی معراج الدین صاحب معراج دھولپور میں موجود ہے) [۳] مزید تفصیلات کتاب کشف الاسرار المعروف بہ معراج الانوار میں ہیں

یعنی خدائے تعالیٰ نے اپنے نور سے نور محمدی پیدا کر کے چہار عناصر سے مرکب کیا۔ اوّل رکن نار ہے۔ رکن دوم باد۔ رکن سوم آب۔ رکن چہارم خاک ہے۔ پس ان چاروں کے مجموعے سے اجسام پیدا کئے اور ہر جسد میں اٹھائیس منازل رکھیں، ہر منزل میں ایک حرف رکھا ہر حرف پر ایک موکل رکھا۔ اور ہر موکل کو ایک کرسی پر رکھا۔ یہی اٹھائیس کرسیاں صلب میں ہیں ہر کرسی چہار ارکان سے نامزد ہے۔ ہر رکن منزل ہے ہر منزل نفس ہے۔

اوّل منزل ناسوت ہے۔ تمام عالم ناسوت کے جامہ میں ہے اور تمام ناسوت زبان میں ہے اور مقام روح القدس ہے اسکی خبر جبرئیل کو ہے اور مقام جبرئیل مقام محمود ہے۔ یہ دونوں ابروں کے درمیان ہے اور خاکی ہے۔ جب منہ کی طرف سے دم بقدر بیس انگشت باہر آئے اور سیدھی طرف جائے تو ہندی میں اسے کمل کہتے ہیں۔

دوسری منزل ملکوتی ناک میں ہے اس کی خبر اسرافیل کو ہے۔ اسرافیل باد ہے اور اس کا مقام ناف ہے اس کا رنگ سبز ہے۔ لذت ترش ہے اور جائے اسرافیل مقام نعیرہ ہے اور مسکن بینی ہے لیکن ناک سے دم ہشت انگشت باہر آتا ہے اور بائیں جانب جاتا ہے اس کو ہندی میں برکمل کہتے ہیں۔

تیسری منزل جبروت ہے اس کا مقام آنکھ ہے اس کی خبر میکائیل کو ہے۔ میکائیل آبی ہے مقام اس کا نارک ہے اور تمام نارک آبی ہوتے ہیں رنگ اسکا سُرخ ہے اور صورت مثل ماہ نو کے ہے لذت شیریں ہے لیکن دم تن سے براہ چشم چہار دہ انگشت باہر آتا ہے اور اندر چلا جاتا ہے اس کو ہندی میں سور کمل کہتے ہیں۔

چوتھی منزل لاہوت ہے اس کا مقام کان ہیں اس کی خبر عزرائیل کو ہے۔ عزرائیل آتشی ہے۔ کان بھی آتشیں ہیں رنگ اسکا سیاہ ہے اور صورت سہ کنج ہے۔ لذت تلخ ہے لیکن دم کان کے راستہ سے چار انگشت باہر آتا ہے اور اوپر کی جانب جاتا ہے ہندی میں اسے سن کمل کہتے ہیں یہ مقام اصل ہے۔ یہ ذکر دو بار بھی کرنا سب پر غالب ہے۔

ﻂ مزید تفصیلات کتاب کشف الاسرار المعروف بہ معراج الانوار میں ہیں۔

مگر طالب کو چاہئے کہ اسے چار بار کرے۔ مقام محمودہ، انوار جلال، نور جمال، نور محمدؐ و نور احمدؐ ایک ہیں اور محمود، محمدؐ، احمدؐ واحدؐ ایک ہیں۔ یہ چارتن کیف و لطف و فنا و بقا ہیں اور چار روحیں ہیں۔ علوی، سفلی، قدسی، ایمانی یہ سب کچھ مرشد سے حاصل ہوتا ہے۔ پس طالب کو چاہئے کہ چہار دم ایک بار کھینچے اور ہر دم کو جابجا پہونچائے۔ یہ چاروں وجود انسانی ہیں بادشاہی کرتے ہیں۔[1]

اہلِ تصوف اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اصل تصوف جاننا نہیں ہے بلکہ بھگتنا ہے۔ تصوف کا جاننا بے سود اور بھگتان سود مند ہے۔ بعض تعلیمات کو عملی جامہ پہنانا بلا مرشد ممکن نہیں۔ چنانچہ خود غریب نوازؒ نے بھی بار بار یہی فرمایا ہے۔ آپ نے علاوہ تعلیمات بالقلم و باللسان کے جو بالقلب درج بھگتان کرایا ہے وہ مرشد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

آپکی تعلیمات و ہدایات کے ہندوستان پر اثرات

قدرت کا قانون ہے کہ جب انسانیت سوز تاریکی بڑھ جاتی ہے تو رہنمائی کے لئے کوئی مصلح بھیجا جاتا ہے اس قانون کے تحت ہی تخلیقِ عالم سے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک بہت سے انبیا، اور رہنما اس دُنیا میں آتے رہے۔ بعدازاں اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رہنما بن کر تشریف فرما ہوئے۔

چھٹی صدی ہجری کے دَور میں جب مختلف ایشیائی ممالک صحیح راستہ سے بھٹک کر گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے اس وقت ان ممالک میں متعدد اہل اللہ ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے بھیجے گئے۔ عراق میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ مصر میں سلطان المصر سید احمد البدویؒ خیوا میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ، ایشیائے کوچک میں حضرت شمس الدین تبریزیؒ اور بعض دیگر اولیا نے ملک کے دوسرے حصوں میں اس منشائے قدرت کو پورا کیا۔ مگر ہندوستان میں اب تک پنجاب سے آگے کسی اہلِ اللہ نے تبلیغ اسلام کے لئے قدم نہیں رکھا تھا سب سے پہلے روحانی تاجدارِ ہند یعنی حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی نے پنجاب

---

[1] دیکھو قلمی نسخہ کشف الاسرار المعروف بہ معراج الانوار۔

سے گذر کر سرزمین راجپوتانہ کو شرف قدمبوسی عطا فرمایا۔ اور اجمیر میں تشریف فرما ہو کر ہندوستان کو اپنے روحانی فیوض، پُر اخلاق طرز عمل، صلح کن رویہ، دلنشیں درس ہدایت سے تاریک ہندوستان کو نورِ توحید اور ضیائے معرفت سے منوّر فرمایا۔

اگرچہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ملک گیری کے لئے محمود غزنوی۔ سلطان شہاب الدین غوری کے حملے ہندوستان پر ہو چکے تھے مگر ان میں سے کسی نے نہ بجبر کسی کو مسلمان کیا نہ زبردستی کسی کو مسلمان کرنا قانونِ اسلام میں جائز ہے اس لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انکی تلواروں نے ہندوستان میں اسلام پھیلایا، کوئی مذہب نہ بزورِ شمشیر پھیلا ہے نہ پھیل سکتا ہے۔ تلوار کے ڈر سے اگر کوئی دوسرے مذہب کی طرف مائل بھی ہو جائے تو کل پھر وہ اسی دین کی طرف راغب ہو جائیگا جو اُسے دل سے عزیز ہے۔

دراصل ہندوستان میں اسلام کسی بادشاہ کی تلوار سے نہیں بلکہ روحانی شہنشاہ ہندوستان حضرت خواجہ کے خلق محمدیؐ اور دل کو تسخیر کرنے والی ہدایات سے پھیلا۔ حضرت نے یہاں تشریف فرما ہو کر نہ صرف تبلیغ اسلام کی بلکہ دیگر لحاظ سے بھی ہندوستان میں ایک ایسا عظیم انقلاب برپا کر دیا جس کی مثال بزمانہ رسالت عرب کے سوا کسی دوسرے مقام پر مشکل سے ملے گی۔

آپ کے تشریف لانے کے بعد ہندوستان وہ ہندوستان نہ رہا جو آپ کے تشریف لانے سے پہلے تھا اس کی بدقسمتی خوش قسمتی سے بدل گئی۔ بت پرست خدا پرست ہو گئے۔ بکثرت افراد بطیب خاطر آغوش بہ اسلام نظر آنے لگے۔ مساجد تعمیر ہوئیں۔ بتکدوں میں جانے والے مسجدوں میں آنے لگے۔ ناقوس کی بجائے اذان دینے لگے، بجائے صنعت کے صانع کو یاد کرنے لگے۔ بتوں کا کلمہ چھوڑ کر خدا کا کلمہ پڑھنے لگے۔ گمراہ شریعت محمدیؐ کی راہ پر آگئے۔ بتوں کے سامنے سر جھکانیوالے خدا کے سامنے سربسجود ہوئے۔

حضرت خواجہؒ کی برکات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ آپ کی ہدایت کے زیر اثر ہندوستان کے تمدن و معاشرت میں بھی کایا پلٹ ہو گئی۔ لوگوں کی ذہنیت میں تبدیل واقع ہوئی۔ قانون اسلام کے تحت بیوہ کی دوسری شادی جائز قرار پائی۔ دختر کُشی اور لڑکیوں کو بر سرِ راہ لونڈیاں بنانا بُرا سمجھا جانے لگا، رسم ستی کی مذمت ہونے لگی تاآنکہ بعہد اکبر اس کی سختی سے ممانعت ہوئی۔ آخر بزمانہ برطانیہ یہ رسم بند ہو گئی۔ گوشت خوری عام ہوئی۔ بجائے لُٹیا لوٹے کا رواج ہوا۔ دھوتی پائجامہ سے بدل گئی۔ مستورات نے سختی سے پردہ اختیار کیا۔ کھانے کے وقت گوبر لیپی زمین کے بجائے صاف

ستھرے دسترخوان نظر آنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے گڑھوں کا پانی نجس قرار پایا۔ امیرانہ زندگیاں سادگی سے تبدیل ہوگئیں۔ تخت نشین مائل بہ فقر ہوئے۔ مرغن غذائیں سادگی میں بدل گئیں۔ زرّین لباس پر پیونددار کی سادگی غالب آئی۔ لوگ کسب حلال سے روزی حاصل کرنے لگے۔ پاک و ناپاک میں امتیاز ہوا۔ کثافت لطافت سے بدل گئی، دستِ ظلم تسبیح کا حامل ہوا، سرکشوں کے سر اہل اللہ کی چوکھٹ پر جھکنے لگے۔ وحشی جامۂ انسانیت میں آئے۔ علوم اسلامیہ کا چرچا ہوا، علومِ باطنی کی گرم بازاری ہوئی۔ اخلاقیات کا منتشر شیرازہ مجتمع ہوگیا، لوگوں میں رواداری، حلم، تواضع، انکسار، ملنساری، نرمی، خلوص، پاکبازی غمگساری اور اور دلدہی کے جذبات ترقی پذیر ہوئے اور قانونِ شریعت کے تحت سنگدلی، ظلم، تعدی، خودکشی، غیبت قماربازی، شراب خوری اور زناکاری کی سرد بازاری ہوئی۔

اب اہل ہندوستان نہ صرف اسلام، اخلاقیات، نیک اعمال سے مزیّن نظر آنے تھے۔ بلکہ روحانیت میں بھی ممتاز ہوگئے تھے۔ ان کو تعلیم دی گئی تھی کہ ہر مذہب کے مقلدین میں سے صرف خدا کی معرفت، محبت اور قربتِ حق حاصل کرنے والا گروہ مذہب حقیقی کا حامل ہے۔ ہر وہ عمل جو خدا سے دور کرے کفر ہے اور ہر وہ مذہب جو خدا سے نزدیک کرے مذہب حقیقی ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ بلا تفریق مذہب ہر ایک سے بلا تعصب روادارانہ سلوک کرتے تھے اور غیر مسلم بھی آپ کے روحانی تصرفات سے مستفیض ہوتے تھے۔

آپ کی تشریف آوری کے بعد توہم پرست ہندوستان حقیقت پرست ہوگیا، لوگ اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ کرنے لگے۔ نماز کے علاوہ اطاعت باطنی کی جانب راغب ہوئے۔ علم تصوف کی تعلیم جاری ہوئی۔ اطراف و جوانب میں آپ کے مریدین نے تصفیۂ نفس و تزکیۂ قلب کی تعلیم دینا شروع کی خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ فقر و درویشی کا چرچا ہوا، طریقت، سلوک، معرفت اور عشق حقیقی کے راستے کھل گئے خودبیں خدابیں ہوگئے۔ ناقص کامل ہوگئے، جاہل عارف ہوگئے۔ اہلِ دنیا اہل اللہ ہوگئے۔ بدمعاش نیک معاش ہوگئے۔ بدکار نیک کردار ہوگئے۔ نفس پرست حق پرست ہوگئے۔ نفس پرور غریب پرور ہوگئے۔ درویشی نصیب ہوئی۔ اعلیٰ مراتب ملے، اولیاء بنے، مشائخ بنے، صوفی بنے، سالک بنے زاہد بنے، عابد بنے، خدارسیدہ ہوئے برگزیدہ ہوئے۔ اعلیٰ مدارج پائے، نیک و صالح کہلائے۔

خوش قسمت ہے ہندوستان کہ اس ملک میں آپ کی ہمہ صفت موصوف ذات گوناگوں صفات

میں کارفرما ہوئی ۔ کہیں آپ بطور مصلح اعظم انسانیت سوز اعمال و افعال کی ممانعت کرتے ہوئے اور پُر اخلاق طرزِ عمل کی ترغیب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں آپ ناقصوں کو ایسا کامل و اکمل بناتے ہیں کہ وہ دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کسی جگہ آپ بطور مبلغ اسلام تبلیغ بالاخلاق سے صدہا افراد کو دولتِ ایمان سے مشرف فرماتے ہیں تو کسی مقام پر آپ غافل لوگوں کو بتعداد کثیر دولت عرفان و توحید سے مالامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی آپ بطور مدرس انسانیت رواداری، بے تعصبی، یگانگت ہمدردی، اعلیٰ ظرفی، بلند حوصلگی، روشن خیالی کا درس دیتے ہوئے جلوہ گر ہیں تو کبھی آپ بطور شفیقِ اعظم بلاتفریق مذہب لوگوں کی دستگیری کرنے میں رونما ہیں۔ کبھی آپ بطور درویش اکمل ملک السلاطین کی طرح بادشاہوں پر حکمرانی کرتے ہیں تو کہیں آپ فقر و فاقہ کی زندگی میں جلوہ پزیر ہیں۔

آپ کے تصرفات معنوی آپ کی حیاتِ ظاہر کے ساتھ ختم نہیں ہوئے بلکہ آج بھی آپ کا مزار مبارک استفادہ گاہِ روحانیت ہے۔ ہر مذہب و ملت کے افراد آتے ہیں اور دنیاوی فلاح و روحانی برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی ہند کے گوشہ گوشہ سے آکر اپنی پرخلوص عقیدت اور لافانی محبت کے پھول آنسوؤں کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ انکے ہونٹ اس پاک چوکھٹ کو بوسہ گاہ بناتے ہیں۔ اِن کا جسم مزار اقدس کا طواف کرتا نظر آتا ہے اور اُن کا دل نہ صرف خود قربان ہوتا ہے بلکہ دُنیا کی ہر چیز قربان کرنے کے لئے آمادہ نظر آتا ہے۔

اہلِ ہند کی آپکے ساتھ عقیدتمندانہ وابستگی

جس طرح ذات حق تعالیٰ کی ذات واحد کے ساتھ مختلف مذاہب کے لوگ ہزاروں قسم کے مختلف عقائد رکھتے ہیں اسی طرح آپ کی ذات گرامی کے ساتھ مختلف جماعتوں کے مختلف عقائد ہیں ان میں سے بعض کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

(الف) **بعض مخصوص عارفانہ عقائد**:۔ جس طرح آپ نے اپنی حیاتِ

ظاہری میں سلطان شہاب الدین اور سلطان شمس الدین کو اپنی استعانت باطنی سے ہندوستان کا بادشاہ بنایا اور سلطان محمود خلجی۔ اکبر۔ شیر شاہ صوری کو فتوحات ہوئیں۔ اسی طرح روحانی طور پر آجکل بھی ہندوستان کی سلطنت آپ کے تصرف میں ہے اسی وجہ سے آپ سلطان الہند کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بموقعۂ عرس اچھے سے اچھا انتظام کرنے کے باوجود ایک دن دورانِ عُرس ضرور ایسا آتا ہے کہ آپ کی درگاہ میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ اہلِ نظر کہتے ہیں کہ اس سے آپ کی اویس گہری نسبت کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

ہندوستان کے تمام اہم معاملات اولیاء اللہ باطنی طور پر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور آپ کے دربار سے جو آپ کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ہی ظہور میں آتا ہے۔

آپ ہندوستان کے روحانی شہنشاہ ہیں اور تمام قطب و ابدال، اولیاء، اہلِ خدمت اور دیگر منتظمین باطنی آپ کے زیر حکم ہیں۔ آپ کی درگاہ شریف کے معاملات ہندوستان کے معاملات سے ایسے وابستہ ہیں کہ اگر درگاہ میں روپیہ کی کمی ہوگی تو سرکار ہند کے خزانہ میں بھی کمی آئیگی۔ اگر درگاہ کے انتظام میں فرق آئے گا تو سرکار ہند کے انتظام میں بھی ضرور فتور آئیگا وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ آپ حیات ظاہری میں مسکین پرور، بیمار و خادم نواز تھے اس وجہ سے آج بھی آپ کی درگاہ میں روزانہ غربا کو دلیہ، بیماروں کو طبی امداد اور خدام کو حق الخدمت برابر ملتا رہتا ہے۔ نیز چونکہ آپ کو علم شریعت، علم معرفت اور سماع سے ذوق تھا اس لئے آج بھی آپ کی درگاہ میں دارالعلوم مساجد، دارالفتاوی موجود ہیں اور فقراء، علماء، مشائخین و درویش آپکی درگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔

جس طرح مکہ معظمہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اسی طرح اجمیر کے گرد بھی پہاڑیاں ہیں اور یہاں کی سرزمین ریگستانی مثل مکہ معظمہ کے ہے نیز اجمیر کی گلیاں مدینہ منورہ کی گلیوں کے مشابہ ہیں اس سے اویس گہری نسبت کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو دربار ایزدی اور رسالت سے ہے۔

آپ نائب رسول فی الہند ہیں اور آپ کی نسبت محمدی کے پیشِ نظر اجمیر مدینۃ الہند دارالخیر اور دارالسلام ہے۔

(ب) بعض عام جماعتی عقائد:-

عرس پر بعض حاضر ہونیوالوں کا عقیدہ اگر ہم عرس پر حاضر نہ ہونگے تو ہم اُس فیض عام سے محروم رہ جائینگے. جو عرس پر ہوا کرتا ہے اور ہمارا سال آسائش نہیں گذریگا.

اہلِ سندھ کا عقیدہ اہلِ سندھ کا عقیدہ ہے کہ آپ کے روضہ پر سات مرتبہ حاضری دینا ایک حج کے برابر ہے. چنانچہ حج کے موقعہ پر اہلِ سندھ حاضر دربار ہوتے ہیں.

میواتیوں کا عقیدہ میواتی صاحبان عرس میں آپ کے قل سے ایک دن پہلے چلے جاتے ہیں اُن کا عقیدہ ہے کہ قل موتے کا ہوا کرتا ہے مگر آپ زندہ جاوید ہیں اس لئے قل کیسا اور اس میں شرکت کیسی-

امیروں کا عقیدہ جتنا ہم دربارِ خواجہؒ میں خرچ کرینگے اس سے بدرجہا زیادہ پائینگے اس لئے بمبئی کے اکثر تاجر یہاں بیدریغ امورِ خیر میں صرف کرتے ہیں.

اہلِ اجمیر کا عقیدہ شادی کے موقعہ پر دولہا کو اوّل آپ کی درگاہ میں سلام کراتے ہیں پھر بارات دُلہن کے گھر لیجاتے ہیں تاکہ یہ رشتہ مبارک ثابت ہو نیز جنازہ کی نماز بخیال مغفرت موتیٰ درگاہ میں پڑھواتے ہیں.

عام عقیدہ آپ کے دربار سے کوئی محروم نہیں جاتا ہر شخص کچھ نہ کچھ لیکر جاتا ہے. ترقی عمر کے لئے اپنے بچوں کو آپکی درگاہ میں علیٰ قدر حیثیت مصری و شیرینی وغیرہ میں وزن کراکر تقسیم کرتے ہیں نیز اسی عقیدہ کے تحت میں یہاں اپنے بچوں کے سر کے بال اتر واتے ہیں اپنے بچوں کی درازیٔ عمر کیلئے بعض مقامی و بیرونی اشخاص اپنے بچوں کو غریب نوازؒ کے نام پر کچھ عرصے کے لئے گروہ کر دیتے ہیں. مدت ختم ہونے پر وکیل[1] درگاہ کے ذریعہ چھڑا لیتے ہیں.

لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غریب نوازؒ کے دربار میں معاملات طے کئے جاتے ہیں اس لئے حاجتمند اپنی حاجات بطور عرضی لکھ کر آپ کے روضہ کے کٹہرہ سے بذریعہ اپنے وکیل درگاہ بندھواتے ہیں.

[1] وہ خدام جنکے ذریعہ سے لوگ مزار شریف کی زیارت کرتے ہیں.

اگر کوئی منت مان لی جائے اور مراد بر آنے پر وہ پوری نہ کی جائے تو کسی قسم کا نقصان ضرور ہوتا ہے۔ درگاہ کے درختوں سے اگر کسی پر پھل یا پھول گر جائے تو اس کو مبارک تصور کیا جاتا ہے۔

بعض ہندو صاحبان کا عقیدہ بعض ہنود صبح کے وقت درگاہ کی سیڑھیوں سے اپنی دُکان کی کنجیاں مَس کر کے دوکانات کھولتے ہیں تاکہ کاروبار میں منفعت ہو۔ اسی عقیدہ کے پیشِ نظر بعض ہنود صبح کو درگاہ کی سیڑھی دھو کر دُھون کا پانی اپنی ترازو اور باٹوں پر چھڑکتے ہیں۔

نواحِ شملہ سے لوگ لکڑی کے لٹھے، سلیپر وغیرہ بہتے ہوئے پانی میں ڈال کر روانہ کرتے ہیں اور اُنکے منزلِ مقصود پر پہونچنے کے لئے وہ ایک ہزار روپے تک کی تھیلی حضرت خواجہ کے نام پر دریا میں ڈالدیتے ہیں اُنکا عقیدہ ہے کہ یہ روپیہ حضرتِ خواجہؒ کے نام پر دریا میں ڈالنے سے ہمارا مال بلا نقصان منزلِ مقصود پر پہونچ جائیگا۔

ج) بعض عقیدتمندانہ منتیں مرادیں:-

اہلِ حاجت آپکے دربار میں حاضر ہو کر منتیں مانتے ہیں اور جب مراد بر آتی ہے تو منتیں بڑھانے آتے ہیں۔ بعض امراء منتیں مانتے ہیں کہ اگر ہماری فلاں مراد بر آئے گی تو ہم آپکے یہاں کی چھوٹی یا بڑی دیگ پکوائینگے یا فلاں عمارت تیار کرائینگے یا کارچوبی چادر وغیرہ قوالی کیساتھ پیش کرینگے۔ بعض منت مانتے ہیں کہ اگر ہماری فلاں مراد بر آئیگی تو کپڑے یا پھولوں کی چادر پیش کرینگے۔ درگاہ میں محفل میلاد منعقد کرینگے، قوالی کرائیں گے۔ سبیل یا حوض میں مشکیں بھروائیں گے۔ اگر ہمارا بچہ اتنی عمر کا ہوجائیگا تو ہم اسے آپ کی درگاہ میں پیسوں میں تول کر فقراء کو پیسے تقسیم کرینگے۔ بعض لوگ منت مانتے ہیں کہ اگر ہمارے اولاد ہوگی تو ہم پہلا بچہ درگاہ میں چڑھائینگے۔ ایسے حضرات بچہ ہونے پر پہلا بچہ اپنے وکیل درگاہ کی معرفت درگاہ میں پیش کردیتے ہیں۔ ایسے بچے ہمیشہ اجمیر میں ہی رہتے ہیں اور درگاہ چڑھے کہلاتے ہیں۔

حصّہ سویم
بعض حاضریاں اور خدمات

بعض مہاجرین

ذیل میں اُن اصفیا کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے غریب نوازؒ کی محبت سے متاثر ہو کر وطن سے ہجرت کی اور اجمیر آ کر قیام پذیر ہوئے۔

تاج المہاجرین حضرت سید ملک محمد عالمؒ المعروف بہ گدڑی شاہ بابا خنجر والے

مرشدی و مولائی سلطان رنداں حضرت سید ملک محمدؐ عالمؒ کی ولادت تقریباً ۱۲۰۰ھ میں ہوئی آپ کا آبائی وطن اور جائے ولادت قصبہ ککی ضلع شاہ پور (پنجاب) ہے آپکے والد ماجد حضرت شیر محمد کو سکھوں کی عملداری میں جاگیر ملی تھی۔ آپ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے بچپن ہی سے آپ بجائے کھیل تماشوں میں حصہ لینے کے جنگلوں میں عزلت گزیں رہا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جب آپ کی مفارقت سے زیادہ بیقرار ہو کر تلاش کراتیں تو آپ مہینوں بعد اپنی والدہ سے ملنے مکان پر چلے آتے تھے مگر کچھ عرصہ بعد جب آپ کے والد نے رحلت کی تو آپ نے گھر پر بالکل آنا ترک کر دیا۔ ابتدائے سلوک میں آپ معظم شاہ رحمتہ اللہ علیہ (جنکا مزار راولپنڈی میں ہے) کے پاس رہے۔ ازاں بعد اپنے حاجی جان محمدؒ کے ارشاد کے مطابق اجمیر آ کر بقیہ تمام عمر کا حصہ یہیں گذارا۔ آپ تقریباً ساٹھ سال تک دربار غریب نوازؒ میں حاضر رہے۔ آپ نے سیر و سیاحت بہت کی تھی۔ زیارت حرمین۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلی وغیرہ سے مشرف ہوئے تھے۔ ان نواح میں مدتوں پھرے تھے جب بغداد شریف حاضر ہوئے تو پیر مصطفیٰؒ کے قدموں کے نیچے لیٹ کر اظہار عجز کیا۔ آپ کی بود و باش نہایت سادہ تھی۔ معمولی خوراک تناول فرماتے تھے۔ اکثر ٹاٹ کا کرتہ زیب تن فرماتے تھے۔ تہبند باندھتے تھے۔ گدڑی اوڑھے رہتے تھے اس وجہ سے آپ گدڑی شاہ بابا مشہور ہوئے۔ اکثر برہنہ سر رہتے ہاتھ میں ایک عصا رکھتے تھے۔ اجمیر شریف سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک باغ میں عرصہ تک مقیم رہے۔ یہ باغ نصیر آباد جانیوالی سڑک پر واقع ہے یہاں ایک پختہ مسقف مسجد اور ایک بلند چبوترہ پر ایک شہید کا مزار بھی ہے۔ آپ دن کے وقت شہر اجمیر میں رہا کرتے گھر گھر پھر کر لوگوں کو فیض پہونچاتے تھے۔ بیماروں کو دم کر کے پانی دیتے تھے۔ اہل حاجت کے لئے دعا فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی درگاہ میں روزانہ پائیں شریف کی جانب متصل ارکاٹی دالان آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی عالم راز و نیاز میں کئی کئی دن تک سر بسجدہ رہا کرتے تھے۔

آپ نہایت خوش خلق نرم مزاج تھے کسی سے قصور ہو جاتا تو فرماتے بھول ہو گئی مگر غصہ نہ فرماتے۔ ماہ رمضان میں روزے رکھتے۔ ماہ محرم کی یکم تاریخ سے دس تاریخ تک بھی روزہ دار رہتے۔ خوراک بقدر لایموت تھی اکثر کھانا تناول فرمانے سے قبل گرم پانی پی لیا کرتے تھے۔ آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی، روزانہ درگاہ میں بوقت شب سماع سنتے تھے جمعرات۔ چھٹی اور عرس شریف کی محافل سماع میں اکثر موجود رہتے تھے۔ اہل اجمیر اور بیرونی صاحبان نے آپ سے بہت فیوض حاصل کئے۔ آپ ہر ایک کے دُکھ درد میں اس کی بہتری کی دعا فرمایا کرتے۔ کارساز اُنکی دُعا مستجاب فرماتا۔

فیض رسانی کے پیش نظر لوگ آپ کو رحمتِ اجمیر کہتے ہیں آپ سے بکثرت کرامتوں کا ظہور ہوا۔ لاعلاج بیماروں نے شفا پائی۔ مُردے زندہ ہو گئے دردمندوں نے سکون حاصل کیا۔ اہل حاجت کی حاجت براری ہوئی۔ درماندوں کی عقدہ کشائی۔ لاچاروں کی مشکل کشائی ہوئی طالبانِ حق خدارسیدہ ہوئے۔

آپ کا وصال بعمر ۱۲۰ سال بتاریخ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بروز یکشنبہ دن کے ڈیڑھ بجے محلہ پورانی منڈی میں ہوا۔ فنا فی اللہ شد خلیل اللہ تاریخ وفات ہے۔

۱۳ ھ ۲۷

مزار شریف غریب نواز کے چلہ شریف پر سنگ مرمر کی بارہ دری میں ہے۔ مخلوق آج تک آپ کے مزار پر حاضر ہوتی ہے اور فیض پاتی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ۸ رمضان سے ۱۰ رمضان تک ہوتا ہے۔ خادمی وقف میں آپ کے عرس کے مصارف کیلئے رقم وقف ہے۔ غریب نواز کی درگاہ کا عملہ خدمات عرس بجالاتا ہے۔ دیوان اور متولی صاحبان محافل سماع میں موجود رہتے ہیں۔

حضرت عبدالرحیم شاہ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ کاشی پوری، ابراہیم خانصاحب مرحوم، حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم۔ داروغہ عبدالعزیز خانصاحب مرحوم اور بعض دیگر حضرات آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ مرید تذکرہ تحت سرنامہ "بعض شہری اسلامی تقاریب" درج ہیں۔

حضرت عبدالرحیم شاہ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ آپ کا نام عبدالرحیم ہے مگر آپ قاضی بابا، بھولے شاہ اور قاضی گدڑی شاہ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حضرت گدڑی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔ آپ کا خاندان سلیم پور گدڑی ضلع بجنور کا قدیم باشندہ ہے مگر آپ کا وطن کاشی پور (ضلع نینی تال) ہے آپ کے والد بزرگوار شیخ علی بخش صاحب مرحوم میران پور جانٹ میں جوتہ کی دوکان کیا کرتے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ ابتدائی زمانہ میں آپ بونگے شاہ صاحبؒ کاشی پوری (جنکا مزار معہ مریدین ایک باغ میں ہے) کی صحبت میں رہے۔ شادی کے بعد آپ کے یہاں ایک فرزند اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ بعدازاں آپ ترکِ وطن کرکے اجمیر شریف آگئے۔ کچھ دن دربار غریب نواز میں حاضر رہے۔ ایک دن عالمِ رویا میں غریب نوازؒ نے حضرت گدڑی شاہ بابا کی طرف اشارہ کرکے آپ سے فرمایا کہ "انکے حلقہ بگوش ہوجاؤ" مگر آپ موصوف کو اس وقت تک نہیں جانتے تھے کئی دن تک تلاش میں رہے کہ جو صورت دکھائی گئی وہ کسکی ہے۔ آخر جوئندہ یابندہ ایک دن آنحضرت گدڑی شاہؒ لوگوں کو روٹیاں تقسیم فرمارہے تھے کہ آپ نے انھیں دیکھکر پہچانا۔ لینے والوں کی صف میں کھڑے ہوگئے۔ عرصہ تک موصوف کی خدمت کی ہمیشہ ساتھ رہتے تھے فیض روحانی سے مستفیض ہوئے۔ دولت فقر سے مالامال ہوئے۔

آپ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے بغداد شریف عرصہ تک حاضر رہے۔ آپ زیادہ تر عالم سکر میں رہا کرتے تھے۔ روزانہ سہ پہر کے وقت آستانۂ غریب نواز پر حاضری دیا کرتے تھے۔ چھٹی، پنجشنبہ اور عرس کی محافل سماع میں اکثر موجود رہتے تھے۔ حضرت گدڑی شاہ کے عرس میں بلاناغہ حاضر رہتے تھے۔

آپ کا وصال بعمر اڑسٹھ سال بتاریخ ۵ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ میں بروز یکشنبہ ڈیڑھ بجے دن کے وقت محلہ پرانی منڈی میں ہوا "باد مقامِ قربِ حق ابن سالکِ دین متین" آپ کے وصال کی تاریخ ہے۔

۱۳ ہجری ۴۴

مزار شریف غریب نواز کے چلہ پر ایک مسقف حجرہ میں ہے۔ حجرہ میں سنگ مرمر اور سنگِ موسیٰ کا فرش ہے۔ لوگ یہاں حاضر ہوکر فیض حاصل کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس ۴ شوال سے ۵ شوال تک ہوتا ہے۔ عملہ درگاہ غریب نواز عرس شریف کی خدمت بجالاتا ہے۔ محافل سماع کے وقت دیوان اور متولی درگاہ موجود رہتے ہیں۔ عرس کے مصارف کے لئے خادمی وقف سے رقم وقف ہے۔ مزید تفصیلات تحت سرنامہ "بعض شہری اسلامی تقاریب" درج ہیں

حضرت احمد علیشاہ بنارسیؒ آپ نے تقریباً پچاس سال اجمیر میں رہکر مخلوق خدا کو فیض پہونچایا۔ آپ کے مریدین کی تعداد خاصی ہے۔ آپ کا وصال ۶ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۶ء ہوا مزار غریب نواز کے جلہ پر ہے۔ آپ کے مریدین آپ کا سالانہ عرس کرتے ہیں۔

حضرت محمد علیشاہ قادری آپ کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے۔ وطن سے ہجرت کرکے تقریباً

سانٹھ سال اجمیر میں مقیم رہے۔ آپ جمعہ کی نماز درگاہ شریف میں پڑھا کرتے تھے مگر راستہ میں کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ بافیض، تنہائی پسند اور مستغنی درویش تھے۔ پیر مصطفےٰ صاحب بغدادیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ میں ہوا۔ دانش کی رپنی میں مزار ہے۔ آپ کے مریدین آپ کا سالانہ عرس کرتے تھے مگر وہ لوگ پاکستان چلے گئے ہیں۔ مؤلف پر عنایت فرماتے تھے۔

حضرت یعقوب شاہؒ | آپ وطن سے ہجرت کرکے تقریباً پچاس سال درگاہ کے ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ بڑے متواضع بافیض درویش تھے آپ کا وصال ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء بروز جمعہ ہوا مزار غریب نواز کے چلہ میں جنوبی احاطہ میں ہے۔ مزار کا تعویذ نہیں ہے صرف زمین کے فرش پر خطوط کھینچکر مزار کا نشان بنادیا گیا ہے۔ مولف کے ساتھ بان کی تواضع سے پیش آیا کرتے تھے۔

حضرت رنگین شاہؒ | آپ مظفر نگر کے باشندہ تھے۔ وطن کی سکونت ترک کرکے اجمیر میں مقیم ہوئے۔ تقریباً پچاس سال دربار غریب نواز میں حاضر رہے۔ رنگین کپڑے پہنا کرتے تھے۔ متوکل درویش تھے۔ حاجی محمد خاں صاحب کی حویلی میں رہا کرتے تھے۔ مرض الموت میں مبتلا ہوکر وطن چلے گئے وہیں تقریباً بیس سال ہوئے انتقال ہوگیا۔ مولف سے اتحاد رکھتے تھے۔

سید معصوم علیشاہؒ عرف حافظ نابینا | آپ وطن سے ہجرت کرکے تقریباً پچاس سال چھوٹی دیگ کے قریب ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ آپ بیماروں کو تعویذ اور پانی دم کرکے دیا کرتے تھے۔ بہت لوگ آتے تھے۔ ایک شب آپ نے بآواز بلند بسلسلہ راز و نیاز غریب نواز سے یہ گلہ کیا کہ "تمام عمر تو یہاں گذری اب آخری وقت میں یہاں سے باہر بھیجا جاتا ہے"۔ صبح ہونے پر آپ جب جے پور روانہ ہوئے۔ جے پور اسٹیشن پر ٹونگ اور اسی دن آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کے وصال کو تقریباً پندرہ سال ہوگئے۔ مزار جے پور میں مسکین شاہؒ کی خانقاہ میں ہے۔

حضرت معصوم باباؒ جاروب کش خواجہ | آپ درگاہ شریف میں جھاڑو دینے کی خدمت بجالایا کرتے تھے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء مطابق ۱۳۴۱ھ بروز شنبہ ہوا۔ مزار غریب نواز کے چلہ پر متصل اندرونی دروازہ واقع ہے۔

عبدالکریم شاہ تاجی جے پوریؒ | چند سال سے آپ نے اجمیر میں مکان خرید کرکے رہنا شروع کردیا تھا۔ آپ حضرت تاج الدین بابا ناگپوریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ آپ کے مریدین بہت ہیں ضلع علی گڈھ میں بکثرت ہیں

فسادات اجمیر کے زمانہ میں بحالت علالت کراچی چلے گئے وہیں ۱۳۶۷ھ میں وصال ہوا۔ مولف کے بڑے دوست تھے اکثر ہم دونوں کو باتیں کرتے پوری شب گذر جاتی تھی۔

حاجی قدرت اللہ کشمیری آپ کا مزار محلہ اندر کوٹ میں لب کاتن باوڑی ہے۔ بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی سالانہ عرس ہوتا ہے۔

حاجی سید احمد خاں بختیار غزنوی آپ نے وطن سے ہجرت کر کے اجمیر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۴ شعبان ۱۳۱۸ھ میں ہوا۔ مزار متصل سولہ کھمبہ درگاہ شریف کے مغربی دروازہ سے ملا ہوا ہے۔

عبدالعزیز خاں الہ آبادی آپ وطن سے ہجرت کر کے اجمیر میں مقیم ہو گئے۔ محلہ اجمیری ڈڑے کی ہتائی[۱] کے حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ کچھ لوگ آپ کے مرید بھی ہیں۔ محمد خانصاحب بیاوری آپکے خلیفہ ہیں۔ پندرہ سال کے قریب ہوئے آپ کا وصال ہو گیا۔ مزار چلہ سالار غازی پر ہے۔

کوثر علیشاہ رفاعی آپ رفاعی سلسلہ کے بزرگ تھے۔ آپ کا مزار چلہ سالار غازی پر ہے۔

حافظ شبیر علی بیگ کرتپوری آپ کرتپور سنڈاور ضلع بجنور کے باشندہ تھے۔ وطن سے ہجرت کر کے تقریباً پچاس سال اجمیر میں مقیم رہے۔ متشرع درویش تھے۔ محلہ شیخان میں رہتے تھے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۷ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ ایک سو سال سے زائد عمر پائی۔ آپ کا عرس آپ کے مریدین وغیرہ کرتے ہیں۔ مزار چاریاری میں متصل درگاہ ہے۔

مولوی بخاری شاہ آپ متقی پرہیزگار درویش تھے۔ تقریباً چالیس سال اجمیر میں رہے۔ دھان منڈی کی ایک مسجد میں قیام کیا۔ شروع زمانہ میں آپ بہت عسرت سے گذر کرتے تھے۔ پھر صاحب نصاب ہو گئے۔ اجمیر میں کچھ آپ کے مریدین بھی تھے مگر فسادات اجمیر کے زمانہ میں پاکستان چلے گئے۔ آپ کے وصال کو تقریباً پچیس سال ہوئے۔ مزار غریب نواز کے چلہ پر احاطہ جنوبی میں ہے۔

سید عاشق علی شاہ زیدی الواسطی فتح پور ہسوہ آپ نے وطن سے ہجرت کر کے زمانہ دراز اجمیر میں گذارا۔ عالم فاضل اور واعظ تھے۔ نیازیہ سلسلہ کے درویش تھے۔ متوکل۔ خوش بیان اور صاحب نظر

---

[۱] اہل محلہ کا پنچایتی مکان جہاں شادی غمی کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں۔

تھے۔ غریب نواز کا آپ پر کرم تھا۔ لب جالرہ درگاہ کے ایک حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء بعمر ۰۰ سال آپ کا انتقال ہوا۔ شاہجہانی مسجد کے زیر دیوار چہار یاری میں دفن ہوئے کسی نے مراقبہ میں دیکھا کہ جب منکر نکیر نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ہمارے تو مالک خواجہ غریب نواز ہیں اُن سے پوچھ لو۔ غریب نواز نے عالم باطن میں اُن سے فرمایا کہ جو میرا رب اور دین ہے وہی انکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بخشدیا۔

حافظ محمد یوسف گدڑی شاہی آپ پنجاب کے سکھ تھے۔ حضرت گدڑی شاہؒ کی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ موصوف سے نسبت رکھنے کے باعث لوگ آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے ہنی گردوں کے چوک میں رہا کرتے تھے۔ تقریباً ۲۰ سال ہوئے آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار حضرت گدڑی شاہؒ کے داہنی جانب ہے۔ سنگین فرش پر آپ کے مزار کا نشان بنا ہوا ہے۔

ذوقی شاہؒ آپ پچھلے دنوں ہجرت کرکے اجمیر آگئے تھے۔ یہاں مکان بھی بنوالیا تھا۔ مگر فسادات اجمیر کے موقعہ پر کراچی چلے گئے تھے۔ آپ وارث حسین شاہؒ لکھنوی کے خلیفہ ہیں آپ کے بہت سے مریدین ہیں ۱۳۷۰ھ میں بمقام عرفات بموقعہ حج آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت جہانگیر شاہ کمبل پوش چشتی صابریؒ آپ پٹھانوں کے مشہور اور معزز قبیلہ تاجخیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی والدہ سیدانی ہیں۔ آپ کا وطن اور جائے ولادت قصبہ ستبی ضلع مردان ہے آپ کالی کملی اوڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کمبل پوش مشہور ہوئے۔ تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں آپ وطن کو خیر باد کہہ کر مہاراجہ سروہی کے باڈی گارڈوں میں ملازم ہو گئے۔ حضرت محمد غریب شاہؒ (جن کا مزار اجمیر شریف کے ریلوے اسٹیشن کے بالکل قریب اب بھی موجود ہے) نوکری چھڑا کر آپ کو اپنے ساتھ لے آئے اور بیعت سے مشرف فرمایا۔ غریب نواز کی درگاہ میں دیگوں کے متصل ایک حجرہ میں آپ کو مقیم کرایا۔ حضرت خواجہ کے فیض باطنی اور مرشد کی تعلیم و تلقین کے باعث اعلیٰ مراتب پر پہونچے۔ آپ کے خوارق و عادات مشہور ہیں۔ آپ سے ہزاروں بندگانِ خدا نے فیض پایا۔ اوائل میں آپ احمدآباد میں کچھ دن تک رہے۔ بعد ازاں اجمیر کے محلہ ڈگی بازار میں ایک مکان تعمیر کراکر سکونت اختیار کی۔ تقریباً پچھتر سال کی عمر پائی ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ میں بوقت عصر آپ نے رحلت فرمائی۔ مدفن گور غریباں میں بمقام اجمیر ہے۔

بعض موجودہ مہاجرین

حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب بن سعد اللہ خاں بن فیض اللہ خاں۔ حضرت جہانگیر شاہ صاحبؒ کے بھتیجے داماد اور خلیفہ ہیں۔ آپ جب اپنی والدہ ماجدہ، والد بزرگوار اور پھوپی کی شفقتوں سے دس سال کی عمر میں محروم ہوگئے تو شفیق چچا نے آپ کی سرپرستی فرمائی اور آپ کو احمد آباد سے لے آئے پندرہ سال کی عمر میں آپ کو شرف بیعت حاصل ہوا۔ بعد ازاں آپ بسلسلہ مجاہدات بھوپال، کلیر شریف۔ پاک پٹن شریف و راگڑہ بھیجے گئے۔ اکیس ۲۱ سال کی عمر سے اکتالیس ۴۱ سال کی عمر تک آپ لب دریا شاہجہاں پور کی ایک مسجد میں قیام فرما رہے۔ پیر و مرشد کے انتقال کے بعد سے آپ کا قیام اجمیر شریف میں رہتا ہے۔ آپ کے مریدین کی خاصی تعداد حیدرآباد دکن، شاہجہاں پور وغیرہ میں ہے۔ آپ کے مرید مولوی امداد احمد صاحب زبیری نے آپ کے اور آپ کے سلسلے کے بزرگوں کے حالات یکجائی طور پر لکھے ہیں۔ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی ہے یہ سلسلہ حضرت محمد کریم شاہ مست الستؒ اور حضرت برکت علی شاہؒ سے ہوتا ہوا حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ سے متصل ہوتا ہے یہ حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پیر و مرشد ہیں۔

ڈاکٹر عبد الحمید صاحب مینائی لکھنوی آپ وطن کی سکونت ترک کرکے تقریباً پندرہ ۱۵ سال سے اجمیر شریف میں رہتے ہیں۔ لکھے پڑھے بامروت شخص ہیں۔ مینائی خاندان سے تعلق ہے۔ صابر و شاکر ہیں۔ دربار خواجہ میں حاضر رہتے ہیں۔ صوفی مشرب ہیں۔

ماسٹر کفیل احمد صاحب زبیری گنگوہی آپ تقریباً بیس ۲۰ سال سے اجمیر میں رہنے لگے ہیں۔ اکل حلال سے گذر اوقات کرتے ہیں۔ ایک اسکول قائم کر لیا ہے۔ اسی کی آمدنی سے بسر کرتے ہیں۔ اس میں آٹھویں درجہ تک کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ تین اور معلم بھی پڑھاتے ہیں۔ حضرت احمد علی شاہؒ بنارسی اجمیری کے مرید ہیں۔ اپنے یہاں سرور عالم (صلعم)، مولا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیرؓ کی سالانہ فاتحہ کرتے ہیں۔

محمد خاں صاحب بیاوری آپ وطن کی سکونت ترک کرکے اکثر اجمیر میں رہتے ہیں۔ پہلے غریب نواز کے چلہ شریف پر رہا کرتے تھے۔ مگر فسادات اجمیر کے بعد سے آپ درگاہ کے ایک حجرہ میں رہتے ہیں بیاور میں آپ کے کچھ مرید ہیں آپ عبد العزیز خانصاحب الہ آبادی کے مرید و خلیفہ ہیں۔

محمد خادم حسن خادم معلیٰ گدڑی شاہی مراد آبادی ثم الاجمیری مولف کتاب ہذا مولف کی ولادت بمقام

مرادآباد بتاریخ ۴ر دسمبر ۱۸۹۴ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ بروز دوشنبہ ہوئی۔ والد مرحوم و مغفور کا نام محمد مظہر حسن ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن شاہ گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔ اپنے پیر کی طرح شریعت کے پابند تھے۔ روزانہ صبح اوراد و ظائف کا شغل تھا۔ مرادآباد کے روساء میں سے تھے۔ گاؤں گراؤں والے تھے تقریباً پانچ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی پہلے مولف کو ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سے گھر پر ابتدائی تعلیم دلائی۔ بعد ازاں گورنمنٹ اسکول مرادآباد میں داخل کرادیا یہاں سے ایس۔ ایل۔ سی کا امتحان پاس کیا پھر میور سنٹرل کالج الٰہ آباد میں تحصیل علم کی۔ عربی۔ فارسی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے شاگرد مولوی غوث محمد صاحب سے پڑھی۔

۱۹۱۱ء میں براہ مصر بیت المقدس اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوا فریضۂ حج ادا کیا۔ دوبارہ ۱۹۳۵ء میں نجف اشرف کربلائے معلی اور بغداد کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرتا ہوا بذریعہ موٹر عراق سے مدینہ منورہ و مکہ معظمہ ہوتے ہوئے زیارت حرمین شریفین اور حج سے مشرف ہوا مرادآباد سے ہجرت کرکے اجمیر میں قیام کیا۔ مرکزِ عقیدت حضرت عبدالرحیم شاہ صاحبؒ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ کاشی پوری اجمیری کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوا۔ دربار غریب نواز میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ آج تک اُن کی شانِ کریمی اس بے ہنر کو نباہ رہی ہے۔

احقر کا مختلف اوقات میں بمبئی، کراچی، الٰہ آباد، لکھنؤ، حیدرآباد دکن، کلکتہ، لاہور۔ بریلی بدایوں، پانی پت، کرنال، جے پور، انبالہ، آگرہ، دھولپور، گوالیار، فتح پور سیکری۔ سہارنپور۔ رڑکی وغیرہ پہونچنا ہوا۔

مثلاً شاہ امروہویؒ۔ پھول شاہ چندوسویؒ (ضلع مرادآباد) میاں خواجہ احمد صاحب رامپوریؒ۔ احمد میاں شاہ صاحب گنج مرادآبادیؒ۔ پیارے شاہ صاحبؒ مجذوب اکبرآبادی وغیرہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

معین الارواح، ذکرِ عثمان۔ وفاتِ رسول، ہجرتِ رسول، جام حسین، بادۂ معرفت۔ صحیفۂ حانی صوتِ سرمدی، فتح خیبر، سلطان المصر، مختصر معین الارواح وغیرہ اس حقیر کی تصانیف ہیں۔

عقیدتمندانہ حاضریاں و نذور

ہندوستان کے لاکھوں افراد خواجہ بزرگؒ کے سلسلہ میں داخل ہیں اور آپ سے محبت، ارادت

اور عقیدت رکھتے ہیں۔ اہل سلسلہ کے علاوہ بھی بتعداد کثیر افراد آپ کے رشتۂ عقیدت میں منسلک ہیں انکی تعداد غالباً اہل سلسلہ سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کا دائرۂ عقیدت صرف باشندگانِ ہندوستان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بیرونی ممالک کے لوگ بھی آپ کے روحانی فیض سے مالامال ہیں۔ افغانستان ترکستان، عراق، عرب، مصر، خراسان، ہالینڈ، فرانس اور چین وغیرہ کے لوگ بھی آپسے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ سے عقیدت رکھنے والے صرف مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ پارسی، عیسائی، ہنود وغیرہ بھی آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کی عظمت، بزرگی اور فیضِ روحانی کے قائل ہیں۔ آپ کی درگاہ میں قریب قریب ہر مذہب وملت کا پیرو، ہر گروہ اور طبقہ کا شخص خواہ وہ فقیر ہو یا درویش، عالم ہو یا فاضل صاحب قلم ہو یا شاعر، لیڈر ہو یا لکچرار، بادشاہ ہو یا رئیس، غریب ہو یا مسکین آپ کے فیض رساں دربار میں پہونچتا ہے اور آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتا ہے۔ ذیل میں بعض حاضر ہونیوالے صاحبان کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔

(الف) دورِ گذشتہ کے بعض درویشوں کی حاضریاں:-

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ آپ نے غریب نواز کی حیاتِ ظاہری میں بھی زیارت کی اور اجمیر حاضر ہو کر چلہ کشی بھی کی۔ تفصیل پیچھے آچکی ہے۔

شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ آپ اولیائے نامدار مجاذیب باوقار و مشائخ صاحب اسرار چشت سے ہیں۔ اوائل عمر میں آپ تحصیل علم میں مصروف ہوئے اور مجاہدہ اختیار کیا۔ جب جذب وسکر بڑھا تو کتابیں دریا میں ڈالدیں اور خاندان چشت سے ارادت کا شرف حاصل کیا۔ آپکی تصانیف عشق ومحبت و عوارف وحقایق و توحید و ترک ومحبت مولانا میں بہت ہیں۔ آپ کے دو خطوط بھی بشکل کتاب ہیں جو آپنے اپنے مرید اختیار الدین کو لکھے ہیں۔[1]

آپ قدیم باشندہ شہر پانی پت کے ہیں آپ کے والد کا نام سالار فخرالدین ہے اور والدہ کا نام

---

[1] دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۳۲۶

بی بی حافظہ جمال ہے ان کے مقابر پانی پت میں جوار شہر میں بسمت شمال واقع ہیں۔ آپ کے بہت مریدان و خلفاء ہیں۔ علاء الدین و جلال الدین بادشاہان دہلی آپ سے ارادت رکھتے تھے[۱]

بقول سیر الاقطاب آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ کی اولاد میں سے ہیں اور چند واسطوں سے آپ کا نسب امام اعظم سے ملتا ہے[۲]

سیر الاقطاب میں مرقوم ہے کہ آپ کا شجرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تک اس طرح پہونچا ہے :-

شیخ بو علی شاہ قلندرؒ مرید و خلیفہ شیخ عاشقِ خداؒ وے مرید شیخ امام الدین ابدالؒ وے مرید شیخ بدر الدین غزنویؒ وے مرید و خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ تھے[۳]

آپ حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے ہمعصر ہیں۔ جب حضرت شمس الدینؒ کلیر شریف سے پانی پت میں تشریف لائے تو شہر میں قیام فرمایا۔ شیخ بو علی شاہ قلندرؒ شہر میں باگھونی مقام پر رہا کرتے تھے مگر بعد ازاں بڈھا کھیڑہ میں قیام فرمایا۔ یہ قریہ متصل کرنال ہے[۴]

مشہور ہے جب آپ دربارِ غریب نواز میں حاضر ہوئے اس وقت خواجہ بزرگ کا مزار اقدس کچا تھا آپ نے روضۂ منورہ کے خادم سے فرمایا کہ اس مزار کی خدمت کروگے تو تمہاری اولاد بہت پھلے پھولے گی۔

بقول سیر الاقطاب و تذکرۃ العابدین آپ کا وصال بتاریخ ۱۳ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں ہوا مزار پانی پت اور کرنال دونوں مقامات پر ہے[۵]

مولانا فخر الدین زرادیؒ آپ حضرت نظام الدین والاولیاء کے خلفائے خاص اور یاران وفادار ان اور مریدان و جاں نثاران میں سے ہیں۔ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ صاحب زہد و تقویٰ و ذوق و شوق و عشق و محبت و وجد و سماع تھے۔ فقہ و حدیث و تفسیر میں یگانۂ وقت

۱،۲ دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۳۲۶-۳۲۷

۳ اعجاز قلندری (مرتبہ محمد رکن الدین صاحب) کے صفحہ ۸ پر بہت تفصیل کے ساتھ قلندر صاحب کا نسب مبارک بیعت ظاہری کرنا لکھا ہے

۴،۵ دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۳۲۷-۳۲۸

تھے۔ شعرگوئی میں بھی ممتاز زمانہ تھے۔ آخر جاذب حقیقی نے کھینچا اور آپ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو کر صدق کے ساتھ مرید ہوئے اور مسلک درویشاں میں منسلک ہوئے۔ غیاث پور میں رہنے لگے۔[۱]

آپ چند بار خواجہ بزرگ معین الدینؒ کے روضہ کی زیارت کے لئے اجمیر آئے اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے اجودھن (پاک پٹن) پہونچے۔ آپ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے شب روز کوہ و بیاباں میں گذارا کرتے تھے۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مجھے ایک ماہ میں منکشف ہوتا وہ فخرالدین زرادی کو ایک ساعت میں ہو جاتا۔[۲]

آپ محمد تغلق بادشاہ کے حکم سے دہلی سے جلاوطن کئے گئے تو بیت اللہ کی سمت روانہ ہو گئے بعد ادائے حج و زیارت روضۂ عالیہ نبوی بغداد میں آئے اور علمائے عصر سے علم حدیث میں بحث کی یہاں سے کشتی میں ہندوستان روانہ ہوئے۔ کشتی دریا میں غرق ہو گئی تو آپ بھی سنہ ۷۴۸ھ میں غرق بحر رحمت ہو گئے۔[۳]

شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدارؒ مکن پور

آپ ہندوستان کے مشہور مشائخین و اولیاء کبار میں سے ہیں مرید شیخ طیفور شامیؒ کے ہیں۔ جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو اوّل بار دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے۔ اجمیر میں آپ کو کلہ پہاڑی پر چندے معتکف رہے۔ حضرت خواجہ کی باطنی اجازت حاصل کر کے آپ کالپی تشریف لے گئے۔ آپ کی وفات سنہ ۸۴۰ھ میں ہوئی مزار مکن پور میں ہے۔[الف]

حضرت شیخ سلیم (اسلم) چشتیؒ فتح پور سیکری

آپ کی ولادت سنہ ۸۸۳ھ[ب] میں ہوئی۔ آپ خواجہ ابراہیمؒ کے مرید ہیں آپ کے والد کا نام بہاالدین ہے آپ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی شیخ موسیٰ سے حاصل کی بعد ازاں سرہند جا کر شیخ مجدالدینؒ سے علوم تحصیل کئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ براہ خشکی حج کے لئے روانہ ہوئے تیس سال

۱، ۲، ۳ دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۳۵۱ تا ۳۵۲ (الف) دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ و تاریخ جدولیہ صفحہ ۸۳

(ب) مفصل حالات تذکرۃ المتقین۔ مختصر البیان۔ ظہیر العارفین میں موجود ہیں۔ آپ کی ولادت سنہ ۸۸۴ھ میں ہوئی (خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۴۳۲)

تک عرب۔ عراق۔ روم۔ شام اور مصر کی سیاحت میں رہے۔ اس عرصہ میں چودہ[۱۴] حج کئے۔
۹۴۰ھ میں فتح پور سیکری تشریف لائے۔ ۹۶۲ھ میں پھر حج کے لئے سورت روانہ ہوئے ۹۷۱ھ میں واپس ہندوستان آکر فتح پور سیکری میں خانقاہ تیار کرائی۔ شیر شاہ۔ سلیم شاہ اور اکبر کو آپ سے عقیدت تھی۔
مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اکبر اور آپ دربارِ غریب نواز میں حاضر تھے۔ اکبر نے آپ سے دریافت کیا "حضرت خواجہ کی کیا شان ہے؟" آپ نے فرمایا "حضرت خواجہ بزرگ کی یہ شان ہے کہ اکبر جیسا بادشاہ اور سلیم جیسا مسکین عرصہ سے دربار میں حاضر ہیں مگر اب تک باریابی نصیب نہیں ہوئی" آپ کی دُعا سے اکبر کے یہاں شہزادہ سلیم عرف جہانگیر متولد ہوا۔ آپ کا وصال ۲۹ رمضان المبارک ۹۷۶ھ میں ہوا۔ بقول مفتاح التواریخ آپ کا وصال ۲۷ رمضان ۹۷۹ھ[۱] میں ہوا۔ مزار پرانوار فتح پور سیکری میں اگرہ سے ۲۴ میل ہے۔ سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔ آپ کی درگاہ وسیع شاہانہ عمارات پر مشتمل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کی ولادت ۹۷۱ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ عبدالباقیؒ کے سلسلہ قادریہ میں شیخ اسکندرؒ کے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ اور سلسلہ سہروردیہ میں عبدالاحدؒ سے مرید ہیں۔
جس زمانہ میں آپ اجمیر شریف میں حاضر تھے۔ ماہ مبارک رمضان برسات میں آیا بارش بکثرت ہوتی تھی اور شب و روز اس سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ حضرت مجدد (صندلی مسجد) میں نماز تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ بوجہ بارش اور غلبۂ حرارت آپ کو اور آپ کے درویشوں کو بہت تکلیف پہونچی ایک شب تراویح کے بعد آپ مسجد سے نکلے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اگر تین ختم قرآن تک جو ہماری سنت دائمی ہے۔ بارش شب میں فرصت دے تو کیا اچھا ہو۔ ایسا ہی ہوا کہ ستائیسویں شب تک کہ تین قرآن تمام ہوگئے تھے۔ بارش شب میں نہ برسا تھا۔ ستائیسویں شب کو یکدم اتنا پانی برسا کہ گویا دہانہ مشک کا بند تھا اور اب اُسے کھولدیا گیا ہے۔ جہانگیر نے آپ کو قید کرا دیا تھا دو[۲] برس تک مقید رہے پھر رہا ہوئے۔ جہانگیر اس فعل سے شرمندہ ہوا۔

---

[۱] دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۴۳۲ و سفینۃ الاولیا صفحہ ۱۵۰ و مفتاح التواریخ صفحہ ۱۸۲

[۲] دیکھو حضرات القدس دفتر دوم صفحہ ۱۳۷ تا ۱۸۲ و سفینۃ الاولیا صفحہ ۱۵۸ و ۱۵۹ و مفتاح التواریخ صفحہ ۲۳۰

آپ کا وصال سنہ ۱۰۳۴ھ (بقول دیگر سنہ ۱۰۲۴ھ) ماہ صفر تین تاریخ کو بعمر ۶۳ سال ہوا۔ مزار شریف سرہند میں زیارت گاہ خلایق ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے[1]۔

شیخ عبداللہ بن سید عمر بن سید حسین ختلیؒ آپ کا نسب نامہ بارہ واسطوں سے حضرت غوث الثقلینؓ تک پہونچتا ہے۔ آپ نے اپنے والد سے خرقہ پہنا۔ ہندوستان کے اکثر مشائخ سے آپ نے ملاقات کی۔ دہلی کے نزدیک موضع بہنہ میں اقامت اختیار فرمائی۔ شیخ سلیم چشتیؒ کی رفاقت میں سفر پر گئے اور زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان آکر مرشد کے اشارہ سے اجمیر جاکر حضرت خواجہ بزرگ کے روضۂ منورہ سے متصل چلہ کیا اور برکات و فیوض حاصل کئے۔ حضرت خواجہ کے باطنی اشارہ کے مطابق پھر موضع بہنہ میں آکر رہنے لگے۔ آپ سے بہت مخلوق فیضیاب ہوئی۔

جہانگیر نے آپ کو غضبناک ہوکر طلب کیا مگر جب آپ پہونچے تو موم ہوگیا۔ آپ کا وصال بتاریخ دس ربیع الاول سنہ ۱۰۳۰ھ میں بروز جمعہ ہوا۔ آرام گاہ بہنہ ہے۔ عرس میں مجمع کثیر ہوتا ہے[2]۔

حضرت سیدنا شاہ ابوالعلا اکبر آبادیؒ آپ کی ولادت سنہ ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے عم بزرگوار امیر عبداللہؒ سے بیعت ہیں اور فیض روحی حضرت خواجہ بزرگ سے ہے۔ جہانگیر کے عہد اوائل میں آپ اجمیر حاضر ہوئے بعد ازاں اجمیر سے اکبر آباد آئے[3]۔

آپ کا وصال بتاریخ ۹ صفر المظفر سنہ ۱۰۶۱ھ میں ہوا۔ مزار مقدس محلہ وزیر پورہ کے قریب آگرہ میں ہے[4]۔ آپ کا سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔ آپ کے سلسلہ کے لوگ حیدر آباد دکن، داناپور وغیرہ میں اکثر ہیں۔ مفصل حالات "نجات قاسم" مرتبہ سید شاہ محمد قاسم داناپوری میں ہیں۔

میر سید احمد بن میر سید محمد ساکن کالپیؒ آپ وارث ولایت محمدیہ اور حامل رایت احمدیہ ہیں۔ آپ نے ابتدائی زمانہ میں اپنے والد سے تحصیل علم کیا مگر تفسیر بیضاوی وغیرہ آپ نے شیخ محمد افضل الہ آبادی سے پڑھی۔ آپ اپنے والد سے بیعت ہیں۔ چوبیس سال کی عمر میں اپنے والد کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپکے

---

[1] دیکھو حضرات القدس دفتر دوم صفحہ ۱۳۷ تا ۱۴۲ وسفینۃ الاولیا صفحہ ۱۵۸ تا ۱۵۹ و مفتاح التواریخ صفحہ ۲۳۰

[2] مآثر الکرام دفتر اول صفحہ ۶۳

[3-4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۱ و تاریخ جدولیہ صفحہ ۸۵ و مفتاح التواریخ صفحہ ۲۵۶-۲۵۸

والد آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ محمدؐ واحمدؐ ایک ہیں۔

جب آپ کے والد حضرت خواجہ بزرگ کے مزار کی زیارت کرکے رخصت ہوئے تو فرمایا کہ حضرت خواجہ نے مجھے رخصت فرما دیا اور دستار سید احمد کے سر پر بندھوادی۔ حضرت سید احمد بھی اپنے والد کی سنت کے مطابق ایک مرتبہ اجمیر میں حاضر ہو کر حضرت خواجہؒ کی روحانیت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ عالمگیر کے ہمعصر ہیں۔ اس نے خط بھیجکر آپ کو بلایا بھی تھا مگر آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ تاریخ وصال ۱۹ ربیع صفر ۱۰۸۱ھ ہے آرام گاہ کالپی ہے۔[1]

حضرت فخر الدین المعروف بہ مولانا فخرؒ آپ سے بکثرت خوارق اور کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ صاحب مقام عالیہ تھے۔ اپنے والد مولانا نظام الدین قدس سرہ کی خدمت میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ خلافت پائی۔ بعد ازاں چند سال نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والیِ حیدرآباد دکن اور ہمت یار خاں کی سرکار میں بسر کی۔ آپ کے انفاس متبرکہ کی برکت سے بہت سے گم گشتگان نے راہ ہدایت حاصل کی۔ حیدرآباد سے ترکِ سکونت کرکے اجمیر شریف آئے۔ چندے دربارِ خواجہ میں حاضر رہے۔ آخر سلطان الہند کے ارشاد باطنی کے بموجب دہلی میں تشریف فرما ہوئے آپ سے مخلوق کو بہت فیض پہونچا۔ لاکھوں صاحبان آپ کے سلسلہ میں ہیں۔ کتاب نظام العقائد۔ رسالہ مرجیہ اور فخر الحسن آپ کی تصانیف سے ہیں۔[2]

آپ بعمر ۳۰ سال بتاریخ ۲۷ جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ عالم بقا میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے وصال کی تاریخ یہ ہے:۔ "خورشید دو جہاں"[3]

۱۱ ھ ۹۹

آپ کا مزار قطب صاحب کی درگاہ میں اندرونی دروازہ کے متصل زیارت گاہ خلائق ہے مولف نے زیارت کی ہے۔ آپ نظامی سلسلہ کے چراغ ہدایت ہیں۔ تونسوی اور نیازی شاخیں آپ ہی سے جاری ہوئی ہیں۔

سید غلام علی شاہ مرشد آبادی آپ کی ولادت ۱۱۴۱ھ میں ہوئی۔ مرشد آباد آپ کا مولد ہے

۱؎ اثر الکرام دفتر اوّل صفحہ ۸۵-۸۹

۲-۳؎ دیکھو احسن السیر مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ صفحہ ۱۸۶-۱۷۵

آپ کے والد امیر کبیر تھے. فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کو عملیات کی طرف توجہ رہی. آپ حج کے لئے گئے.
واپس آکر اجمیر شریف میں حاضر ہوئے. پھر شاہ محمد جمال سے مرید ہوئے. مراتب عالیہ پر پہونچے. آپ کا
وصال ۱۵ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ میں ہوا. مزار سل بہانی میں ہے[۱].

مولوی محمد ضیا الحق عرف رمضان علیؒ آپ ۱۲۰۱ھ میں بماہ رمضان المبارک پیدا ہوئے.
مولانا عبد العزیز سے علم ظاہر تحصیل کیا اور حضرت رحیم بخش علیہ رحمۃ سے ۱۲۴۱ھ میں خلافت پائی ۱۲۴۲ھ
میں باجازت مرشد جے پور تشریف لائے. محلہ چابک سواران میں قیام کیا. پچاس سال کی عمر میں آپ پر جذب
غالب آیا. اسی حالت میں آپ خواجہ بزرگ کے روضہ کی زیارت کے لئے اجمیر پہونچے اور حضرت برہان الدین
قتالؒ کی درگاہ (جواب سمار ہے) میں قیام فرمایا. بعد ازاں آپ غریب نواز کے ارشاد باطنی کے بموجب
گوالیار تشریف لے گئے اور مرزا عبد اللہ بیگ کی حویلی میں قیام فرمایا. اور مع اپنی زوجہ محترمہ کے رہنے
لگے. پھر اجمیر شریف آگئے. آپ کی وفات بعمر ۶۳ سال بتاریخ ۷ ذیقعدہ بروز جمعہ ۱۲۶۴ھ میں ہوئی.
محمد جنید المعروف بہ اکبر جہاں مولف احسن السیر آپکے صاحبزادے ہیں[۲].

شاہ سید امام ابدالؒ آپ حضرت شاہ ہدایت اللہ قادری کے مرید و خلیفہ ہیں. مدراس کے رہنے
والے ہیں. شیخ عظیم المرتبت ہیں. بعد حصول خلافت. انتقال اہلیہ اور نکاح دختر آپ اجمیر شریف میں حاضر
دربار خواجہ ہوئے. اجمیر شریف سے تیس کوس کے فاصلہ پر چھپر ڈال کر سپاہیانہ لباس میں رہنے لگے
مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا بیان ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو اجمیر کے مشاعروں میں بلباس
سپاہیانہ بہت مرتبہ دیکھا. آپ کو شعر گوئی میں بدرجہ کمال ملکہ تھا. اجمیر سے آپ دہلی آئے پھر گڑگاؤں
میں تشریف لائے، یہاں سے حج کے لئے بمبئی پہونچے. بمبئی میں کچھ دن قیام کرکے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
میں حاضر ہوئے اور تاحیات وہیں رہے. آپ کی وفات بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۶ھ میں ہوئی.
مزار شریف جنت البقیع میں ہے. آپ کے خلیفہ حاجی محمد عابد ہیں[۳].

شاہ محمد سجاد ابو العلائی داناپوریؒ آپ کی ولادت داناپور بتاریخ ۲۱ رجب ۱۲۳۱ھ میں
ہوئی. سترہ سال کی عمر میں آپ نے سید رکن الدین عشقؒ سے شرف بیعت حاصل کیا.

---

۱. دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۵۹-۶۰ ۲. دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۷۶-۱۸۰

۳. دیکھو تذکرۃ العابدین صفحہ ۲۳۰-۲۳۲

بعد حصولِ خلافت اپنے پیر سے رخصت ہوئے چالیس سال کی عمر میں آپ تارک الدنیا ہو کر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دو سال تک قیام کیا۔ وہاں سے رسول خدا کے اشارہ باطنی کے مطابق اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ ایک عرصہ تک دربار غریب نواز میں حاضر رہ کر فیوض غریب نواز سے مستفیض ہوئے۔

آپ کا وصال ۱۲۹۵ھ میں ہوا۔ وصال سے چند لمحہ قبل فرمایا کہ حضرت سیدنا ابو العلاؒ اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری (باطنی طور پر) تشریف لائے ہیں۔[1]

سید مظفر علی شاہ جعفری قادری اکبر آبادی

آپ کی ولادت بتاریخ ۱۲ جمادی الاوّل ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ آپ اگرہ کے ممتاز مشائخین میں سے ہیں۔ امجد علی شاہ صاحب کے نبیرہ ہیں۔ بیس سال تک ایک تنگ حجرہ میں بحالت تجرید بسر کی۔ پاپیادہ اجمیر شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۹ ربیع الاوّل ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ مزار مدرسہ پنجہ شاہی میں ہے۔ آپ کے مریدین بکثرت تھے۔ سالانہ عرس باہتمام مکرمی سید محمد علی شاہ صاحب میکش اکبر آبادی ہوتا ہے۔ مولف بھی عرس میں شریک ہوا ہے۔

حاجی وارث علی شاہؒ دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی

آپ کی ولادت یکم رمضان ۱۲۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے برادر نسبتی حاجی خادم علی شاہؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ مشہور ہے جب آپ نے اجمیر شریف آکر دربارِ خواجہ میں حاضری دی تو جوتہ پہننا ترک کر دیا پھر کبھی نہ پہنا۔ اجمیر شریف سے آپ ناگور، پاکپٹن، بھکر، احمد آباد ہوتے ہوئے بمبئی میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں سے مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج اور زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ پھر بیت المقدس نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ کاظمین اور بغداد شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ ہندوستان کے بہت مشہور درویش ہیں۔ آپ کے سلسلہ میں اس وقت لاکھوں افراد ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ یکم صفر المظفر بروز جمعہ ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک دیوہ شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ عمارات مزار بہت عالیشان ہیں۔ سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔ ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں۔

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۶۳-۱۶۵

حاجی شاہ محمد اکبر داناپوریؒ آپ کی ولادت بتاریخ ۲۰ شعبان بروز چہار شنبہ ۱۲۶۰ھ میں ہوئی آگرہ مولد ہے۔ حضرت قاسم شاہ داناپوریؒ سے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۸۱ھ جلسہ عام میں حضرت قاسم شاہؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

ایک دن آپ اجمیر میں حاضر دربار خواجہ تھے۔ شاہجہانی مسجد میں قیام تھا۔ ایک شخص نے آپ کی صدری کی جیب میں سے گھڑی نکالنا چاہی۔ آپ نے منہ پھیر لیا وہ گھڑی لے کر چلا گیا آپ سلسلہ ابوالعلایہ کے مشہور پردہ پوش اور صاحب تصرف درویش ہوئے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۴ رجب ۱۳۲۷ھ میں ہوا مزار شریف داناپور میں ہے۔

حضرت نظام الدین شاہؒ عرف نھے میاں نیازی بریلوی آپ نظامیہ سلسلہ کے مقتدر بزرگوں میں ہیں۔ حلقۂ مریدین بہت وسیع تھا دورانِ قیام موصوف دربار غریب نواز میں معہ مریدین حاضر ہوتے شاہ نیاز احمد صاحبؒ کی یادگار ہیں۔ عرصہ ہوا آپ کا وصال ہو گیا۔ اجمیر میں بھی آپ کے بہت سے مریدین ہیں۔ بریلی کے علاوہ اجمیر میں بھی آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ الہ بخش تونسویؒ آپ سلسلہ نظامیہ کی فخری شاخ کے بزرگ تھے۔ اکثر دربار غریب نواز میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد کثیر ہے۔ اجمیر میں بھی آپ کے بہت مریدین ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس محلہ اندرکوٹ میں آپ کے مریدین کرتے ہیں۔

حکیم سیّد عرفان علی شاہؒ قادری اکبرآبادی آپ غوث پاکؒ کی اولاد میں ہیں۔ محلہ گھڑیا۔ آگرہ کے ممتاز خاندان حکما میں سے ہیں خدا نے آپ کو دین و دنیا دونوں کی دولت عطا فرمائی تھی اپنے بزرگوں کی خانقاہ الموسوم بہ دیوان خانہ کے سجادہ تھے۔ ہر سال عرس کے موقعہ پر دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دیا کرتے تھے۔ بہت سے مریدین ساتھ ہوتے تھے۔ بڑے مخیر بافیض درویش تھے بتاریخ ۲ جمادی الاوّل ۱۳۵۰ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آگرہ میں مزار ہے آپ کے مریدین و اہل سلسلہ آپ کا سالانہ عرس کرتے ہیں۔

حکیم سیّد واصف حسین شاہؒ قادری اکبرآبادی آپ قادری ہیں۔ حضرت عرفان علی شاہ کے خلیفہ اوّل ہیں۔ بڑے خوش مزاج درویش تھے۔ وعظ بھی کہتے تھے۔ کانپور کے محلہ بوسہ گدی میں حکمت کرتے تھے۔ سالانہ غریب نواز کے عرس میں

حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کے مریدین و خلفا میں سے بھی بعض آپ کی یہ سنت ادا کرتے ہیں۔ مؤلف کے بڑے دوست تھے۔ اجمیر میں مؤلف ہی کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ بتاریخ ۲ رجب بوقت صبح سماع کیساتھ غریب نواز کی فاتحہ کے ساتھ غلام محی الدین شاہ صاحب کلیمی حیدرآبادی کی فاتحہ محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کمیٹی کے دفتر میں سالانہ کیا کرتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۶۶ھ میں ہوا۔ مزار گڑھیا آگرہ آپ کے مسکونہ مکان میں ہے۔

سید سلطان حسین شاہ چشتی صابری امروہوی آپ امروہہ (ضلع مراد آباد) کے سادات میں سے ہیں۔ بڑے پر مذاق رند مشرب درویش تھے۔ حضرت صوفی محمد حسین شاہ مرادآبادی کے مرید ہیں۔ آپ کو قوالی کا بہت شوق تھا۔ سات سو غزلیات یاد تھیں۔ قوالان جہاں غلطی کرتے۔ آپ لقمہ دیا کرتے تھے۔ تقریباً پندرہ سال ہوئے آپ کا وصال ہوگیا۔ مزار قصبہ ڈھولنا (ضلع علی گڈھ) میں ہے۔ مؤلف کے دوست تھے۔

شاہ نواب غلام محی الدین خاں کلیمی حیدرآبادی تعلقدار اول آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں عطا کئے تھے۔ حیدرآباد دکن میں بعہدہ تعلقداری مامور تھے۔ بعد ازاں ناظم جاگیرات ہوگئے۔ پہلے آپ کبل شاہ بابا (خواہر زادہ محبوب الٰہی دہلویؒ) سے مرید ہوئے۔ پھر حضرت سردار شاہ حیدرآبادیؒ سے مرید ہوکر فیضیاب ہوئے۔ غریب نواز سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر دربار خواجہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔ آخری زمانہ میں مؤلف کے پاس قیام کیا کرتے تھے۔ مؤلف بھی آپ کے بلانے پر تین مرتبہ حیدرآباد گیا۔ بڑی خاطر مدارات کیں۔ آپ کی وفات بعارضہ بخار ۱۳۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار اپنے مرشد کے پائیں میں کلیمی شاہ کے مزار کے برابر ہے۔

نظیر شاہ عرف محبت شاہؒ اکبرآبادی آپ مراب شاہ گوالیاریؒ کے مرید اور عرفان علی شاہؒ اکبرآبادی سے طالب ہیں۔ شروع میں جذب کی حالت رہی۔ پھر سلوک میں آئے۔ عرصہ تک اگرہ میں لوہے وفا کی مسجد میں قیام رہا۔ تقریباً بعمر نوے سال ۱۳۶۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار حضرت سیدنا ابو العلا اکبرآبادی کی درگاہ کے متصل میدان میں ہے۔ آپ کے خلفاء سید شان علی قسمت اللہ وغیرہ ہیں۔ مؤلف سے بڑا خلوص رکھتے تھے۔

ضیا میاں صاحب نظامی کٹرہ مانک پور آپ بڑے ملنسار خوش خلق درویش تھے۔ خانقاہ حامیہ کے سجادہ تھے۔ غریب نواز کے عرس میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ مؤلف سے خلوص رکھتے تھے۔

حکیم واصف حسین شاہ صاحبؒ کے ہمعصر اور دوست تھے۔

شاہ احمد رضا خاںؒ صابری رامپوری آپ صوفی محمد حسین شاہ مرادآبادیؒ کے مرید وخلیفہ تھے خوش اوقات درویش تھے کبھی کبھی اجمیر شریف آکر دربار خواجہ میں حاضری دیا کرتے تھے آپ کا وصال رامپور میں ہوا۔ مزار احاطہ درگاہ حضرت جمال الدینؒ میں ہے۔ مؤلف سے اتحاد رکھتے تھے۔ آپ کے خلیفہ سید سجاد حسین شاہ صاحب آپ کا سالانہ عرس کرتے ہیں

احمد علی جمال شاہ المعروف بہ کمبل شاہ باباؒ دہلوی آپ خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے خلیفہ ہیں۔ غریب نوازؒ کے عرس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ سید فیض علی گوشہ والے کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ درگاہ میں شاہجہانی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ درگاہ کے پتھروں کو چوما کرتے تھے۔ کبھی کہتے سجدہ نہیں کر رہا ہوں۔ یہاں کے پتھروں کو چاٹ رہا ہوں۔ آپ نے کبھی روضۂ غریب نواز کی طرف پشت نہیں کی نہ کبھی قبۂ شریف کے اندر گئے۔ البتہ ایک مرتبہ مولانا محمد حسین شاہ الہ آبادیؒ اور شاہ التفات احمد ردولویؒ آپ کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو روضۂ غریب نواز میں لے گئے تھے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۶۱ھ میں ہوا۔ متصل درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ ہری کے گنبد میں آپ کا مزار ہے۔ مریدین فاتحہ سالانہ اور مراسم عرس ادا کرتے ہیں

عبدالرحیم شاہ سدا سہاگؒ لکھنوی آپ ملیح آباد کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کے رکن تھے۔ امیری چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ بڑے موحد تھے۔ کلیر شریف کے پرانے حاضر باش تھے۔ ہردوار بھی تیرتھ کے لئے جایا کرتے تھے۔ سدا سہاگ مشرب سے تعلق تھا۔ بڑے وضعدار اور مہذب درویش تھے۔ غریب نوازؒ کے عرس میں تقریباً پچاس سال تک سالانہ حاضری دی۔ مؤلف سے بڑی دوستی تھی۔ آخری زمانہ میں مؤلف ہی کے پاس قیام فرماتے تھے۔ آپ کے معتقدین اب تک آپ کی اس سنت پر قائم ہیں۔ سماع میں رقص کیا کرتے تھے۔ بافیض درویش تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۶۰ھ کے ماہ محرم میں بمقام لکھنؤ ہوا۔ مزار بانسہ شریف (لکھنؤ سے ۴۴ میل پر) کے باغ میں ہے۔

سید میر محمد بادشاہؒ کوہاٹ آپ حضرت احمد علی جمال شاہؒ کے خلیفہ ہیں۔ دربار خواجہ میں بارہ سال تک پیر کی تلاش میں رہے ایک دن اشارہ باطنی ہوا کہ دربار محبوب الٰہیؒ میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کرو۔ چنانچہ آپ نے دہلی آکر احمد علی جمال شاہ المعروف بہ کمبل شاہ باباؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ خلافت ملنے پر سلسلہ کو ترقی دی۔ آپ کا قیام اترولی (ضلع علی گڈھ) رہا کرتا تھا۔ آپ کے مریدین ابتک علی گڈھ،

جودھ پور اور اجمیر وغیرہ میں ہیں۔ آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی۔ غریب نواز کے عرس سے واپسی پر آپ جے پور آئے جہاں بتاریخ ۱۹ شعبان ۱۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ سکین شاہؒ کے تکیہ میں آپ کا مزار ہے۔

بابو رستم شاہ چشتی اکبرآبادیؒ آپ ریلوے گارڈ تھے۔ غریب نواز سے عقیدت رکھتے تھے۔ اجمیر کے زائرین کو بڑا آرام پہونچایا کرتے تھے۔ ہر سال مع مریدین غریب نواز کے عرس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ مؤلف سے ملاقات تھی۔ آپ کا مزار آگرہ محلہ عیدگاہ میں ہے۔

حاجی محبوب علی عطار اکبرآبادیؒ آپ اکبرآباد کے محلہ تاج گنج میں رہا کرتے تھے سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے دادا پیر غلام علی لاہوریؒ سے بھی فیض یافتہ ہیں۔ اوّل مرتبہ جب زیارت حرمین کے لئے روانہ ہوئے تو پہلے دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے۔ دوسری مرتبہ اپنے تمام گھر کے لوگوں کو حج کے لئے ساتھ لے گئے۔ آپ کا وصال ۱۳۵۶ھ میں ہوا۔

بابو حیا مرادآبادیؒ آپ حضرت شاہ مذاقؒ اور خواجہ الٰہ بخش تونسویؒ سے فیض یافتہ ہیں سلطان المشائخ کی درگاہ میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ دربار غریب نواز میں بھی کبھی کبھی حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ شاعر تھے سماع کا بہت شوق تھا۔ تقریباً دس سال ہوئے آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کا مزار موضع جہانگیر (درمیان درگاہ خواجہ قطب صاحب و سلطان المشائخ) میں ہے۔

عزیز الرحمٰن شاہ صابریؒ مرادآبادی آپ حضرت شاہ غلام حسین شاہ چشتی صابریؒ مرادآبادی کی خانقاہ الموسوم بہ بغیہ شریف کے سجادہ تھے۔ بڑے خوش مزاج متواضع درویش تھے مشہور ہے۔ خانقاہ بغیہ میں جسکا جوتہ گم ہوجائے اس کے لئے بہتری ہوتی ہے مگر جب موصوف دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے تو یہاں آپ کا جوتہ گم ہوگیا تقریباً پندرہ سال ہوتے آپ کا وصال ہوگیا۔ مؤلف سے اتحاد رکھتے تھے مزار خانقاہ بغیہ مرادآباد میں ہے۔ آپ کے برسہ صاحبزادگان آپ کا عرس کرتے ہیں۔

میاں جان شاہؒ علی گڈھ آپ تقریباً پچاس سال سے غریب نواز کے عرس میں حاضری دیتے ہیں سُرمہ اور بعض ادویات بھی لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ بڑے متوکل ہیں۔ درگاہ کے ارکاٹی دالان میں قیام کرتے ہیں۔ مؤلف سے واسطہ رکھتے ہیں۔ تین چار سال سے عرس میں نہیں آئے شاید انتقال ہوگیا۔

صوفی خدا بخش چشتی لاہوریؒ آپ بڑے ثابت قدم اور وضعدار صوفی تھے۔ غریب نواز کے عرس میں عرصہ دراز سے حاضری دیا کرتے تھے۔ سید اسرار احمد صاحب۔ سابق متولی درگاہ کے یہاں آپ کا

قیام رہتا تھا۔ مؤلف سے بہت محبت سے ملتے تھے۔ لاہور میں خانقاہ غوثیہ کے قریب رہتے تھے۔ تقریباً تین سال ہوئے آپ کا انتقال ہوگیا۔

مہتاب شاہ وارثی لکھنویؒ آپ رنگین پوش مجذوب صفت درویش تھے۔ عبدالرحیم شاہ سدا سہاگؒ سے فیض یافتہ تھے۔ کلیر شریف اور اجمیر شریف میں بموقعہ عرس حاضری دیا کرتے تھے۔ مؤلف سے شناسائی تھی۔ پچھلے دنوں آپ کا انتقال ہوگیا۔

مولانا معین الدین مرادآبادیؒ آپ مرادآباد کے محلہ کسرول کے رہنے والے تھے۔ انجنیرنگ کے محکمہ میں کام کرتے تھے۔ ترک تعلق کرکے درویشی اختیار کی۔ عرصہ تک کانپور میں پھر حیدرآباد میں قیام کیا وہیں وصال ہوا۔ آپ اکثر غریب نواز کے عرس میں حاضر ہوتے تھے۔ بڑے پُر مذاق علم دوست صوفی تھے مؤلف سے اتحاد رکھتے تھے۔ آپ نے مثنوی مولانا روم اور فریدالدین عطار کے قصیدہ کی شرح کی ہے۔

محمد ابراہیم شاہؒ المعروف بہ صوفی قادری الکلام دہلوی آپ خواجہ الٰہ بخش تونسویؒ کے مرید ہیں۔ بڑے پُر مذاق متوکل صوفی اور زبان لکھنے والے شاعر تھے۔ صوفی تخلص کرتے تھے۔ غریب نواز کے عرس میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ درگاہ غریب نواز اور مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ میں عرصہ تک مقیم بھی رہے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کی درگاہ اقدس میں رہا کرتے تھے مؤلف سے بہت خلوص سے پیش آتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ پچھلے دنوں آپ کا وہیں وصال ہوگیا۔

الف شاہ اکبرآبادیؒ آپ جین پوری کے مولوی عبدالرشید چشتی صابریؒ کے مرید ہیں۔ خوش مزاج معمر صوفی تھے۔ سالہاسال تک آگرہ میں مقیم رہے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہاں حال میں اُن کا انتقال ہوگیا۔

مولوی سید امام علیؒ اکبرآبادی آپ درود وظائف میں بہت مشغول رہتے تھے۔ آگرہ کی عثمانیہ مسجد (واقعہ محلہ باون گلی) میں امامت کرتے تھے۔ عرصہ تک اجمیر میں مقیم رہے پھر آگرہ آگئے۔ کبھی کبھی غریب نواز کے عرس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے گئے۔ سُنا ہے وہیں انتقال ہوگیا۔ آپ کا لڑکا اب مذکورہ بالا مسجد کی خدمت کرتا ہے۔

جماعت علیشاہؒ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ آپ کے مریدین بکثرت ہیں۔ ہندوستان کے

مشہور صوفی ہیں۔ بہت متقی پرہیز گار تھے۔ کبھی کبھی حضرت خواجہ کے عرس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کا وصال ہو گیا۔

(ب) سلاطین امراء اور حکام کی حاضریاں:۔

سلطان شہاب الدین غوری | حسب تفصیل گذشتہ پرتھوی راج کو شکست دینے کے بعد اجمیر حاضر ہوا[1] حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی۔[2]

سلطان شمس الدین التمش | یہ نیک متقی پرہیز گار بادشاہ غریب نواز سے عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے تعلیم معرفت بھی حاصل کی۔[3] مزید تفصیلات حصۂ سوانح میں درج ہیں۔

سلطان محمود خلجی ۸۵۹ھ | ایک روز ایک عریضہ اس جماعت کا جو ہارونی کے نواح میں تھی سلطان محمود خلجی کی نظر سے گذرا اس میں لکھا تھا کہ اسلام کی ابتداء ممالک ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی جو مرشد الطائفہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خوابگاہ ہے۔ اب چونکہ یہ مقام کفار کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اس لئے اب کوئی اثر اس مقام پر اسلام یا شعائر الاسلام کا باقی نہیں ہے۔ سلطان عریضہ کے مضمون سے مطلع ہو کر حضرت خواجہ کی روح پر فتوح سے امداد کا طالب ہوا اجمیر پہونچکر معرکہ آرائی ہوئی۔ قلعہ کا سردار گجادھر مع راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا۔ طرفین میں چار دن یک جنگ رہی۔ پانچویں روز گجادھر مارا گیا۔ محمود کی فتح ہوئی۔ سلطان محمود شکر بجا لایا اور حضرت خواجہ بزرگ کے روضہ کا طواف کر کے ایک مسجد (مسجد صندل خانہ جسکا ذکر آگے آئیگا) تعمیر کرائی۔ اور خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیکر اجمیر کی حکومت پر مامور کیا۔ مزار اقدس کے مجاوروں کو انعام و اکرام دیکر منڈل گڈھ کی جانب روانہ ہوا۔[4]

سلطان ظفر خاں ۷۹۸ھ | سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد اُس کا فرزند سلطان محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ گجرات کے حالات کے مدنظر بادشاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک

---

[1] دیکھو افاضات حمید صفحہ ۱۳، ۱۴ [2] دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ ۳۶۳ [3] دیکھو قلمی نسخہ گنج اسرار
[4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۳۸، ۳۹ و تاریخ فرشتہ جلد چہارم ترجمہ محمد فدا علی صاحب طالب مقالہ پنجم صفحہ ۵۵۱-۵۵۲

نامی امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہہ الملک کو عطا کی. بتاریخ تیسری ربیع الثانی ۷۹۳ھ خلعت خاص عنایت کیا اور گجرات روانہ کیا. گجرات پہونچکر اس کو معرکہ بہت سر کرنا پڑے. ۷۹۸ھ میں منڈل گور (مانڈل) کے مسلمانوں پر راجپوتوں کے حملہ کی خبر سُن کر ظفر خاں ادھر متوجہ ہوا. اس نواح کا راجہ قلعہ میں بند ہوگیا مگر قلعہ میں طاعون پھیل گیا اور راجہ نے عاجز ہوکر لوگوں کو ظفر خاں کی خدمت میں عجز و نیاز کے لئے روانہ کیا. ظفر خاں اس واقعہ کو تائید غیبی سمجھا فوراً انکی درخواست قبول کرلی اور پیش کش وصول کرکے حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ کی روح پر فتوح سے غیر مسلموں پر فتح پانے کی مدد طلب کی. بعدازاں ظفر خاں اجمیر سے جلوارہ اور بلوارہ (بھیلواڑ) کی جانب روانہ ہوگیا اور تین سال ادھر کے سفر میں اس نے بسر کئے. اس سفر سے واپس ہوکر ظفر خاں نے اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کرکے اپنے کو مظفر شاہ کے نام سے مشہور کیا اور سلطنت گجرات کا بانی ہوا. مظفر شاہ نے ۸۱۳ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں رحلت کی۔[1]

۹۳۱ھ شہزادہ بہادر خاں

سلطان مظفر بن سلطان بیگرہ گجراتی بن سلطان محمد شاہ ۹۱۶ھ میں تخت نشین اورنگ گجرات ہوا. اس کے دو لڑکے شہزادہ سکندر اور شہزادہ بہادر خاں تھے. شہزادہ بہادر خاں باپ سے ناراض ہوکر چتوڑ ہوتا ہوا ۹۳۱ھ میں خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ کے مزار کی زیارت کے لئے روانہ ہوا. حضرت خواجہ کے آستانہ سے فیضیاب ہوکر شہزادہ بہادر خاں سوات چلا گیا. آخر کار ۹۳۲ھ میں گجرات کا بادشاہ ہوا اور ۹۴۳ھ تک حکومت کی. ہمایوں نے ۹۴۳ھ میں اس پر غلبہ پاکر گجرات پر قبضہ کرلیا۔[2]

۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۴ء شیر شاہ سوری

شیر شاہ راجہ مالدیو حاکم مارواڑ کو شکست دینے کے بعد ۱۵۴۴ء میں درگاہ خواجہ معین الدینؒ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کافی رقم فقراء کو تقسیم کی جملہ مراسم ادا کئے جن میں طواف بھی شامل تھا بعدازاں وہ تفریح کے لئے تاراگڈھ پر گیا چونکہ قلعہ میں پانی کی کمی تھی اس لئے اس نے معمار مقرر کئے کہ چشمۂ حافظ جمال سے قلعہ پر پانی پہونچائیں اور اس کا نام شیر چشمہ رکھا۔[3]

---

[1] دیکھو فرشتہ جلد چہارم مترجمہ طالب صاحب مرحوم صفحہ ۳۲۲-۳۲۸ [2] دیکھو فرشتہ جلد چہارم مترجمہ طالب صاحب صفحہ ۴۳۲

[3] کتاب اجمیر از ہربلاس سارداؔ بحوالہ تاریخ داؤدی.

سلطان جلال الدین اکبر | اکبر نے متعدد بار دربار غریب نواز میں عقیدت کے ساتھ حاضریاں دی ہیں

ان میں سے بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

اکبر دارالخلافت آگرہ سے فتح پور سیکری کی طرف شکار کے لئے جا رہا تھا جب موضع منڈھاکر کے قریب پہونچا تو خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مناقب اُس کے سامنے گائے گئے۔ حضرت خواجہ کے جلائل کمالات اور خوارق عادات پہلے ہی اس کی مجلس میں مذکور ہو چکے تھے۔ وہ فرط طلب سے ملک کے تقدس کے مآثر ون سے توسل اور استمداد بہت چاہتا تھا اس لئے خواجہ کے روضہ کی زیارت کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا عین شکارگاہ میں اُس نے اجمیر جانے کا قصد کیا۔ بروز چہارشنبہ بتاریخ ۸ جمادی الاوّل ۹۶۹ھ میں وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ اجمیر روانہ ہوا۔ اجمیر پہونچکر اُس نے روضۂ غریب نواز کی زیارت کی بعد ازاں آگرہ روانہ ہوگیا۔[۱]

۹۷۵ھ میں اکبر نے قلعہ چتور (چتوڑ) فتح کرنے کا ارادہ کیا اور یہ منت مانی کہ اگر فتح ہوگئی تو میں پاپیادہ حضرت خواجہ معین الدین کے روضہ کی زیارت کے لئے اجمیر جاؤں گا۔ چنانچہ بعد فتح بتاریخ ۲۹ شعبان ۹۷۵ھ وہ پاپیادہ اجمیر روانہ ہوا۔ جب مانڈل پہونچا تو شگوفہ قرنے آکر عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے پاپیادہ آنے سے منع کیا ہے اس لئے وہ سوار ہوگیا مگر جب اجمیر ایک منزل رہ گیا تو پھر پاپیادہ ہوگیا اجمیر پہونچکر اُس نے بتاریخ ۷ رمضان المبارک ۹۷۵ھ میں روضہ کی زیارت کی۔ دس دن قیام کیا پھر آگرہ روانہ ہوگیا۔[۲]

۹۷۶ھ میں اکبر قلعہ رنتھمبور فتح کرکے اجمیر شریف حاضر ہوا۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے آستانہ کی زیارت کی بعد ازاں آگرہ پہونچکر حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت میں فتح پور سیکری گیا اس سے پہلے اکبر کے یہاں چند لڑکے پیدا ہو کر مر چکے تھے۔ شیخ سلیم چشتیؒ نے زندہ لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اسی زمانہ میں بیگم حاملہ ہوئی۔[۳]

اکبر نے منت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہوگا تو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے آستانہ پر پاپیادہ حاضر ہونگا۔ چنانچہ جب بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۷ ربیع الاوّل ۹۷۷ھ میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مکان پر

۱۔ دیکھو اقبال نامہ اکبری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ و فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲ ۔ ۲۔ بادشاہ سے پہلے خبر رسانی کے لئے بھیجے جاتے تھے۔

۲۔ دیکھو اقبال نامہ اکبری صفحہ ۱۷۶ و اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹

۳۔ دیکھو فرشتہ جلد چہارم مترجمہ فدا علی صاحب طالب صفحہ ۲۳۲ و اقبال نامہ اکبری صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۷

فتح پور سیکری میں جہانگیر پیدا ہوا تو اکبر بروز جمعہ بتاریخ ۱۲ رشعبان ۹۷۷ھ آگرہ سے پیادہ پا روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے گیا اور وہاں چند روز توقف کیا۔ مجاوروں کو بہت روپیہ تقسیم کیا۔ بتاریخ تیسری محرم ۹۷۸ھ میں اکبر کے یہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اس کا نام محمد مراد رکھا اور لقب "پہاڑی" سے ملقب کیا۔ اس سال بھی بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر اور طواف روضہ خواجہ بزرگ کیا۔[1]

یکم صفر ۹۷۹ھ میں اکبر حصار فیروزہ کا تماشہ دیکھنے گیا۔ حصار فیروزہ سے اجمیر شریف واپس آیا اور حضرت سلطان الہند کی زیارت سے مشرف ہو کر آگرہ پہونچا۔[2]

بتاریخ ۲۰ رصفر ۹۸۰ھ میں اکبر شکار کھیلتا ہوا اجمیر روانہ ہوا اور بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۵ ربیع الاول سنہ مذکور کو حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور مشائخ و خدام و مجاوروں کو انعامات تقسیم کئے۔[3]

بتاریخ سویم جمادی الثانی ۹۸۱ھ میں بروز چہارشنبہ اکبر اجمیر پہونچا اور حضرت خواجہ بزرگ کی درگاہ میں حاضر ہو کر شرائط طواف و لوازم استمداد بجالایا اور قریب دو لاکھ نقد و جنس کے حضرت خواجہ بزرگوار معین الدین اجمیریؒ اور خواجہ خنگ سوار کے آستانوں کے مجاوروں اور دوسرے مستحقین کو تقسیم کیا۔[4]

اوائل رمضان ۹۸۲ھ میں اکبر روضہ خواجہ معین الدینؒ پر حاضر ہو کر لوازم زیارت و شرائط طواف بجالایا۔[5]

۹۸۳ھ میں اکبر اجمیر حاضر ہوا اور حضرت خواجہ بندہ نواز (معین الدین چشتیؒ) کی زیارت کر کے صحیح و سالم واپس آیا۔[6]

ہفتم ذیقعدہ ۹۸۴ھ میں اکبر فتح پور سیکری سے طواف روضۂ غریب نواز کی غرض سے اجمیر روانہ ہوا اور دوشنبہ کے دن بتاریخ چہارم ذی الحجہ اجمیر سے دس کوس پر مقام کیا۔ یہاں سے پیادہ پا روانہ ہو کر

---

[1] دیکھو اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ اقبال نامہ اکبری صفحہ ۵۹۲۔۵۹۳ و فرشتہ جلد چہارم ترجمہ فدا علی صاحب صفحہ ۲۳۲

[2] [3] دیکھو فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۳۲، ۳۵۳ و قلمی نسخہ طبقات اکبری مذکور ورق ۲۳۵ (جو حسین احمد صاحب زبیری وکیل میرٹھی کے کتب خانہ میں ہے)۔

[4] طبقات اکبری مذکور ورق ۲۳۹ [5] قلمی نسخہ طبقات اکبری مذکور ورق ۲۵۳ و تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۲۶۰ ترجمہ فدا علی صاحب

[6] دیکھو طبقات اکبری مذکور ورق ۲۶۳ [7] فرشتہ جلد چہارم مذکور صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲

آستانہ عالیہ پر پہونچا اور دس ہزار روپیہ خدام و مجاوروں کو عنایت کئے[1]۔ شہباز خاں نے افغانوں سے قلعہ رہتاس فتح کیا اور اس کو اپنے بجاتیوں کی سپرد کرکے خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اسی سال بادشاہ اکبر پھر اجمیر تشریف گئے۔ اور شکار کھیلتا ہوا دکن کی سرحد تک پہونچا۔ وہاں سے فتح پور سیکری کا رُخ کیا[2]۔

۹۸۵ھ میں عرش آشیانی پھر اجمیر تشریف گئے اور حسب عادت ایک کوس سے پا پیادہ ہو کر خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور فیضیاب ہوئے۔ روضۂ منورہ کی زیارت کرکے دہلی روانہ ہوئے[3]۔

بتاریخ ۱۶ رجب ۹۸۶ھ اکبر اجمیر روانہ ہوا۔ بتاریخ ۲۵ شعبان جب اجمیر پانچ کوس رہ گیا تو وہ پیادہ پا حضرت خواجہ بزرگ کے روضہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ اس ورود اجمیر کے بعد چودہ سال تک وہ اجمیر نہیں گیا[4]۔ مگر بقول طبقات اکبری ورق ۲۷۷-۲۷۸ اکبر ۹۸۸ھ میں اجمیر کے مزار کا طواف کرکے حضرت فرید گنج شکرؒ کے مزار کی زیارت کے لئے پنجاب روانہ ہوا۔

شہباز خاں | آپ کا اصلی نام شہبار اللہ اور عمدۃ الملک نظام الدین شہباز خاںؒ[5] خطاب تھا۔ لاہور کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ تک پہونچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے حاجی جمال الدینؒ عرب سے ہندوستان آکر شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے مرید ہوئے[6]۔ ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۶ء موافق سمت ۱۶۳۳ میں اکبر نے آپ کی اور مرزا خاں و قاسم کی سرکردگی میں اودے پور کی طرف فوج روانہ کی تھی اس نے کونبھل میر کو فتح کیا[7]۔ ۹۸۶ھ میں اودے پور فتح کیا۔ ۹۸۸ھ میں اکبر نے اجمیر کے سرکشوں کو زیر کرنے کے لئے آپ کو اجمیر بھیجا[8]۔

۱۰۰۰ھ میں آپ کا اجمیر میں انتقال ہوا۔ چونکہ آپ کو حضرت خواجہ سے عقیدت تھی اس لئے آپ نے حضرت خواجہ کی درگاہ میں دفن کرنے کی وصیت کی تھی مگر خدام روضہ راضی نہ ہوئے۔ اس لئے ناچار آپ کو باہر دفن کیا گیا۔ رات کے وقت حضرت خواجہ نے منتظمین درگاہ کو عالم رویا میں تاکید

---

[1] طبقات اکبری مذکور ورق ۳۲۰ [2] فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۳۶۱-۳۶۲ ترجمہ فدا علی صاحب [3] اقبال نامہ اکبری صفحہ ۸۳

[4] خان کا خطاب اب تک آپ کے خاندان میں چلا آتا ہے۔ آپ مؤلف کے اجداد میں سے ہیں [5] دیکھو المشاہیر صفحہ ۸۵

[6] دیکھو تاریخ راج پرستی صفحہ ۱۲ [7] دیکھو اقبال نامہ اکبری صفحہ ۳۹۶

فرمائی کہ شہباز خاں ہمارا دوست ہے اس کو شمال رویہ گنبد میں جگہ دو. صبح بمنت وسماجت اُنکی نعش قبر سے نکال کر اسی مقام پر دفن کی گئی جہاں کے لئے ارشاد فرمایا گیا تھا۔[2]

جہانگیر کے اجمیر آنے کے موقعہ پر مرزا محمد علی بیگ بھی حاضر دربار خواجہ ہوئے۔ ان کو شہباز خاں کے ساتھ بڑی محبت تھی. شہباز خاں کی قبر دیکھکر بکمال تپاک قبر سے لپٹ گئے اور کہنے لگے یہ ہمارا قدیمی دوست ہے اسی وقت یہ بھی جاں بحق تسلیم ہوئے. مرزا محمد علی بیگ کو بھی وہیں دفن کیا گیا. مثل دوست بدوست پیوست صادق آئی۔[3]

سلطان نورالدین جہانگیر

یہ بادشاہ تخت نشین ہونے کے بعد اپنے جلوس کے آٹھویں سال یعنی ۱۰۲۲ھ میں اجمیر روانہ ہوا جب قلعہ اور عمارات خواجہ بزرگوار نظر آنے لگیں اور اجمیر تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو پیادہ پا روانہ ہوا اور فقراء وارباب احتیاج کو مال وزر تقسیم کرایا۔ اور جب بتاریخ پنجم ماہ شوال چار گھڑی دن گذر گیا تو داخل شہر اجمیر ہوا، پانچویں گھڑی میں حضرت خواجہ بزرگ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔[4] اور تقریباً تین سال (۱۸ نومبر ۱۶۱۳ء / ۱۰۲۲ھ لغایت ۱۰ نومبر ۱۶۱۶ء / ۱۰۲۵ھ) اجمیر میں مقیم رہا اور اس عرصہ میں نو مرتبہ حضرت خواجہ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔[5]

۹ سنہ جلوس. اس سنہ جلوس کی حاضری کے متعلق جہانگیر توزک جہانگیری میں رقمطراز ہے کہ بزمانہ علالت میرے دل میں آیا تھا کہ جس طرح میں باطن خواجہ بزرگ کا معتقد ودر حلقہ بگوش ہوں اور جانتا ہوں کہ میری ہستی انھیں کا طفیل ہے اسی طرح صحت یاب ہو کر علانیہ بھی کانوں میں درِ غلامی پہن کر حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش ہو جاؤں چنانچہ ماہ رجب میں میں نے کانوں میں سوراخ کر کے ایک ایک دانہ مروارید آبدار کا دونوں کانوں میں پہنا اور اہل دربار نے بھی خزانہ شاہی سے گوہر درلالی حاصل کر کے اپنے کانوں میں پہنے. رفتہ رفتہ یہ رسم عام ہو گئی۔[6]

ع۱ باہری دروازہ کے متصل سبیل کے پیچھے مرزا صاحبان کی قبریں ہیں۔ ممکن ہے یہاں اس وقت گنبد ہو مگر شاہان مغلیہ کے زمانہ کے حکام کی قبریں شمال رویہ گنبد نما سقف کے زیر سایہ ہیں۔ اس قیام پر ماہ محرم میں تعزیہ رکھا جاتا ہے۔

ع۲ دیکھو المشاہیر صفحہ ۱۰۱ ع۳ دیکھو المشاہیر صفحہ ۱۰۱ ع۴ دیکھو توزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۱۵

ع۵ دیکھو توزک جہانگیری صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ ۱۸۶۳ء بحبلع سید احمد غازی پوری و کتاب اجمیر از ہر بلاس سارد صفحہ ۱۰۵ بحوالہ توزک جہانگیر جلد اول صفحہ ۲۴۰

ع۶ دیکھو توزک جہانگیری صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ ۱۸۶۳ء بحبلع سید احمد غازی پوری

سنہ ۱ جلوس:۔ شب یکشنبہ بموقعہ عرس خواجہ بزرگ روضۂ منورہ میں حاضر ہوا اور آدھی رات تک میں وہاں رہا۔ خدام و صوفیا کو وجد رہا اور فقراء و خدام کو میں نے اپنے ہاتھ سے زر تقسیم کیا۔ اس موقعہ پر کل چھ ہزار روپیہ نقد یکصد ثوب کرتہ و ہفتاد تسبیح مروارید و مرجان وغیرہ بانٹے تقسیم کی گئیں۔[1]

سلطان شہاب الدین شاہجہاں | شاہجہاں نے اپنے اکیس[2] سال کے عہد حکومت میں پانچ بار اجمیر آکر حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کیا۔[2]

پہلی مرتبہ:۔ اپنے جلوس کے سال اول میں اجمیر آیا اور خواجہ بزرگ کے روضہ پر حاضری دینے کے بعد مجاوران درگاہ پر بخشش فرما کر انھیں خوش کیا۔[3]

دوسری مرتبہ:۔ بتاریخ ۷ رجب سنہ ۱۰۴۶ھ شاہجہاں بادشاہ نے اجمیر کی رونق بڑھائی (حاضر ہوا) آنا ساگر کے کنارے قیام کیا وہاں سے پیدل چل کر آستانہ حضرت خواجہ بزرگ حاضر ہوا۔ روضہ منورہ کی زیارت سے دل کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ مبلغ دس ہزار روپیہ حضرت خواجہ کے خدام عالی مقام کو دیئے۔ زیارت کا شرف حاصل کر کے جامع مسجد میں آیا۔[4]

تیسری مرتبہ:۔ یہ حاضری سنہ ۱۰۴۹ھ میں ہوئی اس مرتبہ پر شہزادی جہاں آرا بیگم (بنت شاہجہاں) بھی ساتھ آگرہ سے آئی تھی۔[5]

چوتھی مرتبہ:۔ سنہ ۱۰۵۳ھ میں بادشاہ شاہجہاں پھر رونق افروز اجمیر ہوا۔ دولت باغ میں قیام کیا اور وہاں سے پیدل چل کر آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہوا۔ مزار اقدس کی زیارت کرنے کے بعد مبلغ دس ہزار روپیہ حضرت خواجہ کے خدام عالی مقام اور دوسرے ضرورتمندان کو عنایت کئے۔[6]

---

[1] دیکھو تزک جہانگیری صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۳ء باہتمام سید احمد غازی پوری۔

[2] دیکھو کتاب التحقیق صفحہ ۲۴

[3] کتاب التحقیق بحوالہ مراۃ الاسرار۔ [4] کتاب التحقیق صفحہ ۲۳ بحوالہ مراۃ العالم مؤلفہ بختاور خاں

[5] کتاب التحقیق صفحہ ۲۵ بحوالہ مونس الارواح [6] کتاب التحقیق صفحہ ۲۴ بحوالہ مراۃ العالم۔

اس موقع پر بھی شہزادی جہاں آرا بیگم اجمیر ساتھ آئی تھی۔[1]

پانچویں مرتبہ:۔ تاریخ راج پرستی (صفحہ ۴۳) میں بحوالہ سیر المتاخرین مراۃ العالم لکھا ہے کہ ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۴ء موافق سمت ۱۷۱۱ میں شاہجہاں واسطے سیر اجمیر کے گیا وہاں سنا کر چتوڑ کے قلعہ کی مرمت ہو رہی ہے چونکہ یہ بات خلاف قرار داد تھی اور عہد جہانگیر بادشاہ میں جبکہ کرن سنگھ ولد رانا امر سنگھ نے ملازمت کی تھی تو یہ بات ٹھہر گئی تھی کہ رانا امر سنگھ اور بعد اس کے جو کوئی اس کا جانشین ہو چتوڑ کے قلعہ کی مرمت اور درستی نہ کرے۔ اس لئے حجۃ الملک سعد اللہ خاں وزیر کو تیس ہزار سوار کے ساتھ واسطے مسمار کر دینے قلعہ مذکور کے اس طرف روانہ کیا۔

شہزادی حور النساء بنت شاہجہاں یہ شہزادی بعہد جہانگیر اجمیر شریف حاضر ہوئی۔ بعض حالات آگے آئینگے۔

شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں ایک مرتبہ اس نے اپنے والد شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ ۱۰۴۹ھ میں اجمیر آکر روضۂ غریب نواز پر حاضری دی۔ اس حاضری کے واقعات وہ خود اپنی کتاب مونس الارواح میں لکھتی ہے جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"فقیرِ جہاں آرا بیگم جب اپنی خوش قسمتی سے اپنے والد (شاہجہاں بادشاہ) کے ساتھ بتاریخ ۱۲ شعبان ۱۰۴۹ھ آگرہ سے روانہ ہو کر بتاریخ ۷ رمضان ۱۰۴۹ھ جمعہ کے دن اجمیر پہونچی اور ساحل آناساگر کی عمارتوں میں قیام کیا۔"

اس حاضری کے ضمن میں شہزادی موصوفہ یہ بھی لکھتی ہے کہ بادشاہ شاہجہاں کو ایک زمانہ تک حضرت خواجہ بزرگ کی سیادت تسلیم نہیں تھی اور شبہ تھا مگر دوران قیام اجمیر ایک دن حضرت خواجہ بزرگ کی نسبت ابو الفضل کی تحریر پڑھکر یہ شبہ رفع ہو گیا اور بادشاہ نے جہاں آرا کے قول کو مان لیا۔[2]

بعد ازاں شہزادی موصوفہ نے ۱۰۵۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ اجمیر آکر روضۂ غریب نواز پر حاضری دی۔ اس حاضری کے متعلق جہاں آرا کا بیان مندرجہ کتاب مونس الارواح کا خلاصہ حسب ذیل

---

۱ احسن السیر صفحہ ۴۴-۴۵ بحوالہ مونس الارواح ۲ دیکھو کتاب التجمن صفحہ ۲۵ بحوالہ مونس الارواح

ہے۔ یہ واقعات قلمی نسخہ میں نہیں ہیں مگر مطبوعہ کے آخر میں ہیں۔

"میں بتاریخ ۱۸ شعبان والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ سے اجمیر روانہ ہوئی اور ۷ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ کو وہاں پہونچی۔ اس تمام عرصہ میں میرا یہ معمول رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ نہایت اخلاص اور عقیدت مندی سے پڑھ کر اس کا ثواب حضرت خواجہ بزرگ کی روح پرفتوح کی نذر کرتی رہی۔ کچھ دنوں تک تالاب آنا ساگر کی عمارت میں قیام رہا اس عرصہ میں بپاس ادب تعظیم کبھی پلنگ پر نہیں سوئی اور نہ روضۂ منورہ کی جانب کبھی پشت اور پاؤں کئے۔ دن بھر درختوں کے سائے میں گذار دیتی تھی۔ آنحضرت کی برکت اور اس سرزمین کے اثر فیض سے جمعیت خاطر اور ذوق پیدا ہو گیا۔ ایک شب میں نے مولود اور خوب چراغاں کیا۔ زینت و خدمت روضہ کے لئے جو کچھ ملا اور ملے گا اس میں کمی نہیں کرونگی۔ الحمدللہ والمنت وصد ہزار شکر کہ جمعرات کے دن بتاریخ ۴ رمضان المبارک حضرت پیر دستگیر کے مرقد منورہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن رہگیا تھا کہ حاضر بارگاہ سعادت پناہ ہوئی۔ گنبد شریف میں حاضر ہو کر سات مرتبہ مزار مبارک کا طواف کیا۔ بعد ازاں اپنی پلکوں سے جھاڑو دی۔ مزار پاک کی خاک و خوشبو کو سرمۂ چشم بنایا۔ اس سے دل پر جو ذوق و شوق کی حالت اور کیفیت طاری تھی وہ تحریر میں نہیں آسکتی ہے۔ نہایت شوق سے میں سراسیمہ ہو گئی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہوں اور کیا کروں۔ القصہ میں نے قبر شریف پر عطر اپنے ہاتھوں سے ملا اور چادر گل جو میں اپنے سر پر رکھ کر لائی تھی۔ مزار شریف پر پیش کی۔ بعد ازاں سنگ مرمر کی مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف کر کے والد بزرگوار نے تعمیر کرائی تھی۔ پھر گنبد مبارک میں بیٹھکر سورہ یٰسین و سورہ فاتحہ حضرت خواجہ کی روح پرفتوح پر پڑھی اور مغرب تک وہاں حاضر رہی اور آنحضرت کے یہاں شمع روشن کر کے آب جالرے سے روزہ افطار کیا۔ عجب شام تھی جو صبح سے بہتر تھی اگرچہ اس متبرک مقام اور مخزن فیوض سے گھر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھی۔"

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۴۳-۲۴۶ بحوالہ مونس الارواح ۲؎ یہی واقعات صاحب کتاب التحقیق نے ۱۰۴۲ھ کی حاضری میں بھی لکھے ہیں۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اگر خود مختار ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشہ عافیت میں بسر کرتی۔ ناچار روتی ہوئی اس درگاہ سے رخصت ہو کر گھر آئی تمام رات بیقراری میں کٹی صبح کو جمعہ کے دن والد بزرگوار کے ساتھ آگرہ روانہ ہو گئی۔[1]

اس نیک دل شہزادی نے اپنا تمام شاگرد پیشہ آستانہ شریف کی خدمت کے لئے نذر کر دیا۔[2]

سلطان محی الدین اورنگ زیب یہ بادشاہ پہلی مرتبہ اس وقت اجمیر آیا جب دارا شکوہ نے قلعہ تارا گڈھ پر مورچہ بندی کر کے عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ بتاریخ ۳۰ جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ عالمگیر حاضر آستانہ خواجہ بزرگ ہوا۔ مزار اقدس کا طواف کیا اور پانچہزار روپیہ مجاورین آستانہ عالیہ کو عنایت کئے۔ پھر بتاریخ ۸ المحرم ۱۰۹۰ھ میں اجمیر حاضر ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ کے مزار اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد بتاریخ ۲۹ شعبان ۱۰۹۰ھ حضرت خواجہ کے مزار پر حاضری دی اور محلات جہانگیری کی جانب سے مبلغ پانچہزار روپیہ نذر کئے۔ اس کے بعد دولت خانہ عالی واقعہ تالاب آنا ساگر کی جانب قدم رنجہ فرمایا۔ آخری بار اودے پور سے واپسی کے موقعہ پر بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۰۹۱ھ میں پھر وارد اجمیر ہوا اور سب سے پہلے پیادہ پا سیدھا آستانہ اقدس پر حاضر ہوا۔[3]

۱۹۰۲ء

لارڈ کرزن وائسرائے ہندوستان آپ ۱۹۰۲ء میں حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضر ہوئے دربار غریب نواز کی بلا تفریق مذہب تمام مقبولیت دیکھکر آپ نے مزار شریف کے لئے لکھا کہ "میں نے ہندوستان میں ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا۔"

۱۹۰۷ء

شاہِ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں آپ نے ۱۹۰۷ء میں حضرت خواجہ کے آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ درگاہ شریف میں مع چیف کمشنر اور دیگر حکامانِ برطانیہ آئے۔ متولی، دیوان اور خدام صاحبان نے آپ کا استقبال کیا مگر آپ کسی سے

۱۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۳-۴۰ بحوالہ مونس الارواح　۲۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۳۸

۳۔ دیکھو کتاب التحقیق صفحہ ۲۶ و کتاب اجمیر صفحہ ۲۲۷-۲۲۸ و صفحہ ۱۵۷-۱۶۳

متوجہ نہیں ہوئے۔ پہلے سیدھے قبہ شریف میں حاضر ہوئے۔ گنبد شریف کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ سب کو اندر آنے سے روک دیا گیا۔ آپ تنہا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گنبد شریف میں حاضر رہے۔ بعد ازاں باہر آ کر متولی صاحب اور دیوان صاحب وغیرہ سے مصافحہ کیا اور ہمکلام ہوئے۔

۱۹۰۹ء

نواب حامد علی خاں والئی رامپور جاورہ جاتے ہوئے آپ نے اجمیر کے اسٹیشن پر اپنی اسپیشل ٹھہرائی اور دربار غریب نواز میں حاضری دی۔ جس وقت آپ درگاہ میں پہونچے قبہ شریف کا دروازہ معمور[1] ہو چکا تھا۔ آپ بیگمی دالان میں دروازہ کے سامنے بہت دیر تک سر جھکائے روتے رہے۔ اسوقت بیگمی دالان میں سب کو آنے سے روک دیا گیا تھا۔ آپ یہاں تقریباً ایک گھنٹہ تک حاضر رہے۔ اس موقعہ پر نواب خواجہ محمد خانصاحب جاگیردار دھولپور آپ کے ساتھ تھے آپ نے چاہا کہ قبہ شریف کے اندر حاضری دوں مگر ذمہ دار کارکنان درگاہ نے خلاف معینہ وقت دروازہ کھولنے میں مجبوری ظاہر کی۔

میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد دکن آپ نے بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ دربار خواجہ بزرگ میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ غربا، و مساکین کو کھانا کھلوایا۔ یہ لنگر عام تھا۔ ہزار ہا روپیہ خیرات کئے اور خدام صاحبان میں بھی بہت روپیہ تقسیم کئے۔ ایک عظیم الشان صدر دروازہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

آپ دوبارہ بتاریخ ۲ نومبر ۱۹۱۳ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ حاضر آستانہ ہوئے۔ اس وقت دروازہ (عثمانی گیٹ) زیر تعمیر تھا۔ جامع مسجد اور گنبد شریف کے اندرونی حصہ کی آپ نے مرمت کرائی۔ سنگ مرمر کی اگردانی اور مرمریں چراغ دان تعمیر کرایا۔ دونوں جالروں کو ایک کرایا۔ مزار شریف کے بائیں جانب چاندی کی تختی پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ذیل کا شعر آپ ہی کا نذر کردہ ہے ؎

"گر بگذرم بخاطر پاک تو باک نیست — خاشاک ہیں کہ بر سر دریا گذر کند"

گنبد شریف کے اندر ہر ایک شمع دان میں ایک ایک موم بتی آپ ہی کی طرف سے روشن ہوتی تھی روزانہ ایک وقت دلیہ کا لنگر اور ایام عرس میں دو دیگیں بھی آپ کی طرف سے پکائی جاتی تھیں اور

---

[1] المکان اخلہ سکنو فھو معمور (اقرب الموارد مطبوعہ بیروت صفحہ ۸۲۶)

دار العلوم عثمانیہ (مدرسہ تعلیمی مذہبی) کے اخراجات بھی آپ ادا کرتے تھے۔ مدرسہ میں سالانہ چند طلباء کی دستار بندی ہوا کرتی تھی۔ طلباء کو وظائف اور کتابیں بھی مفت دیجاتی تھیں مگر فسادات اجمیر کے زمانہ سنہ ۱۹۴۷ء سے یہ سلسلہ بند ہے۔

دیوان صاحب کی حویلی ایک مہاجن کے پاس رہن تھی۔ قرضہ پر سود بڑھتا رہا۔ دیوان صاحب ادا نہ کر سکے تو نظام حیدرآباد نے قرضہ ادا کر کے وہ حویلی وقف کرادی۔

سنہ ۱۹۱۲ء

مہاراجہ گوبند سنگھ والئی ریاست دیتیا آپ بزمانہ برطانیہ بحالت معزولی بریلی اور افریقیہ میں رہنے کے بعد اجمیر میں رکھے گئے۔ اس زمانہ میں آپ بہت متفکر اور غمگین رہتے تھے۔ بالآخر پنجشنبہ کے دن آپ معہ سید معصوم علی صاحب و نواب خواجہ محمد خانصاحب جاگیر دار دعولپور اور نواب زادہ حاجی اکرم علی خاں صاحب آستانۂ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ عطر میں بسی ہوئی پھولوں کی چادر اپنے سر پر رکھکر مزار شریف پر پیش کی۔ اپنی بحالی کی دعا مانگی۔ آخر مراد کو پہونچے۔

سنہ ۱۹۲۴ء

مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم دولت آصفیہ حیدرآباد دکن آپ بتاریخ ۲۳ صفر سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء معہ اہل و عیال آستانۂ عالیہ میں حاضر ہوئے اور مورچھل جھلنے کی خدمت بجالائے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ شاد تخلص کرتے تھے۔ اس موقعہ سے متعلق آپ نے ذیل کے قطعات بھی لکھے ہیں:-

قطعات

"جھکتے ہیں شاہوں کے سر خواجہ کی وہ سرکار ہے ۔۔۔ ہیں ملک درباں وہ شاہِ چشت کا دربار ہے
شاد کیا پرواہ ہو بالِ ہما کی تجکو اب ۔۔۔ خواجۂ اجمیر کا تو مورچھل بردار ہے"

"مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی ۔۔۔ شاد کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہِ خواجۂ اجمیر سے ۔۔۔ لو کلیدِ گنجِ قسمت مل گئی"

ہند کے سلطان تم ہو مصطفےٰ کا واسطہ ۔۔۔ پنجتن کا واسطہ آلِ عبا کا واسطہ
شاد اس در پہ ہے سائل دیجئے دل کی مراد ۔۔۔ یا معین الدین اجمیری خدا کا واسطہ

مہاراجہ رانا اودے بھان سنگھ والیِ دھولپور
آپ فقیر دوست صوفی خیال راجہ ہیں۔ پچھلے فرقہ وارانہ فسادات ہندوستان کے زمانہ (۱۹۴۷ء لغایتہ ۱۹۴۸ء) میں آپ نے اپنی ہندو مسلمان رعایا کی حفاظت کی۔ روشن خیال رواداری برتنے والے اور گاندھی جی کی طرح ہر مذہب کی عزت کرنے والے انسان ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ درگاہ غریب نواز میں حاضر ہوکر چادر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہنود کے بعض مقدس مقامات پر بھی عقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ شام کے وقت روزانہ جنگل کے جانوروں کو کچھ کھلاتے ہیں انکے موٹر کے گرد بندر، لومڑی، گیدڑ، سانبھر وغیرہ جمع ہو جاتے ہیں، پیٹ بھر کے چلے جاتے ہیں۔ مؤلف کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں۔ خدا کامیاب رکھے۔

۱۹۳۹ء

سر محمد یعقوب صاحب مرحوم مراد آبادی
آپ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل شاہجہانپوری کے صاحبزادے ہیں۔ مراد آباد کے باعزت لوگوں میں تھے۔ اپنے غریب دوستوں تک کی عزت کرنے والے مخیّر اور فقیر دوست انسان تھے۔ وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے اور پہلے ہندوستانی تھے جو اس کونسل کے ڈپٹی پریذیڈنٹ ہوئے پھر فارن منسٹر ہوکر حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہیں انتقال ہوا اور خطہ صالحین میں دفن ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں حضرت خواجہ کے آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ مؤلف سے واسطہ محبت رکھتے تھے۔

سردار عبدالرّب نشتر گورنر پنجاب
آپ نے ۱۹۴۶ء میں حضرت خواجہ کے آستانہ پر حاضری دی آپ قوم کے بہی خواہ ہیں۔ آجکل پاکستان میں پنجاب کے گورنر ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو الہ آبادی وزیر اعظم بھارت سرکار
آپ قوم کے بہی خواہ، مذہبی تعصبات اور تنگ خیالی کو ملکی مفاد میں سدِ راہ سمجھنے والے عالی ہمت شخص ہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ ایک مرتبہ ۱۹۴۵ء میں حاضر دربارِ خواجہ ہوئے۔ دن کے تین بجے کے قریب غلام حسین عرف طوطی قوال سے درگاہ میں قوالی سنی۔ دوسری مرتبہ آپ فسادات اجمیر کے زمانہ (۱۹۴۷ء) میں حاضر آستانہ ہوئے۔ اس موقعہ پر آپ نے تقریر بھی کی اور عمارات درگاہ کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔

راجگوپال اچاریہ گورنر جنرل بھارت سرکار
آپ بتاریخ ۹ فروری ۱۹۴۹ء جس سے پہرکے

وقت درگاہ میں آئے! درقبہ شریف کے اندر حاضری دی۔ بعدازاں حاجی وزیر علی صاحب کے تعمیر کردہ دالان میں خدام صاحبان کی طرف سے آپ کو ایڈریس پیش کیا گیا۔ آپ نے جواب میں تقریر کی۔ مجمع کثیر تھا۔ حسب معمول منجانب درگاہ دیوان صاحب اور خدام صاحبان آپ کو تبرکات دیئے گئے۔ مولانا معینی اجمیری نے ایک تسبیح پیش کی اور جمشید خانصاحب اجمیری نے مبلغ دس روپیہ نذر کئے۔

کری آپا کمانڈر انچیف افواج بھارت سرکار آپ نے بتاریخ ۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء میں بوقت سہ پہر درگاہ شریف میں حاضری دی۔ درگاہ کے صدر دروازہ پر جوتے اُتار دیئے گئے۔ حسب رواج قدیم درگاہ کی طرف سے آپ کو تبرکات پیش کئے گئے۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر اعظم بھارت سرکار آپ بتاریخ ۱۲ ار فروری ۱۹۵۱ء میں سہ پہر کے وقت درگاہ شریف میں آئے۔ حسب دستور آپ کو تبرکات دیئے گئے۔

سابق لفٹنٹ بلبیر سنگھ آپ بڑی محبت کے آدمی ہیں۔ ہر مذہب کے فقیروں کی عزت کرتے ہیں ۱۹۵۱ء میں عرس شریف کے چند دن بعد درگاہ غریب نواز میں عقیدتمندانہ حاضری دی۔

دیگر حاضریاں مذکورہ بالا صاحبان کے علاوہ دَورِ گذشتہ میں شہزادہ دارا شکوہ۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی المعروف بہ سلطان مانڈو۔ شہزادہ شجاع اور شہزادہ فرخ سیر وغیرہ بھی حضرت خواجہ بزرگ کے عقیدت مندوں اور خدمت گذاروں میں نظر آتے ہیں۔ اغلب گمان ہے کہ یہ حضرات بھی دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے۔ دَورِ حاضرہ میں حافظ ابراہیم خلیخاں صاحب مرحوم والئ ریاست ٹونک۔ نواب افتخار علی خاں صاحب مرحوم والئ ریاست جاورہ اور نواب سرور علی خانصاحب والئ ریاست کوروائی اور دیگر والیان ریاست بھی غریب نواز کے عقیدتمندوں میں نظر آتے ہیں اور حاضر آستانہ ہوئے ہیں۔

بعض ہمدردانِ قوم ادیب اور اہلِ علم کی حاضریاں۔

۱۹۲۰ء مہاتما گاندھی آپ آزادئ ہندوستان کے علم بردار اور قوم کے غمگسار تھے۔ ہر مذہب کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس کے موقعہ پر حاضر آستانۂ عالیہ

ہوئے حاضری کے موقعہ پر آپ نے مزارِ اقدس پر پھولوں کی چادر پیش کی بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۹۴۸ء میں گوڈسے نے پستول کی گولیوں سے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

سنہ ۱۹۲۸ء

مولانا محمد علی جوہر مرادآبادی ہندوستان کے مصلح اعظم قائد ملت حضرت محمد علی صاحب جوہر نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں لندن جانے سے قبل اجمیر آکر ہندوستان کے روحانی تاجدار اہل ملک کے غمگسار حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ کے دربار عالی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ بعد نماز عشاء بیگمی دالان کے روبرو قوالی سُنی پھر رخصت ہوئے۔ لندن میں آپنے قول و فعل پر قائم رہ کر ملک کی خاطر جان دیدی مگر بات سے نہ ٹلے۔ آپ کا مزار بیت المقدس میں ہے۔

شبیر حسین خاں جوش ملیح آبادی آپ سنہ ۱۹۲۱ء میں وارد اجمیر ہوئے کسی نے آپ سے کہا "دربار خواجہ میں حاضری دیجئے" جواب دیا کہ میں تو اوس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک میزبان تشریف نہ لائیں۔ بالآخر شب کے وقت عالم رویا میں ایک بزرگ کو دیکھا پوچھا "آپ کون ہیں؟" فرمایا "ہم میزبان ہیں۔"

مولانا حسرت موہانی آپ ہندوستان کے مشہور پختہ خیال لیڈر تھے۔ شاعر بھی تھے۔ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کبھی کبھی دربار غریب نواز میں حاضری دیا کرتے تھے۔ عرس کے ایام میں آپ کفل خانہ میں مجلس سماع میں بھی شریک ہوئے ہیں۔ آپ کا انتقال ہو گیا۔

مولوی احمد سعید صاحب دہلوی آپ عالم فاضل ہیں روزانہ تفسیر بھی بیان کرتے ہیں ملک کے بہی خواہ ہیں۔ خوش بیان اور شیریں کلام ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضر ہو کر مسجد شاہجہانی میں وعظ بھی فرمایا۔ ہزاروں آدمی موجود تھے۔

مولوی حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی آپ مرادآباد میں حکمت کرتے تھے۔ علمائے دیوبند کے متبع تھے۔ بیان کرتے تھے جب میں حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضر ہوا تو مراقب ہو کر گانا بند کرنے کی استدعا کی جواب ملا ہم مکلف نہیں ہیں۔ تقریباً بیس سال ہوئے آپ کا انتقال ہو گیا۔

علی سکندر جگر مرادآبادی آپ آل انڈیا نعتیہ مشاعرہ کے موقعہ پر دربار خواجہ میں حاضر ہوئے حضرت نسّق اجمیری کے بعد آپ کی غزل پسند کی گئی۔ ہندوستان کے مشہور شاعروں میں ہیں۔ صاحب دیوان ہیں۔

سنہ ۱۹۴۵ء

قاضی عبدالغفار مرادآبادی حضرت محمد علی صاحب جوہر کے دست راست اور حکیم اجمل خانصاحب

کے قوت بازو قاضی عبد الغفار صاحب خلف قاضی ابرار احمد صاحب مرحوم ۱۹۴۵ء میں حاضر دربار خواجہ ہوئے۔ یہ آپ کی پہلی حاضری تھی۔ مؤلف کے والد اور موصوف کے والد سے بڑے تعلقات تھے۔ موصوف سے مؤلف کے تعلقات ہیں۔ آجکل آل انڈیا انجمن ترقی اُردو کا کام کرتے ہیں۔ مشہور ادیب ہیں۔ "لیلیٰ کے خطوط" وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ کے نام سے منسوب بعض مقامات و محافل

ہندوستان میں متعدد ایسے مقامات ہیں جہاں حضرت خواجہ کے تشریف فرما ہونے کا تاریخ پتہ نہیں دیتی مگر محبت کی کرشمہ سازیوں نے اہلِ محبت کو مجبور کیا ہے کہ وہ تسکین خاطر کے لئے اپنے یہاں بھی آپ کے نام سے منسوب چلہ یا کوئی فاتحہ خوانی کی محفل قائم کریں۔ یوں تو ہندوستان کی ہر مسلم آبادی میں آپ کی فاتحہ گھر گھر ہوتی ہے مگر ہم اس میں سے صرف بعض ایسے مقامات کے تذکرے پر اکتفا کرینگے جو آپ کے نام سے منسوب ہیں یا جہاں آپ کی فاتحہ شریف معہ سماع پابندی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

حیدرآباد دکن یہاں حضرت خواجہ بزرگ کے نام سے منسوب ایک چلہ ہے۔ یہ ایک وسیع عمارت ہے اس کے ایک مخصوص حصہ میں لوبان سلگتا رہتا ہے اور اہل محبت اجمیر نہ پہونچنے کی صورت میں یہاں آکر تسکین خاطر اور بواسطۂ نسبت فیض حاصل کر لیتے ہیں۔ یہاں بھی ایام عرس میں عرس ہوتا ہے۔ دولت آصفیہ کی طرف سے یہاں کے مصارف کے لئے جاگیر بھی ہے۔ مقررہ عملہ یہاں کی خدمات بجالاتا ہے۔ بعض اوقات نظام بھی یہاں تقریب عرس میں شامل ہو کر اظہارِ عقیدت مندی کرتے ہیں۔ نہیں معلوم کانگریسی حکومت کے دور میں یہاں کے انتظامات کے متعلق کیا ہوا۔ مؤلف نے اس مقام کی زیارت کی ہے۔

جاورہ یہاں حیدر شاہ مولائی کے تکیہ میں لب دریا تین گز مربع زمین پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ یہ مقام غریب نواز کے چلہ کے نام سے منسوب ہے۔ اس احاطہ میں ایک مسجد اور مسافرخانہ بھی ہے۔ ایام عرس میں یہاں قوالی ہوتی ہے۔ لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اگربتی لوبان کا انتظام رہتا ہے۔ مؤلف اس مقام پر حاضر ہوا ہے۔ نواب محمد افتخار علی خاں صاحب مرحوم والئ ریاست جاورہ دربار ہال میں چاند رات سے چھ رجب تک محافل سماع منعقد کراتے تھے۔ دور دور سے نامی قوال بلاتے تھے۔ بتاریخ چھ رجب صبح کے وقت قرآن خوانی بھی ہوتی تھی بعد ازاں محفل میلاد منعقد کی جاتی تھی پھر سماع ہو کر

فاتحہ کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ سُنا ہے کہ آجکل یہ مراسم عرس مسلمانانِ جاورہ ادا کرتے ہیں۔

بیانہ متصل بھرت پور بیانہ[1] کی آبادی سے تھوڑی دُور جنگل میں ایک کنواں حضرت خواجہ کے نام سے منسوب ہے۔ مسلمانانِ بیانہ اس کنویں کی توقیر کرتے ہیں۔ مشہور ہے کسی زمانہ میں بموقعہ عرس اجمیر جانے والے صاحبان یہاں قیام کیا کرتے تھے۔ آجکل اس نواح میں مسلمان بہت کم رہ گئے ہیں۔

آگرہ یہاں اہلِ محبت نے ایک انجمن از نام عثمانی یعنی کمیٹی تقریباً بیس سال سے قائم کی ہے نوابزادہ حاجی کرم علی خانصاحب عرف پیارے صاحب خلف خواجہ محمد خانصاحب اسکے صدر ہیں۔ یہ انجمن محلہ گدڑی منصور خاں میں ۴ شوال سے ۸ شوال تک سالانہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کا عرس کرتی ہے اور بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سالانہ فاتحہ کرتی ہے اس موقع پر افطاری اور قوالی کا بھی انتظام ہوتا ہے اور ہر پنجشنبہ کو غریب نوازؒ کی فاتحہ شریف بھی ہوتی ہے۔

ضروریات کے پیشِ نظر نواب خواجہ محمد خانصاحب کی اہلیہ نے ایک مکان بھی محلہ بہادرن گلی میں وقف کیا ہے۔ اس کا انتظام بھی کمیٹی مذکور کے ہاتھ میں ہے اس کے متصل دوسری منزل پر دوکانات کے اوپر ایک مسجد بھی ہے۔ مسجد کے نیچے کی دوکانات مسجد کے مصارف کے لئے وقف ہیں۔

بھوپال یہاں سید انور میاں بموقعہ عرس غریب نواز سالانہ فاتحہ شریف کی خدمات بجالاتے ہیں اور سید عبدالمجید شاہ صاحب عرف جتّو میاں ناجی ہر پنجشنبہ کو غریب نواز کی فاتحہ کرتے ہیں۔

مندسور[2] یہاں غلام نبی صاحب ہر پنجشنبہ کے دن غریب نواز کی فاتحہ کرتے ہیں۔

آپ کے اذکار مناقب

سرورِ عالم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اُس کا ذکر کثرت سے کیا کرتا ہے" بہت سے حضرات نے مختلف طور پر حضرت خواجہ بزرگ کا تذکرہ کرکے اپنے جذبات محبت

---

[1] بھرت پور کے علاقہ میں ایک پرانی بستی ہے۔ یہاں مزارات بکثرت ہیں۔ شاہانِ اسلام کے زمانہ کی یہاں ایک وسیع مسجد اور ایک مینار ہے (مؤلف)

[2] یہ پرانی بستی جاورہ کے قریب ہے۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔

کا ثبوت دیا ہے۔ بعض کے قلم سے حضرت خواجہ کی محبت بشکل تذکرہ یا مناقب ظاہر ہوئی بعض نے اُٹھتے بیٹھتے آپ کے نام کا وظیفہ پڑھا اور بعض نے بآواز بلند یا خواجہ کا نعرہ لگا کر ثبوتِ محبت پیش کیا۔ اس سلسلہ میں ہم اہلِ قلم اور اُنکے نتیجہ قلم کا ذکر کرتے ہیں۔

(الف) بعض تذکرہ نویس اور انکے مرتبہ تذکرے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ صاحب دلیل العارفین آپ نے اس رسالہ میں خواجہ غریب نواز کی بعض مجالس کا حال لکھا ہے۔ ۵۸۵ھ میں لکھنا شروع کیا۔ ۶۲۷ھ میں مکمل فرمایا۔ آپ صاحب تصانیف ہیں۔ ایک دیوان اور زبدۃ الحقایق آپ کی تصانیف ہیں۔

مولانا سید مبارک العلوی الکرمانی المدعو بامیر خورد صاحب سیر الاولیا موصوف نے کتاب بعہد حضرت نظام الدین والاولیاء مرتب کی ہے۔ غریب نواز کے بہت مختصر حالات کا پتہ اس کتاب کی روایات سے چلتا ہے۔

مولانا حامد جمالی بن شیخ فضل اللہ مؤلف سیر العارفین آپ کا نام حامد تھا پہلے جلالی تخلص کرتے تھے پھر بحکم مرشد جمالی تخلص کرنے لگے۔ چنانچہ اپنی کتاب بحر المعانی میں لکھتے ہیں:-

از جمالش شد جمالِ آفتاب ۔۔۔ زاں جلالی را جمالی شد خطاب

آپ صفوف صوفیہ میں عارف گرامی۔ انجمن علماء میں علامی فہامی اور بزمِ شعراء میں شاعر نامی تھے۔ مثنوی قصیدہ، غزل اقسام شعر پر قادر تھے۔ مؤلف کے جد اعلیٰ امام العارفین مولانا مخدوم سماء الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے مرشد کے ساتھ قرابت قریبہ کا شرف بھی حاصل تھا۔ مدتوں مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضات و مجاہدات کئے۔ آپ نے حج کے سفر میں ہرات پہونچکر شیخ زین الدین خافی۔ شیخ محمد روجی۔ شیخ عبدالرحمٰن جامی اور مولانا مسعود شروانی، مولانا حسین واعظ، مولانا معین واعظ، مولانا عبدالغفور لاری سے ملاقات کی اگرچہ یہ سب حضرات آپ کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے مگر علامی مولانا جامی کا گھر آپ کا تکیہ گاہ تھا دورانِ سفر آپ یمن۔ مصر۔ بغداد۔ بیت المقدس۔ روم۔ شام۔ عراق۔ عرب و عجم۔ آذربایجان۔ گیلان۔ مازندان۔ خراسان وغیرہ میں تشریف فرما ہوئے۔

دمشق میں محی الدین ابن عربیؒ و شیخ فخر الدین عراقیؒ و اوحد الدین کرمانی کی زیارت کی۔
شیراز میں سید نظام الدین محمودؒ ابن شیخ الاسلام شیراز شاہ تاج الدینؒ کے ساتھ اتحاد عظیم ہو گیا تھا۔

ہرات میں سید حسین صاحب نزہتہ الارواح کے مزار کی زیارت کی۔ نماز ظہر و عصر وہیں پڑھی بہت فیض پایا۔

ہرات سے سبزوار آکر مولانا نجفی کے ساتھ لطف صحبت رہا۔

مصر میں آپ کا سات مہینہ قیام رہا انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مرحوم جب ہرات میں پہونچے تو درازی سفر سے قلندرانہ صورت تھی۔ ایک تہبند کے سوا جسم پر دوسرا لباس نہ تھا۔ آپ سلام علیک کر کے بیساختہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے برابر جا بیٹھے۔ مولانا جامی کو آپکی یہ شوخی ذرا گراں گذری کہنے لگے "میان خر و تو چہ فرق است"۔ آپنے بیچ میں بالشت رکھدیا۔ اس پر مولانا سمجھے کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں تحمل سے کہا "کیستی"؟ آپ نے جواب دیا "از خاکساران ہند"۔ آپ کا کلام وہاں پہنچ چکا تھا۔ مولانا نے دریافت کیا از سخنان جمالی چیزے یاد داری؟ آپ نے تین اشعار پڑھے۔ تیسرا شعر یہ تھا ؎

"ایں قدر بس بود جمالی را عاشق رند لاابالی را"

مولانا نے کہا تم بھی کچھ شعر کہتے ہو؟ آپ نے فی البدیہہ حسب حال یہ مطلع پڑھا ؎

"ما رزک کوئیت پیراہنے است بر تن آنہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن"

یہ پڑھکر آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ مولانا سمجھ گئے کہ جمالی یہی ہیں۔ بیساختہ اُٹھکر گلے ملے تعظیم و تکریم کی بڑی عزت سے مہمان رکھا۔

لودیوں کی حکومت کے بعد بابر اور ہمایوں بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو اپنی صحبت میں لیا۔ یہ دونوں بادشاہ نہایت عقیدت و نیاز سے بارہا آپکے درویشانہ کاشانہ پر گئے ہیں۔

آپ کی وفات بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ دہلی کی لاڈو سرائے میں متصل مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آپ کا مزار ہے۔ اس کا انتظام محکمۂ آثار قدیمہ سے متعلق ہے۔

ایک دیوان تقریباً آٹھ نو ہزار اشعار کا آپ کی شاعری کی یادگار ہے۔ مراۃ المعانی۔ مثنوی مہر و ماہ اور سیر العارفین وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ سیر العارفین کا آپ نے حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ کے حال سے آغاز کیا ہے اور اپنے مرشد حضرت مخدوم سماء الدین کے ذکر پر اس کو ختم کیا ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں تعین سنین حضرت خواجہ کے حالات نہیں ہیں مگر روایات کو یکجا کر کے ایک ایسا تذکرہ مرتب کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کی کسی کتاب میں نظر نہیں گذرا۔ دوران سفر موصوف کی تحقیق نے اس میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

۱؎ دیکھو المشاہیر صفحہ ۲۰۴ - ۲۱۵ و تاریخ عہد ولیہ صفحہ ۱۲۵ ۲؎ دیکھو المشاہیر صفحہ ۲۱۵ - ۲۱۹

مولانا غوثی شطاری مؤلف گلزار ابرار	یہ کتاب عہد جہانگیری میں لکھی گئی۔ موصوف نے اس میں

بزرگانِ اسلام کے حالات بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں۔ غریب نواز کے حالات بھی قدرے تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ کتاب شکل فارسی زبان میں تھی مگر اب اس کا اُردو میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ مؤلف فقیر دوست صوفی منش حضرات میں سے تھے۔

شیخ المحدثین شاہ عبدالحق دہلوی مؤلف اخبار الاخیار	آپ نے اخبار الاخیار میں بزرگانِ اسلام

کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ کتاب نہایت احتیاط کے ساتھ لکھی ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ کے حالات میں معتبر کتاب ہے۔ آپ کا وصال بعہد شاہجہاں ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔[1] مزار پُر انوار دہلی میں تالاب شمسی سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ مؤلف نے مزار اقدس کی زیارت کی ہے۔

مونس الارواح مرتبہ شہزادی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں	اس کتاب میں شہزادی جہاں آرا بیگم نے

حضرت خواجہ بزرگ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ کتاب کی عبارت سے حضرت خواجہ کی محبت ٹپکتی ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ نے اسمیں اصلاح کی ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر اس کا اُردو ترجمہ ہو گیا ہے۔ موصوف کو غریب نواز سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔

سیر الاقطاب مرتبہ مولانا الہدیہ	یہ کتاب عہدِ شاہجہانی میں لکھی گئی۔ بہت سے بزرگوں کے حالات کی

حامل ہے۔ غریب نواز کے حالات کی روایات بھی اس میں زیادہ ہیں۔

مراۃ الاسرار مرتبہ عبدالرحمٰن بن عبدالرسول چشتی	یہ کتاب بہت مستند سمجھی جاتی ہے اس کا ایک قلمی

نسخہ رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں ہے۔ دوسرا لندن کی برٹش میوزیم لائبریری میں ہے کتاب نایاب ہے مشکل سے ملتی ہے

اقتباس الانوار مرتبہ مولانا شیخ اکرم مرحوم	اس کتاب میں رسول مقبول، ائمہ عظام اور اولیائے کرام کے

اسوہ حسنہ اور روداد حیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتاب بڑی محنت سے مرتب کی گئی ہے کہیں کہیں تحقیق کیطرف بھی توجہ کی ہے۔ بہت سی تفصیلات کی حامل ہے۔

خزینۃ الاصفیا مرتبہ غلام سرور لاہوری	یہ کتاب بزبان فارسی دو جلدوں میں ہے اسمیں بزرگانِ اسلام کے

حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ کافی محنت اور کوشش سے لکھی گئی ہے۔ غریب نواز کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں

مسالک السالکین مرتبہ عبدالستار سہرامی	یہ کتاب بزبان اردو دو ضخیم جلدوں میں ہے اس میں

[1] دیکھو خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۱۶۳

بزرگانِ سلاسل کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں. حضرت خواجہ بزرگ کے حالات صحیح لکھنے کی بہت کوشش کی گئی ہے ہرچند کہ کہیں بعض مقامات پر موصوف کی رائے سے اتفاق نہیں تاہم کتاب قابل قدر ہے علماء کی صف میں بھی مستند سمجھی جاتی ہے. مولوی کفایت اللہ صاحب بھی اسکو مستند خیال کرتے تھے.

وقائع شاہ معین الدین چشتی مرتبہ بابو لال الہ آبادی یہ رسالہ موصوف نے بڑی عقیدت کیساتھ زبان فارسی مرتب کیا ہے. غریب نواز کے کافی حالات کا حامل ہے.

معین الاولیا مرتبہ دیوان امام علی خانصاحب اجمیری یہ کتاب بزبان فارسی لکھی گئی ہے. غریب نواز کے حالات کی حامل ہے. آپ کی اولاد کا حال اس میں مفصل درج کیا گیا ہے. یہ لندن کے بعض کتب خانوں میں بھی موجود ہے

تاریخ سلف مرتبہ مولانا عبد الباری معنی اجمیری اس کتاب میں غریب نواز کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں. خدام صاحبان کے جد خواجہ فخر الدین کی اولاد کا حال اس میں تفصیل سے لکھا گیا ہے.

مختصر معین الارواح مؤلفہ کاتب الحروف اس کتاب میں تحقیق کے ساتھ حضرت خواجہؒ کے سوانح اور سیرۃ لکھنے کی دعاگو نے کوشش کی ہے. تاریخی مطابقت اور تعلیمات حضرت خواجہؒ کی بھی حامل ہے.

(ب) مناقب غریب نوازؒ:-

جس طرح رسول برحق کی تعریف میں اشعار لکھ کر حضرت حسان بن ثابت نے شرف مقبولیت حاصل کیا اسی طرح اکثر حضرات نے غریب نوازؒ کی منقبت میں اشعار لکھ کر دربار غریب نواز سے برکات و فیوض حاصل کئے. شاید سب سے پہلے ۹۲۹ھ میں غریب نواز کی منقبت کا قصیدہ کہا گیا مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ شرف اولیت کس خوش قسمت شاعر کے حصہ میں آیا. نقل قصیدہ عمارات کے سلسلہ میں درج ہے. اس قصیدہ کا پہلا شعر ہی حضرت خواجہ کے ساتھ گہرے عقیدت مندانہ تعلق کا نمایاں ثبوت ہے ؎

"خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ　　اشرف اولیائے روئے زمین"

بہادر شاہ ظفر نے غریب نواز کی منقبت میں ذیل کے دو بند لکھے ہیں ان میں منقبت کیساتھ ساتھ روحانی طور پر مدد کی استدعا کی ہے:-

تم ہو یا خواجہ معین سرِّ ان حق پرست　　تم ہو رمز آگاہ کن اور واقفِ سرِّ الست
تم مددگار ظفر ہو کیوں ظفر کو ہو شکست　　پر فلک کی دیکھ گردش کانپتے ہیں پا و دست

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم است

خاک پر سے جو کہ ہل سکتا نہو جوں نقش پا　　　تم اٹھاؤ تو وہیں ہو وہ سنبھل کر اٹھ کھڑا

عیسیٰ جاں بخش تم ہو اور خضرِ رہنما　　　دردمندوں کی دوا ہو ناتواں کے ہو عصا

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم است[1]

شاہ نیاز احمد بریلوی بھی یہ خدمت بجالائے۔ آپ نظامیہ سلسلہ کے آفتاب اور فخریہ شلخ کے ماہتاب ہیں ذیل کے اشعار آپ کی عقیدت کا درخشاں کارنامہ ہیں۔

"خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ　　　فخرِ کون ومکاں معین الدینؒ

سرِّ حق را بیاں معین الدینؒ　　　بے نشاں را نشاں معین الدینؒ

مرشد رہنمائے اہلِ صفا　　　ہادیٔ انس و جاں معین الدینؒ

خواجۂ لامکان وقدس مکاں　　　آسماں آستاں معین الدینؒ

عاشقاں را دلیلِ راہِ یقیں　　　سد راہ گماں معین الدینؒ

قربِ حق اے نیاز اگر خواہی
ساز وردِ زباں معین الدینؒ

داغ دہلوی ایک مرتبہ یہ تباہ حال ہو کر اجمیر پہونچے اور ذیل کی منقبت آمیز التجا روضۂ منورہ کے سامنے کھڑے ہو کر پیش کی۔ چند دن بعد نظام حیدرآباد دکن کے یہاں باریاب ہو کر نہال ہو گئے۔ اشعار حسب ذیل ہیں۔ آجکل بھی لوگ انھیں مشکل کے وقت دربار غریب نوازؒ میں پڑھتے ہیں:-

یا خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نوازؒ　　　یا واقفِ رازِ خفی و جلی سلطان الہند غریب نوازؒ

لائی ہے مجھے اُمیدِ کرم اس خاک کی اور اس در کی قسم　　　آیا ہوں پئے حاجت طلبی سلطان الہند غریب نوازؒ

ہنہ عیش و طرب نے موڑ لیا دن رات کے غم نے گھیر لیا　　　سب دور ہوں میرے رنج دلی سلطان الہند غریب نوازؒ

فریاد تم ہی سے بے بیری، تکلیف سہی کیسی کیسی　　　ہو داد طلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نوازؒ

یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے　　　تم آل نبیؐ اولادِ علیؓ سلطان الہند غریب نوازؒ

مولانا معینی اجمیری آپ اجمیر شریف کے ممتاز شعراء میں سے تھے۔ حیدرآباد دکن میں محکمۂ کروڑ گیری میں اعلیٰ عہدے پر ممتاز تھے۔ "چہار بند معینی" آپ کا نتیجۂ فکر ہیں۔ صوفی مشرب خادم درگاہ تھے۔ مزارِ شریف

---

[1] دیکھو رسالہ معارف ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۸۹

کے عرس اور رجبی شریف کے خدمات میں نمایاں حصّہ لیا۔ ذیل کا کلام آپ کا نتیجہ فکر ہے:۔

"وہاں حرم ہے یہاں دل سرائے عثمانیؒ
خدا کے دونوں گھروں میں ہے جائے عثمانیؒ
بنا دیا مرے خواجہؒ کو رحمۃ للہند
یہ ہیں عطائے رسول اور عطائے عثمانیؒ"

"ترا دیار ہے دار السّلام یا خواجہؒ
تجلیاں ہیں نئی صبح و شام یا خواجہؒ
نگاہِ لطف مرے جیب و دست و داماں پر
طفیل قطب و فرید و نظام یا خواجہؒ
نہ فکرِ مے نہ غمِ جام تیرے مستوں کو
تری نگاہ سے چلتا ہے کام یا خواجہؒ
ترا گدا ہیں گنہگار متقی دونوں
برے بھلے پہ ترا فیض عام یا خواجہؒ
اسیرِ پنجۂ عسرت معینیؔ رنجور
ترے غلاموں کا ادنیٰ غلام یا خواجہؒ"

بیدم شاہ وارثی نے اپنے عقیدتمندانہ جذبات اس طرح پیش کئے ہیں:۔

"پیمانہ پہ دے بھر کر پیمانہ معین الدینؒ
آباد رہے تیرا میخانہ معین الدینؒ
تو گل ہے تو میں بلبل تو سرو تو میں قمری
تو شمع ہے میں تیرا پروانہ معین الدینؒ
تم ہی نہیں سنتے تو پھر کون سنے میری
کس سے کہوں میں اپنا افسانہ معین الدینؒ
جو آتا ہے جانے کا پھر نام نہیں لیتا
ہے خلد بریں تیرا کاشانہ معین الدینؒ
پھر ہوش میں آ نکلا میں نام نہ لوں بیدم
کہدیں جو مجھے اپنا دیوانہ معین الدینؒ"

سید محمد علی شاہ میکش اکبرآبادی آپ کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ آپ کے جذبات عقیدت حسب ذیل ہیں:۔

"سلام آپ کے ظاہر پہ یا شہنشہِ ہند
سجود آپ کے باطن کو یا غریب نوازؒ
حبیب ذاتِ الٰہی انیسِ روحِ نبی
جلیس محفلِ ناز و امیرِ بزمِ نیازؒ
ہوا ہے آپ سے جاری جہادِ بے شمشیر
مٹا ہے آپ سے کفرِ خیال و شرکِ مجاز
بغیر آپ کے بے آئینہ تھا حسنِ ازل
بغیر آپ کے بے مدعا تھا عشقِ مجاز
ہوئے ہیں آپکی ہستی میں جمع یا خواجہؒ
خدا کا ناز نبی کا نیاز علی کا راز
رہی نہ شاہیِ اکبر نہ ملکِ عالمگیر
رہی ہمیشہ شہنشاہی غریب نواز
جہاں میں ہے یہی چرچا کہ آپ کا میکش
خرابِ حسنِ بتاں ہے اسیرِ زلفِ مجاز

سردار خاں مرحوم فراز اکبر آبادی آپ نے غریب نوازؒ کی منقبت میں کئی غزلیات لکھی ہیں۔ قوالان آپ کا کلام پڑھتے ہیں۔ زیادہ تر فلمی طرزوں پر آپ نے لکھا ہے۔ آگرہ میں آپ کی عطر کی دوکان تھی۔ تقریباً پانچ سال ہوئے آپ کا انتقال ہو گیا۔ مؤلف سے خلوص رکھتے تھے۔ ذیل کی غزل آپ کے جذبات عقیدت کا ثبوت ہے ؎

میرے خانۂ دل میں آ میرے خواجہؒ — یہ اُجڑا ہوا گھر بسا میرے خواجہؒ
میرا دونوں عالم میں کوئی نہیں ہے — ہے تیرا ہی بس آسرا میرے خواجہؒ
نہیں خواہشِ قصرِ فردوس و کوثر — ہے کافی مجھے در ترا میرے خواجہؒ
ترے در پہ مٹنا ہے معراجِ اُلفت — ترا در ہے عرش وفا میرے خواجہؒ
ترا چھوڑ کر در تمنائے جنت — گناہ ہے گناہ سراپا میرے خواجہؒ
خبر لیجئے مشکل میں کام آنے والے — پریشاں ہوں مشکل کشا میرے خواجہؒ

فرازِ حزیں پر بھی ہو چشم رحمت
ہے یہ بھی تو آخر ترا میرے خواجہؒ

عزیزی ڈاکٹر عشرت حسن سلمہٗ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی مراد آبادی آپ نے چین جاتے وقت روبرو دیگی دالان درگاہ شریف میں ذیل کا قصیدہ پڑھا۔ مؤلف کے برادر زادہ ہیں:-

"میں عقل و فراست کے بکھیڑوں سے گذر کر — کیوں اپنی جبیں کو نہ جھکاؤں ترے در پر
اپنے پہ گماں ہے مجھے خورشیدِ فلک کا — خاکِ درِ خواجہؒ جو چمکتی ہے جبیں پر
ہر وہ مہ و اختر پئے تعظیم جھکے ہیں — گردن کو جھکایا ہے جو میں نے ترے در پر
دل کو ہے میرے حوصلۂ رفعتِ پرویں — آنکھوں کو زیارت ہے تری جب سے میسر
اُمیدِ کرم پر تری آئے ہیں مسافر — دامن میں میرے پھینک دے ہر مہ و اختر
اسرارِ حقیقت میری آنکھوں پہ ہوں روشن — انوارِ دو عالم ہوں میرے دل کو میسر
انسان کی فطرت میں ہے تاریکیٔ عصیاں — فطرت کے تقاضے سے کہاں جاؤں میں بچکر
گر میری طرف ایک تبسم کی نظر ہو — کونین سما جائیں میرے سینہ کے اندر
ہمت کو عطا ہو میری ایک شوقِ بلندی — دُنیا سے ذرا ہٹ کے بناؤں کوئی منظر

مجکو ہے تمنا کہ پئے خدمتِ انساں
شاعر کو بھی تفویض ہوں افکارِ پیمبر

"فی احسن تقویم" کے معنیٰ کے مطابق
ہوں مجکو عنایت عمل و علم کے گوہر

تم خوب سمجھتے ہو مرے دل کی کہانی
کیا فائدہ دہراؤں اگر شوق کے دفتر

اس درجہ خوشی ہے ترے اندازِ نظر سے
آنسو مری آنکھوں سے نکل آئے ہیں باہر

مدحت کا تقاضہ ہے کہ کچھ آپ سے مانگوں
خادم کا اشارہ ہے کہ دو عالم کو طلب کر

دامن کو مرے گنج تمنا کی ہوس ہے
اب منظرِ نگہ مخصوص ہے انور

مولوی مظہر جلیل شوق مرادآبادی

آپ مرادآباد کے ایک معزز خاندان کے فرد ہیں ہیوٹ مسلم اسکول مرادآباد میں ہیڈ مولوی تھے۔ مگر اب پاکستان چلے گئے۔ علمی مذاق رکھتے ہیں شاعری سے دیرینہ شغف ہے۔ مولف کے پرانے دوست ہیں۔ غریب نواز کی منقبت میں آپ نے ذیل کے اشعار کہے ہیں:۔

پلائے مئے اُلفت کا جام یا خواجہؒ
رہے غلام نہ اب تشنہ کام یا خواجہؒ

یہ آستاں بھی ہمیں بام طور ہو جائے
قبول ہو جو ہمارا اسلام یا خواجہؒ

جہانِ فیض کا ہر ذرّہ جس سے روشن ہو
تمہارا فیض ہے وہ فیضِ عام یا خواجہؒ

یہی جو قلب سیاہ آج کنجِ ظلمت ہو
ترے کرم سے ہو ماہِ تمام یا خواجہؒ

برائے غوث ہے محتاج یک نگاہِ کرم
یہ شوق آپ کے در کا غلام یا خواجہؒ

عزیزی ڈاکٹر ظہور الحسن سلمہٗ ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی مرادآبادی

مؤلف کے برادر زادہ ہیں۔ برادرم نور الحسن صاحب کی مایۂ ناز اولاد میں سے ہیں۔ ولادت بتاریخ ۹ جنوری ۱۹۱۳ء میں ہوئی بڑے ہوئے تو ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی کے امتحانات پاس کئے۔ وکیل ہوئے۔ ایڈووکیٹ ہوئے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ "رباعیات سرمد" کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ انگریزی میں بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اردو میں حضرت زبیر ابن العوام کا تذکرہ لکھا ہے۔ اجمیر میں عرصہ تک قیام کیا ہے روزانہ دربارِ خواجہ میں حاضر ہوتے تھے۔ شعر گوئی میں عشق تخلص ہے۔ ذیل کی منقبت نتیجۂ فکر ہے

کتابِ عشق کا عنوان خواجہؒ ظہورِ حسن کا سامان خواجہؒ
تمہاری دید کا ارمان خواجہؒ ہماری زیست کا سامان خواجہؒ
ہوئے ہیں ہند کے سلطان خواجہؒ یہ ہے فیضِ شہِ عثمانؒ خواجہؒ
جہاں جھکتے ہیں سر شاہ و گدا کے وہ تیرا در وہ تیری شان خواجہؒ

نہیں بے پردہ دیکھے دیدۂ عشق
یہ دل میں ایک ہے ارمان خواجہؒ

محمدؐ خادم حسن خادم مؤلف دربارِ خواجہ میں اس ناچیز کی حقیر نذرِ عقیدت حسبِ ذیل ہے:۔

قبلۂ عاشقاں معین الدینؒ کعبۂ عارفاں معین الدینؒ
حامئ بیکساں معین الدینؒ چارہ سازِ جہاں معین الدینؒ
در ہمہ ضوفشاں معین الدینؒ نور بخشِ جہاں معین الدین
بر فلک نور و بر زمین جسد زینتِ دو جہاں معین الدینؒ
نائبِ مصطفےٰ دریں کشور رشکِ پیغمبراں معین الدینؒ

بہر تسکینِ روح اے خادم
از دل و جاں بخواں معین الدینؒ

تمہارے حسن کی وہ شان خواجہؒ دو عالم جس پہ ہیں قربان خواجہؒ
تمہاری زلف میرا دین و ایماں تمہارا رخ میرا قرآن خواجہؒ
تمہارے نقشِ پا کی ایک جھلک پر نثارِ دو جہاں قربان خواجہؒ
ہر ایک شے اور لاشے کہہ رہی ہے میں تجھ پہ تا ابد قربان خواجہؒ
جہاں کا ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے عطا ہو صدقۂ عثمان خواجہؒ

نگاہِ لطف ہو خادم پہ اپنے
بحقِ خواجۂ عثمانؒ خواجہؒ

حصّہ چہارم

عمارات و مراسم درگاہ اقدس

آپکی درگاہ اور نذور عقیدت

آپ کی درگاہ موجودہ شہر اجمیر کے گوشۂ مغرب جنوب میں لبِ جھالرہ بلا تفریق مذہب و ملت بالعموم زیارت گاہ عالم و بالخصوص اہلِ ہندوستان کا مرکزِ عقیدت ہے۔ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ہر وقت درگاہ کے وسیع احاطہ میں موجود رہتی ہے۔ ہر مذہب کے بیرونی و مقامی زائرین بہ تعداد کثیر آپ کے روضہ پر پھول، شیرینی، نقدی، عطر، موم بتیاں، اگر بتیاں اور پھولوں یا پارچہ کی چادریں بطور نذرِ عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ صاحبانِ مقدرت دیگر بیش بہا تحائف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ بقول تحقیقاتِ چشتی[1] محمد ہادی المشتہر بمومن الملک علاء الدولہ جعفر خاں نصیری بہادر ناصر جنگ نظام حیدر آباد دکن نے ۱۱۲۱ھ میں قرآن مجید مجلد آپ کے روضۂ مبارک پر تلاوت کے لئے بھیجا اور دس حافظوں کا وظیفہ مقرر کیا۔ پھر ۱۱۳۵ھ میں قرآن مجید آپ کے روضہ پر بھیجا اور دس قاریوں کا تلاوت کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔

موجودہ عماراتِ درگاہ آپ کے عقیدتمندان کی پُرخلوص نذورِ عقیدت کا نتیجہ ہیں جو زبانِ حال سے اس امر کا ثبوت دے رہی ہیں کہ حضرت خواجہ کی ذاتِ اقدس قریب قریب ہر دور میں ہر دلعزیز اور مرکزِ عقیدت رہی ہے۔ آپ کی درگاہ کی اندرونی عمارات ایک وسیع رقبہ میں تین بڑے احاطوں پر مشتمل ہیں۔ احاطہ سولہ کھمبہ ان سے ملحق ہے

۱۔ احاطہ نقار خانہ :۔ یہ احاطہ عثمانی دروازہ، شاہجہانی دروازہ، بلند دروازہ اور اکبری مسجد وغیرہ پر مشتمل ہے

۲۔ احاطہ صحن چراغ :۔ اس میں سماع خانہ، وسیع صحن، لنگر خانہ اور حجرے وغیرہ ہیں عمارت خانقاہ (عقب سماع خانہ) بھی اسی احاطہ سے ملحق ہے۔

۳۔ احاطہ آستانہ :۔ اس احاطہ میں روضہ منورہ، شاہجہانی مسجد، صندلی مسجد، اولیا مسجد، قبور

---

[1] کتاب تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۱۹۲

اور حجرے وغیرہ ہیں۔ جھالرہ اور احاطہ چار یاری کا بھی اسی احاطے سے الحاق ہے۔

۴۔ احاطہ عمارات سولہ کھنبہ:- اس قطعہ میں شیخ حسین اجمیری اور غریب نوازؒ کے دیگر حضرات آسودہ ہیں۔

حدود اربعہ درگاہ کے شمال میں درگاہ بازار۔ جنوب میں جھالرہ۔ مغرب میں سڑک ترپولیہ دروازہ اور مشرق میں گلی لنگر خانہ ہے۔

درگاہ کا شہر سے الحاق درگاہ شریف کے اکیس[۲۱] دروازے ہیں۔ یہ شہر کے مختلف حصّوں کو درگاہ سے ملاتے ہیں۔ بعض بڑے دروازوں کے کواڑوں میں کھڑکیاں بھی ہیں۔ جن میں سے بعض پھاٹک کے کواڑ بند ہونے کے بعد بھی آمد و رفت کے لئے کھلی رہتی ہیں۔

(الف) احاطۂ اوّل نقار خانہ:-

عثمانی دروازہ یا نظام گیٹ
سنہ ۱۳۳۰ھ لغایتہ سنہ ۱۳۳۳ھ
سنہ ۱۹۱۲ء سنہ ۱۹۱۵ء

بیرونی زائرین عموماً اس دروازہ سے داخل ہوتے ہیں۔ خدام صاحبان ان کی رہنمائی کے لئے یہاں موجود رہتے ہیں۔ اس دروازے کے متصل پھول، شیرینی وغیرہ کی دوکانات ہیں۔ تاکہ زائرین حسب خواہش نذور و عقیدت پیش کر سکیں۔

درگاہ شریف کا یہ فلک بوس شمال رویہ دروازہ بجانب درگاہ بازار واقع ہے۔ میر عثمان علیخاں سابق والئی دکن نے سنہ ۱۳۳۰ھ میں اجمیر حاضر ہو کر یہ شاہانہ دروازہ تعمیر کرانے کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً تین سال تک تعمیر کا سلسلہ جاری رہا اور قریب پچاس ہزار روپیہ اس کی تیاری میں صرف ہوا۔ یہ دروازہ مسٹر اے میکلش انجنیر کے نقشہ کے مطابق منجانب حکومت آصفیہ مولوی حبیب اللہ صاحب کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔ ولی ٹھیکیدار نے اسے تیار کرانے کی خدمت انجام دی۔

محراب دروازہ کی چوڑائی ۱۶ فٹ۔ لمبائی معہ دو رویہ دالان ۲۷ فٹ ۔ بلندی تقریباً ۷۰ فٹ ہے۔ دروازہ کے اوپر نقار خانہ بھی ہے۔ یہاں پنجوقتہ نوبت معہ شہنائی بجائی جاتی ہے اور ہر گھنٹہ

---

۲۱ کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو از ہربلاس سارڈا صفحہ ۸۰۔ تحقیق مؤلف

گھڑیال بھی بجتا ہے. منجانب نظام حیدرآباد ایک منتظم دو چپراسی. دو گھڑیالی چھ شہنائی نواز اور آٹھ نقارچی وغیرہ مامور ہیں. عملہ کا صرفہ تقریباً پانچسو روپیہ ماہوار ہے۔

دروازے سے داخل ہوتے ہوئے بدست راست ایک چھوٹے سے کمرہ میں آجکل ایلوپیتھک شفاخانہ ہے. عثمانی دروازہ اور شاہجہانی دروازہ کے درمیان وسیع صحن ہے. اس صحن کے ہر چہار جانب متعدد حجرے ہیں۔

کلمہ دروازہ

۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء / ۱۶۳۸ء

عثمانی دروازہ سے گذر کر تھوڑا صحن طے کرنے کے بعد یہ دروازہ آتا ہے اس پر بھی نقارخانہ ہے. اس لئے اس کو نقارخانہ بھی کہتے ہیں. شاہجہان بادشاہ نے ۱۰۴۷ھ[۱] میں بطور نذر عقیدت یہ دروازہ تعمیر کرایا تھا اس لئے اس کو شاہجہانی دروازہ بھی کہتے ہیں. محراب دروازہ کی پیشانی پر بخط جلی کلمہ شریف سنہری حرفوں میں لکھا ہے اس لئے اسی کو کلمہ دروازہ بھی کہتے ہیں. دروازہ پر آب زر سے یہ شعر مرقوم ہے ؎

بعہد شاہجہان بادشاہ دیں پرور ‏ ‏ ‏ ‏ زدود ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر"

اکبر بادشاہ نے رمضان ۹۸۳ھ میں بنگال فتح کرنے کے بعد[۲] دو نقارے داؤدی درگاہ شریف میں پیش کئے جواب اس دروازہ پر رکھے ہوئے ہیں[۳]. اور ایک بڑا نقارہ قلعہ چتوڑ میں تھا. ۸ یا ۱۰ فٹ اس کا قطر ہے. کوسوں تک اس کی آواز پہونچتی تھی. جب چتوڑ کا راجہ سوار ہوتا تھا یا قلعہ میں داخل ہوتا تھا. اسوقت یہ بجایا جاتا تھا تاکہ. دور تک خبر ہوجائے. نقارہ مذکور کو وہاں سے اٹھوا کر (اکبر نے) اجمیر کے دروازہ پر رکھوادیا[۴]. چند اور نقارے بھی یہاں رہتے ہیں. سنگ سرخ کی تعمیر آجکل چونہ کی سپیدی میں روپوش ہے. دروازہ کے کیواڑ لکڑی کے ہیں. بمبئی کے ایک تاجر نے تیس چالیس سال پیشتر ان کیواڑوں پر نکل دھات کے پترے چڑھوانے کی سعادت حاصل کی تھی. دروازہ میں سنگ مرمر کا فرش ہے[۵]. یہ زائرین کی کثرت آمدورفت نے گھس کر ناہموار ہوگیا ہے. اس

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۶۵ ۲؎ اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو از ہربلاس سارداصفحہ ۶۳ بحوالہ طبقات اکبری و قلمی نسخہ طبقات اکبری ورق ۲۰۳ (جو حسین احمد صاحب زبیری بیرسٹر کے کتبخانہ میں موجود ہے) ۳؎ دربار اکبری صفحہ ۱۸۲ و ۴؎ ماثر راجستھان

۵؎ کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو صفحہ ۶۴ و تحقیق مؤلف وغیرہ

دروازہ پر بھی روزانہ پانچ وقت نوبت بجتی ہے۔

یونانی شفاخانہ شاہجہانی دروازے سے ذرا آگے بڑھکر اکبری مسجد کی سیڑھیوں کے متصل ایک سہ دری میں یونانی شفاخانہ ہے۔

۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ء/۱۵۷۰ء اکبری مسجد یونانی شفاخانہ کے متصل ایک بلند زینہ پر اکبری مسجد کا رفیع الشان دروازہ ہے اس مسجد کی تعمیر کا اکبر بادشاہ نے اس وقت حکم دیا تھا جب وہ جہانگیر کی ولادت کے چھ ماہ بعد اظہار شکر و نیاز کے لئے باہ شعبان ۹۷۷ھ حاضر دربار خواجہ ہوا تھا۔ یہ مسجد سنگِ سُرخ سے تعمیر کی گئی ہے۔ محرابوں پر سنگِ مرمر کی پچیکاری ہے۔ مسجد معہ متعلقہ عمارت ۱۴۰ مربع فٹ ہے۔ محراب مسجد ۵۶ فٹ بلند ہے گنبد کے گوشوں پر مرمریں مینار ہیں۔ صحن مسجد میں ایک ہشت پہل حوض تھا جو اب مٹی سے پُر کر دیا گیا ہے۔ تقریباً سو سال قبل اس میں ایک کنواں بھی تھا۔ ۱۳۲۰ھ میں مسجد کی متعلقہ عمارات کی مرمت کرانے کی سعادت نواب غفور علی خانصاحب داناپوری نے حاصل کی[1]

۸۵۹ھ مطابق ۱۴۵۴ء/۱۴۵۵ء بلند دروازہ یہ دروازہ سنگِ سُرخ سے تعمیر ہوا ہے۔ آجکل سنگ سُرخ چونہ کی سپیدی میں روپوش ہے۔ اس کی بلندی ۸۵ فٹ ہے۔ اس کا فرش سنگِ مرمر اور سنگِ موسیٰ کا ہے۔ محراب میں تین گولے طلائی زنجیروں میں آویزاں ہیں۔ برجیوں پر ڈھائی فٹ لمبے سنہری کلس ہیں۔ دروازہ میں شمال رویہ تین تین درجہ کی دو دو چھتریاں ہیں عقب میں ہر دو جانب دو سادہ چھتریاں ہیں۔ اوپر چڑھنے کے لئے دو طرفہ زینے ہیں۔ چونکہ یہ درگاہ شریف کی تمام عمارات سے بلند ہے اس لئے اس کو بلند دروازہ کہتے ہیں اس کے نیچے کے حصہ میں بزمانہ عرس پولیس کا قیام رہتا ہے۔ دروازہ کے صحن میں مولانا شمس الدین المعروف بہ سید احمدؒ خلیفہ غریب نواز کا مزار ہے[2]۔ بقول گمانڈو درگاہ خواجہ صاحب صفحہ ۲۰-۲۳ یہ دروازہ ۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے تعمیر کرایا تھا۔ بقول معین الاولیا صفحہ ۲۸۳-۲۸۴ یہ دروازہ سلطان

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۵-۶۶ نسخہ دیگر مطبوعہ آفتاب جانتاب پریس صفحہ ۶۳ و اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۹-۲۳۰

۲؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۵-۶۶ و معین الاولیا صفحہ ۲۸۳

محمود خلجی نے اس وقت (۸۵۹ھ) میں بنوایا جب اس نے گجادھر پر فتح حاصل کر کے اجمیر لے لیا تھا۔ مگر اقتباس الانوار نے صفحہ ۱۳۶ پر اسے ملوک مالوہ میں سے کسی کا بنوایا ہوا لکھا ہے۔ ہر بلاس ساردا کا کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو کے صفحہ ۸۵ پر بیان ہے کہ اگرچہ اس دروازہ کے سنہ تعمیر کے متعلق کچھ علم نہیں تاہم کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر سلطان غیاث الدین کے عہد (۱۴۶۹ء لغایہ ۱۵۰۰ء) میں ہوئی۔

احاطہ دوم صحن چراغ

بڑی دیگ

رمضان ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۷ء

یہ دیگ اکبر بادشاہ نے ۹۷۴ھ میں پیش کی تھی۔ چیتوڑ پر فوج کشی کے وقت اس نے منت مانی تھی کہ بعد فتح پا پیادہ حاضر اجمیر ہو کر ایک بڑی دیگ دربار خواجہ میں پیش کروں گا۔ چنانچہ بعد فتح اکبر پا پیادہ سفر کر کے بتاریخ ۷ رمضان ۹۷۴ھ بروز یکشنبہ اجمیر پہونچا اور آستانۂ خواجہ بزرگ میں حاضر ہو کر دیگ روئیں حضرت خواجہ کی نذر و نیاز کے لئے تیار کرائی۔ بقول احسن السیر اس میں ۸۰ من چاول پکتے ہیں مگر بقول کرنل براٹن اس میں ۸۰ من چاول پک سکتے ہیں۔

کتاب اجمیر کے صفحہ ۸۹ پر مسٹر ہربلاس ساردا نے اسکا محیط (سرکم فرنس) ۱۰ ½ گز لکھا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ ہماری موقعہ کی تحقیق کے مطابق اسکا محیط ۳۶ فٹ ۱۰ انچ یعنی ایک انچ سوا بارہ گز ہے اور قطر (ڈایمیٹر) ۱۲ ½ فٹ یعنی ۴ گز ۶ انچ ہے۔

امیر علاء الدولہ المتخلص بہ کامی نے دیگ کی تیاری کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے:۔

شاہ دیں پرور جمشید سریر — خسرو عہد محمد اکبر
ساخت بے شبہ پے فتح چتور — دیگ روئیں تن اژدر پیکر
بہر تاریخ وے از عالم غیب — دیگ چیتور کشا شد کشر

۹۷۴ھ

۱۔ احسن السیر صفحہ ۶۱ تا ۶۳ و معین الاولیا صفحہ ۲۸۲ و کتاب اجمیر از ہربلاس ساردا صفحہ ۸۹ و تحقیق مؤلف

۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء
چھوٹی دیگ

سلطان نورالدین جہانگیر نے یہ دیگ آگرہ میں تیار کرائی۔ اجمیر حاضر آستانہ ہو کر اس میں کھانا پکوایا اور پانچ ہزار فقراء و مساکین کو اپنے سامنے کھلوایا[1]
دیگ کی تیاری کی تاریخ حسب ذیل ہے:-

"بدنیا باد دائم نعمت دیگ جہانگیری"

۱۰۲۲ھ

بقول کرنل براٹن یہ دیگ ۲۸ من چاول پکنے لئے کافی ہے مگر بقول صاحب احسن السیر اس میں اسّی من چاول پکتے ہیں۔ اسکا محیط ۲۲ ½ فٹ (۱، ½ گز) ہے اور قطر ۸ فٹ ۲ انچ (۲ گز ۲۶ انچ) ہے

دیگوں کی مرمت

کثرت استعمال سے ہر دو دیگیں پرانی ہو گئی تھیں۔ مُلّا ماری مدارالمہام ریاست گوالیار نے سیٹھ لکھی چند کے اہتمام سے دونوں دیگوں کی ضروری مرمت کرائی اور دیگوں کے کناروں پر جواہر محل پیرزادہ کی لکھی ہوئی حسب ذیل تاریخ مرمت کندہ کرائی ؎

زر ملا ماری کرد در تعمیر دیگ — بادنامش درمیاں روشن بشل آفتاب
بخت در جبہ لکھی چندش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سال تاریخش "جہاں شد فیضیاب"

۱۲۶۶ھ

ایک مدت کے بعد پھر دیگیں مرمت طلب ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ۱۳۰۱ھ اسحاق وزیر حیدرآباد دکن نے بڑی دیگ کی مرمت کرائی اور نواب دلدوز نواز جنگ امیر حیدرآباد دکن نے چھوٹی دیگ از سر نو بنوائی۔[2]

صحن چراغ

بلند دروازہ سے گذر کر ایک وسیع صحن آتا ہے اس میں پیش بلند دروازہ[3] ایک گنبد نما ہشت پہل خوبصورت چھتری بنی ہوئی ہے اس میں متعدد چراغوں کا حامل ایک چراغدان ہے۔ اس لئے یہ صحن چراغ کہلاتا ہے۔ مشہور ہے یہ چراغ اکبر بادشاہ نے پیش کیا تھا[4]

۱۔ دیکھو تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۱۲۶
۲ و ۳۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۶۲-۲۶۳ و کتاب اجمیر صفحہ ۹۰ بحوالہ تزک جہانگیری جلد اوّل صفحہ ۲۵۶ ۔ ۴ یہ غلط ہے کہ اکبر بادشاہ کے پیش کردہ نقارہ بھی بڑا نقارہ اور چراغ بعد فتح چتوڑ وہاں کے مال غنیمت میں سے پیش کئے گئے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی چتوڑ سے تعلق نہیں رکھتا۔
(کتاب اجمیر صفحہ ۸۵ بحوالہ طبقات اکبری) ۵ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۸۵ و صفحہ ۸۱ اور ایا صفحہ ۲۸۲ و تحقیقات مؤلف

ہربلاس ساردانے اپنی کتاب اجمیر کے صفحہ ۸۹ پر صحن چراغ کے متعلق لکھا ہے:۔

"بلند دروازہ کے دونوں طرف صحنوں کے نیچے تہ خانے ہیں۔ ان میں سے کچھ اصلی حالت میں ہیں۔ درحقیقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری درگاہ جیسا کہ قدیم مسلمان بادشاہوں کے زمانہ تھا۔ پرانے ہندو مندروں پر تعمیر کی گئی ہے یا اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔"

ہمیں اس بیان سے قطعی اتفاق نہیں۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ اس صحن میں چھوٹی دیگ کے قریب تقریباً ۲۱ ½ فٹ لمبا اور ۱۶ فٹ چوڑا صرف ایک تہ خانہ ہے اس میں چھ تھام کھڑے کر کے اوپر چھت ڈالی گئی ہے۔ یہ پہلے حوض تھا اور اس کے متصل سبیل تھی۔ حوض کو کارآمد صورت میں رکھنے کے لئے اس پر چھت ڈالی گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف کی اونچی سطح خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کسی مندر کی عمارت نہ تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ عمارات اونچی سطح پر بنائی جاتی ہیں نہ کہ نشیب میں۔ علاوہ ازیں اگر یہاں مندر ہوتا تو مسلمان اس کو مٹی سے پاٹ کر اس کے گرد کی سطح برابر کر دیتے نہ کہ اپنی ایسی مقدس جگہ پر اوسکی نمود باقی رکھتے۔

محفل خانہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء

پہلے یہاں وسیع صحن تھا۔ ایام عرس میں یہاں شامیانے استادہ کر کے محافل سماع منعقد کی جاتی تھیں بعد ازاں میر حفیظ علی صاحب سابق متولی درگاہ شریف نے چھ ہزار روپیہ کی لاگت سے یہاں ایک دالان بنوانے کی سعادت حاصل کی بعدہٗ اس دالان کے سامنے دل بادل شامیانے استادہ ہو کر عرس شریف کی محافل سماع منعقد ہونے لگیں۔ موجودہ شاندار اور وسیع سماع خانہ (محفل خانہ) نواب بشیر الدولہ سر آسمان جاہ مدار المہام دولت آصفیہ امیر پائگاہ نے اپنے فرزند معین الدولہ کی ولادت پر تعمیر کرایا۔ موصوف نے اپنے یہاں فرزند ہونے کی دربار غریب نواز میں دعا مانگی تھی۔ دعا قبول ہوئی۔ خدا نے انھیں اسی سال کی عمر میں بیٹا دیا۔ مراد پوری ہونے پر بطور اظہار تشکر اسی ہزار روپیہ کے صرفہ سے یہ رفیع الشان مجلس خانہ تعمیر کرایا۔ اس کی تعمیر ۱۳۰۶ھ سے شروع ہو کر ۱۳۰۹ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔[1]

یہ عمارت ۴۶ فٹ مربع ہے۔ تعمیر میر کاظم علی صاحب کمشنر بلدہ سرکار عالی اور میر حسین علی صاحب داروغہ مکہ مسجد (حیدرآباد دکن) کے اہتمام سے ہوئی۔ اسمیں قیمتی جھاڑ فانوس آویزاں ہیں۔ آجکل نہیں

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۲-۶۳ و تحقیقات مؤلف

بجائے موم بتی کے برقی روشنی ہوتی ہے۔ یہاں دار العلوم معینیہ عثمانیہ قائم تھا مگر انقلابات ۱۹۴۷ء کے بعد سے یہ بند ہو گیا۔ اب یہاں موجودہ سرکاری نصاب تعلیم کے مطابق ابتدائی تعلیم ہوتی ہے۔ تاریخ تعمیر حسب ذیل ہے،

"محفل خانہ سر آسمان جاہ دکن"

۱۳۰۹ھ

خانقاہ ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ء / ۱۵۷۰ء — یہ عمارت محفل خانہ کے غرب میں واقع ہے۔ محفل خانہ کی مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ محفل خانہ سے یہاں پہونچا ہوتا ہے اس مقام پر حضرت خواجہ بزرگ کو بعد وفات شریف غسل دیا گیا تھا۔ اس کی تعمیر کے متعلق اکبر نامہ جلد دوم کے صفحہ ۴۴۰ پر ابو الفضل نے لکھا ہے:-

عبارت فارسی اکبر نامہ صفحہ ۴۴۰	ترجمہ
"عمارات عالی بنا از مسجد و خانقاہ دراں حواشی طرح انداختہ"	"(اکبر نے) ایک مسجد اور اس کے متصل ایک خانقاہ تعمیر کرائی"

خانقاہ میں رجب کی پانچ تاریخ سہ پہر کے وقت بموجودگی دیوان صاحب سالانہ محفل ہوتی ہے[۲] کہا جاتا ہے یہاں حضرت خواجہ کے اہل خانہ رہتے تھے۔

حوض جہال خانہ محفل خانہ کے سامنے گوشہ شرق و جنوب میں ایک حوض اور ایک سبیل ہے۔ اس حوض کی چھتری ملکہ میری (اہلیہ جارج پنجم) کی جانب سے تعمیر ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں ملکہ موصوفہ نے دربار غریب نواز میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس موقعہ پر پانچسو روپیہ[۳] درگاہ میں کوئی یادگار قائم کرنے کے لئے پیش کئے۔ اس رقم میں کچھ رقم درگاہ کے خزانہ سے ملا کر اس حوض پر چھتری تعمیر کی گئی[۴]۔

لنگر خانہ صحن چراغ کے مشرق میں ٹین کے سائبان کے نیچے لنگر خانہ کا پھاٹک ہے۔ اس پھاٹک سے گذر کر ایک مختصر صحن اور دالان ہے۔ دالان میں ایک لوہے کا بہت بڑا کڑھاؤ ایک بڑے چولہے پر رکھا ہے۔ اس میں روزانہ جو کا دلیہ پکتا ہے اور غربا کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

---

[۱] دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۳-۶۲ [۲] تحقیقات مؤلف [۳] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۲۹۳

[۳] کتاب اجمیر میں پندرہ سو روپیہ لکھے ہیں۔ [۵] دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۹۰ وغیرہ

یہ لنگرخانہ اکبر بادشاہ نے غربا، اور مساکین کی آسائش کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ لنگر خانہ کے صرفہ کے لئے جاگیر بھی ہے۔ نظام حیدرآباد دکن کی طرف سے بھی ایک وقت کا دلیہ چند سال قبل پکتا تھا۔ مگر اب وہاں سے اس صرفہ کی رقم نہیں آتی۔

تاریخی چھتری صحن لنگرخانہ میں پرانے زمانے کی ایک خوبصورت چھتری ہے۔ مشہور ہے یہ اس واقعہ کی یادگار ہے جب اکبر بادشاہ فقیر بن کر اس مقام پر لنگر لینے آیا تھا اور اس کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا اسی سال اس تاریخی یادگار کو مسخ کر کے حجرہ بنا دیا گیا ہے۔

بجلی گھر ۱۳۳۸ھ / ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء لنگرخانہ کے صحن میں دیوار سے ملحق ایک شرقی رویہ دالان ہے۔ اس میں محرم شریف کے موقعہ پر ملازمین درگاہ اپنی طرف سے تعزیہ رکھتے ہیں اس دالان کے شمال میں ایک مختصر احاطہ کے اندر بجلی گھر کی عمارت ہے۔ یہاں درگاہ کی روشنی کے لئے برقی انجن ہیں۔ یہ برقی انجن بمبئی کے مشہور سیٹھ آنریبل سر کریم بھائی ابراہیم کی ارادت کا نتیجہ ہیں۔ سیٹھ صاحب نے بتوسل مردان علی صاحب مرحوم خادم درگاہ باہتمام مسٹر آر۔ ایم۔ مارشل الیکٹرک انجینئرنگ کمپنی بمبئی بماہ فروری ۱۹۲۰ء برقی روشنی کا انتظام کیا۔

احاطہ سوم درگاہ شریف

احاطہ چمیلی احاطہ صحن چراغ کی جنوبی دیوار میں احاطہ درگاہ شریف میں جانے کے لئے دو دروازے ہیں۔ ایک کے دونوں طرف چھتریاں ہیں۔ دوسرا سماع خانہ کی دیوار سے ملا ہوا ہے۔ اس دروازے سے احاطہ درگاہ میں داخل ہونے کے بعد بدست راست سولہ کھمبہ میں جانے کا راستہ ہے اور بدست چپ مختصر احاطہ چمیلی سنگین جالیوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس میں اندر جانے کے لئے ایک مختصر سی کھڑکی ہے۔ احاطہ کے اندر چند متبرک مزارات ہیں۔ بعض حال کے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ "یہ مزارات خواجہ بزرگ کی ازواج کے ہیں"۔ یہ چمیلی والی بیوی کے نام سے مشہور ہیں مگر صاحب احسن السیر نے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے کہ "مسجد صندل خانہ کی شمالی دیوار کے متصل (احاطہ چمیلی میں) حضرت

نے تحقیقات مولف

رفیع الدین بایزید خورد کا مزار ہے اور اُن کی قبر کے قریب اُنکی والدہ اور اُنکی بیوی کے مزارات ہیں[1]۔ ان مزارات پر چنبیلی کی بیل چھائی رہتی ہے۔ اس احاطہ کی جالیوں اور چنبیلی کی شاخوں میں جابجا انگوٹھیاں اور رنگ برنگ کے ڈورے بندھے رہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر وہ مستورات باندھتی ہیں جو اولاد کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ چنبیلی کی بیل کو بہشتیوں سے پانی ڈلواتے ہیں اور ایک چھوٹے سے کھلے ہوئے طاق میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے تبرکاً پانی لے کر پیتے ہیں۔

شاہجہانی مسجد ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء/۱۶۳۸ء

یہ مسجد روضہ منورہ کے مغرب میں جب شاہجہاں بعہد شہزادگی اودے پور فتح کر کے اجمیر شریف زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا اس وقت اس نے ایک وسیع مسجد بنوانے کا خیال کیا تھا۔ چنانچہ جب تخت نشین ہوا تو اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ صاحب احسن السیر نے صفحہ ۵۲ پر بحوالہ مرآۃ الاسرار (مرتبہ عبدالرحمٰن چشتی) لکھا ہے کہ یہ مسجد چودہ سال میں تعمیر ہوئی۔ موصوف نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ تعمیر شروع ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک کار تعمیر التوا میں رہا۔ مسجد کا طول ۹۷ گز شرعی اور عرض ۲۷ گز شرعی ہے۔ اس میں آنے جانے کے لئے پانچ دروازے ہیں۔ تاریخ تعمیر حسب ذیل ہے:-

"قبلۂ اہل زماں شد مسجد شاہ جہاں"

۱۰۴۷ھ

عہد شاہجہانی کے ملک الشعراء ابو طالب کلیم ہمدانی نے ذیل کے مصرع سے تاریخ تعمیر نکالی ہے:-

"کعبۂ حاجات دنیا مسجد شاہ جہاں"

۱۰۴۷ھ

مسجد نفیس سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اندرون وسطی محراب میں سنہری حروف میں کلمۂ طیب لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں جب تبرکات نبوی دہلی سے لاکر یہاں رکھے گئے۔ اس وقت کلمہ اور اس محراب سے آب خنک رسنے لگا تھا لوگوں نے اسے تبرکاً لیا۔ بعض لوگ اسے اشک افشانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بیرونی

---

[1] معین الاولیاء صفحہ ۲۷۶-۲۷۷ پر لکھا ہے کہ حضرت رفیع الدین بایزید خورد اور مستورات صالحات کے مزارات ہیں۔

[2] احسن السیر صفحہ ۵۲-۵۳

محرابوں پر اللہ تعالیٰ کے نود و نہ نام ہیں۔ سب سے اوپر ذیل کا کتبہ ہے:-

شنیدم ز شاہانِ فرخندہ فال | کہ بیش جلوس ابد اتصال
شہنشاہ دین پرور دین پناہ | فلک قدر شاہ جہاں بادشاہ
پناہ امم صاحب تخت و تاج | کہ دارد شریعت بعہدش رواج
پس از فتح رانا بصد عز و جاہ | بدولت در اجمیر زد بارگاہ
بطوف مزار خلایق شعار | معینِ جہاں خواجہ روزگار
خلایق پناہ و معارف مآب | کہ دادش فلک قطب عالم خطاب
دراں روضہ پاک مسجد نبود | دلش را تمنائے مسجد فزود
خداوند را با خدا شد قرار | کہ ماند ازو مسجد یادگار
بسے بر نیامد ز دور فلک | کہ آں قبلہ گاہ ملوک و ملک
چو بنشستہ بر تخت شاہنشہی | ز لطفِ الٰہی بفرماں دہی
کمر بست و چست و قدم بر کشاد | نہ از راہ و رسم از رہ اعتقاد
بہ توفیق حق گشت کارش تمام | بنا کرد ایں مسجد و شد تمام
زہے مسجد بادشاہِ جہاں | کہ دارد ز بیت المقدس نشاں
خوشا قدر ایں خانہ کز احترام | بود ثانی اثنین بیت الحرام
مقدس حریم چو قدس خلیل | بوصفش زباں وقف ذکر جمیل
شمارند با کعبہ اش توأماں | کہ دید است مسجد بایں فرد شاں
کند دستہ مژگان خود آفتاب | کہ جاروب کش یابد اینجا خطاب
نمایاں در و کعبہ وقت نماز | ز محراب در بر حرم کردہ باز
بفرشش گذاری چو روئے امید | شود نامہ چوں سنگ مرمر سفید
طلبگار حاجات دل بستہ اش | بہار مناجات گلدستہ اش
چو شاہ جہاں در محل نماز | بمحرابش آورد روئے نماز
ز توفیق محراب کرد از دو سو | بیک قبلہ پشت بیک قبلہ رو

جہاں را دو چشم اند مردم نشیں — یکے خانۂ کعبہ و دیگر ایں
نشستہ بمسجد شہنشاہ دیں — بود کعبہ پیوستہ مسند نشیں
اجابت زند بر عبادت نیاز — خوش آں کس کہ آنجا گذارد نماز
تواں گز بر منبرش جاں سپند — کزاں نام شاہ جہاں شد بلند
بہ تکلیف مردم برائے نماز — درش چوں در توبہ پیوستہ باز
بود خطبۂ شاہ تا در خورش — زباں ملائک بے سزد منبرش
لب حوضش از آب زمزم پر است — ز محراب با کعبہ در بر در است
زلالش ز بہر وضو بے دریغ — بقطع تعلق کشیدہ است تیغ
ز سنگش چناں کار برد از زنگ — کہ گوئی بنا شد ز یک پارہ سنگ
بفرمودۂ سایۂ کردگار — چو کرد ایں بنا را قضا استوار
نوشتند تاریخش اہلِ یقیں — "بنائے شہنشاہِ روئے زمیں"[۱۱]

جب اس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے تو چار توپیں (توپ نانال) داغی جاتی ہیں۔ ایک بوقت ادائگی سنت دوسری خطبہ کے وقت تیسری بوقت اقامت اور چوتھی سلام کے بعد چلتی ہے۔

چلہ بابا فرید گنجشکرؒ اس مقام پر حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے چلہ کشی کی تھی۔ صندلی مسجد کے عقب میں اس کا دروازہ ہے۔ دروازہ سے مقام چلہ تک زینے دو زینہ کا راستہ ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے حضرت خواجہ کے خام مزار کا یہی راستہ تھا مگر اب مدت دراز سے اصل مزار اقدس تک پہونچنے کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ چلہ کا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے مگر ماہ محرم کی پانچ تاریخ سالانہ کھلتا ہے اسدن لوگ جوق جوق اس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

جنتی دروازہ ۔اس دروازہ کو تنگی[۱۲] دروازہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے کیواڑوں پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ روایت ہے جو اس دروازہ سے سات مرتبہ گذر جائے وہ جنتی ہے۔ یہ دروازہ عیدین اور حضرت خواجہ غریب نواز و حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے عرس کے موقعہ پر

۱۱ دیکھو احسن السیر صفحہ ۵۳۰۵۲ ۔ ۱۲ چونکہ تنگ ہے اس لئے تنگی دروازہ کہلاتا ہے۔

کھلتا ہے اور لوگ جوق جوق اسمیں سے گذرتے ہیں۔

چار یاری شاہجہانی مسجد کی جنوبی دیوار سے ملحق حوض کے متصل احاطہ چار یاری میں جانے کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ اس احاطہ میں ایک وسیع قبرستان ہے اس میں جلیل القدر بزرگان، فقرا، درویش علما اور حضرت خواجہ کے عقیدتمندان آرام فرما ہیں۔ مولانا شمس الدینؒ۔ مولانا محمد حسینؒ الہ آبادی۔ حافظ شبیر علی بیگؒ۔ مولوی معین الدین صاحبؒ۔ حافظ مردان علی صاحبؒ۔ حاجی وزیر علی صاحب اور حاجی رحمت علی صاحبؒ خادم درگاہ اور دیگر حضرات کے مزارات اسی احاطہ میں ہیں۔

صاحب احسن السیر کا صفحہ ۵۵ پر بیان ہے کہ اس احاطہ میں ان چار بزرگوں کے بھی مقبرے ہیں جو حضرت خواجہ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

سنہ ۱۳۶۰ھ میں خلیفہ سید محمد حنیف صاحب اور اسمٰعیل صاحب خدام درگاہ کے سندھی موکل نے سندھی صاحبان کی آسائش کے لئے پانچہزار روپیہ کے صرفہ سے ایک دالان تعمیر کرایا ہے۔

حوض جامع مسجد جامع مسجد کے متصل ایک خوشنما حوض ہے۔ یہ پانی سے بھرا رہتا ہے۔ نمازی اسمیں وضو کرتے ہیں۔ اس حوض کے پانی پر سایبان نہیں ہے البتہ اس کے چاروں طرف نمازیوں کے وضو کرنے کی جگہ سایبان ہے۔ اس حوض کے متصل اکثر بہشتی بھری مشکیں لئے موجود رہتے ہیں۔ زائرین انھیں پیسے دیکر حوض میں پانی ڈلواتے ہیں۔

جھالرہ درگاہ شریف کے جنوب میں ایک گہرا چشمہ جھالرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ درگاہ اور شہر کے بعض محلّے اس سے پانی لیتے ہیں۔ درگاہ سے ایک وسیع زینہ اس میں جانے کا ہے۔ بہشتی اسی زینہ سے پانی بھر کر لاتے ہیں۔ دوسرا زینہ اس میں سولکھمبہ کی طرف سے بھی ہے تیسرا زینہ مقبرہ کے قریب سے ہے۔

جھالرہ کی مضبوط چار دیواری شاہجہاں بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے۔ پہلے بارش کے زمانہ میں نالہ گڑھہ۔ بیٹھلی اس طرف سے بہتا تھا اور یہی نالہ آگے چل کر الوندی کہلاتا تھا۔ جب اکبر بادشاہ نے اجمیر کی شہر پناہ بنوائی تو اس نالہ کو درگاہ بازار کی جانب کاٹ دیا اور اس کا بند بندھوا دیا۔

۱؎ آپ کا وصال محفل سماع میں اس شعر پر ہوا تھا

گفت قدوس فقیر در فنا و در بقا
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

شاہ قلی خاں صوبہ دار اجمیر نے دوسری جانب بند کے دہانے پر اپنا مقبرہ اپنی حیات میں تعمیر کرایا اس تدبیر سے خلق کو آسائش ہو گئی۔ ہزاروں آدمی اس کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہ بہت زیادہ گہرا ہے۔ زائرین اسکے پانی کو تبرک سمجھتے ہیں[1]۔

شاہی گھاٹ لبِ جھالرہ ارکاٹی دالان اور حوض کے درمیانی صحن کا نام شاہی گھاٹ یا سایہ گھاٹ ہے۔ اس صحن میں سنگِ مرمر کی چھتری میں غریب نواز کے صاحبزادے خواجہ ابو سعید کا مزار ہے۔ یہ چھتری سید رحمت علی صاحب خادم درگاہ کے ایک موکل نے تعمیر کرائی تھی بقول سیر الاولیا صفحہ ۲۷۰ اس چھتری کے بائیں میں ایک دوسری مرمریں چھتری کے اندر حضرت خواجہ کے برادر نسبتی آرام فرما ہیں مگر بقول احسن السیر صفحہ ۱۶۰ یہ مزار حضرت خواجہ کے خلف خورد حضرت خواجہ ابو صالح (خواجہ حسام الدین) کا ہے۔

ارکاٹی دالان رجب ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۲ء سایہ گھاٹ کے متصل روضۂ منورہ کے بائیں جانب ارکاٹی یا کرناٹکی دالان ہے۔ اس میں تین در بجانب روضۂ منورہ ہیں سنگِ سپید کی خوبصورت عمارت ہے۔

یہ دالان نواب والا جاہ رئیس کرناٹک المخاطب بہ امیر الہند نے بعہد شاہ عالم تعمیر کرایا تھا دروں کی محرابوں کے اوپر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں:۔

در حضور خواجۂ ہر دو سرا	آں معین الدین شہ شاہنشاہ
چوں امیر الہند کان عدل داد	بحر جود و آسمانِ اعتقاد
یعنی آں نواب والا مرتبت	نام والا جاہ عالی منزلت
کامراں ملک کرناٹک بود	بندۂ خاص خدا بیشک بود
آں خلوص نیت صدق غفیف	برنہادہ کرسی جائے لطیف
تا بیاسایند مردم اندریں	موجب برکات باشد بالیقیں
گفت چوں تعمیر والا جاہی است	ہم بنایش موقف اللہی است
سال تاریخش ز دل کردم طلب	وجد در خود کرد دل وا کرد لب

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۵۴، ۵۵

سال تاریخش بگو در این دعا **باد دائم قایم این فرخ بنا**

۱۲۰۰ھ

از جلوس شاہ شیخ وسی طلب شد مرتب در مہ پاک رجب[۱]"

خدام درگاہ میں جب کوئی موت ہو جاتی ہے تو اس دالان میں صف ماتم سوم تک بچھی رہتی ہے

پردہ نشین مستورات کے عبادت خانے روضۂ منورہ کے بائیں دروازے کے ہر دو جانب کرناٹکی دالان کے سامنے دو سنگ مرمر کے مختصر چبوترے ہیں۔ بقول سیر الاولیا صفحہ ۲۷۶ ان میں سے جو مزار بی بی حافظہ جمال کے بائیں میں ہیں اس میں خواجہ معین الدین خوردؒ۔ خواجہ قیام الدینؒ بابریال کے مزارات ہیں۔ مگر صاحب احسن السیر نے صفحہ ۴۷ پر ان مزارات میں شیخ بدہ مخاطب بہ سید الملک کے مزار کا اضافہ کیا ہے اور ان حضرات کو نبیرگان خواجہ بزرگ لکھا ہے۔

۱۳۵۵ھ و ۱۳۶۰ھ

دالان حاجی وزیر علی صاحب مرحوم خادم درگاہ ارکاٹی دالان اور سبیل سے ملحق یہ دو دالان حاجی وزیر علی صاحب خادم درگاہ نے بنوائے ہیں۔

ان پر مندرجہ ذیل کتبے آویزاں ہیں۔

نقل کتبہ دالان متصل ارکاٹی دالان:۔

"یہ عمارت بغرض آسائش زائرین حضرت خواجہ غریب نواز بیادگار قبلہ حاجی سید مردان علی مرحوم مغفور بصرفہ خاص خاک نشین آستانہ عالیہ حاجی سید وزیر علی خادم حضرت خواجہ تعمیر ہوئی جمادی الاول ۱۳۵۵ھ"

نقل کتبہ دالان متصل سبیل:۔

"یہ عمارت بغرض آسائش زائرین حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بیادگار قبلہ و کعبہ سید حافظ فتح محمد صاحب و محترمہ و مخدومہ عنداللہ والدہ صاحبہ بصرف خاص خاک نشین آستانہ عالیہ حاجی سید وزیر علی ربیع الاول ۱۳۶۰ھ میں تعمیر ہوئی"

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۶ و ۴۷

مقبرہ شاہ قلی خاں یہ مقبرہ جہالرہ کے مشرق میں ہے۔ سنگِ مرمر کی شمالرو یہ عمارت تین در کی ہے۔ چھت لداؤ کی ہے اس میں چند قبریں ہیں انکے تعویذ سنگ ابری وطلائی کے ہیں۔ غالباً انہی میں اکبر کے منصب دار شہباز خاں کا مزار ہے۔ یہاں محرم کی ۱۰ تاریخ تعزیہ رکھا جاتا ہے اس وجہ سے اسے امام باڑہ بھی کہتے ہیں۔

یہ مقبرہ محمد تقی بخشی المخاطب بہ شاہ قلی خاں نے بنوایا تھا۔ یہ عہدِ اکبری میں منصب سہ ہزاری پر مامور تھے مگر انھیں اس میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ بقول منتخب التواریخ شاہ قلی خاں نے ۱۰۰۱ھ میں بمقام آگرہ وفات پائی۔ عہدِ اکبری میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔ شہر اجمیر سے تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر بسمت مشرق لب سڑک انکا ایک باغ بھی ہے۔ اہلِ اجمیر اسے میر شاہ علی کہتے ہیں۔[1]

سبیل خواجہ سنجری ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء یہ سبیل حاجی وزیر علی صاحب مرحوم خادم درگاہ شریف نے تعمیر کرائی تھی اس پر ذیل کی عبارت کا کتبہ آویزاں ہے:-

"بیادگار برادر مکرم حافظ سید عبدالعزیز صاحب و دختر نورچشمی عائشہ بی بی غفر اللہ الہما بصرف خاص خاک نشین آستانہ عالیہ حاجی وزیر علی ربیع الاول ۱۳۶۰ھ تعمیر ہوا"

سبیل کے متصل مرزایان مندسور کے مزارات ہیں۔ یہ دولت راؤ سندھیا اور مادھوجی سندھیا کی طرف سے اجمیر کے حاکم تھے۔

چھتری دروازہ سبیل کے قریب درگاہ شریف کا جنوب رویہ دروازہ۔ بیرونی زائرین کی زیادہ آمد و رفت اسی دروازہ سے رہتی ہے۔ شاہی چھ بجے بعد اعشاء کی نماز سے تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ بعد) یہ دروازہ مقفل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی کھڑکی کھلی رہتی ہے۔ غریب نواز کے عرس میں شب بھر کھلا رہتا ہے۔ خدام صاحبان میں جب کوئی موت ہو جاتی ہے تو مرنے والے کے رشتہ دار یہاں آکر بیٹھتے ہیں۔

کھڑکی دروازہ یہ دروازہ شرق رویہ ہے۔ اس کے ہر دو جانب حجرے اور سہ دریاں وغیرہ بنی ہوئی ہیں۔ شاہی چھ بجے بعد یہ دروازہ مقفل ہو جاتا ہے۔ مگر غریب نواز کے عرس کے ایام میں

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۷-۴۸

رات بھر کھلا رہتا ہے۔

اس دروازے سے متصل صحن میں شیخ میر کی قبر ہے۔ یہ امراء دارا شکوہ میں سے تھے۔ ۱۰۶۹ھ میں عالمگیر کی فوج کے ہاتھ کو قلعہ تاراگڈھ پر قتل ہوئے تھے۔ ان کے متصل شاہ نواز خاں کی قبر ہے۔ یہ بہت بہادر تھے۔ یہ دارا شکوہ اور عالمگیر کی جنگ کے موقعہ پر دارا شکوہ کی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ ان دونوں کو عالمگیر نے دفن کرایا تھا۔

حمیدیہ دالان بیگمی دالان اور کھڑکی دروازہ کے درمیان یہ دالان سید عبدالحمید صاحب خادم درگاہ نے زائرین کی آسائش کے لئے تعمیر کرایا ہے۔ اس کی تیاری میں تقریباً پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ عرس کے ایام میں زائرین یہاں ٹھہرتے ہیں۔ محفل پنجشنبہ کے موقعہ پر یہاں مستورات بیٹھتی ہیں۔ حسب ذیل تاریخ تعمیر اس پر کندہ ہے:۔

سلامٌ باقٍ غنیٌ مجید

۱۲۶۱ھ

تعمیر دالان کا قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے:۔

"وہ ہیں خادم خواجۂ چشتیاں — انھیں لوگ کہتے ہیں عبدالحمید

یہ دیکھا کہ بارش میں اور دھوپ میں — غریبوں کو ہوتی ہے زحمت شدید

نظر آگئی راہ نیکی صحیح — کہ تیار کی یہ عمارت جدید

کچھ ایسے ہی کام اور انجام دیں — کہ حاصل ہو لوگوں کو راحت مزید

لکھا سالِ تاریخ باسر دیں — دسیعٌ عظیمٌ لطیفٌ مجید

نظام سقہ کی قبر یہ قبر حمیدیہ دالان کے قریب ہے۔ سنگِ مرمر کے چبوترے کے گرد جالی دار کٹہرا ہے اور تعویذ مزار پر بنت میں گل بوٹے بیل بتے کندہ ہیں۔ ان میں عمدہ قسم کی پچیکاری ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں اس مزار پر زریں شامیانہ نقرئی استادوں پر کھنچا رہتا تھا۔ جب عالمگیر درگاہ شریف میں حاضر ہوا تو اسے اس قبر پر حضرت خواجہ کے مزار کا دھوکا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ

؎ یہ وہی نظام سقہ ہے جس سے قنوج کے پاس گنگا پار کرنے میں ہمایوں بادشاہ کی جان بچائی تھی اور ہمایوں نے اس صلہ میں اسے سلطان نیم روز بنادیا تھا۔

یہ قبر تو نظام سقہ کی ہے"۔ یہ سُن کر عالمگیر نے کہا "شمع پیش آفتاب پر تو ندارد"۔ اس نے دو سب آرائش جو اس قبر پر تھی لٹوا دی۔[۱]

کہا جاتا ہے کہ نظام سقہ کا مزار آگرہ میں ہے۔

اولیا مسجد پہلے یہ قلندری مسجد تھی۔ صوبہ بہار کے عقیدتمند سیٹھ محمد بخش صاحب نے حال میں اس کی تین در کی مرمریں بیش قیمت عمارت تیار کرانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ بقول احسن السیر" چونکہ غریب نواز اس مقام پر نماز پڑھا کرتے تھے"۔ اس لئے عقیدتمندان اس میں نماز پڑھنے کو زیادہ بہتر تصور کرتے ہیں۔

احاطہ کوچک سنگ سفید پیش صحن مسجد صندل خانہ درمیانی صحن کے بالمقابل بجانب شرق سنگ سفید کا احاطہ ہے۔ اس میں شیخ تاج الدین بایزید بزرگ انکے اقربا اور ازواج کے مزارات ہیں۔[۲] مگر بعض حال کے تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ مزارات یادگار محمد اور اُنکی زوجہ کے ہیں۔

بیگمی دالان گنبد شریف کے شرقی دروازہ کے آگے یہ دالان جہاں آرا بنت شاہجہاں نے ۱۰۵۳ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ اسکی چھت ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء سنگ مرمر کے ہیں اور فرش سنگِ افشاں ابری اور طلائی کا ہے۔[۳] ۱۸۸۸ء میں اس کی دیواروں اور تھاموں پر نواب مشتاق علی خاں والیٔ رامپور نے سنہری کام کرایا اور چھت میں ایک بمبئی کے سلمان سوداگر نے نقش ونگار بنوائے[۴] مگر اب کام ماند ہو گیا ہے۔ دالان کی چھت میں بلوریں جھاڑ فانوس آویزاں ہیں چھت کے اوپر کی جانب سنہری کلیاں ہیں۔ کہا جاتا ہے یہ مختلف اشخاص کی نذر کردہ ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں چھت کی ایک پٹی چٹک گئی تھی۔ اس کے ٹوٹ کر گر جانے کا اندیشہ تھا۔ ۱۹۴۳ء میں نواب غلام کبریا رئیس جل پائی گوڑی (بنگال) نے اس پٹی کو بدلوا دیا۔[۵]

عہد جہانگیر کی تصویر[۶] دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بیگمی دالان کی جگہ لکڑی کا کٹہرہ تھا دالان کے سامنے دور تک سنگ مرمر کا فرش کا اک وسیع صحن ہے اور اس کے گرد سنگین کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ اس صحن میں روبرو بیگمی دالان آجکل بھی ایک پرانا شامیانہ استادہ رہتا ہے۔ یہاں

۱-۲ دیکھو احسن السیر صفحہ ۵۶-۵۷ ۳ دیکھو معین الاولیا صفحہ ۲۰۵-۲۰۶ ۴ دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۳-۴۴

۵ دیکھو کتاب "تبصرہ" از ہربلاس سارڈا صفحہ ۹۱

۶ یہ تصویر رامپور کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور رسالہ آستانہ میں اسکا عکس شائع ہو چکا ہے۔

ایک کھرنی کا پرانہ درخت ہے. کہا جاتا ہے۔ یہ درخت جہانیاں جہاں گشت نے اجمیر حاضر ہونے کے وقت نصب کیا تھا. مشہور ہے اسکی چھال اگر پانی میں پیس کر مارگزیدہ کو پلائیں تو اچھا ہوجاتا ہے۔ اس درخت کے متعلق عوام میں بہت سی غیر معتبر باتیں مشہور ہیں. جنھیں صاحب احسن السیر نے صفحہ ۵۸-۵۹ پر لکھا ہے ستون سنگ جو اس درخت کی ٹیک کے لئے اس کے نیچے لگا دیا ہے وہ کسی بتخانہ کا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ کسی طرح کسی بت خانہ کا ستون نہیں معلوم ہوتا بلکہ وہ سپاٹ سنگ مرمر کی ایک پٹی ہے خدا معلوم یہ بے سر و پا روایت احسن السیر نے کہاں سے لکھدی

توشہ خانے بیگمی دالان سے گنبد شریف میں داخل ہوتے ہوئے پہلے ایک خوبصورت شاندار دروازہ آتا ہے۔ اس دروازے سے گذر کر بدست راست و چپ دو حجرے ہیں اس میں روضۂ منورہ کی ضروریات کی چیزیں رکھی رہتی ہیں. شمالی توشہ خانہ میں روزانہ کے استعمال کی چادریں، اگردانی، چوبیں اور دیگر سامان متعلقہ رہتا ہے۔ جنوبی توشہ خانہ میں قیمتی سامان رہتا ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کا فرمان بھی اسی میں مقفل رہتا ہے اس میں سات قفل لگے رہتے ہیں ان ساتوں کی کنجیاں سات خدام صاحبان کے پاس رہتی ہیں۔

صاحب احسن السیر کا صفحہ ۳۸ پر بیان ہے کہ ان دونوں حجروں میں خواجہ فخرالدین گردیزیؒ خادم خواجہ اور انکی اہلیہ کے مزارات ہیں. مگر بقول معین الاولیا صفحہ ۲۷۵ ان حجروں میں بالتحقیق حضرت خواجہ کی ہر دو ازواج کے مزارات ہیں. اور مگر بروایت زبانی خواجہ فخرالدین گردیزیؒ کا مزار ترپولیہ دروازہ کے متصل ایک تکیہ میں تھا جو تھوڑا عرصہ ہوا منہدم ہوگیا اور وہاں عمارات تعمیر ہوگئی ہیں.

ان دونوں حجروں کے درمیان ایک دروازہ کھلا ہے. احسن السیر کا صفحہ ۲۹ پر بیان ہے کہ اس دروازہ میں بعد فتح چتوڑ اکبر بادشاہ کی لائی ہوئی جوڑی چڑھی ہے۔ اس پر یہ شعر کندہ ہے جو بعد کا معلوم ہوتا ہے ؎

"رکھے ہمیشہ تیری تیغ کار کفر تباہ   بحق اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ"

اسی دروازے سے آگے دوسرے دروازہ پر یہ اشعار مرقوم ہیں ؎

بیا کہ کعبہ اہل دل است خواجہ معینؒ   طواف مرقد او می کند شاہ و گدا

زراہ صدق درآ در مقام خواجہ معینؒ　　کہ ہست روضۂ پاکش چو جنت الماویٰ

سنہ ۱۲۴۰ھ میں نواب فیض اللہ خاں بنگش مرحوم رئیس فرخ آباد نے باہر والے دروازہ پر کیواڑوں کی جوڑی چڑھائی۔ اس پر حسب ذیل تاریخ کندہ ہے ؎

خان فیض اللہ بنگش کہ نگاہش عالی است　　ساخت دروازہ معین جاوید
چونکہ درگاہ معین است چو خورشید بلند　　سال تاریخ شدہ۔ باب طلوع خورشید
۱۲۴۰ھ

اس دروازہ کے شمال رخ ایک بڑا عقیق[1] یمنی زرد رنگ دیوار میں جڑا ہوا ہے۔

روضۂ منورہ　خواجہ حسین ناگوریؒ نے برسوں حضرت خواجہ کی مجاورت کی ہے۔ یہ شیخ حمید الدینؒ ناگوری کی اولاد میں سے ہیں انکے زمانہ میں حضرت خواجہ کا مزار اقدس خام تھا اور مزار شریف پر عمارت نہ تھی[2]

سلطان غیاث الدین[3] خواجہ حسینؒ ناگوری کو از راہ عقیدت بلایا کرتا تھا مگر آپ شاہانہ صحبت سے گریز کرتے تھے لیکن سرور عالم کے موئے مبارک کی زیارت کرنے کے لئے آپ سلطان کے پاس تشریف لے گئے۔ سلطان نے تحائف پیش کئے مگر آپ نے قبول نہ کئے۔ لیکن آپ کے صاحبزادے کے دل میں لینے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اگر یہ لیتے ہو تو لازم ہے اس مال سے خواجہ بزرگ اجمیری اور اپنے جد صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے مزارات متبرک تعمیر کراؤ چنانچہ اس رقم سے حضرت خواجہ بزرگ کے کچے مزار پر گنبد و عمارات روضہ تیار کرائی گئیں[4]۔

گنبد شریف کا اندرونی حصہ سنگ بستہ کا ہے۔ اس میں چونے سے ریخ بندی کی گئی ہے۔ بالائی حصہ اینٹوں سے تیار کیا گیا ہے۔ لداؤ کی ڈاٹ پر چونے کا صندلہ ہے اس پر گھٹائی کا کام

[1] عام طور سے ہیرے کا رنگ سفید سمجھا جاتا ہے مگر خواص اور جوہری جانتے ہیں کہ ہیرا اندری مائل۔ گلابی مائل۔ پیازی مائل اور سبزی مائل بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح عام طور سے عقیق یمنی سرخ رنگ کا خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اسکی ایک قسم زردی مائل بھی ہے۔

[2] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۲۴۳ - ۲۴۲ ۔ احسن السیر صفحہ ۳۳ - ۳۴

[3] سلطان غیاث الدین ۸۶۸ھ میں فوت ہوا (احسن السیر صفحہ ۳۵)

[4] دیکھو کتاب "زیب نماز" صفحہ ۱۴۱ - ۱۴۲ مرتبہ بشیر احمد خاں لاہوری

ہے۔ گنبد پنجوانس میں ہے۔ مگر پنجوانس میں بھی کوئی دوسرا گنبد اس ڈول کا ہندوستان میں موجود نہیں۔ اس سفید گنبد پر سنہری تاجدار کلس آویزاں ہے اس لئے حضرت خواجہ کو دھولی گنبد اور سنہری کلس والا خواجہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کلس نواب حیدر علی خاں صاحب برادر کلب علی خانصاحب والیٔ رامپور نے نصب کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے پہلے عالم نام کے بنجارے نے بھی گنبد شریف پر سوامن سونے کا کلس چڑھایا تھا۔ گنبد شریف کی دیواروں پر سنہری کلیاں ہیں۔

گنبد کے اندرونی حصہ میں سنہری لاجوردی کام ہے۔ یہ نواب مشتاق علی خاں صاحب مرحوم والیٔ رامپور نے کرایا تھا۔ چھت میں کاشانی مخمل کی زرین چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ اس میں طلائی زنجیروں میں سنہری گولے لٹک رہے ہیں۔ ان کی قیمت بحساب فی گولہ تقریباً پانچ ہزار روپیہ ہے۔ ایک گولہ ابھی ایک سال پیشتر چرالیا گیا تھا۔ بعد میں چور کے پاس مل گیا۔ اس کا سونا شاہجہاں کے زمانہ کا عمدہ سونا بتایا جاتا ہے۔

شاہانی نقش و نگار در اور قبہ شریف کی دیواروں پر خواجہ حسین ناگوری کی عقیدت کا نتیجہ ہیں۔ غربی دیوار میں سنگ مرمر کی جالی پر ذیل کی تاریخ مرقوم ہے۔

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ معین ‏ ‏ ‏ گفت ہاتف گو معظم قبۂ عرشِ برین[1]

۹۳۹ھ

گنبد شریف کے اندر آبِ زر سے ذیل کے اشعار مرقوم ہیں:-

"خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ ‏ ‏ ‏ اشرف اولیائے روئے زمیں
آفتاب سپہر کون و مکاں ‏ ‏ ‏ بادشاہ سریر ملک یقیں
در جمال و کمال او چہ سخن ‏ ‏ ‏ ایں مبیں بود بحصن حصیں
مطلع در صفات او گفتم ‏ ‏ ‏ در عبادت بود چو در ثمیں
اے درت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں ‏ ‏ ‏ بر درت مہر و ماہ سودہ جبیں
روئے بر درگہت ہمیں سایند ‏ ‏ ‏ صد ہزاراں ملک چو خسرو چیں
خادمانِ درت ہمہ رضواں ‏ ‏ ‏ در صفات روضات چو خلد بریں

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۵ و معین الاولیا صفحہ ۲۷

ذرہ خاکِ او عبیر سرشت — قطرۂ آب او چو ماء معین
جانشینِ معینؒ خواجہ حسینؒ — بہر تاریخش بگفت چنیں
کے شود رنگ تازہ کہنہ نو — قبلۂ خواجۂ معین الدین

———:(×):———

الٰہی تا بود خورشید و ماہی — چراغِ چشتیاں را روشنائی"

———*———

مزار شریف پر سیپ کے کام کا چھپرکھٹ صندلی بنا ہوا تھا[1] مگر کلکتہ کے متمول میمن سوداگر شکر سیٹھ حاجی محمد صاحب نے پچاس ہزار روپیہ کے صرفہ سے گنگا جمنی طلائی نقرئی بنر چڑھوایا ہے اسکے چاروں گوشوں پر چار بُرجیاں معہ کلس ہیں۔ مسہری میں رنگین مخمل کی چھت گیری لگی رہتی ہے۔ اس پر سنگ طلائی۔ فیروزہ، ابری، یشب اور لہسنیہ وغیرہ کی پچیکاری ہے۔ مزار اقدس کے تعویذ میں یاقوت رمانی جڑا ہوا ہے۔ مزار پر انوار ہمیشہ زربفت و کمخواب وغیرہ کی قیمتی قبر پوشوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ قبر پوش پر پھولوں کی سیج اور بکثرت پھول رہتے ہیں۔

چھپرکھٹ کے بیچ میں سنہری کٹہرہ نصب تھا۔ یہ شہنشاہ جہانگیر نے بنوا کر نذر کیا تھا۔ جہانگیر نے اس کے متعلق تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ بعض مرادیں بر آنے پر سنہ ۱۰۲۵ھ میں میں نے مجحر طلائی جالیدار مرقد خواجہ بزرگ پر نذر کیا۔ یہ مجحر ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کی لاگت سے بتاریخ ۲۷ رجب المرجب تیار ہوا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے لیجا کر روضۂ اقدس پر نصب کر دیں"۔ مگر یہ کٹہرہ اب موجود نہیں ہے بلکہ دوسرا نقرئی مجحر موجود ہے اس کی مرمت راجہ جے سنگھ سوائی دوبائی جے پور نے شیخ محمد حیات اور حاجی منظور علی خاں متولی آستانہ کے اہتمام سے کرائی تھی۔ اسکا وزن بیالیس ہزار نو سو اٹھ تولہ تین ماشہ ہے مگر موجودہ دونوں کٹہرے نواب جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں کے بنوائے ہوئے ہیں[2]۔

اندرون گنبد شریف زر دوزی کے شامیانے ہیں ان میں سے ایک نواب کلب علی خاں

---

[1] یہ چھپرکھٹ بعد میں سید حسین اجمیری کے مزار پر نصب کر دیا گیا۔ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۸۰۔

والیٔ رام پور اور دوسرا نواب ابراہیم خاں والیٔ ریاست ٹونک کا نذر کردہ ہے۔ مزار شریف کے غرب میں محراب کے اندر زمانہ قدیم کا خوشخط قلمی کلام مجید سفید نقرئی صندوق میں نقرئی چوکی کے اوپر قد آدم بلندی پر رکھا ہوا ہے۔ زائرین اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ عرس شریف کے ایام میں یہ یہاں سے اٹھالیا جاتا ہے۔ اس کا چاندی کا صندوق اور چوکی نظام کی نذر کردہ ہیں۔ قرآن مجید کے اوپر کعبہ شریف کا سیاہ مخملی پردہ لٹکا ہوا ہے اس پر آیات قرآنی طلاء سے لکھی ہوئی ہیں[1]۔

حجرہ بی بی حافظہ جمال روضۂ منورہ کی جنوبی دیوار میں پائیں رُخ تین دروازے ہیں۔ اِدھر اُدھر کے دروازے بعض خاص حالات اور موقعہ پر کھولے جاتے ہیں۔ درمیانی دروازہ دن بھر کھلا رہتا ہے۔ اس دروازے کے آگے سنگ مرمر کے ستونوں پر چھتری بنی ہوئی ہے چھتری کے متصل روضۂ منورہ کی جنوبی دیوار سے ملحق حجرہ میں حضرت خواجہ کی صاحبزادی بی بی حافظہ جمال آسودہ ہیں۔ غالباً یہ حجرہ حضرت خواجہ کے روضہ کے ساتھ تعمیر ہوا۔ بی بی کے سنگ مزار کے تعویذ مزار میں سنگِ ابری، طلائی، الہنیہ اور فیروزہ وغیرہ سے پچیکاری کی گئی ہے۔ مزار کے بیش بہا قبر پوش پر پھول رہتے ہیں۔ متصل مزار دو چھوٹی چھوٹی قبریں ہیں۔ یہ دونوں بی بی حافظہ کے صاحبزادوں کے مزارات ہیں۔ انکا انتقال صغیر سنی میں ہوگیا تھا[2]۔

حجرہ حور النساء عرف چمنی بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ یہ حجرہ روضۂ شریف کے غرب میں واقع ہے۔ صاحب احسن السیر نے صفحہ ۴۲ پر بحوالہ توزک جہانگیر و شاہجہاں نامہ لکھا ہے کہ "بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۹ جمادی الاول ۱۰۲۵ھ حور النساء بنت شاہجہاں نے وفات پائی۔ روضۂ شریف کی دیوار سے ملحق دفن کی گئی۔ جہانگیر اس پوتی کو بہت عزیز رکھتا تھا" یہ مختصر مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اسکے کیواڑ بھی سنگ مرمر کے تھے۔ عوام اس کے اندر پیسے کوڑیاں پھینکا کرتے تھے۔ اس سے لوح کے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔ بایں وجہ اسکا دروازہ تیغا کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ تعویذ قبر پر ایک بیش بہا عقیق یمنی کی تختی آویزاں ہے۔

احاطہ نور قبہ مبارک کے جنوب و مغرب میں سنگ مرمر کا خوشنما احاطہ ہے۔ اس کے کچھ حصہ پر

---

[1] دیکھو کتاب غریب نواز صفحہ ۱۴۳ سنہ ۱۴۵ا مرتبہ بشیر احمد لاہوری [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۱-۴۲۔

سقف بھی ہے۔ اس احاطہ سے صحن میں آنے کے لئے دو دروازے ہیں ایک قبہ شریف کے جنوب میں ہے یہ بائیں دروازہ کہلاتا ہے دوسرا سنند کرو جنتی دروازہ ہے ان دروازوں پر سنہری کلیاں ہیں[۱]۔ اس احاطہ میں لوگ قرآن خوانی کیا کرتے ہیں۔

مسجد صندل خانہ ۸۵۹ھ مطابق سنہ ۱۴۸۴ء سلطان محمود خلجی المعروف بہ سلطان مانڈو نے جب قلعہ دار گجادھر کو قتل کرکے اجمیر فتح کرلیا اس وقت بطور اظہار تشکر سلطان موصوف نے روضۂ منورہ کے سرہانے کی طرف یہ مسجد تعمیر کرائی تھی[۲]۔

بقول حضرات القدس اجمیر شریف کی مسجد (مسجد صندل خانہ) کی جنوبی دیوار کی بنیاد کمزور ہوگئی تھی اور قریب گرنے کے تھی گویا آجکل میں گرنے والی تھی جو شخص اس کے سامنے سے گذرتا تھا بھاگ کر نکل جاتا تھا۔ آپ (مجدد الف ثانی) کے مریدوں کے دلوں میں اس دیوار کا ہمیشہ خوف غالب رہتا تھا[۳]۔

بقول کتاب "غریب نواز" صفحہ ۱۳۴ پہلے اس کے تین در تھے جہانگیر بادشاہ نے اس میں چار در بڑھا کر تعمیر نو کرائی۔ بعدازاں اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں اس کی مرمت کی خدمت انجام دی اس لئے اس مسجد کو تینوں بادشاہوں کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے چونکہ مزار شریف کے اترے ہوئے پھول یہاں رکھے جاتے ہیں اس لئے اسے مسجد پھول خانہ کہتے ہیں اور حضرت خواجہ کے مزار اقدس کے لئے یہاں صندل گھسا جاتا ہے اس لئے اسے مسجد صندل خانہ بھی کہتے ہیں[۴]۔

۱۳۲۰ھ میں نواب محمد اسحاق خانصاحب جہانگیر آباد نے سید نثار احمد صاحب مرحوم متولی درگاہ شریف کی نگرانی میں باہتمام صاحبزادہ سید زین العابدین صاحب اس کی مرمت کرائی۔ صاحبزادہ سید عبد المعبود صاحب اجمیری نے اس کی مرمت کی۔ حسب ذیل تاریخ لکھی ہے جو بیرونی دروں پر مرقوم ہے[۵]

ساخت صافی درے چو ایں مسجد	مہر و ماہ از صفائے او در ماند
ابرار مصرعہ پئے تاریخ	سال صوری و معنوی برخواند

---

[۱] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۳۲۔ [۲] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۰۴ و معین الاولیا صفحہ ۲۰۵ اور کتاب اجمیر صفحہ ۹ از ہربلاس ساردا۔

[۳] حضرات القدس دفتر دوم صفحہ ۱۴۰۔ [۴] دیکھو کتاب "غریب نواز" صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵۔ [۵] ہربلاس ساردا نے اپنی کتاب اجمیر ہسٹوریکل ڈسکرپٹو" میں سنہ ۱۳۲۰ھ لکھا ہے۔

ہجری اندر عریفۂ معنی	عیسوی را بشہر لفظ فشاند
بہ تعجب ز فکر من ہاتف	اللہ اللہ لبت مرتبہ خواند[1]

۱۳۲۰ھ

مسٹر ہر بلاس سارد انے اپنی کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو کے صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے:-

ترجمہ:- "اس صحن (صحن چراغ) سے دو چھوٹے دروازے صحن کو جاتے ہیں جہاں حضرت خواجہ کا مزار و جامع مسجد ہے۔ اس دروازہ کے اندر جو کہ بلند دروازہ کے بالمقابل ہے ایک مسجد ہے اس کے متعلق مختلف روایات ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ سلطان محمود خلجی (مانڈو) اور جہانگیر کی بنوائی ہوئی ہے۔ جہانگیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ۱۶۱۰ء میں اس نے ایک مسجد بنائی اور وہ شاید یہی مسجد ہے یہ صندل خانہ بھی کہلاتی ہے اس وجہ سے کہ صبح شام مزار پر صندل چڑھانے کے لئے یہاں تیار کیا جاتا ہے۔ نواب اسحاق خاں (جہانگیر آبادی) کے صرفہ سے اس کی مرمت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں کی گئی۔ اس مسجد کے شمال میں چمبیلی کے درخت ہیں۔ خواجہ صاحب کی دو بیبیاں یہاں آرام فرما ہیں۔ صندل خانہ کے نیچے ایک تہ خانہ کی طرف راستہ ہے جہاں کہ خواجہ صاحب کو دفن کیا گیا تھا اور پکی قبرانیٹوں کی بنائی گئی تھی۔ روایت ہے کہ تہ خانہ میں مہادیو کی مورتی ایک مندر میں ہے جس میں روزانہ ایک برہمن صندل چڑھایا کرتا تھا۔ اس کے خاندان کی درگاہ اب بھی کفیل ہے اور جو گھڑیالی کہلاتے ہیں۔"

مسٹر ہر بلاس سارد آنے اپنی بیان کردہ اس روایت کہ "تہ خانہ میں مہادیوجی کی مورتی ایک مندر میں ہے" کا کوئی ماخذ نہیں بتایا۔ یہ روایت مسٹر ہر بلاس سارد اسے پہلے کی کسی مستند کتاب میں لکھی گئی ہے۔ مزید براں ہمارے نزدیک یہ روایت بوجوہات ذیل بھی قابل قبول نہیں اور پایۂ تحقیق سے گری ہوئی ہے۔

درگاہ شریف کا قطعۂ زمین زیر دامن کوہ اور پانی (جھالرہ) کے متصل ہونے کی وجہ سے ناہموار اور جگہ جگہ سے اونچا نیچا تھا۔ چنانچہ تعمیرات کے وقت باوجود سطح برابر کرنے کے اب تک بھی بعض مقامات اونچے ہیں بعض نشیب میں ہیں۔ بارشی پانی کے نکاسی کے پیش نظر بوقت تعمیرات (جو مختلف اوقات

[1] دیکھو کتاب "غریب نواز" صفحہ ۳۴-۳۵

میں ہوئیں) کہیں نشیب کو مٹی سے پُر کیا گیا ہے کہیں نیچے مقامات پر چھت ڈال کر تہ خانہ کی شکل نکالی گئی ہے اور باباؒ فریدالدین گنج شکرؒ کے چلّہ کا مقام چونکہ متبرک تھا اس لئے اس پر تہ خانہ بنا کر اصل سطح پر قائم رکھا گیا۔ پس صرف تہ خانوں کا ہونا مندر کی موجودگی کی دلیل نہیں علاوہ ازیں اگر یہاں مندر ہوتا تو مسلمان اس کی نمود کو بجائے چھت ڈال کر قائم رکھنے کی ادے مٹی سے پاٹ دینے کو ترجیح دیتے۔

جو لوگ اسلامی مسلک درویشی سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس مقدس گروہ کی نظر میں ہر وہ پرستش گاہ خواہ وہ مندر ہو یا مسجد قابلِ عزت ہے۔ جہاں کسی طرح بھی عبادت کی جائے اور معبدگاہ کو کوئی مسلمان درویش اپنی جائے سکونت بنانا ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ جس مقام پر اس وقت حضرت خواجہ کا روضہ ہے وہ بعض روایات کے مطابق آپ کا حجرہ سکونت تھا یا باورچی خانہ۔ پس اگر اس مقام پر مندر ہوتا تو حضرت خواجہ مسلک درویشی کے مطابق یہاں اپنا حجرۂ سکونت یا باورچی خانہ ہرگز نہ بناتے۔

اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عہد غریب نواز سے قبل یہاں مندر تھا تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انصاف پسند غیور راجپوت اور مرہٹوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں پھر اُسے مندر میں کیوں تبدیل نہیں کر دیا۔ حالانکہ بقول ہربلاس سارداؔ[3]۔ اجمیر میں ان صاحبان کی حکومت ۱۷۵۲ء سے ۱۸۱۸ء تک رہی۔ تشریح حسب ذیل ہے:۔

سندھیا آف گوالیار اور مرہٹہ رام سنگھ	۱۷۵۶ء	لغایت ۱۷۵۸ء
سندھیا کی حکومت صرف شہر اجمیر پر	۱۷۵۸ء	لغایت ۱۷۸۶ء
راٹھور آف جودھ پور	۱۷۸۶ء	لغایت ۱۷۹۰ء
سندھیا آف گوالیار	۱۷۹۱ء	لغایت ۱۸۱۸ء
ایسٹ انڈیا کمپنی آف لندن	۱۸۱۸ء	لغایت ۱۸۵۸ء
شاہانِ لندن	۱۸۵۷ء	لغایت ۱۹۴۷ء

۱؎ دیکھو عطائے رسول صفحہ ۱۵۶ ۲؎ قلمی نسخہ مونس الارواح

۳؎ دیکھو کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو از ہربلاس سارداؔ صفحہ ۲۲۹

صرف غریب نواز کے روضہ منورہ پر ہی صندل پیش کرنے کی رسم نہیں ہے بلکہ یہ رسم ہندوستان میں اکثر چشتی بزرگوں کے مزارات پر جاری ہے۔ چنانچہ عام طور سے باخبر حضرات واقف ہیں کہ حضرت گیسو دراز کے مزار پر اتنا صندل جمع ہوگیا تھا کہ اس طرف کا آدمی دوسری طرف کے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حیدر آباد دکن میں یہ رسم صندل ہی کے نام سے عام طور سے مشہور ہے۔ پس اگر گھڑیالی قبل زمانہ غریب نوازؒ یہاں مندر پر صندل پیش کرتا ہوتا تو غریب نواز کے بعد کے زمانہ میں بھی اس خاندان کو بجائے گھڑیالی کے یہی خدمت دیجاتی جس میں اوسے پورا تجربہ تھا اور عہدِ غریب نواز سے قبل کا بھی کوئی فرمان اُنکے پاس ایسا ہوتا جس سے اُنکا صندل چڑھانے کی خدمت پر مامور رہنا پایا جاتا مگر اوس زمانہ کا کوئی فرمان اس خاندان کے افراد کے پاس نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے پاس جو فرمان ہے وہ عہدِ مغلیہ کا ہے اس فرمان کی رو سے انکا تقرر مثل بادرچیان۔ فراش۔ چوبداران۔ رکابداران وغیرہ درگاہ میں بطور گھڑیالی ہوا۔ چونکہ گھنٹہ بجانے میں ہنود صاحبان کے پوجا کرنے کے طریق سے مشابہت ہے اس لئے مسلمان اس خدمت کو کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے، بایں وجہ یہ آسامی ہندو کو دی گئی اور بقیہ خدمات پر مسلمان مقرر کئے گئے۔ پس ہندو گھڑیالی کو اس امر کے ثبوت میں پیش کرنا کہ یہاں مندر تھا صحیح نہیں۔

احاطہ چہارم سولہ کھنبہ

شاہجہانی مسجد کے شمالی دیوار کی طرف باہر جاتے ہوئے ایک حجرہ میں مغربی دروازہ کے متصل حضرت احمد بختیارؒ کا مزار ہے۔ اس دروازہ سے گذر کر ایک بڑا قبرستان ہے۔ اس میں سجادگان درگاہ اور انکے خاندان کے لوگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں فقرا پڑے رہتے ہیں۔

مقبرہ خواجہ حسین اجمیریؒ ١٠٤٧ھ

شاہجہانی مسجد کے عقب میں ایک قبہ کے اندر خواجہ حسین اجمیریؒ اور انکے خاندان کے لوگ آسودہ ہیں یہ قبہ غریب نواز کے قبہ کی ساخت کا ہے۔ اس کی تعمیر بعہد شاہجہانی ١٠٤٧ھ میں ہوئی۔ قبہ شریف میں بر سر لوح سنگ یہ قطعہ تاریخ منقوش ہے

شد از توجہ ہادی و مرشد دین — بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسینؒ
شہنشہ دوسرا خواجہ معین الدینؒ — بلفظ مغز شدہ سال خاتمت ایں"
١٠٤٧ھ

۱؎ دیکھو معین الارواح صفحہ ۱۰ و احسن السیر صفحہ ٦٦ وغیرہ

ایک بالشت کی چھتری یہ چھتری متصل سولہ کھنبہ دروازہ کے سر دل پر ہے۔ در اصل یہ خواجہ حسین اجمیریؒ کے محوطہ کا دروازہ ہے۔ اس کی وسعت ایک بالشت ہے۔[1]

سولہ کھنبہ یا شیخ علاء الدین کا مزار سولہ کھنبہ میں حضرت شیخ علاء الدین برادر عم زاد خواجہ حسین اجمیریؒ نبیرہ و سجادہ حضرت خواجہ بزرگ کا مزار ہے۔ انکی حیات میں یہ مقام دیوانخانہ کہلاتا تھا۔ بعد وفات یہ انکا مدفن ہوا۔ اس کی شمر دریہ محراب پر ذیل کا قطعہ تاریخ تعمیر منقوش ہے :-

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاء الدین — کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی
جوار مرقد آں شاہباز عرش نشیں — کہ زیر شہپر او بیضۂ سلیمانی
چہ کار در پئے اتمام سال رفت خرد — بگفت روضۂ مرتب بخواں باشانی

یہ عمارت سنگ مرمر کی ہے چونکہ اسکے سولہ کھنبے ہیں اس لئے یہ اس نام سے مشہور ہے اسکا طول و عرض ۴۰ × ۲۰ فٹ ہے۔ شیخ علاء الدین کو شاہجہاں کے عہد میں مذہبی و فار حاصل تھا۔ ان کا وصال بعمرہ، سال ۱۰۷۱ھ میں ہوا۔[2]

خدمات و مراسم درگاہ

خدمات و مراسم درگاہ کی ادائیگی ایک ایسے بے لکھے ہوئے قانون کے تحت سالہا سال سے ہو رہی ہے جسکی پابندی منتظمین درگاہ، خدام آستانہ، عقیدتمندان اور زائرین پر لازمی ہے۔ قدیمی معینہ خدمات میں کسی کو ترمیم و تنسیخ اور رد و بدل کا اختیار نہیں ہے۔ رسم قدیم کے تحت درگاہ شریف میں ہر شخص فاتحہ قوالی۔ میلاد شریف۔ وعظ، منقبت کا مشاعرہ اور بزرگان دین کے اعراس کرنے کا مختار ہے۔ ان نیک امور میں روکنے کا کسی کو اختیار نہیں البتہ منتظمین درگاہ باطلاع صاحب خیر بشرط ضرورت مقام و وقت تقریب میں تبدیلی کر سکتے ہیں مگر کسی ایسی تقریب کو روک نہیں سکتے بعض مراسم منجانب درگاہ ادا کئے جاتے ہیں کچھ کی ادائیگی انجمنیں، خدام صاحبان اور اہل عقیدت حضرات کرتے ہیں تفصیلات حسب ذیل ہیں :-

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۲ [2] دیکھو معین الاولیا صفحہ ۲۷۹

[3] دیکھو کتاب اجمیر مشور بیل اینڈ ڈسکرپٹو از ہر بلاس سارڈا صفحہ ۹۱

(الف) مراسم قدیم کے تحت معمولات درگاہ وتقاریب:-

روزانہ صبح فجر کی نماز سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل عقیدتمندان اور اہل حاجت روضۂ منورہ کے شرقی دروازہ کے سامنے جمع ہوتے ہیں۔ یہ وقت باب گنبد شریف کے کھلنے کا ہوتا ہے۔ دروازہ کھلنے سے پہلے ایک خادم دروازہ کے روبرو استادہ ہوکر اذان دیتا ہے بعدازاں کلید بردار دروازہ کھولتا ہے خدام صاحبان اندرون گنبد شریف داخل ہوکر مورچھل سے تربت شریف صاف کرتے ہیں۔ روضۂ منورہ کے پھول بدل کر تازہ پھول چڑھاتے ہیں۔ لوبان سلگاتے ہیں۔ بعدازاں جو زائرین اس موقعہ پر جمع ہوتے ہیں وہ اندرون گنبد شریف حاضری دیتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد فجر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے اس وقت اور زیادہ لوگ درگاہ میں آجاتے ہیں۔ مساجد درگاہ میں اذانیں ہوتی ہیں بعدازاں ان مساجد میں نماز فجر ادا کی جاتی ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر لوگ جوق جوق گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں۔ سلام پیش کرتے ہیں۔ اہل حاجت حاجت براری کی دعائیں مانگتے ہیں۔ صبح سے نماز عشا کے گھنٹہ بھر بعد تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آستانہ میں حاضری کرانے کی خدمت خدام صاحبان ادا کرتے ہیں۔ پھول بھی انہی حضرات کے ذریعہ سے پیش کئے جاتے ہیں۔

فجر کی نماز ہوجانے کے بعد شاہجہانی دروازہ اور عثمانی دروازہ پر روزانہ مقررہ اوقات پر نوبت بجتی ہے۔

ظہر کی نماز کے بعد دن کے تین بجے جب عثمانی دروازہ پر نوبت بجتی ہے پہلے اس موقعہ پر نظام حیدرآباد دکن کی جانب سے قوالی بھی ہوتی تھی اس وقت خدام صاحبان روضۂ منورہ کی خدمت کرتے ہیں۔ نیز پھول اور صندل پیش کرتے ہیں۔

مغرب سے قبل مغرب سے پندرہ منٹ قبل روشنی کی اطلاع کا ڈنکا بجتا ہے۔ اس موقعہ پر زیادہ لوگ خصوصیت سے حاضر ہوتے ہیں۔ قبر مبارک میں روشن کرنے کے لئے خدام صاحبان مخصوص طور سے بنی ہوئی موم بتیاں لیجاتے ہیں لوگ ان بتیوں کو بنا بر حصول برکت اپنے

سروں پر رکھواتے ہیں۔ اس موقعہ پر لوگ خصوصیت سے فاتحہ پڑھتے ہیں اور دُعائیں مانگتے ہیں اور یہ شعر بآواز بلند پڑھا جاتا ہے ؎

الٰہی تا بود خورشید و ماہی چراغِ چشتیاں را روشنائی

اس وقت لوبان دانی بھی قبہ مبارک میں جاتی ہے لوگ شفایابی اور برکت کے لئے اسے اپنے سروں پر رکھواتے ہیں۔ بالآخر مغرب سے تھوڑی دیر پہلے روضۂ مبارک اور تمام درگاہ میں موم بتی اور برقی روشنی ہوجاتی۔

نمازِ عشاء کے بعد بیگمی دالان کے روبرو صحن میں شاہی چوکی قوالان اور پائیں دروازہ کے سامنے ضامن علی شاہ والی چوکی قوالان تقریباً ایک گھنٹہ تک قوالی کی خدمات بجالاتی ہیں۔ اس وقت بھی درگاہ میں غیر معمولی مجمع ہوتا ہے۔ قوالی شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ بعد شاہی پانچ بجتے ہیں۔ اسکا اعلان ایک شخص بآواز بلند کرتا ہے۔ اس وقت پائیں شریف کا دروازہ بند ہوتا ہے اس موقعہ پر خدام صاحبان اندرون گنبد شریف جاروب کشی کرکے تھوڑی تھوڑی دیر کے فصل سے تین فراشے[1] لے کر گنبد شریف سے باہر آتے ہیں لوگ ان فراشوں کو اپنے سروں پر رکھواتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اس وقت اگر دانی بھی قبہ شریف سے باہر آتی ہے عقیدتمندان اس کو سروں پر رکھواتے ہیں اور اس کا دھواں اپنے بدن سے ملتے ہیں۔ شاہی چھ بجے قبہ شریف کا دروازہ معمور ہوجاتا ہے اور قوالان کی شاہی چوکی کھڑے ہوکر کڑکا[2] پڑھتی ہے اور کڑکا ختم ہونے پر بیرونی دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں۔

درگاہ میں عموماً بیرونی یا مقامی قوالان بنظر عقیدت دیگر اوقات میں بھی گاتے رہتے ہیں۔ البتہ نماز کے اوقات میں گانے کی ممانعت ہے۔ بعد نماز عشاء، شاہجہانی مسجد میں تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے۔ اکثر زائرین باوفات مختلف درگاہ میں محافل میلاد شریف بھی کراتے رہتے ہیں اور گل وپارچہ کی چادریں قوالی بینڈ باجہ یا روشن چوکی کے ساتھ پیش ہوتی رہتی ہیں۔

پنجشنبہ کے دن روزانہ سے زیادہ لوگ حاضری دیتے ہیں۔ بعد مغرب سے مجمع ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ روبرو بیگمی دالان فرش بچھایا جاتا ہے۔ صدر جگہ چاندنی کے نیچے گدیلہ بچھایا جاتا

---

[1] مور کے پروں کی جھاڑو [2] ایک پرانا خاص قسم کا کلام ہے۔ جس میں غریب نواز کی تعریف کی گئی ہے۔

ہے اس پر دیوان صاحب متولی صاحب ڈاکٹر سید عبدالحق صاحب کے خاندان میں سے کوئی شخص بیٹھنے
کے حقدار ہیں۔ تونسہ شریف کے سجادہ اگر موجود ہوتے ہیں تو وہ بھی اس پر درمیان متولی اور دیوان ذرا
پیچھے بیٹھتے ہیں۔ ان حضرات کے سامنے کپڑا چڑھے چھوٹے چار فانوس اور موم بتی کی دو لالٹینیں اگردانی
کے گرد رکھی جاتی ہیں، اودھر دو جانب چیراسیان، چوبداران کھڑے رہتے ہیں۔ محفل بعد نماز عشاء شاہی
زمانہ کے چار بجے شروع ہوتی ہے۔ پہلے فاتحہ ہوکر شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ تقسیم شیرینی کی خدمت
رکابداران انجام دیتے ہیں اور داروغہ صاحب دسترخوان کے قریب بیٹھے رہتے ہیں۔ بعدازاں درگاہ ملازم
قوالان قوالی کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اگر کوئی مقامی یا بیرونی قوال چاہتا ہے تو اُسے بھی اس موقعہ پر
قوالی کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ شاہی پانچ بجے اندرون گنبد شریف خدمت شروع ہو جاتی ہے۔ تقریباً
ایک گھنٹہ محفل رہتی ہے بعدازاں فاتحہ ہوکر محفل برخاست ہو جاتی ہے۔ اُس دن روزانہ کے معمولات
کے خلاف بجائے دن کے تین بجے کے ڈھائی بجے نوبت بجنا شروع ہو جاتی ہے۔

چھٹی شریف چونکہ غریب نواز کا وصال قمری چھ تاریخ ہوا ہے اس لئے ہر قمری مہینہ کی ۶ تاریخ درگاہ
میں حضرت خواجہ کی فاتحہ ہوتی ہے۔ صبح کے وقت منجانب خدام صاحبان قرآن خوانی ہوکر فاتحہ ہوتی ہے
اور شب پنجشنبہ کی محفل کی طرح محفل سماع ہوتی ہے مگر محفل پنجشنبہ کی طرح چھٹی کی محفل کے آخر میں
فاتحہ نہیں ہوتی لیکن جمعرات اور چھٹی ایکدن ہوں تو دو مرتبہ فاتحہ ہوتی ہے اور دونوں تقاریب کی شیرینی
علیحدہ علیحدہ تقسیم ہوتی ہے۔ چھٹی کی محفل میں صرف متولی صاحب آتے ہیں۔ دیوان صاحب اپنی دستار
بھیجتے ہیں چوبداران جمعرات کی محفل کی طرح اس موقع پر سونے کی چوبیں لیکر نہیں کھڑے ہوتے بلکہ لکڑی
کی چوبیں لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔

عرس شریف فقراء اور درویش تقریباً اوائل جمادی الثانی سے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ درگاہ اور
مکانوں میں سپیدی ہونے لگتی ہے کچھ دن بعد بیرونی دوکانداران کی آمد بھی شروع ہو جاتی ہے۔ بتاریخ
۲۵ر جمادی الثانی بلند دروازہ پر جھنڈا لگایا جاتا ہے۔ اس تاریخ سے خدام صاحبان مزار شریف کو روزانہ
غسل دینا شروع کر دیتے ہیں۔ رجب کا چاند ہونے پر مخصوص مراسم شروع ہو جاتے ہیں۔ چاند نظر آتے ہی
درگاہ میں شادیانے بجتے ہیں اور توپ (توپ نما آہنی نال) کی سات سلامیاں دی جاتی ہیں درگاہ میں
چہل پہل بڑھ جاتی ہے۔ مقررہ مقامات پر خدام صاحبان کی گدیاں اور فرش بچھ جاتے ہیں بکثرت

لوگ گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں. جنتی دروازہ کھل جاتا ہے. درگاہ بازار میں بذریعہ پولس تانگے اور دوسری سواریوں کی آمد و رفت بند کر دی جاتی ہے.

سماع خانہ میں روزانہ محافل سماع کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے. یہاں اندرونی حصہ میں فرش بچھتا ہے. صدر مقام پر نقرئی چوبوں کا شامیانہ لگایا جاتا ہے اس کے نیچے گدیلہ بچھتا ہے تمام جھاڑ کھولدیے جاتے ہیں. ان میں برقی روشنی ہوتی ہے. گرمی کے موسم میں چھتوں کے برقی پنکھے چلائے جاتے ہیں منجانب متولی سماع خانہ نواب ظہیر یار جنگ حیدر آبادی داروغہ سماع خانہ یہ خدمات انجام دیتے ہیں رات کے گیارہ بجے کے قریب مشعل اور چوبداران کے ساتھ متولی صاحب اول سماع خانہ میں آجاتے ہیں. بعد ازاں فاتحہ خواں صاحبان کلمہ خوانی شروع کر دیتے ہیں. پھر دیوان صاحب مشعل اور فانوسوں کے ساتھ محفل میں آجاتے ہیں اُن کے آنے پر فاتحہ ہوتی ہے بعد فاتحہ سماع شروع ہو جاتا ہے. اس موقعہ پر ہندوستان کے مشائخ، فقراء، درویش اور عوام حاضر مجلس رہتے ہیں. ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے. لوگ دیوان اور متولی کو نذریں پیش کرتے ہیں یا اپنے مرکزِ عقیدت کو پیش کرتے ہیں. اور یہ حضرات دیوان یا متولی تک پہونچا دیتے ہیں. ہندوستان کے چیدہ قوالان یہاں حاضری دیتے ہیں.

رات کے ایک بجے کے قریب دیوان صاحب متولی صاحب مراسم غسل مزار شریف ادا کرنے کے لئے گنبد شریف میں آجاتے ہیں. اور مخصوص خدام متولی اور دیوان مل کر غسل شریف کے مراسم ادا کرتے ہیں. اس عرصہ میں بھی سماع خانہ میں قوالی برابر ہوتی رہتی ہے. مگر دیوان اور متولی کی غیر موجودگی میں ہر شخص اپنے اپنے مرکزِ عقیدت کو نذریں پیش کرتا ہے. چوبداران حضرات سے لیکر قوالان کو پہونچاتے ہیں. غسل کی خدمت انجام دے کر جب متولی اور دیوان صاحب محفل میں واپس آجاتے ہیں. اس وقت منجانب محی الاوقات معینی گدڑی شاہی انجمن (رجسٹرڈ) اجمیر اہلِ محفل کو چائے پلائی جاتی ہے. تین چار بجے کے قریب فاتحہ ہوتی ہے. رکابداران بڑے اور شربت کا تبرک حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں پھر کڑکا پڑھا جاتا ہے ازاں بعد محفل برخاست ہوتی ہے.

دوران محفل سماع خانہ میں کسی کو جوتہ لے جانے کی اور مستورات کو محفل خانہ میں داخل

ہونے کی ممانعت ہے۔ عرس کے ایام میں دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔ بیرونی ممالک کے لوگ بھی حاضری دیتے ہیں۔ فسادات اجمیر سے قبل باہر کے دوکاندار زیادہ تر درگاہ بازار میں دکانیں لگایا کرتے تھے مگر اب وہاں چند دوکانیں لگتی ہیں۔ زمانہ سابق میں ایک لاکھ سے زائد لوگ عرس میں آتے تھے مگر اب چند ہزار کا مجمع ہوتا ہے۔

محفل قل شریف

بتاریخ ۶ رجب دن کے آٹھ نو بجے کے درمیان سماع خانہ میں قرآن خوانی شروع ہو جاتی ہے۔ بکثرت لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ دس گیارہ بجے کے درمیان یہاں محفل سماع شروع ہوتی ہے۔ دن کے ڈیڑھ بجے کے قریب فاتحہ ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر جب حضرت خواجہ بزرگ کا اسم گرامی آتا ہے تو چوبداران چوبیں اونچی کر لیتے ہیں۔ جھانجھ بجنا شروع ہو جاتے ہیں۔ سات توپوں (دنال) کی سلامی ہوتی ہے۔ اس وقت بڑا شور برپا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں پر گریہ طاری ہوتا ہے۔ نعرے لگائے جاتے ہیں۔ جگہ جگہ لوگوں پر عرق گلاب چھڑکا جاتا ہے اسے قل کا چھینٹا کہتے ہیں۔ دیوان صاحب اور متولی صاحب بعد قل گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں رفاعی سلسلہ کے اور دوسرے گروہوں کے فقرا، نعرے لگاتے ہوئے سماع خانہ میں آکر گدیلہ پر بیٹھتے ہیں۔ یہاں اُن کے بعض معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ قل کے بعد سے بیرونی زائرین جانا شروع ہو جاتے ہیں۔

غسل شریف

بتاریخ ۹ رجب صبح چھ سات بجے کے درمیان غسل شروع ہو جاتا ہے۔ مزار شریف کو عرق کیوڑہ اور گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔ بیرونی احاطے درگاہ پانی سے دھوئے جاتے ہیں۔ زائرین سیکڑوں پانی کی مشکیں خرید کر کے خود بڑی جھاڑو سے فرش درگاہ کو دھوتے ہیں۔ بیسیوں مرد عورت پانی سے تر ہاتھ میں جھاڑوئیں لئے اس مقدس آستانہ کی جاروب کشی میں نظر آتے ہیں اس دن سب لوگ مل کر ایک ہی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ صوفی صاحبان اس دن کو یوم توحید کہتے ہیں جس طرح حج میں تمام حاجی ایک ہی لباس میں ہوتے ہیں اسی طرح یہاں عقیدت کیش حضرات ایک ہی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔

(ب) مراسم قدیم کے تحت بزرگانِ دین کے اعراس:-

درگاہ شریف میں بہت سے بزرگوں کی فاتحہ سالانہ یعنی اعراس معہ سماع و وعظ وغیرہ
منجانب درگاہ انجام دیئے جاتے ہیں اور بعض دوسری تقاریب بھی کی جاتی ہیں اور حسب رسم قدیم
بعض مقامی اور بیرونی درویشوں کا وصال ہونے پر اُن کا عرس درگاہ میں قائم کر دیا جاتا ہے
بعض بزرگوں کے عرس اور دیگر تقاریب کے مراسم بعض انجمنوں وغیرہ کی طرف سے درگاہ میں
کئے جاتے ہیں۔ تفصیلات حسب ذیل ہیں:-

منجانب درگاہ شریف | بتاریخ ۱۱ ربیع الاوّل بعد نماز عشاء پنجشنبہ کی محفل کی طرح سالانہ
رسولِ خدا کی فاتحہ شریف کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں۔
گلاب کی فصل کے موقعہ پر سالانہ روضۂ غریب نواز پر گلاب کے پھولوں کا بنگلہ پیش کیا جاتا ہے
بتاریخ ۵ ربیع الثانی اہلیہ غریب نواز کا عرس ہوتا ہے اور بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی حضرت ضیؔ الدین
(شوہر بی بی حافظ جمال) کے عرس کے مراسم درگاہ میں ادا کئے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا ہر ایک عرس
میں مبلغ عـــہ۲۰ ربیں روپیہ سالانہ صرف کئے جاتے ہیں۔ بتاریخ ۱۳ ر ۱۴ ربیع الاوّل خواجہ قطب صاحب
کے چلہ پر قطب صاحب کے عرس کے مراسم سالانہ ادا کئے جاتے ہیں اور بتاریخ ۵ ر ۶ ر شوال حضرت
خواجہ عثمان قدس سرہ کے عرس کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قمری مہینہ میں بعض
بزرگانِ دین کے اعراس ان کی وصال کی تاریخوں پر ہوتے ہیں۔

منجانب انجمن فخریہ چشتیہ رجسٹرڈ | خدام صاحبان کی یہ انجمن درگاہ شریف میں تعزیہ رکھتی
ہے اور ماہ محرم کی بارہ تاریخ تک مراسم تعزیہ داری شاندار طریقہ سے ادا کرتی ہے۔ بتاریخ ۲۵ ر ۲۶ ر
رجب خواجہ فخر الدین گردیزیؒ کے مراسم عرس روبرو بیگمی دالان ادا کرتی ہے۔
بتقریب رجبی شریف روبرو بیگمی دالان صحن میں شب کے وقت بتاریخ ۲۶ ر رجب سالانہ محفل

میلاد شریف کرتی ہے اور بتاریخ ۲۷ رجب دن میں محفل سماع کے بعد فاتحہ کرتی ہے۔ بتقریب عرس حضرت خواجہ فخرالدینؒ (پسر غریب نوازؒ) بتاریخ ۳ شعبان، سالانہ نہایت شاندار طریقہ سے درگاہ شریف سے سرواڑ شریف چادر لیجائی جاتی ہے۔ دن کے تین بجے جلوس چادر شریف بیگمی دالان سے قوالی کے ساتھ روانہ ہو کر تقریباً دو گھنٹہ میں عثمانی دروازہ پر پہونچتا ہے۔ یہاں قوالی ختم ہو جاتی ہے اس موقعہ پر باہتمام ینگ ایسوسی ایشن خدام درگاہ بینڈ باجے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

منجانب محی الاوقاف معینی گدڑی شاہی انجمن رجسٹرڈ۔ اجمیر شریف

یہ انجمن درگاہ شریف اور چلہ غریب نواز پر خادمی وقف وغیرہ کی آمدنی سے حسب ذیل مراسم سالانہ ادا کرتی ہے:۔

(۱) مراسم فاتحہ حضرت خدا ملی حنفیؒ (جد واقف) ۶ محرم الحرام بمقام درگاہ شریف بصرف للعہ سالانہ۔

(۲) مراسم فاتحہ حضرت شاہ ابو العلاؒ اکبرآبادی بتاریخ ۹ صفر المظفر بمقام درگاہ شریف بصرف صہ سالانہ۔

(۳) مراسم فاتحہ حضرت امام حسن علیہ السّلام بتاریخ ۱۸ صفر المظفر بمقام درگاہ شریف بصرف صہ سالانہ

(۴) مراسم فاتحہ حضرت امام الاولیا مولا علی کرم اللہ وجہہ بتقریب یوم فتح خیبر بتاریخ ۲۱ صفر المظفر بمقام درگاہ شریف بصرف صہ سالانہ۔

(۵) مراسم فاتحہ رسول خدا (صلعم) بسلسلہ یوم وفات بتاریخ یکم ربیع الاول روبرو بیگمی دالان درگاہ شریف معہ مجلس وعظ قرآن خوانی و محفل میلاد شریف و محفل سماع بصرف ۲۳ سالانہ

(۶) فاتحہ رسول خدا (صلعم) بسلسلہ ولادت شریف بتاریخ ۸ ربیع الاول روبرو بیگمی دالان درگاہ شریف معہ مجلس وعظ و محفل میلاد شریف بوقت شب بصرف للعہ سالانہ

(۷) فاتحہ رسول خدا (صلعم) بتاریخ ۹ ربیع الاول بسلسلہ یوم نبوت معہ قرآن خوانی، مجلس وعظ و میلاد شریف روبرو بیگمی دالان درگاہ شریف و جلوس و مراسم فاتحہ بمقام چلہ غریب نواز بصرف ۲۲ سالانہ

(۸) فاتحہ بی بی ماہ نور (والدہ غریب نوازؒ) بتاریخ ۲۱ ربیع الاول بمقام درگاہ شریف
بصرف صہ سالانہ
(۹) فاتحہ حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی بتاریخ ۲۲ ربیع الاوّل بمقام درگاہ شریف
بصرف صہ سالانہ
(۱۰) فاتحہ حضرت زبیر ابن العوام صحابی وحواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ محافل سماع
ووعظ بتاریخ ۱۰ جمادی الاول بمقام درگاہ شریف بصرف لعہ سالانہ۔
(۱۱) فاتحہ سالانہ حضرت مخدوم سماء الدین سہروردی دہلویؒ مہرولوی بتاریخ ۱۷ جمادی الاول
بصرف صہ سالانہ
(۱۲) فاتحہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ بسلسلہ یوم ولادت بتاریخ ۹ جمادی الثانی معہ
قرآن خوانی، محفل وعظ و میلاد شریف روبرو بیگمی دالان درگاہ شریف بصرف عیسے سالانہ
(۱۳) بموقعہ محافل عرس خواجہ بزرگ سماع خانہ میں چھ شب روزانہ سامعین کو چار
پیش کرتی ہے۔
(۱۴) فاتحہ رسول خدا (صلعم) بموقعہ رجبی شریف بتاریخ ۲۶ رجب روبرو بیگمی دالان درگاہ
شریف محفل وعظ بعد ظہر بصرف سے سالانہ
(۱۵) فاتحہ حضرت مظہر حسن مجددی نقشبندی (پدر واقف) بتاریخ ۲۲ رجب بمقام درگاہ
شریف بصرف صہ سالانہ
(۱۶) فاتحہ حضرت خواجہ غیاث الدینؒ (پدر غریب نوازؒ) بتاریخ ۱۵ شعبان بمقام درگاہ
شریف بصرف صہ سالانہ
(۱۷) فاتحہ حضرت سید ملک محمد عالم المعروف بہ گدڑی شاہ بابا معہ میلاد، سماع، مشاعرہ، بمقام چلہ
خواجہ صاحب از ۸ رمضان المبارک تا ۱۰ رمضان المبارک بصرف ۱۲/۱۲ سالانہ۔
(۱۸) فاتحہ حضرت عبدالرحیم شاہ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہ بابا بمقام چلہ خواجہ صاحب بتاریخ
۳ لغایتہ ۵ شوال معہ میلاد، سماع، مشاعرہ بصرف ۱۱۱۱ سالانہ
(۱۹) مراسم فاتحہ خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ (مرشد غریب نوازؒ)

بتاریخ ۵ رشوال روبرو بیگمی دالان درگاہ شریف۔ قرآن خوانی، مجلس وعظ، محفل سماع ومیلاد شریف وجلوس چادر شریف وچادر بموقعہ محفل سماع بمقام سماع خانہ بصرف للعہ سالانہ

(۲۰) مشاعرہ منقبت حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ بتاریخ ۶ رشوال بمقام سماع خانہ درگاہ شریف بصرف للعہ سالانہ۔

(۲۱) چائے بموقعہ محفل عرس حضرت خواجہ ابوسعیدؒ (پسر غریب نوازؒ) بمقام شاہی گھاٹ درگاہ بتاریخ ۱۳ ذالحجہ بصرف سے رسالانہ

منجانب پشاوری صاحبان | بتقریب عرس حضرت خواجہ بزرگ بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی سید اسرار احمد صاحب سابق متولی درگاہ شریف کے مکان سے قوالی کے ساتھ عصر ومغرب کے درمیان جھنڈا درگاہ شریف میں لایا جاتا ہے اور بلند دروازہ پر نصب کیا جاتا ہے۔ یہ رسم بہت شاندار طریقہ سے ادا کی جاتی ہے۔ بہت مجمع ہوتا ہے۔ جھنڈا نصب ہوتے ہی توپ (نال) کی سلامی ہوتی ہے۔

منجانب سید اسرار احمد صاحب | بسلسلہ فاتحہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ ۱۱ ربیع الاول (بارہویں شب) رات کو تقریباً دو بجے سے روبرو بیگمی دالان صحن میں محفل وعظ ہوتی ہے۔ آغاز محفل پر اطلاع کیلئے آتش بازی کے گولے چلائے جاتے ہیں موصوف کے والد بزرگوار سید نثار احمد صاحب نے یہ محفل شروع کی تھی۔ اس موقعہ پر بکثرت لوگ شرکت کرتے ہیں۔ قبہ شریف کا دروازہ کھلنے پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ منظر بہت پر کیف ہوتا ہے۔ دعا پر مجلس کا اختتام ہوتا ہے بعد مجلس شادیانے بجتے ہیں اور شرینی تقسیم ہوتی ہے۔

منجانب معینیہ فخریہ چشتیہ اجمیر | بتاریخ ۱۱ ربیع الاول (بارہویں شب) قبہ شریف کا دروازہ معمور ہونے کے بعد سماع خانہ میں آل انڈیا نعتیہ مشاعرہ سالانہ ہوتا ہے مگر ۱۳۸۷ھ سے یہ مشاعرہ محی الاوقات معینی گدڑی شاہی انجمن رجسٹرڈ کے زیر اہتمام ہو رہا ہے۔

منجانب قوالان درگاہ شریف | ہندی ماگھ کے مہینہ (جو ماہ فروری یا جنوری میں آتا ہے)

میں قمری مہینہ کی ۵ رتاریخ اکرام حسین قوال کے مکان سے اشراق و چاشت کے درمیان بسنت کا گڈوا (جس میں سرسوں کے پھول ہوتے ہیں) قوالی کے ساتھ درگاہ میں لایا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر متولی درگاہ صوفیائے کرام اور عقیدتمندان شامل ہوتے ہیں۔ قوالی میں صرف بسنت پڑھے جاتے ہیں۔

منجانب عام زائرین درگاہ شریف میں میلاد، قوالی اور محافل وعظ بلا روک ٹوک ہوتی رہتی ہے اور چادریں بھی قوالی وغیرہ کے ساتھ قبہ شریف میں پیش کی جاتی ہیں۔ غریب نواز اور قطب صاحبؒ کے چلوں پر گوٹیں لے جاتے ہیں۔ رمضان میں لوگوں کو افطار کراتے ہیں۔

اوقاف اور انتظامات اوقاف سب سے پہلے اکبر بادشاہ نے ۱۵۶۷ء میں بذریعہ فرمان اٹھارہ مواضعات مصارف متعلقہ کے لئے وقف کئے اور سامر کے نمک کی آمدنی میں سے ایک فیصدی رقم لنگر کے لئے وقف کی۔ ان مواضعات میں سے اس وقت صرف موضع نواب اور کینیا درگاہ کے قبضہ میں ہیں۔ ۱۶۳۷ء میں شاہجہاں نے اس فرمان کو منسوخ کر کے مبلغ پچیس ہزار سات سو اسی (۲۵،۰۸۰) روپیہ سالانہ کی نئی جاگیرات پیش کیں۔ ان جاگیرات میں سے مبلغ دس ہزار ساون (۱۰۰۵۰،) روپیہ کی جاگیرات بشکل نقدی تھیں بقیہ سترہ مواضعات کی آمدنی جنسی[1] تھی بعد ازاں فرخ سیر نے ان میں دو مواضعات کا اضافہ کیا[2]۔

۱۷۶۹ء میں شاہ عالم نے موضع ہوکران، اور کشن پورہ بزمانہ دیوان امام الدین درگاہ کے مصارف کے لئے وقف کئے۔ ۱۸۰۲ء میں دولت راؤ سندھیا نے موضع دانتڑہ بزمانہ متولی میر عظیم اللہ متولی کے روزینہ کے لئے وقف کیا۔

اوقاف کا انتظام اور درگاہ کے مراسم کی ادائیگی متولی کے فرائض میں شامل تھی مگر بتحریک کمشنر اجمیر ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء کے بموجب ایک کمیٹی از نام درگاہ کمیٹی انتظام درگاہ کیلئے بنائی گئی۔ اس میں ایک صدر اور چار اراکین تھے۔ یہ کمیٹی بذریعہ متولی انتظام کرتی تھی۔

---

۱ تعداد گراں فروخت ہونے کی وجہ سے آمدنی بڑھ گئی۔ ۲ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۹۲-۹۸

بعدازاں ۱۹۳۶ء میں ایکٹ ۲۳ درگاہ کے انتظام کے لئے بنایا گیا۔ اسکے بموجب پچیس[1] ممبران اس کمیٹی کے لئے بنائے گئے۔ ان ممبروں میں سے ایک متولی کا نمائندہ اور ایک دیوان کا نمائندہ اور دو خدام کے نمائندے ایک نظام حیدرآباد دکن کا نمائندہ پانچ اہلِ اجمیر کے نمائندے چار چشتی سجادہ نشین ایک ایک مسلمان ممبر صوبہ سرحدی۔ صوبہ یو۔ پی۔ صوبہ بہار۔ صوبہ بنگال۔ صوبہ بمبئی۔ صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ۔ صوبہ مدراس کی لیجسلیٹو کے ممبروں میں سے اور تین مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی میں سے ممبر بنائے گئے۔ یہ کمیٹی متولی کے ذریعہ تمام انتظامات کرتی رہتی۔ عملہ درگاہ میں پیشکار۔ سیاہ نویس۔ خزانچی۔ محافظ دفتر۔ گرداور۔ اسٹورکیپر، داروغہ۔ حولداران چراسیان وغیرہ ہیں یہ لوگ متولی کی نگرانی میں اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے مگر ۱۹۴۷ء کے فرقہ وارانہ فسادات اجمیر کے بعد انتظام میں خلل واقع ہوا۔ مقامی ممبران کچھ عرصہ تک کمیٹی کے بجائے کام کرتے رہے بعدازاں کانگریس حکومت نے اس کمیٹی کو ختم کرکے ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ یہ خدمت عبدالرؤف صاحب صدیقی متوطن سیوہارہ (ضلع بجنور) انجام دے رہے ہیں انکے اسسٹنٹ نہال حسن قادری بدایونی ہیں۔

۱۸۹۳ء سے تقریباً مبلغ بارہ ہزار روپیہ سالانہ نظام حیدرآباد جائداد موقوفہ کی آمدنی سے درگاہ کو بھیجتے ہیں۔ اس رقم کا حصہ متولی کے پاس رہتا ہے جو روزانہ ایک وقت کے لنگر[2] اور مصارف صندل[3] میں صرف کیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ دیوان صاحب کو ملتا ہے۔ تیسرا حصہ خدام درگاہ کو دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تین سو روپیہ (حالی[4]) متولی درگاہ کو بھی دیتے ہیں اور مبلغ بارہ سو روپیہ ماہوار درگاہ کے دارالعلوم معینیہ اسلامیہ کے مصارف کے لئے مبلغ چھ سو روپیہ ماہوار عثمانی دروازہ کے نقارخانہ کے مصارف کے لئے اور مبلغ پندرہ سو روپیہ سالانہ عرس کے موقعہ پر دیگ پکنے کے لئے دیتے ہیں مگر موجودہ دور میں ان رقومات کی آمدنی میں خلل واقع ہے[5]۔

۱؎ دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۹۸، ۹۹ ۲؎ دلیہ پکا کر مساکین اور اہلِ حاجت کو مفت تقسیم کیا جاتا ہے

۳؎ صندل روزانہ روضۂ منورہ پر پیش ہوتا ہے۔ ۴؎ حیدرآبادی سکہ

۵؎ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۹۸-۹۹ ودیگر کاغذات متعلقہ۔

دیوان صاحب رسم قدیم کے مطابق درگاہ شریف کے دیوان کا اولاد غریب نواز میں سے ہونا لازمی ہے۔ دیوان کے عہدہ سے متعلق جاگیر اور متصل درگاہ ایک بڑی حویلی ہے۔ جو دیوان ہوتا ہے وہ ان پر متصرف ہوتا ہے۔ محفل پنجشنبہ حضرت عثمان ہارونی قدس سرہٗ اور غریب نواز کے اعراس کی محافل سماع میں دیوان صاحب کے پہونچنے پر فاتحہ شروع ہوتی ہے۔ بعد فاتحہ قوالی شروع ہوتی ہے۔

متولی صاحب دفتر درگاہ کی نگرانی کرتے ہیں اور انتظام اوقاف بذریعہ عملہ درگاہ انجام دیتے ہیں۔ محافل کے موقعہ پر انعقاد محافل سماع کرتے ہیں۔ محافل میں انکے پہونچنے پر کلمہ خوانی شروع ہوجاتی ہے۔ محفل میں دیوان صاحب کے برابر بیٹھتے ہیں اور محفل کے تمام انتظامات انجام دیتے ہیں۔ محفل میں چوبداران کے ذریعہ احکام جاری کرتے رہتے ہیں۔

محفلِ سماع میں اگر کسی کو کیف ہوتا ہے تو وہی شعر پڑھوایا جاتا ہے جس پر کسی کو کیف ہوا اس درمیان میں اگر قوالوں کی چوکی بدلی جاتی ہے تو بدلی ہوئی چوکی بھی وہی شعر پڑھتی ہے جس پر کسی کو کیف ہو اگر بحالت کیف کوئی کھڑا ہو جاتا ہے تو چوبداران بآواز بلند اعلان کرتا ہے کہ تمام حاضرین کھڑے ہو جائیں۔

خدام صاحبان غریب نواز کے روضۂ منورہ کی زیارت کراتے ہیں۔ سلام کراتے ہیں۔ یہ حضرات وکیل درگاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ قریب قریب ہر بیرونی اور مقامی عقیدتمند کا وکیل ہوتا ہے ہر زائر اپنے وکیل کے ذریعہ گنبد شریف میں حاضری دیتا ہے۔ پھول، عطر، لوبان، اگر بتی اور موم بتی بھی انہی کے ذریعہ سے پیش ہوتی ہیں۔

صاحبِ مقدرت حضرات اکثر اپنے وکیل کے ذریعہ مساکین میں نقدی۔ کھانا۔ کمبل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ جہانگیری اور اکبری دیگ پکواتے ہیں۔ محافل میلاد شریف کرتے ہیں۔ چادریں پیش کرتے ہیں۔ سبیل اور حوض میں پانی بھرواتے ہیں۔ درگاہ میں تعمیرات کراتے ہیں اور بیش بہا چیزیں پیش کرتے ہیں۔ پردیسی زائرین عموماً انہی حضرات کے یہاں ٹھہرتے ہیں۔

(ج) مراسم قدیم کے تحت آداب آستانہ:۔

آداب اندرون درگاہ حدود درگاہ شریف میں داخل ہوتے وقت جوتہ اُتارنا لازمی ہے کوئی شخص جوتہ پہنکر حدود درگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ انگریزوں کو جوتہ پر پائتابہ پہنا دیا جاتا ہے کوئی شخص چھتری لگاکر ہار پھول پہنکر، جلتی ہوئی لالٹین لے کر داخل نہیں ہو سکتا۔ نوعمر مستورات کو برقعہ پہن کر آنا ضروری ہے۔ حدود درگاہ میں بیڑی۔ سگرٹ یا حقہ پینا۔ گالیاں بکنا غل وشور مچانا کسی اونچی جگہ پاؤں لٹکاکر بیٹھنا منع ہے۔

آداب احاطہ روبروبیگمی دالان اس احاطہ میں کسی کو جوتہ لیکر جانے کی اجازت نہیں ہے

آداب اندرون گنبد شریف واحاطہ نور ان مقامات پر بھی کسی کو جوتہ لیجانے کی اجازت نہیں ہے۔ ننگے سر اور نشہ کی حالت میں جانا منع ہے۔ نیز ایسا لباس پہنکر جانے کی بھی اجازت نہیں جس میں گھٹنوں کے اوپر کا جسم کھلا ہو۔ اندرون قبہ شریف باتیں کرنا۔ خرافات بکنا۔ تکرار کرنا ممنوع ہے۔ ان مقامات پر انگریزوں کے جانے کی ممانعت ہے۔ مستورات کا یہاں برقعہ پہن کر جانا مستحسن خیال کیا جاتا ہے۔

آداب محفل سماع محفل سماع میں ننگے سر یا نشہ کی حالت میں یا نیکر پہنکر یا گھونگھرو باندھ کر جانا ممنوع ہے۔ محفل میں پانی پینے کی ممانعت ہے۔ ملازمین درگاہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ بوقت خدمت محفل میں دستار باندھکر آئیں۔ دیوان صاحب اور متولی صاحب کے لئے ضروری ہے کہ وہ دستار پہنکر جوغہ پہنکر اور اس پر گیروے رنگ کی چادر اوڑھکر محفل میں آئیں۔ محفل میں دوزانو یا پالتی کی نشست ضروری ہے۔ اگر محفل برخاست ہونے کے وقت کوئی صاحب کیف میں ہوں تو قوالوں کے سامنے لوگوں کا حلقہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں سماع ہوتا رہتا ہے اور بیرون حلقہ فاتحہ وغیرہ کے مراسم ادا ہونے رہتے ہیں۔

حصّہ پنجم
تصرّفاتِ رُوحانی

آپکی کرامات عظیمہ

قریب قریب تمام بانیانِ مذاہب اور پاک ہستیوں سے مافوق العادات واقعات رونما ہوتے رہے ہیں مقدس مذہبی کتابیں اور پاک لوگوں کی سوانح اُس کے شاہد ہیں. باخبر حلقہ بخوبی جانتا ہے کہ عیسائیت کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں. یہودی مذہب کے موجد حضرت موسیٰ علیہ السلام. ملت ابراہیمی کے مبلغ اسلام کے روحِ رواں حضرت محمد رسول اللہ (صلعم) اور دوسرے بہت سے انبیاء علیہم السّلام سے معجزے ظہور میں آتے رہے ہیں. کرشن جی، رام چندر جی، گوتم بدھ جی، گورونانک جی. میگھ ناتھ جی اور زرطشت سے مافوق العادات واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں اور امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت غوث الاعظم اور دوسرے بہت سے اولیاء اللہ سے کرامتیں ظہور میں آئی ہیں. پس ان حالات میں کسی مذہب کے پیرو کو کرامت سے انکار کا کوئی موقع حاصل نہیں. البتہ بعض لامذہب حضرات عقلی دلائل سے کرامت کو سمجھنا چاہتے ہیں. اُن لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کرامت نام ہی اس چیز کا ہے جو عقل میں نہ آئے تاہم ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بعض معتبر لوگوں کے بیانات اور بعض چشم بینا کو نظر آنے والے مشاہدات پیش کئے ہیں جن سے وہ بآسانی کسی نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں.

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو انبیا کے معجزوں کا تو معترف ہے مگر غیر انبیاء یعنی اولیاء اللہ اور برگزیدہ حضرات کی کرامتوں سے منحرف ہے اور اس باب میں قرآن سے ثبوت چاہتا ہے. ایسے حضرات کے لئے غالباً یہ لکھنا کافی ہوگا کہ اگرچہ بی بی مریم نبی نہ تھیں مگر قرآن میں انکی کرامت کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے :-

"جب کبھی ذکریا اس (مریم) کے پاس حجرہ میں آتا تو اُس کے پاس کچھ کھانا پاتا"

ذکریا نے کہا:-

"اے مریم یہ کھانا تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ بولی: یہ اللہ کے پاس سے ہے"[1]

پس اسی طرح ہندوستان کے امام الاولیا حضرت خواجہ غریب نواز کی ذات اقدس سے بھی بزمانہ

---

[1] دیکھو سورہ آل عمران پارہ سوم رکوع ۳

حیات ظاہری اور بعد وفات بھی لافانی روحانی قوت کے زیر اثر بکثرت کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں جنکا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ آجتک لاکھوں اہلِ حاجت آپکے دریائے فیض سے مستفیض ہوتے ہیں۔ آپکے زمانۂ حیات ظاہری میں کئی ہزار کرامتوں کا آپ سے ظاہر ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:-

(الف) بزمانۂ حیات ظاہری:-

زیارتِ کعبہ حضرت قطب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آپ (غریب نواز) ہر سال اجمیر سے زیارتِ کعبہ کے لئے (بقوتِ روحانی) تشریف لے جاتے تھے۔ جب آپ کا کام کمالیت کو پہونچا تو آپ اپنے حجرہ میں (بھی) موجود ہوتے تھے لیکن جو حاجی حج کو جاتے تھے وہ آپ کو طواف کعبہ میں مشغول پاتے تھے۔ آخر معلوم ہوا کہ آپ ہر شب کعبہ میں موجود ہوتے ہیں اور ہنوز صبح نہیں ہوتی کہ واپس آکر نماز فجر اپنے جماعت خانہ میں ادا فرماتے ہیں[1]

مظلوم نوازی ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ "والیٔ شہر مجھے شہر سے باہر نکالنا چاہتا ہے"۔ حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا کہ "وہ اس وقت کہاں ہے؟" عرض کیا "شکار کھیلنے گیا ہے"۔ فرمایا "اس نے خطا کی اگر وہ زندہ سلامت آگیا تو بڑے تعجب کی بات ہوگی"۔ تھوڑی دیر میں سُنا گیا کہ وہاں کا والی گھوڑے سے گر کر مر گیا[2]

کرامت خضری ایک دن آپ مراقبہ میں تھے کہ عالم تنزیہ آپ کے جسد پر طاری ہوا اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ چالیس دن تک آپ کا جسد مبارک کسی کو نظر نہیں آیا بعد چالیس دن کے آپ نظر آئے۔

---

[1] (الف) ملفوظات خواجگان چشت صفحہ ۱۲۶ جلد فواید السالکین (ب) اس زمانہ کے ذرائع سفر کے پیش نظر ہر سال اجمیر شریف سے کہ معظمہ جانے اور واپس آنے کی مسافت (تقریباً پانچ ہزار میل) ایک سال میں بہ اسباب ظاہر طے کرنا ممکن نہیں بلکہ بقوت روحانی ایسا ممکن ہے (دیکھو نقشہ شکل (ج) ہمارے اس بیان کی تائید صاحب اقتباس الانوار و احسن السیر کے بیانات سے بھی ہوتا ہے۔ (دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۳۰ و اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۱-۱۳۲) (د) کہ معظمہ میں مؤلف کو بعض ایسے حضرات ملے جنھوں نے براہ خشکی یا پیادہ ہندوستان سے کہ تک کی مسافت ڈیڑھ یا سوا سال میں طے کی تھی۔ بعض براہ بیت المقدس دو سال میں کہ معظمہ پہونچے تھے۔

[2] دیکھو اسرار الاولیا صفحہ ۹۲ طبع کردہ فضل الدین جلن الدین لاہور [3] اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۲

کرامت عیسوی ایک شخص کو حاکمِ وقت نے بلاقصور پھانسی دی تھی۔ آپ وضو کرنے کے لئے بیٹھے تھے کہ اس کی ماں گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بیٹے کی بے قصوری ظاہر کرکے فریادرسی کی طالب ہوئی۔ پس آپ عصا لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک جماعت صوفیوں، خادموں اور اہلِ شہر کی آپ کے ہمراہ ہوئی۔ آپ مقتول کے قریب پہونچے اور عصا سے اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "اے مظلوم اگر تو بے گناہ قتل کیا گیا ہے تو خدا کے حکم سے زندہ ہو جا اور دار سے نیچے چلا آ"۔ بمجرد آپ کے اس ارشاد کے مقتول زندہ ہوگیا اور دار سے اُتر کر آپ کے قدموں پر سر رکھا اور اپنی ماں کے ساتھ اپنے گھر گیا۔[1]

کرامت خلیلی بغداد میں سات مجوسی ریاضت اور مجاہدہ میں بہت مشہور تھے۔ چھ چھ مہینے بعد صرف ایک لقمہ کھاتے تھے اس لئے مخلوق اُنکے کمال کی بہت معتقد تھی۔ ایک دن آپ کی نظرِ مبارک اُن پر پڑی تو اُن پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ بید کی طرح کانپنے لگے۔ اور آپ کے قدموں پر گر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ "آتش پرستی کیوں کرتے ہو۔ کیوں حق تعالیٰ کو نہیں پوجتے جو مقصد دلی حاصل ہو"۔ انھوں نے عرض کیا: "ہم اس لئے آتش پرستی کرتے ہیں کہ قیامت کے دن آگ ہمیں نہ جلائے"۔ آپ نے فرمایا کہ "آگ کی کیا مجال ہے جو بلا حکم خالق کچھ بھی کر سکے"۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی پاپوش آگ میں ڈالدی، جلنا تو درکنار اس میں داغ تک نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ صدقِ دل سے ایمان لائے اور آپ کی خدمت میں رہکر اولیائے کامل ہوئے۔[2]

شانِ غریب نوازی دمشق کی مسجد میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ اور شیخ احدالدین کرمانی ؒ سے کرامتوں کا ظہور ہونے کے بعد بفرمان مرشد حضرت خواجہ غریب نواز نے بھی ایک بھوکے کو جو شرم کی وجہ سے سوال نہیں کرتا تھا کرامتاً اپنی گدڑی میں سے چار روٹیاں نکال کر عطا فرمائیں اس پر خواجہ عارف ؒ نے کہا کہ جبتک درویش میں اتنی قوت نہ ہو اسے درویش نہ کہنا چاہیے۔[3]

۱۔ مسالک السالکین جلد دویم صفحہ ۲۸۵ ۲۔ مسالک السالکین جلد دویم صفحہ ۲۸۶

۳۔ دیکھو ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۲۹

ایک شخص نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت میں نے ایک وقت خواب دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز نے مجھے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں۔ اس وقت سے اس وقت تک جس کو ساٹھ سال کا عرصہ ہوا ہے وہ وظیفہ برابر بلا ناغہ پہونچتا رہا ہے۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ "وہ خواب نہ تھا بلکہ حق تعالیٰ کا کرم تھا کہ حضرت خواجہ نے تجھ پر مہربانی فرمائی تاکہ تو مبتلائے افلاس نہ ہو۔"[1]

کرامت سلیمانی اور مرید نوازی

ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سلطان شمس الدین التتمش کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے قلعہ شاہی کی سیر فرما رہے تھے اور بہت سے امراء و اراکین سلطنت بھی موجود تھے کہ اتنے میں ایک عورت بدکار دونے حاضر ہو کر بادشاہ سے فریاد کی کہ مجھ کو حضرت قطب صاحبؒ کا حمل حرام ہے۔ یہ سن کر بادشاہ اور تمام حاضرین پر عالم سکتہ کا ہو گیا اور حضرت قطب صاحبؒ کی یہ حالت ہوئی کہ مارے شرم کے عرق عرق ہو گئے۔ اور اسی حالت میں حضور غریب نواز کی طرف رجوع ہوئے۔ غریب نواز اس وقت اجمیر میں تشریف فرما تھے کہ یکایک بقوت کرامت وہاں آ پہونچے۔ اور عورت کے شکم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بچہ تو ہی بیان کر کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ سے گویا ہوا کہ یہ بالکل دروغ و اتہام ہے۔ حاسدوں اور مفسدوں نے یہ افترا پردازی کی ہے۔ یہ سن کر عورت بدکارہ نہایت نادم و پشیمان ہوئی۔[2]

غیب دانی

راجہ پتھورا کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے حضرت خواجہ کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا مگر آپ نے اوسے مرید نہیں کیا۔ اس نے یہ واقعہ پتھورا سے کہا پتھورا نے دریافت کرایا کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے جواب میں کہلایا کہ اس میں تین باتیں ایسی ہیں جو نہیں جا سکتیں۔ اوّل یہ کہ کثرت سے گناہ کرے گا۔ دوسرے تمہارا ملازم ہے۔ ہمارے یہاں اُسے کلاہ نہیں دی جاتی جو بیگانے کے آگے سر جھکائے۔ تیسرے لوحِ محفوظ میں میں نے دیکھا ہے کہ وہ بے ایمان مرے گا۔ جب پتھورا نے سُنا ناراض ہو کر کہنے لگا اس درویش

[1] دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۸۶

نے غیب کی باتیں کہی ہیں اس سے کہدو شہر سے چلا جائے۔ مگر آخر کار ہوا ایسا ہی کہ اُس شخص نے دریا میں گر کر خود کشی کر لی[1]۔

کراماتِ محمدی[2] جب ہنود کے مجمع نے آپ کو آنا ساگر کے کنارہ سے اُٹھانے کے لئے یورش کی تو آپ نے ایک مشت خاک اُٹھا کر اُس پر آیۃ الکرسی دم کر کے اُنکی طرف پھینکدی جس پر وہ خاک پڑی اُسکا جسم خشک ہوگیا اور حس و حرکت کی قوت جاتی رہی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ حواس باختہ ہو کر بھاگے اور راجہ کے مندر میں سادھو رام دیو کے پاس جمع ہوئے اور اس سے سب حالت بیان کی۔ سب حال سُن کر سادھو رام ایک کثیر تعداد ہنود کی ساتھ لے کر آپ کی طرف روانہ ہوا۔ ان میں بہت سے سحر و فنون جانتے تھے۔ (صاحب استدراج تھے) جب یہ لوگ نزدیک پہنچے اور آپ کا جمال باکمال دیکھا تو سب کے سب پاؤں رفتار سے اور زبان گفتار سے عاری ہوگئے اور سادھو رام مثل بید کے کانپنے لگا پھر اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور صدق دل سے اسلام لایا[3]۔

بعد ازاں اجیپال جوگی سے معرکہ پیش آیا۔ یہ اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کے ساتھ سحر و ساحری میں کامل تھے (صاحب استدراج تھے۔) آپ سے مقابل ہوا۔ آپ کی کرامت سے سب پانی آنا ساگر و بیلہ تالاب وغیرہ کا ایک پیالہ میں آگیا اور کل تالاب چشمے کنویں وغیرہ خشک ہوگئے یہانتک کہ عورتوں کے پستانوں میں اور چوپایوں کے تھنوں میں دودھ تک خشک ہوگیا مگر آپ کی نظرِ رحمت سے تمام چیزیں اپنی حالت پر آگئیں۔ آخر اجیپال جوگی نے بھی اسلام قبول کیا[4]۔

ازاں بعد اجیپال جوگی نے آپ سے درخواست کی کہ طالبانِ حق ریاضت و مجاہدہ سے جو رتبہ پر پہونچتے ہیں وہ بندہ کو بھی عطا فرمایئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نے مراقبہ فرمایا کچھ دیر بعد آنکھیں کھول کر اجیپال پر نظر ڈالی۔ اجیپال کی نظروں سے یہ عالم غائب ہوگیا اور اپنے آپ کو عالم باطن میں حضرت کی خدمت میں موجود پایا۔ دیکھا کہ آنحضرت کی روح نے آسمان اوّل کی طرف پرواز کی اجیپال کی روح بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلی۔ جب آسمان سے حضرت گذرتے تھے اجیپال پیچھے ہوتا تھا

---

[1] ترجمہ اسرار الاولیا صفحہ ۸۵ مطبوعہ انقلاب اسٹیم پریس لاہور۔

[2] ۳ [4] (الف) دیکھو مر اکمل السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۵ - ۱۳۱ (ب) مرموز تفصیلات سیر الاقطاب کے صفحہ ۱۲۰ - ۱۳۰ پر ہیں۔

اور کہتا تھا کہ حضور مجھے اپنے ساتھ رکھیں چھوڑیں نہیں. جب حضرت اس پر توجہ فرماتے غیب سے آواز آتی "اے فرشتو معین الدین کی دوستی کی وجہ سے اجیپال سے تعرض نہ کرو" اجیپال نے دیکھا کہ ملائکہ آپ کی روح کی تعظیم کرتے ہیں. غریب نواز نے اجیپال سے فرمایا کہ "اس سے بھی آگے راستہ ہے مگر ابھی تم میں اس کی استعداد نہیں ہے"[۱]

(ب) بعد وفات زمانہ سابق کی کرامتیں:-

خبر صادق دینا ۹۲۲ھ میں جب شیخ احمد نارنولوی کی عمر شریف نوے سال کی ہوئی تو خواجہ معین الدین کی طرف سے اطلاع ملی کہ اس شہر میں ایک آفت آنے والی ہے لہذا آپ اپنے مریدوں کا گروہ ساتھ لے کر رانا سانگا کے حادثہ سے سات روز پیشتر نارنول میں جا پہونچے[۲]

شانِ دستگیری "ضیا المکتوب" میں ہے کہ ایک زمیندار ذی مقدور و متمول صاحب اسناد و جائداد و آراضی کے ہندوستان میں تھے. انکی آراضیات سرکار انگریزی میں ضبط ہو گئیں تھیں. تمام کوششیں بے سود اور تمام تدابیر بیکار ہو چکی تھیں. حرماں نصیبی نے مایوس کر کے اونھیں آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ رحمتہ پر پہونچا دیا. عرصہ دراز تک عیش و عشرت میں گذر ہو چکی تھی. مزاج نازک تھا مگر ہمت مستقل تھی یہ سمجھ کر کہ غریب نواز کی بندہ نوازی مشہور ہے کوئی محروم جاتا ہی نہیں ہے. خواجہ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر یہ عہد واثق کر لیا کہ جب تک تمام آراضیات اور کل جائداد نہ ملجائے گی نہ اس پاک در سے جدا ہونگا اور نہ کچھ کھانے پینے سے تعلق رکھونگا یہ کہکر بارگاہ قدس منزل میں مچل گئے. تین روز تک بے آب و دانہ باب اجابت پر کھڑے کھڑے گذار دیے عشاق کے ناز بردار خدام کے حاجت روا سرکار بندہ نواز نے اس مچلے ہوئے آرزومند کو اپنی دھن کا پکا بات کا پورا پاکر بے نقاب اپنے جمال کی ایک جھلک دکھادی اور اپنی شان غریب نوازی سے دریافت فرمایا کہ "کیا چاہتا ہے؟" ان حضرت نے وہی جواب دیا جو دل کی خواہش تھی عرض کیا

---

[۱] الف، دیکھو مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۳۷۹ و سیر الاقطاب صفحہ ۱۳۵-۳۱ (ب) مزید تفصیلات سیر الاقطاب کے صفحہ ۱۲۵-۱۳۱ پر ہیں

[۲] دیکھو گلزار ابرار صفحہ ۲۲۳

کہ "اراضیات وجائداد کا خواستگار ہوں"۔ ارشاد ہوا جا جو زبان سے کہے گا وہ پورا ہوگا"۔ اس بخشش بیکراں نے ان زمیندار صاحب کو مستجاب الدعوات بنادیا۔ عالم ملکوت اور لوحِ محفوظ کا انکشاف ہوگیا۔ ظرف اُن کا اتنا وسیع نہ تھا کہ اس دولت گراں بار کا متحمل ہوسکتا۔ فوراً مجذوب ہوگئے صحرانوردی اور بادیہ پیمائی اختیار کی۔ اِدھر مولوی فضل رسول صاحبؒ، صاحبِ ضیاالمکتوب کے پیرو مرشد عالم جذبیت میں دشت نوردی کو اپنا شعار کئے ہوئے تھے۔ کسی صحرا میں دونوں بزرگ ملاقاتی ہوئے بقول شخصے "خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"۔ لطف یکجائی و ہم مشربی نے صحبت بے تکلف کردی۔ ان زمیندار صاحب نے جو خواجہ کی چشم کرم سے مالامال ہوچکے تھے فرمایا کہ مولوی آپکو میں ایک اسم اعظم بتاتا ہوں جو ہمیشہ کشود کار کے لئے اکسیر کا کام دیگا اس کو آپ یاد رکھیں اور جس کو چاہیں اجازت دیں وہ اسم اعظم یہ ہے:۔

"الٰہی بحرمت خواجہ معین الدین چشتیؒ مشکل کشا"۔ اس کے بعد صاحب ضیاالمکتوب نواب مولانا ضیاالدین خانصاحب فرماتے ہیں کہ اس اسم اعظم کی اجازت حضرت پیرو مرشد نے اکثر اکابر کو عطا فرمائی اور مجھے بھی کرمِ خاص عطا کی"[۱]

کرامت نداکردن

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کے روضہ میں معتکف رہا۔ عرفہ کی ایک رات روضۂ متبرکہ کے نزدیک نماز ادا کی اور وہیں کلام اللہ پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑی رات گذری تھی کہ میں نے پندرہ سپارے ختم کرلئے۔ سورۂ کہف یا سورۂ مریم میں ایک حرف مجھ سے ترک ہوگیا حضرت مخدوم کے روضہ سے آواز آئی کہ یہ حرف چھوڑ گئے اسے پڑھو۔ دوبارہ آواز آئی عمدہ پڑھتا ہے۔ خلف الرشید ایسا ہی کیا کرتے ہیں"[۲]

جب میں قرآن پڑھ چکا تو حضرت خواجہ کے پائینتی سر رکھدیا اور رو کر مناجات کی کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کس گروہ سے ہوں۔ یہی فکر تھی کہ روضۂ اطہر سے آواز آئی کہ "مولانا جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے"۔ پھر حضرت خواجہ کے قدموں کی طرف سر رکھدیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک میں اس گروہ میں سے ہوں جیسا کہ فرمایا تھا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے بہت سی نعمت حاصل کرکے واپس چلا آیا۔[۳]

[۱] دیکھو اکمل التاریخ مولفہ مولوی محمد یعقوب ضیا بدایونی جلد دوم صفحہ ۹۰ ۹۱ [۲] ترجمہ راحت القلوب صفحہ ۵۳

مشہور ہے کہ علم ظاہر کا دلدادہ عالمگیر جب اجمیر پہونچا تو اُس نے دل میں خیال کیا کہ میں شرع شریف کے مطابق حضرت خواجہ کی خدمت میں سلام پیش کروں گا اگر اس کا جواب نہ آیا جو مسنون ہے تو میں درگاہ شریف کو شہید کرا دونگا۔ پس وہ با ایں ارادہ دربار غریب نواز میں حاضر ہوا اور بہ آواز بلند اُس نے سلام مسنون پیش کیا۔ روضہ منورہ سے جواب آیا۔ وعلیکم السّلام عالمگیر جمتی۔ عالمگیر اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور اس کو حضرت خواجہ کی روحانی بزرگی تسلیم کرنی پڑی۔

شکار میں استعانت ایک مرتبہ شکار میں ایک نیل گاؤ کے پیچھے جہانگیر تین کوس پیدل گیا مگر وہ شکار نہ ہوئی آخر اُس نے نذر مانی کہ اگر اسے شکار کر لوں گا تو حضرت خواجہ معین الدینؒ کی روح کے لئے اس کا گوشت پکا کر فقراء کو کھانا کھلاؤنگا۔ چنانچہ نیل گاؤ رک گئی جہانگیر نے اُسکو شکار کر لیا اور حلال کرا کر اسکا گوشت درویشوں اور بھوکوں کو کھلایا۔[1]

اس واقعہ کے دو تین[2] دن بعد پھر ایک نیل گاؤ نظر آئی۔ جہانگیر نے ہر چند فکر کی کہ یہ کسی مقام پر ٹھہرے اور میں بندوق ماروں لیکن ایسا کوئی موقعہ ہاتھ نہ آیا اور اسکے پیچھے شام تک کاندھے پر بندوق (تفنگ) لئے پھرتا رہا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ناامید ہو کر جہانگیر کی زبان پر فوراً آیا کہ اے خواجہ یہ نیل گاؤ بھی آپ کی نظر ہے۔" یہ کہتے ہی وہ بیٹھ گئی۔ اُس نے بندوق چلا کر اس کو شکار کر لیا اور فقیروں کو کھلائے جانیکا حکم دیدیا۔[2]"

(ج) دَورِ حاضرہ کی کرامتیں :-

اکرم علی خانصاحب اکبر آبادی کا بیان "غریب نواز کے عرس کے دن تھے میں اور والد مرحوم درگاہ شریف میں حاضر تھے ایک گجرات کے درویش آئے اور آہ بھر کر میرے سینہ کی طرف پھونکدیا اسی وقت مجھ پر اسقدر وارفتگی طاری ہوئی کہ کپڑے پھاڑ کر دیوانہ وار درگاہ میں دوڑنا شروع کر دیا۔ والد ازحد پریشان ہوئے۔ اپنے وکیل درگاہ سید وزیر علی صاحب کے توسل سے مجھے اندر تبہ شریف میں بھیجا گیا۔ جب وقت روضہ مبارک کی چادر شریف میرے سر پر ڈالی گئی۔ سینہ کی آگ ٹھنڈک سے بدل گئی اور غنودگی طاری ہو گئی۔ دیکھتا ہوں کہ دربار غریب نواز میں حاضر ہوں۔ آپ کے ہر دو جانب بزرگان دین اپنے اپنے مقام پر خاموش استادہ ہیں۔ درمیان میں غریب نواز تخت پر رونق افروز ہیں۔ بذریعہ چوبدار مجھ سے دریافت کیا گیا کہ اسی حالت میں رہنا چاہتا ہے یا سابقہ حالت میں۔ میں نے چوبدار سے کہا کہ پہلی حالت چاہتا ہوں۔ اتنے میں وکیل درگاہ نے چادر ہٹا کر مجھے اُٹھا لیا اور وہ وارفتگی دُور ہو گئی۔"

---

[1][2] دیکھو تزک جہانگیری مطبوعہ غازی پور صفحہ ۹۲،۹۱

سعیدہ خاتون زوجہ مؤلف کا بیان "ایک مرتبہ میرے بھائی کی بچی کی طبیعت بہت خراب ہوئی. کئی دن کھائے گذر گئے کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی یہانتک کہ پانی کا ایک قطرہ تک پیٹ میں نہیں ٹھہرتا تھا. ایک شب جب اور بھی زیادہ طبیعت خراب ہوئی تو میں درگاہ شریف میں بحالت اضطراب دُعا مانگنے گئی. درگاہ شریف میں داخل ہوئی تو ایک شخص کو بآواز بلند یہ آیۃ پڑھتے ہوئے سُنا "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" اس آیۃ کے سُننے سے مجھے تسکین قلبی ہوگئی چنانچہ جب دُعا مانگ کر مکان واپس آئی تو بچی کے مرض میں افاقہ پایا اور بفضلہ تعالیٰ وہ چند روز میں شفایاب ہوگئی"۔

عبدالغفور صاحب جمیری کا بیان ایک دن ایک غریب لوطن کے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا. اس غریب کو شام کے وقت چائے پینے کی عادت تھی مگر بے پیسے چائے کیسے آتی. بالآخر بلا چائے رات کے بارہ بج گئے میں اپنے گھر سو رہا تھا سوتے میں آواز آئی کہ فلاں شخص (غریب لوطن) کے جو کتابوں کے پیسے تمہارے پاس ہیں وہ ابھی اُسے دیکر آؤ. چنانچہ پیسے لیکر میں پہونچا تو مندرجہ بالا تمام ماجرا علم میں آیا"۔

محسن اللہ خانصاحب بجنوری ساکن رامپور کا بیان میں ایک ریاست میں اعلیٰ عہدہ پر مامور تھا مگر وہاں سے ایکدم اپنی کوٹھی اور سب سامان چھوڑ کر چلنا پڑا. نان شبینہ تک کو محتاج تھا. اپنے ایک وفادار ماتحت چپراسی کی مدد سے بہزار خرابی دربار غریب نواز میں پہونچکر التجا کی اور چند ہی دن میں میرا ایک دوسرے مقام پر عمدہ جگہ تقرر ہوگیا"۔

بیگم محسن اللہ خانصاحب کا بیان میرے شوہر کو ڈاکٹروں نے دِق تجویز کی یہ سن کر مجھے انتہائی صدمہ ہوا، اور تو کیا کرسکتی تھی مگر میں نے حضور غریب نواز سے معاملہ کو رجوع کرکے منت مانی کہ اگر میرا شوہر صحتیاب ہوجائیگا تو چادر شریف پیش کرونگی. چنانچہ جب ڈاکٹروں نے صحتیابی کا مژدہ سنایا تو میں نے چادرِ گل پیش کرنے کا شرف حاصل کیا"۔

نواب نظیر بیگم صاحبہ دھولپوری کا بیان ایک مرتبہ میں بے انتہا بیمار ہوگئی. علالت کی وجہ سے دو عورتوں کے سہارے سے درگاہ شریف میں حاضر ہوئی. جالیوں میں بیٹھی اپنی صحت کے لئے دعا مانگ رہی تھی کہ ایک خنکی اپنے جسم سے مس ہوتی ہوئی معلوم ہوئی. مجھ میں توانائی اور تندرستی پیدا ہوتی جاتی تھی تھوڑی دیر میں مرض کا اثر بالکل زائل ہوگیا اور میں بلا کسی کے سہارے اپنے گھر آگئی۔

نواب خواجہ محمد خانصاحب مرحوم دھولپوری کا بیان ایک مرتبہ رانا صاحب دھولپور سے

بیری شکر رنجی ہوگئی۔ کبیدہ خاطر ہو کر اجمیر چلا آیا۔ دربار غریب نواز میں دعا مانگی کہ صفائی ہوجائے مگر جبتک رانا صاحب خود نہ بلائینگے نہ جاؤں گا۔ سید احمد علی شاہ صاحب سے اس کا تذکرہ ہوا فرمانے لگے غریب نواز کا حکم ہوگیا ہے۔ کل تمہارے پاس بلانے کا تار آجائیگا۔ چنانچہ دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔"

ایک مرتبہ میں آپ کے روضہ کا طواف کر رہا تھا خطرہ گذرا کہ غریب نواز کے وصال کو سات صدیاں گذر گئیں اب یہاں بجز مٹی اور کیا باقی ہوگا۔ جب میں بیگمی دالان کے سامنے آیا اور مزار شریف کے کٹہرہ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ روئے مبارک مثل آفتاب کے درخشاں ہے اور نور کی شعاعیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں میں اپنے خیال سے نادم ہوا اور توبہ کی۔"

اہلیہ کرم علی خانصاحب اکبرآبادی کا بیان ایک مرتبہ مجھے اجمیر میں شدید ذات الجنب (نمونیا) ہوا۔ کئی دن تک حالت خراب رہی۔ آخر ایک دن نبضیں ساقط ہوگئیں۔ مستورات نے گریہ شروع کر دیا اور دربار غریب نواز میں رجوع کیا۔ آخر وہاں کے ایک غلام نے کہا مردہ نہیں ہے۔ غشی طاری ہے۔ غریب نواز کے کرم سے اچھی ہوجائیگی۔ چنانچہ بفضل تعالیٰ کچھ دیر بعد ہوش آگیا حالت سنبھل گئی ابتک بقید حیات ہوں۔"

مؤلف کا بیان "جون ۱۹۱۱ء میں اپنے بھائیوں کے ساتھ اجمیر حاضر ہوکر دربار غریب نواز میں دعا مانگی کہ مدینہ منورہ حاضری ہوجائے۔ باسباب ظاہر مدینہ منورہ جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ طالب علمی کا زمانہ سترہ سال کی عمر۔ اس سال والدین کے انتقال کی وجہ سے بے سروسامانی کا عالم۔ کسی طرح عقلاً جانا سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر غریب نواز کے اکرام نے دستگیری کی اور دو مہینہ بعد ہی زیارتِ حرمین شریفین کیلئے روانگی ہوگئی۔ دسمبر میں واپسی ہوئی۔"

ان بیانات کے علاوہ تقریباً ایک سو بیانات اسی قسم کے اور مولف سے بیان کئے گئے اگر اور زیادہ جستجو کی جاتی تو شاید ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد تک نوبت پہونچتی اور ایک ضخیم کتاب مرتب ہوجاتی مگر بہ نظر اختصار مندرجہ بالا بیانات پر اکتفا کیا۔

آپکی کرامات عظیمہ بالمشاہدہ:-

ہرچند اس طبقہ کے نزدیک کرامت کا نام لینا مضحکہ خیز ہے جو عقل میں نہ آنے کی وجہ سے کرامت کو باور نہیں کرتا۔ تاہم ہم ایسے حضرات کو مسمریزم، ہپناٹزم، مداری اور نٹوں کے بعض ان تماشوں کیطرف

متوجہ کرتے ہیں جو کسی طرح عقل میں نہیں آتے مگر مادی آنکھیں اُنکے مشاہدے کی شاہد ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ سے کرامتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں مگر یہ مداری کا تماشہ نہیں بلکہ بقوت روحانی پاکیزگی کے ساتھ مافوق العادات کا ظہور ہے۔

سات سو برس کے بعد آج بھی حضرت خواجہ کی بالمشاہدہ بعض وہ کرامتیں نظر آتی ہیں جو چشم بینا کے لئے درسِ معرفت ہیں تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

کرامت اوّل بالمشاہدہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مادی بادشاہ اگرچہ اسکے پاس فوج، حکومت، خزانہ قوت، سامانِ جنگ اور دیگر معقول ذرائع بھی موجود ہوتے ہیں مگر وہ صرف ملک فتح کرلیتا ہے اور اللہ کی مخلوق پر اُس کی مرضی کے خلاف اپنی قوت اپنی فوج اور اپنی تلوار کے ذریعہ بالجبر حکومت کرتا ہے۔ یہ حکومت صرف اس کی مادی قوت اور زندگی تک محدود رہتی ہے۔ اس کے مرجانے کے بعد اس کی حکومت کا طلسم درہم برہم ہوجاتا ہے پھر کوئی نہیں پوچھتا کون بادشاہ تھا اور کدھر گیا نہ وہ باقی رہتا ہے اور نہ اسکی حکومت۔

مگر جب ہم تاریخ ہند کی ورق گردانی کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک خدا کا برگزیدہ بندہ آج سے سات سو برس قبل ہندوستان آتا ہے نہ اس کے پاس فوج ہوتی ہے نہ خزانہ نہ وہ کہیں کا مادی بادشاہ ہوتا ہے بلکہ وہ پیوند لگے کپڑے پہنتا ہے۔ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر تناول کرتا ہے۔ اس کے ساتھ صرف چالیس اللہ اللہ کرنے والے تسبیح کش خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں جنکے پاس نہ کوئی توپ ہوتی ہے نہ کوئی تلوار۔ البتہ اخلاق، شفقت، محبت، ہمدردی اور حقانیت کے خزانے ہوتے ہیں جن سے وہ ملک پر نہیں بلکہ صاحب ملک پر بھی فتح پاتا ہے یعنی شاہوں کی طرح صرف ملک اور اہلِ ملک پر نہیں بلکہ سلاطین اور انکے محکومین کے قلب پر حکمرانی کرتا ہے۔

روحانی سلطان الہند کے دربار میں کبھی شہاب الدین غوری استعانت باطنی حاصل کرکے ممنونِ کرم نظر آتا ہے تو کبھی سلطان شمس الدین التمش خلوص و رواداری، حق شناسی کی تعلیم کا خزانہ پاکر رہینِ منت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ یہ چیزیں حیات ظاہری تک نہیں بلکہ بعد وفات بھی اسی طرح نظر آتی ہیں جس طرح حیات ظاہری میں اکبر جیسا جلیل القدر بادشاہ اپنی سعادت سمجھ کر دربارِ خواجہ میں پاپیادہ حاضر ہوتا ہے۔ جہانگیر سردربار دُرِ غلامی پہن کر خواجہ کا حلقہ بگوش بن جاتا ہے کیا یہ ایسی کھلی ہوئی کرامت نہیں جو آسانی سے سمجھ میں

آجائے اور اس نتیجہ پر پہونچانے میں مدد دے سکے کہ دنیاوی بادشاہ سے زیادہ اگرچہ کوئی دنیاوی قوت نہیں ہے مگر جو قوت دنیاوی حاکم تک کو مسخر کرلے وہ ضرور کوئی ایسی قوت ہے جو دنیاوی قوتوں میں کہیں نظر نہیں آتی یقیناً وہ قوت روحانی قوت ہے (مؤلف)

کرامات دویم بالمشاہدہ علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک لکھ پتی مرجاتا ہے اور لڑکا چھوڑتا ہے جو اسکے نطفہ سے ہوتا ہے. باپ کے صدقہ میں لاکھوں روپیہ جائداد اُسے ملتے ہیں. بڑا سعادت مند ہوا تو باپ کا تیجہ دسواں اور چہلم کر دیا. قبر کی بنوادی بعد ازاں وہ نہیں جانتا باپ کون تھا کدھر گیا. مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باپ سے زیادہ ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کی وفات کو اگرچہ سات سو برس سے زیادہ گذر گئے مگر آج بھی اسکا رشتۂ محبت اور مشفقانہ اکرام و مربیانہ انعام ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم سالانہ، ہفتہ وار بلکہ روزانہ اسکے روضہ پر حاضر ہوں سفر دور و دراز کی صعوبتیں برداشت کریں روپیہ خرچ کریں اور طرح طرح کی تکالیف اُٹھائیں مگر دربارِ خواجہ میں وقت پر پہونچ جائیں.

کرامت سویم بالمشاہدہ کون نہیں جانتا کہ دنیا میں اہل دنیا کو دولت دنیا بڑی عزیز ہوتی ہے. ایک پیسہ کہیں گر جائے تو اس کی تلاش میں انسان سرگرداں ہو جاتا ہے. یہاں تک کہ نالی میں گرے ہوئے پیسے تک کو دھو کر جیب میں رکھ لیتا ہے باوجود اسکے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی پوشیدہ قوت ہے جو ایسی عزیز چیز بھی دربارِ خواجہ میں بے دریغ خرچ کرا دیتی ہے. بادشاہ شاہجہاں لاکھوں روپیہ خرچ کرکے یہاں سنگ مرمر کی مسجد تعمیر کراتا ہے. اکبر بادشاہ اپنی طرف سے زر کثیر خرچ کرکے ایک وسیع عالیشان مسجد بنواتا ہے. فرخ سیر ہزاروں روپیہ کی مواضعات وقف کرکے بطور نذر درگاہ میں پیش کرتا ہے. نظام حیدرآباد دکن بیش بہا دروازہ تیار کرا کے پیش کرتے ہیں. معین الدولہ زر کثیر خرچ کرکے سماع خانہ تیار کراتے ہیں وغیرہ وغیرہ.

بس معلوم ہوا کہ مابین خواجہ اور مخلوق کوئی روحانی خفیہ رشتہ اب بھی ایسا ہے جو زر جیسی عزیز ترین شے بھی خواجہ کے قدموں پر قربان کرنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے. اسے روحانی قوت یا کرامت نہ کہیے گا تو اور کیا فرمایے گا؟ یقیناً یہی وہ غریب نواز کی کرامات جاریہ ہیں جو چشم بینا کو آج بھی نظر آرہی ہیں اور ہمارے تنزلزل اور وہم و خطرات باطل کا زبان حال سے جواب دے رہی ہیں (مؤلف)

کرامت چہارم بالمشاہدہ تاریخی بادشاہوں کے دروازوں پر سب اہلِ دنیا سرِ نیاز جھکا کر ہاتھ پھیلایا کرتے ہیں مگر بادشاہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دربار خواجہ میں

شاہانِ جلیل القدر و الوالعزم عاجزانہ و نیاز مندانہ طور پر حاضری دیتے ہیں اور دامن پھیلائے نظر آتے ہیں. شاہوں کی یہ جبیں سائی صرف آپ کی حیات ظاہری میں ختم نہیں ہوئی بلکہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے حسنِ معنوی کی کشش بدستور نظر آتی ہے. سیکڑوں برس کے بعد بھی ہندوستان کے امیر غریب کی جھولیاں بھرنے والا اکبر بادشاہ خود دربار خواجہ میں سائل بن کر آتا ہے. جہانگیر صحت کی بھیک مانگتا ہے، دُرِ غلامی پہنتا ہے کیا ان بادشاہوں کا آپ کے در پر گدائی کرنا چشمِ بینا کے لئے بالمشاہدہ کرامت نہیں ہے.

کرامت پنجم بالمشاہدہ دنیاوی عیش و آرام، جائداد و مکان. وطن، دولت، ثروت، حکومت حشمت، عزیز و اقربا، دوست و احباب سب کو عزیز ہوا کرتے ہیں کوئی اُن کی مفارقت بخوشی گوارا نہیں کرتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسقدر عزیز چیزیں چھوڑ کر بھی لوگ یہاں بخوشی چلے آتے ہیں اور وطن سے دور حکومت و دولت سے کنارہ کش ہو کر اجمیر کی غریبانہ زندگی کو ترجیح دیتے ہیں. وطن کے حامیوں کو چھوڑ کر یہاں بظاہر بے یار و مددگار درِ خواجہ پر بہت مطمئن نظر آتے ہیں. حضور غریب نواز کی اس افضل ترین جاذبیت اور اعلیٰ ترین کشش اور انتہائے کرامت کے ثبوت میں آج بھی سیکڑوں صاحبِ ثروت اہلِ دل اجمیر کی گلیوں میں گدائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور صاحبِ بصیرت اُن سے سبق لیتے ہیں.

کرامت ششم بالمشاہدہ انقلاباتِ زمانہ سے عزیز و اقربا بچھڑ جاتے ہیں. دوست و احباب دُور ہو جاتے ہیں. ایک جد کی اولاد بُعد مقامی اور زمانی کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتی تک نہیں سلاطین زمانہ برباد ہو کر کاسہ گدائی لئے نظر آتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے روحانی بادشاہ کی وہی شان ہے جو آج سے سات سو سال پہلے تھی بلکہ بمصداق خوبیٔ تو بہر زماں بیشتر از بیشتر آپ کی درگاہ میں پہلے سے زیادہ لوازمات شاہی نظر آتے ہیں.

حصّہ ششم
اجمیر

شہر اجمیر کی ابتدا، تبدیلیاں اور ترقی کا اجمالی حال

اجمیر بسانے کے متعلق مورخین کے بیانات مختلف ہیں۔ صاحب احسن السیر[1] اور مسٹر ہربلاس سارڈا[2] کے بیانات کے مطابق شہر اجمیر چوہان راجہ اجیپال (آن راج) نے بسایا تھا مگر پرتھوی راج وجے کے بیان کے مطابق راجہ سومور (ارنوراج کے تیسرے بیٹے) نے اپنے نام پر ایک شہر بسایا تھا۔ ڈاکٹر بہلر[3] نے اجادیو کو بانی شہر اجمیر لکھا ہے اور اسی راجہ کو پنڈت گوری شنکر[4] نے بھی بانی اجمیر بتایا ہے اور اس کا زمانہ تقریباً سنہ ۱۱۱۰ء کا بیان کیا گیا ہے مگر پرتھوی راج وجے میں بھی لکھا ہے سومیشور ولد ارنوراج (اناجی) نے ایک شہر بسایا تھا۔ جہاں اس کے بڑے بھائی وگراج نے محلات تعمیر کرائے۔ سومیشور (سومیدیو) کا زمانہ بقول کتاب اجمیر[5] صفحہ ۲۹ سنہ ۱۱۷۰ء لغایت سنہ ۱۱۷۷ء ہے اور وگراج کا زمانہ تقریباً سنہ ۱۱۵۳ء لغایت سنہ ۱۱۶۳ء ہے۔

چونکہ سنہ ۱۱۰۰ء سے پہلے اجمیر میں محمود غزنوی وغیرہ سے لڑائیاں ہونا اور محمود غزنوی کا اجمیر میں اپنا صوبہ دار مقرر کرنا تواریخ سے ثابت[6] ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک اجمیر کا بانی اول راجہ اجیپال ہے اور بعد الذکر راجگان نے اپنے زمانوں میں جبکہ شہر زمانہ کے انقلابات سے ویران ہوگیا یا وہاں دارالسلطنت کچھ عرصہ تک نہ رہا تو اس کی تجدید کی اس وجہ سے بعض نے غلطی سے انہیں بانی اول تصور کرلیا

پہلے یہ شہر اجیپال کی نال (وادی) میں راجہ اجیپال نے آباد کیا تھا (یہ مقام موجودہ شہر اجمیر سے بجانب گوشہ جنوب مغرب تقریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے) اجمیر اسی شہر کا نام تھا بعد ازاں آبادی چشمہ (نور چشمہ) میں آگئی مگر حضرت خواجہ بزرگ کی تشریف آوری کے بعد (آخر زمانہ پانچویں صدی ہجری مطابق بارھویں صدی عیسوی) سے اس کی آبادی مشرق کی جانب بڑھتی گئی اور جنوب و مغرب کی جانب کم ہوتی گئی اور اکبر بادشاہ کے زمانہ سے روز بروز مشرق کی جانب آبادی میں ترقی ہوتی گئی۔[7]
اجے دیو کے بیٹے اناجی یا ارنوراج (سنہ ۱۱۳۰ء لغایت سنہ ۱۱۵۰ء) نے تالاب اناساگر بنوایا۔

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۵ [2] دیکھو کتاب اجمیر از ہربلاس سارڈا صفحہ ۲۷-۲۸-۳۴ [3] دیکھو امپیریل گزیٹیر راجپوتانہ جلد ۲۲ صفحہ ۹۲-۱۹۳
[4] دیکھو رسالہ ہسٹری گجرات آف اجمیر از پنڈت گوری شنکر [5] دیکھو کتاب اجمیر [6] دیکھو کتاب بقا ... [7] دیکھو احسن السیر صفحہ ۶

بعد ازاں اناجی کے لڑکے بیسلدیو چہارم (۱۱۵۳ء لغایۃ ۱۱۶۳ء) نے ویسل ساگر (بیسلہ) بنوایا۔
(اس کی تفصیل آگے آئیگی) اسکے گرد محلات اور مندر بھی تعمیر کرائے نیز اجمیر میں ایک مدرسہ کی عمارت
بھی تعمیر کرائی۔ اس زمانہ میں اجمیر تمام ہندوستان (درمیان ہمالیہ و بندھیاچل) کا دارالسلطنت تھا[۱]
ویسلدیو چہارم نے اجمیر سے مسلمانوں کو نکال دیا اور اپنے ولیعہد کو وصیت کی کہ مسلمانوں کو
دریائے اٹک سے پار نکال دینا[۲]

سلطان شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ء یا ۱۱۹۳ء میں پرتھوی راج کو شکست دینے
کے بعد اجمیر لیا۔ تاج المآثر کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں اجمیر کے باغات ایسے شاداب اور پُر فضا
تھے کہ معلوم ہوتا تھا یہ خطہ جنت کا خطہ ہے۔ نسیم سحر خوشبو سے مہکا دیتی تھی خاکِ اجمیر سے مشک کی
خوشبو آتی تھی۔ اجمیر کے چشمے صاف اور میٹھے پانی سے لبریز تھے۔ شہر اور بیرون شہر نہایت خوبصورتی کے
حامل تھے۔ صبح کی ہوا گلاب کے پھولوں سے بسی ہوئی آتی تھی۔

سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے مختصر قیام کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی یہ مسجد
آجکل ڈھائی دن کا جھونپڑا یا جامع التمش کہلاتی ہے شمس الدین التمش (۱۲۱۱ء لغایۃ
۱۲۳۶ء) نے اس مسجد میں اضافہ کیا[۳]۔ تفصیلات آگے درج ہیں۔

سلطان محمود خلجی (المعروف بہ سلطان مانڈو) نے گجادھر قلعہ دار کو لڑائی میں قتل کرکے
اجمیر فتح کر لیا بعد فتح ۱۴۶۳ء میں حضرت خواجہ کے مزار اقدس کے سرہانے کی جانب ایک مسجد (مسجد
صندل خانہ) اور درگاہ کا بلند دروازہ تعمیر کرایا[۴]۔ تفصیل عمارات درگاہ میں ہے۔

سلطان غیاث الدین خلجی نے تقریباً ۱۴۷۰ء میں حضرت خواجہ کے مزار اقدس پر اپنی
دولت سے عمارات تیار کرانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے صوبہ دار ملو خاں (صوبہ دار اجمیر) نے اپنے
نام کی نسبت سے دو باوڑیاں از نام ملوسر (جو آجکل بڑے اور چھوٹے ملوسر کے نام سے مشہور ہیں)
تعمیر کرائیں اور تارا گڈھ والے پہاڑ کے شرقی دامن میں ایک باغ نصب کرایا[۶] مزید تفصیل آگے آئیگی۔

---

۱ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۳۸ ۲ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۲۴۲ ۳ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۳۸-۳۹
۵ دیکھو احسن السیر صفحہ ۳۸-۳۹ و معین الارواح صفحہ ۲۸۲-۲۸۳ ۶ دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۵ و کتاب اجمیر صفحہ ۳۹

رائے مالدیو حاکم مارواڑ نے چشمہ حافظ جمال سے تاراگڈھ پر پانی پہونچانے کے لئے ۱۵۳۵ء میں کار تعمیر شروع کیا جو نا تمام رہا۔ بعد ازاں

۱۵۴۰ء ۔ ۱۵۴۵ء

شیر شاہ سوری نے نا مکمل تعمیر کو ۱۵۴۳ء میں مکمل کیا[۱]۔ یہ مقام سوت برج کہلاتا ہے۔ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

۱۵۵۶ء ۔ ۱۶۰۵ء

اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۰ء میں شہر اجمیر کے گرد چہار دیواری بننے کا حکم صادر فرمایا اور امراء کو بھی عالیشان عمارتیں بنانے کا حکم دیا۔ سب نے تعمیل کی اور اقبال و شکوہ کی شہ نشینوں میں بیٹھے۔ بادشاہ نے اپنے لئے بھی محل (جو آجکل میگزین کہلاتا ہے) تعمیر کرایا[۲]۔ تفصیلات آگے آئینگیں۔

اکبر نے خاص بازار (جسکی تفصیل آگے درج ہے) تعمیر کرایا۔ دو کانوں کے درمیں میں ہو کر ایک راستہ تھا۔ جب محل شاہی کی مستورات دولت خانہ شاہی سے درگاہ شریف جاتی تھیں اس وقت دکانوں پر پردے ڈالدئے جاتے تھے[۳]۔

اکبر نے درگاہ شریف سے متعلق ایک عالیشان مسجد (اکبری مسجد جس کا مفصل حال پیچھے آچکا ہے) تعمیر کرائی۔ اکبر کے عہد میں اجمیر کو بہت ترقی ہوئی[۴]۔ تاراگڈھ پر سید حسین کی درگاہ سے متعلق بلند دروازہ وغیرہ اور دیگر عمارات امراء اکبر نے بنوائیں جس کی تفصیل موصوف کی درگاہ کے حال میں آگے درج ہے۔ علاوہ ازیں اجمیر میں بعض اور مساجد بھی اکبر کے زمانہ میں بنیں انکا ذکر مساجد اجمیر کے سلسلہ میں آگے آئیگا[۵]۔

۱۶۰۵ء ۔ ۱۶۲۷ء

جہانگیر نے ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہونے کے بعد دولت باغ (جسکا مفصل حال باغات کے سلسلہ میں درج ہے) نصب کیا۔ ۱۶۱۵ء میں جہلہ تالاب کی مرمت کرائی[۶]۔ درگاہ کی صندلی مسجد میں اضافہ کیا اور دیگ پیش کی انکا مفصل حال عمارات درگاہ کے سلسلہ میں لکھا جا چکا ہے۔

۱۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۳ و کتاب اجمیر صفحہ ۳۹ و ۵۶ ۔ ۲۔ دیکھو مذکورہ قلمی نسخہ طبقات اکبری ورق ۲۳۵ و کتاب اجمیر صفحہ ۲۹ و دربار اکبری صفحہ ۱۲ و ۱۳ ۔ ۳۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۸ و ۶۹ ۔ ۴ و ۵۔ دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۳۰

۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء

شاہجہاں نے لب آنا ساگر خوبصورت سنگ مرمر کی بارہ دری تعمیر کرائی نیز اس نے حضرت خواجہ کے روضہ اقدس پر موجودہ سنگِ مرمر کی عمارت (احاطہ نور) تعمیر کرائی اور درگاہ میں سنگِ مرمر کی ایک مسجد (جسکا مفصل ذکر عمارات درگاہ میں درج ہے) تعمیر کرائی۔ شہر پناہ کی دیوار بھی بڑھائی اور اس کی مرمت بھی کرائی۔ انا ساگر کے غرب میں ایک باغ لگایا جو آجکل تباہ حالت میں ہے۔ یہ باغ شاہجہانی باغ کہلاتا ہے[۱]۔ ان کا مفصل حال آگے آئیگا۔

۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء

اورنگ زیب کے عہد میں امرائے اورنگ زیب میں عبداللہ خاں نے ۱۷۰۴ء میں عبداللہ پورہ بنایا۔ یہاں اس نے اپنی بیوی کے لئے ایک مقبرہ اور مسجد بنائی اور اونچی دیواروں سے محدود ایک باغ لگایا[۲]۔ تفصیل آگے درج ہے۔

۱۷۹۱ء تا ۱۸۱۸ء

مرہٹوں کے عہد حکومت میں سیواجی نانا نے تاراگڈھ پر نانا کا جھالرہ ۱۷۹۱ء میں تعمیر کرایا اور اجمیر میں نیا بازار ۱۷۹۰ء میں بننا شروع ہوا[۳]۔

۱۸۱۸ء تا ۱۸۵۸ء

ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں شہر پناہ کی دیوار ۱۸۱۹ء میں بڑھائی گئی نئے بازار کی عمارت مکمل کی گئیں۔ مسٹر گوڈمن سپرنٹنڈنٹ اجمیر نے شہر پناہ کی دیوار کا جنوبی حصہ ۱۸۲۵ء میں بڑھایا۔ موصوف نے ۱۸۲۹ء میں مدار دروازہ کے باہر بازار تعمیر کرایا۔ ۱۸۳۲ء میں لارڈ ولیم بنٹنگ نے تاراگڈھ (قلعہ) کے توڑنے کا حکم دیا۔

مسٹر ایڈ منسٹون سپرنٹنڈنٹ اجمیر نے ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۶ء کے درمیان درگاہ بازار دھان منڈی تک بڑھایا اور اجمیر میں ایک انگریزی اسکول کھولا۔ اور ڈگی (باوڑی الموسوم بہ ڈگی) تعمیر کرائی۔ تفصیل آگے آئیگی۔

۱،۲،۳ دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۲۰،۳۰،۴۱ ۴ دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۲۵

۱۸۴۲ء میں مسٹر میکناٹن نے اجمیر سے پشکر جانے والی سڑک بنوائی۔ ۱۸۴۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اجمیر میں ہائی اسکول کھولا اور ۱۸۵۱ء میں پہلا خیراتی شفاخانہ آگرہ دروازہ سے متصل کھولا گیا۔[1]

۱۸۵۸ء تا ۱۹۴۷ء

شاہانِ انگلستان کے زمانہ میں موجودہ جیل (قید خانہ) کی عمارت ۱۸۶۴ء میں تعمیر کی گئی۔ ۱۸۷۵ء میں ریلوے لائن اجمیر میں لائی گئی۔ ۱۸۷۹ء میں ریلوے لوکو اور کیریج ورکشاپ کی بنیاد پڑی اور ۱۸۸۰ء میں کام جاری کر دیا گیا۔ ۱۸۸۲ء میں موجودہ گرجا کی عمارت لب بیسلہ بنائی گئی۔ ۱۸۸۳ء میں ریلوے کا جنرل آفس بنایا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں میو کالج کی تعمیر کی گئی۔ ۱۸۸۸ء میں وکٹوریہ جوبلی کلاک ٹاور تعمیر کیا گیا۔ ۱۸۹۱-۹۲ء میں اجمیر کی میونسپلٹی نے فائی ساگر تعمیر کرایا۔ ۱۸۹۵ء میں وکٹوریہ جنرل ہاسپٹل تعمیر کیا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں ٹریور ٹاؤن ہال بنایا گیا۔ ۱۹۰۹ء میں ریلوے بیسٹ انسٹیٹیوٹ کی تعمیر ہوئی ۱۹۱۲ء میں ایڈورڈ میموریل کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں بھاونتے سے بذریعہ نل پانی لایا گیا۔ ۱۹۱۹ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول کی عمارت تعمیر ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں امپریل بنک کی شاخ اجمیر میں قائم کی گئی۔ ۱۹۲۸ء میں نیو وکٹوریہ ہاسپٹل قیصر باغ میں کھولا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں اجمیر میں برقی روشنی کا اجراء کیا گیا۔[2] بعض کی تفصیل آگے آئیگی۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

کانگریس سرکار ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے فرقہ وارانہ فسادات کے موقعہ پر منجانب حکومت درگاہ شریف کی عمارت کی حفاظت کی گئی۔ ان ایام میں بکثرت مسلمانوں کے چلے جانے کی وجہ سے بیشتر مساجد میں قفل پڑ گئے۔ ۱۹۵۲ء میں اجمیر مارواڑ کے صوبہ میں اسمبلی قائم کی گئی۔ پُرانے پشکر کے متصل موضع گھنیڑہ میں کنوئیں تعمیر کرا کر شہر اجمیر میں بذریعہ جدید نل پانی پہونچایا گیا۔

موجودہ شہر اجمیر

جائے وقوع:- اجمیر شمالی ہندوستان کے شمالی مغربی حصہ میں زیرِ دامن کوہ واقع ہے۔ اس پہاڑ پر تارا گڈھ واقع ہے۔ یہ راجپوتانہ کے ریگستان اور صوبہ اجمیر میرواڑہ کا ایک پُرانا اور

---

[1] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۲۵۳-۲۵۵ [2] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۲۵۶-۲۵۹

خوبصورت شہر ہے۔ جائے وقوع عرض البلد شمالی ۲۶۰ ۲۷ اور طول البلد شرقی ۴۰، ۷۴ ہے۔

قدرتی آثار:- شہر کے چاروں طرف پہاڑی سلسلہ ہے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے آبشار بھی ہیں۔ موسم برسات میں سبز گھاس ان پہاڑوں کو اور بھی خوشنما بنا دیتی ہے۔

حدود اربعہ:- شمال میں منصور موہنا والی اور سدا بہار پہاڑی کا سلسلہ ہے۔ جنوب میں کوہ اراولی (جس پر قلعہ تارا گڈھ ہے) کا سلسلہ مشرق میں کوکلہ پہاڑی کا سلسلہ اور مغرب میں الف کے گیھے والی پہاڑی کا سلسلہ ہے۔

آب وہوا:- یہاں کی آب گرم خشک ہے صحت بخش ہے۔ سب موسم معتدل ہوتے ہیں۔

زبان:- یہاں ہندو مسلمان سب عموماً اُردو یا مارواڑی ملی اُردو بولتے ہیں۔ بعض ہندو صاحبان مارواڑی بولتے ہیں

مردم شماری:- ۱۹۳۱ء۔ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں یہاں کی کل آبادی حسب تفصیل ذیل تھی:-

۱۹۳۱ء۔ ہنود ۷۵۲۶ء، مسلمان ۴۰۵۴۸ عیسائی ۴۱۶۱ دیگر مذاہب کے لوگ ۲۸۹

۱۹۴۱ء۔ ہنود ۸۷۲۱۳۔ مسلمان ۴۹۹۵۲ عیسائی ۴۱۹۰ دیگر مذاہب کے لوگ ۱۶۸۶

۱۹۵۱ء۔ کل آبادی ۱۹۶۶۲۳۔ ۱۹۴۷ء و ۱۹۴۸ء میں اجمیر سے بکثرت مسلمان پاکستان چلے گئے بجائے انکے سندھی ہنود آکر بسے۔

صنعت وحرفت:- یہاں گوٹہ بننے اور کپڑوں کی رنگائی کا کام ہوتا ہے۔ بعض چندریوں اور صافوں کی رنگائی بہت قیمتی ہوتی ہے۔ جو لوگ قیمتی رنگائی رنگتے تھے وہ فسادات اجمیر کے بعد پاکستان چلے گئے۔ آجکل معمولی طور پر رنگنے والے موجود ہیں۔

مشہور چیزیں:- یہاں گلاب اور چنبیلی مشہور پھول ہیں۔ چنبیل کا عطر بہترین ہوتا ہے۔

غذا:- ہندو صاحبان عموماً ساگ پات کھاتے ہیں۔ مگر راجپوت اور مسلمان گوشت کھاتے ہیں۔ باجرہ اور گیہوں زیادہ تر کھایا جاتا ہے۔

اقوام:- راجپوت۔ چوہان مسلمان اور دیس والی اجمیر کے پُرانے باشندے ہیں آجکل دیگر اقوام کے لوگ بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔

مذہب :- ہندو مسلمان یہاں کے قدیمی باشندے ہیں۔
(نوٹ) عام طور سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا۔ یہ خیال غلط ہے بلکہ اسلام آفرینش عالم یعنی حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ کے زمانہ تک برابر ہر نبی کے زمانہ میں رہا ہے۔ اور ہر نبی نے اس کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ نے بھی اسلام کی تعلیم دی یعنی ملت ابراہیمی کی تبلیغ فرمائی^۱۔ انبیائے سابقین کے مزارات کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مردوں کو دفن کرنا ہمیشہ سے شعار اسلام میں شامل رہا ہے۔

ایشوری پرشاد اردو ہسٹری آف انڈیا کے صفحہ^۲ پر لکھتے ہیں کہ "دہات کے زمانہ کے باشندگان ہندوستان اپنے مُردوں کو دفن کیا کرتے تھے۔" انکے قد ورنگ سے مشابہ گورے چٹے اعضاء کے سڈول مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ انکا کچھ ٹھیک حال معلوم نہیں یہ کہاں سے آئے۔ چونکہ اسلام میں مردوں کے دفن کرنے کا شعار قدیمی ہے اس لئے یقیناً یہ لوگ (دراوڑ) مسلمان تھے اور ہندوستان کے قدیمی باشندے ہیں۔ موصوف انکے بعد آریوں کا وسط ایشیا سے ہندوستان میں آنا لکھتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ آریہ آئے تو انھوں نے پنجاب میں قوم دراوڑ کو موجود پایا۔ یہ لوگ (آریہ) اپنے مردوں کو جلاتے تھے یعنی ہندو دھرم تھے۔

علاوہ ازیں ہمارے اس بیان کی تائید مسٹر ہربلاس سارداکے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ موصوف اپنی کتاب "اجمیر" کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ "راجہ اجیپال ان غیر ہنود (مسلمان) کو پتھر کے کولھو میں پلوا دیتا تھا۔ جو ہنود پر حملہ آور ہوتے تھے یا انکے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں مخل ہوتے تھے۔" پھر صفحہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں کہ "راجہ اجیپال کا زمانہ ۵۷۵ء میں تھا یہ زمانہ رسول خدا کی ولادت^۳ سے پہلے کا ہے۔
پس جن غیر ہندوؤں کا موصوف نے تذکرہ کیا ہے وہ یقیناً وہ ہی مسلمان تھے جو رسول خدا سے

---

۱ پھر ہم نے آپ (صلعم) کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب پر چلیں جو ایک طرف کا ہو رہا تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا (سورہ نحل پارہ چودھواں)

۲ دیکھو ہسٹری آف انڈیا از ایشوری پرشاد بزبان اُردو صفحہ ۱۱

۳ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف ۵۷۱ء میں ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں آپ نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔ دیکھو سیرۃ النبی از مولانا شبلی نعمانی جلد اوّل صفحہ ۱۳۴

پہلے کے انبیا کے مقلدین تھے اور بت پرستی کے خلاف تھے۔ لہذا مسٹر الیشوری کا یہ لکھنا غلط ہے کہ مسلمان پہلے پہل ساتویں صدی ہجری میں ہندوستان آئے۔ بلکہ حسب تشریح مندرجہ بالا مسلمان ہندوستان کے قدیمی باشندے ہیں اُنکے جد یہاں منگولین اور ایرین (اریہ) آئے ہیں۔ مگر اب ہندوستان ان سب کا وطن ہے اور اہلِ اجمیر بھی انہی میں سے ہیں آجکل یہاں ہندو۔ مسلمان۔ پارسی۔ عیسائی۔ سکھ مذہب کے لوگ بستے ہیں۔

بعض مشہور مقامات:-

کوہ اربلی یا اربلی پربت ہندی کتابوں میں اس پہاڑ کو جسکے دامن میں اجمیر بستا ہے۔ اربلی پربت (کوہ اربلی) لکھا ہے چونکہ سنسکرت میں اربل کے معنی عمر کے ہیں اس لئے اس کو عمر کا پہاڑ یعنی قدیمی پہاڑ کہتے ہیں۔ اسی سبب سے زمانہ سابق میں جو بستی اس پہاڑ کے نیچے تھی اسے ادمیر یعنی ہمیشگی کا پہاڑ کہتے تھے غالباً ادمیر سے بدل کر اجمیر ہوگیا[1]۔

اجیپال راجہ اجیپال نے مذکورہ بالا پہاڑ پر شہر پناہ بنواکر پہاڑوں میں شہر آباد کیا چونکہ مارواڑی لوگ پہاڑ کو میر کہتے تھے اور بانی کا نام اجیپال تھا اس لئے اس کا نام بانی کے نام پر اجمیر رکھا گیا۔ یہ شہر سمبت ۲۰۲ دو سو دو چدبشٹری میں آباد ہوا۔ زمانہ سابق میں اس کو جیمیر۔ جیدرگ۔ ادمیر۔ اجیانگر اور جلوپور بھی کہتے ہیں[2]۔

اجیپال کی وجہ تسمیہ ہندی کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ یہ بکری چرانے والا شخص تھا ہر روز ایک زاہد کو جو پشکر کی پہاڑیوں میں رہتا تھا۔ دودھ لیجا کر پلایا کرتا اس کی دعا سے وہ اس مقام کا راجہ ہوگیا۔ اُس نے اسگند پہاڑ پر شہر پناہ بنوائی یہ نام ہون پدم پورن میں مرقوم ہے اس مقام کے مہادیو کا نام اجگند ہے۔ اس کے قریب ہی پتھر کی ترشی ہوئی ایک مورت ہے جس کو اجیپال کہتے ہیں

زمانہ سابق میں شہر (اجمیر) اسی مقام پر آباد تھا اسے راجہ اجیپال نے آباد کیا تھا۔ اجمیر خاص اسی شہر کا نام تھا۔ وسعت اور رونق اس کی بہت تھی۔ بستی اس کی بستیوں سے بہتر تھی۔ اسی راجہ نے تاراگڈھ (قلعہ) کی تعمیر کی۔ اس کو جیمیر اور جے درگ (یعنی پہاڑ اور قلعہ جو فتح نہ ہوسکے) کہتے تھے۔ بقول ٹاڈ یہ مقام راجپوتانہ کی کلید ہے اور اس کا نام ایک چوہان کے پیشہ پر رکھا گیا جو بکریاں چراتا تھا اور میر پہاڑ

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۹ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۰ و ۲۶

کو کہتے ہیں یعنی بکریوں والا پہاڑ۔ اس مقام پر اب بھی مکانات کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔[1]

یہاں دو چشمے ہیں۔ اوپر کے چشمہ کا پانی نیچے کے چشمے میں آتا ہے۔ فائی ساگر اور موضع اجمیر سے گذرتے ہوئے ایک وادی میں کو لھو ہے راجہ اجیپال غیر ہنود کو اس میں پلوا کر ختم کر دیتا تھا۔[2]

یہاں سالانہ بھادوں کے مہینے میں میلہ بھی ہوتا ہے۔ مسلمان اسے اسی اجیپال کا سالانہ عرس تصور کرتے ہیں جو غریب نواز کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے مگر ہنود راجہ اجیپال کی سالانہ برسی تصور کرتے ہیں دونوں مذہب کے لوگ حسبِ قدر مراتب اس میں حصہ لیتے ہیں یہ مقام موجودہ اجمیر سے تقریباً ۷ میل ہے۔

سیسہ کی کان | اجمیر کے شہر پناہ کے باہر متصل جنوبی دیوار شہر پناہ بڑے پیر صاحب کے چلہ کے نیچے ہے۔ اس کا خلا بہت دور تک چلا گیا ہے۔ بعض جگہ اس میں پانی ننھے کنوئیں سے ہیں۔ گرمی کے موسم میں یہاں ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ کسی زمانہ میں اس کان سے بہت سیسہ نکالا گیا۔[3]

سدا بہار پہاڑی | آنا ساگر کے متصل دولت خانہ شاہجہانی کے جنوب میں ہے اس کے اوپر بزرگانِ اسلام کے متعدد چلے ہیں۔ چلہ سالار مسعود غازیؒ۔ چلہ خواجہ غریب نوازؒ اور چلہ قطب صاحبؒ اسی پہاڑی پر واقع ہیں ان کا مفصل حال آگے آئے گا۔

بعض پُرانی عمارات:۔

قلعہ بیٹلی یا تارا گڈھ | کہا جاتا ہے کہ بال سگریو کا بھائی (جو راجہ رامچندر کے لشکر میں فوج کا سردار تھا) کی بیوی تارا نے یہ قلعہ اربلی پربت پر بنوا کر اس کا نام تارہ گڈھ رکھا بقول اخبار الاخبار ہندوستان میں جو دیوار قلعہ کی سب سے پہلے بنائی گئی وہ اسی قلعہ کی دیوار ہے مگر ماڈ راجستھان نے اس قلعہ کو اجیپال چکوا کا بنوایا ہوا لکھا ہے۔ اس کے عہد کو تقریباً چودہ سو برس گذر گئے۔ راجہ اجیپال کا زمانہ ۵۵۱ء میں تھا۔[4]

راجہ پتھورا نے اپنے زمانہ حکومت میں ناگ پہاڑ پر قلعہ بنانے کا ارادہ کیا۔ کئی ہزار آدمی کار تعمیر

---

[1] احسن السیر بحوالہ تواریخ ٹاڈ راجستھان صفحہ ۳۰۰ [2] دیکھو کتاب "اجمیر" از ہربلاس ساردا صفحہ ۱۲۱

[3] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ آفتاب جہاں تاب پریس [4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۹-۱۲۱ و کتاب "اجمیر" صفحہ ۱۲۷

انجام دینے لگے جو عمارت دن میں بنائی جاتی تھی رات میں گر جاتی تھی۔ اب تک ناگ پہاڑ پر قلعہ کی بنیاد کے نشانات موجود ہیں۔ آخر کار رائے پتھورا نے ناگ پہاڑ پر قلعہ کی تعمیر بند کردی اور کوہ اردلی پر قلعہ تعمیر کیا یہ قلعہ انہی آثار قدیمہ پر تیار کیا گیا جو اجیپال کے بنائے ہوئے قلعہ کے اس وقت رہ گئے تھے۔ اس قلعہ کو گڈھ بٹیلی اور تارہ گڈھ بھی کہتے ہیں۔ قلعہ سطح زمین سے تقریباً ۸۰ سو فٹ بلندی پر ہے[1]۔

شمسی حمام

یہ حمام اور ایک باغ اڑھائی دن کے جھونپڑہ (جامع التمش) کے متصل واقع ہیں۔ یہ باغ سلطان شمس الدین التمش نے لگایا تھا اور حمام بھی اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ باغ کے قطعہ میں نواب حویلیاں بن گئی ہیں اور حمام بھی شکستہ ہوگیا۔ صرف ایک درجہ اس کا باقی ہے[2]۔

اکبری فصیل شہر ۹۷۸ھ - ۱۵۷۰ء

شہزادہ مراد کی ولادت کی خوشی میں اکبر نے ۹۷۸ھ میں اجمیر آکر روضۂ غریب نواز پر حاضری دی اور شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا[3]۔ بعد ازاں وقتاً فوقتاً اس میں توسیع ہوتی رہی۔ اس کا دور ۴۷ : ۴ گز ہے۔ پتھروں کی عمارت پر چونہ کا صندل ہے[4]۔ اب اکثر مقامات پر منہدم ہوگئی ہے۔

شاہی دروازے ۹۷۸ھ - ۱۵۷۰ء

فصیل شہر کے ساتھ دہلی دروازہ، ترپولیہ دروازہ، اوسری دروازہ، مدار دروازہ خندقی دروازہ، دائی خانہ کے متصل ایک دروازہ، آگرہ دروازہ اور کھڑکی دروازہ (اسے کھڑکی بھی کہتے ہیں) تعمیر ہوئے۔ ہر بلاس ساردا نے کتاب اجمیر کے صفحہ ۱۵۲ پر ۱۸۲۰ء میں آگرہ دروازہ کا تعمیر ہونا لکھا ہے اور ۱۸۲۳ء میں اوسری گیٹ کا تعمیر ہونا لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک ان سنین میں انکی مرمت ہوئی اور تعمیر اوّل اکبر کے زمانہ میں شہر پناہ کے ساتھ ہوئی۔

فیل سنگ ۱۰۲۲ھ - ۱۶۱۳ء

بیرون شہر پناہ متصل دولت خانہ اکبری (میگزین) عہد جہانگیری کا ایک پتھر کا تراشا ہوا ہاتھی رکھا ہوا ہے۔ جہانگیر کے زمانہ سے پہلے یہ اس نواح کے پہاڑ کا پتھر وہاں موجود تھا۔ ۱۰۲۲ھ میں اسکی ساخت ہوئی۔ اس ہاتھی کے پہلوئے راست پر یہ شعر کندہ ہے

"تاریخ فیل سنگ شد از حکمت الہ　　　این کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ[5]"

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۹-۱۲۱　　[2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۳

[3] دیکھو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۵ و قلمی نسخہ طبقات اکبری مذکور ورق ۲۲۵ - دربار اکبری۔ صفحہ ۱۱۹

[4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۰-۹۱ و کتاب اجمیر صفحہ ۲۵۳　　[5] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۲-۱۰۳

سوت برج ۹۵۲ھ - ۱۵۴۳ء

جہانگیر کے محل (جو رو ٹھی رانی کے نام سے مشہور ہے) کے قریب شیر شاہ سوری کا بنوایا ہوا پانی کا چرخ ہے اس کے ذریعہ تارہ گڈھ پر پانی پہونچایا جاتا تھا یہ وہی چرخ ہے جو اودے پور کے راجہ کے زمانہ میں ناتمام رہ گیا تھا اور شیر شاہ سوری نے مکمل کیا تھا۔ اس کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے۔

بعض جدید عمارات:-

میو کالج یہ راجپوتانہ کا کالج نگر کی سڑک پر واقع ہے۔ لارڈ میو کی تجویز کے مطابق ۱۸۷۵ء میں بننا شروع ہوا ۱۸۸۵ء میں مکمل ہوا۔ اس کی ضروریات کے لئے تقریباً ۱۶۷ ایکڑ زمین گھری گئی ہے۔ کالج کی عمارت کے روبرو لارڈ میو کا مجسمہ بنا ہوا ہے[۱]۔

گھنٹہ گھر ۱۸۸۸ء یہ کوئین وکٹوریہ جوبلی ٹاور کہلاتا ہے۔ ۱۸۸۸ء میں تعمیر[۲] ہوا۔ اس کی بلندی تقریباً ایک سو فٹ ہے اور اس کی تیاری میں تقریباً دس ہزار روپیہ صرف ہوئے۔ اسکے گرد باغیچہ ہے۔

ٹریور ٹاؤن ہال ۱۸۹۹ء یہ خوشنما عمارت بیرون مدار دروازہ متصل سورج کنڈ (چاند کنڈ) واقع ہے۔ کرنل ٹریور ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی یادگار میں مسٹر مارٹنڈل چیف کمشنر اجمیر کی تحریک سے ۱۸۹۹ء میں بننا شروع ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں تیار ہوئی۔ مسٹر جی۔ ایف۔ ٹراور چیف انجنیر اجمیر نے اس کی تعمیر کرائی ہے[۳]۔

یادگار ایڈورڈ ہفتم ۱۹۱۲ء یہ عمارت ریلوے اسٹیشن کے قریب ہے۔ سنگِ بنیاد ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہارڈنگ نے رکھا تھا اس میں مسافروں کے آرام کے لئے کمرے ہیں۔ یہ عمارت مبلغ ۹۱۵۹ روپیہ کے صرف سے ۱۹۱۳ء میں مکمل ہوئی[۴]

بعض پرانے محلات:-

محل اکبری ۹۷۸ھ - ۱۵۷۰ء یہ محل اکبری شہر پناہ کی مشرقی دیوار کے متصل ہے۔ اکبر بادشاہ نے ۹۷۸ھ میں تعمیر کرایا تھا[۵]۔ محل بصورت قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ چہار دیواری کے اندر ہر سمت

[۱] دیکھو حسن الیہ صفحہ ۱۶۳ [۲] دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۰۸۔۱۱۳۰ [۳] ۳۲۲ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۳۲ [۴] دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۳۴ [۵] دیکھو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۴۳

چار برج ہیں۔ عمارت کا رفیع الشان غرب رویہ دروازہ ہے۔ پہلے صحن میں باغ تھا۔ نہریں جاری تھیں اب شکستہ حالت میں ہے۔ برطانیہ کے زمانہ میں یہاں فوجی میگزین تھا۔ بایں وجہ اب تک میگزین کہلاتا ہے[1]

پھول محل | یہ محل موتی کٹڑے کے شمال میں ہے۔ اکبر بادشاہ نے بنوایا تھا۔ اب صرف نشان باقی رہ گیا ہے[2]

دولت خانہ شاہجہانی ۱۶۳۷ء | یہ محل اناساگر کے مشرقی کنارے پر دولت باغ میں ہے۔ عمارات سنگ مرمر کی ہیں۔ وسط میں بارہ دری ہے۔ ایوان شاہی کے متصل سنگ مرمر کا حمام ہے۔ یہ عمارات شاہجہاں بادشاہ نے تعمیر کرائیں ہیں۔ آجکل ویران حالت میں ہیں[3]

دولتکدہ دانیال | بتاریخ دہم جمادی الاول ۹۷۹ھ بروز چہار شنبہ اکبر کے لڑکے دانیال کی ولادت درگاہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مجاور دانیال کے اس مکان میں ہوئی تھی اس نسبت کی وجہ سے شہزادہ کا نام دانیال رکھا گیا[4] اور یہ مکان دولتکدہ دانیال کہلاتا ہے۔ یہ محل غریب نوازؒ کی درگاہ کے مشرقی دیوار اور کھڑکی دروازہ کے سامنے بیرون درگاہ موجود ہے۔ غالباً اکبر نے ایام حمل میں اپنی بیگم کے رہنے کے لئے شیخ دانیال کے مکان کو محل کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔

بعض مساجد:-

عیدگاہ ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۳ء | یہ عمارت اجمیر کے جنوبی مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ نواب مرزا چمن بیگ (صوبہ دار مالوہ منجانب مہاراجہ مادھوجی سندھیا) ابن مرزا عادل بیگ نے ۱۱۸۷ھ میں اس کی تعمیر کرائی۔ اسکا طول تقریباً ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے۔ مشرق کی طرف پانچ دروازے ہیں۔ عیدگاہ کے سامنے بہت سی زمین پڑی ہوئی ہے۔ محراب وسطی میں یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:-

شہ ملک توحید خواجہ معینؒ — جبیں بر درش سود عرشِ بریں
زفیض شدہ فرو زیب جہاں — یگانہ زماں فخرِ دورِ متیں

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۷۵-۷۶ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۷۳ [3] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۶-۹۷ و کتاب اجمیر صفحہ ۲۴
[4] دیکھو تزک جہانگیری صفحہ ۱۵ مطبوعہ سید احمد خان غازی پوری

زلطف وکرم آں ولی اللہ	شد شمس دین نور شمع مبیں
زعولش بنا کرد ایں عیدگاہ	چمن بیگ از روئے صدق ویقیں
بتاریخ سالش خرد ایں بگفت	شد آراستہ مسجد اہلِ دیں[1]

۱۱۸۷ھ

مسجد میاں بائی سنہ ۱۰۵۲ھ — یہ مسجد خاص بازار (درگاہ بازار) کی شرقی رویہ دوکانوں سے ملحق ہے۔ سنہ ۱۰۵۲ھ میں تعمیر ہوئی۔ سنگِ سرخ کی عمارت ہے۔ اس کے پانچ عالیشان در ہیں۔ صحن مسجد کے شمال جانب چاہ پختہ اور حجروں کی تعمیر مولوی سراج الدین کے اہتمام سے (بعد میں) ہوئی[2]۔

مسجد تلوک دئی سنہ ۱۰۶۲ھ — یہ مسجد تلوک دئی بنت تان سین[3] کلاونت کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس میں تین بڑی بڑی محرابیں ہیں۔ صحن مختصر ہے۔ گنبد لداؤ مستحکم ہے۔ وسط محراب میں سنگین لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

"اللہ اکبر۔ ایں مسجد را بائی تلوک دئی کلاونت بچی میاں تان سین کلاونت راست کردہ است سنہ ۱۰۶۲ ہجری[4]"

مسجد شاہجہانی — یہ مسجد فصیل شہر کی شمالی دیوار اور دہلی دروازہ کے متصل ہے۔ سنگِ سرخ کی عمارت ہے۔ تین در ہیں۔ پہلو میں حجرے ہیں۔ شاہجہاں کے زمانہ کی عمارات سے مشابہ ہے[5]۔

مسجد سرائے سنہ ۱۲۵۹ھ — یہ مسجد سرائے سابق کے روبرو سنہ ۱۲۵۹ھ میں میر سعادت علی مرحوم میر منشی ایجنٹی راجپوتانہ نے تعمیر کرائی۔ ایک پختہ چاہ مسجد سے ملحق بسمت جنوب بنایا گیا ہے مسجد کی محراب میں سنگِ مرمر کی لوح پر بخطِ طغرا یہ تاریخ کندہ ہے:۔

"میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح	مسجد و چاہ کہ است چشمۂ آبِ بقا
آنکہ از باقر علی تا بہ علی میرسد	حلقہ بحلقہ بہم سلسلہ اش مرحبا
ساختہ شد ایں مکاں کرد بدل اجراں	از رہ صدق و صفا نذر رسول خدا
از پئے ایں سال نیک گفت ہمایوں سروش	چشمۂ زمزم صفت مسجد کعبہ بنا

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۹-۱۱۰ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۔ [3] تان سین دربار اکبری کا گویا تھا اس کی قبر گوالیار میں محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے متصل ہے [4] و [5] دیکھو احسن السیر صفحہ ۔

کتبہ میر جلال الدین مرصّع رقم سنہ بارہ سو اُنہتر ہجری

مسجد کے روبرو ریلوے اسٹیشن تعمیر ہوجانے سے اس کی رونق بڑھ گئی ہے۔ اس کے قریب پہلے چشتی چمن تھا اب اس مقام پر درگاہ شریف نے بصرف چالیس ہزار روپیہ پختہ سرائے تعمیر کرادی ہے[1]۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات اجمیر کے بعد سے عرصہ تک مقفل رہی۔ اب یہ مسجد کھولدی گئی ہے اس کے قریب گھنٹہ گھر (کلاک ٹاور) بنجانے کی وجہ سے آجکل یہ گھنٹہ گھر کی مسجد کے نام سے مشہور ہے

مسجد کیسو خاں ۹۷۶ھ — یہ مسجد محلہ اندر کوٹ کے غرب میں تارہ گڈھ کے راستہ پر ہے۔ قلندری مسجد ہے مسجد کے جنوب میں سنگین باولی بنی ہوئی ہے۔ اس کے قریب ایک پختہ حوض تھا مگر اب برباد ہوگیا ہے۔ البتہ اس کے کچھ نشانات باقی ہیں۔ یہاں ابنہ کے درخت ہیں۔ مسجد کی محراب میں سنگِ مرمر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

بعہد حضرت شاہ فلک قدر	پناہ دین احمد ظلّ یزداں
جلال الدین محمد شاہ اکبر	سکندر حشمت و دارائے دوراں
بیمن ہمت خاں حسن خلف	بر جود کیسو خاں عمراں
ز ہجرت نہصد و ہفتاد و شش بود	کہ شد تعمیر ایں سقائے میراں

کتبہ الراجی درویش محمد حاجی[2]

پُرانی عیدگاہ — اناساگر کے گوشہ شمال و مشرق میں متصل باغ سید احمد صوبہ دار اجمیر یہ مسجد واقع ہے۔ شیخ یحییٰ نے عالمگیر کے عہد میں تعمیر کرائی۔ مسجد کے مصارف کے لئے ۴۰ بیگہ زمین اس کے متعلق وقف کی تھی[3]۔

مسجد نیا بازار — یہ تین در کی مسجد معہ ایک حجرہ و سبیل متصل شفاخانہ مولیشیان اور روبرو برانچ اسکول واقع ہے مگر اب شہید ہوگئی ہے۔

مسجد محمدی درگاہ بازار — بعہد اورنگ زیب خاص بازار (آجکل درگاہ بازار کہلاتا ہے) دکانوں کی چھت پر ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۳ء میں سید محمد نے یہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس کی محرابوں پر بخط نستعلیق یہ کندہ ہے :-

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۶۷ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۴ [3] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۱۳۴

اے خوشا دور شہنشاہ جہاں آفاق گیر	داد گر شاہے کہ آمد زیب اورنگ تقی
خسرو عادل شہنشاہ دلی والی کزد	مے ترا دو از در و دیوار دین مصطفیٰ
ہر کجاشد مسجد و محراب منبر کو بجو	خطبہ میخوانند از واللیل والشمس الضحیٰ
خاصہ آں مسجد کہ نور دیدۂ اہل یقیں	قدوۃ ارباب دیں سید محمد مجتبیٰ
جانشیں قطب ربانی معین الدین کہ او	ہر زماں ہر وقت محبوب جناب کبریا
رونق افزا بر گرامی مسند پیران چشت	زینت آرا زنگاریں نقش ایوان ہدیٰ
کرد برپا مایہ عقبیٰ برائے عالمے	بلکہ بہر عاصیاں توقیع و فرمان نجیٰ
حاش للہ بے تکلف از ملائک بگذرد	ہر کہ باشد اندر و یک لحظہ باذکر خدا
بود نامی در پئے تاریخ سال او خسرو	گفت کو بیت المقدس نیک زیبا شد بنا

اور طاق مسجد میں یہ تاریخ کندہ ہے :-

ساخت چوں سید محمد بہر حق	مسجدے زیبا کہ انا نسجدُ
گفت ہاتف سال تاریخ بنا	حبتہ للہ بیت مسجدُ

انکے علاوہ شہر اجمیر میں اور سیکڑوں مساجد ہیں چونکہ ۱۹۴۷ء و ۱۹۴۸ء میں بہت سے مسلمان اجمیر سے چلے گئے۔ اس لئے ۱۹۴۷ء میں مقفل کر دیا گیا یا ان کے دروازوں پر تیغا لگا دیا گیا۔

اڑھائی دن کا جھونپڑا یا جامع التمش

صاحب احسن السیر نے صفحہ ۸۷ پر چار ہزار سال پہلے یہاں بدھ مذہب کے پیرو راجہ اندر سین کے بتخانے کا ہونا بیان کیا ہے بعض نے ناچ گھر کا ہونا بیان کیا ہے مگر الشوری پرشاد نے اردو ہسٹری آف انڈیا کے صفحہ ۲۷ پر گوتم بدھ جی کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے تقریباً ۵۰۰ برس پہلے کا لکھا ہے۔ جس کو اس وقت ڈھائی ہزار سال ہونے ہیں نہ کہ چار ہزار

بقول مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ اسلام "ہنود صاحبان اپنی تاریخ لکھنے کے عادی نہ تھے اس لئے ہندوستان میں اسلام سے پہلے کے تاریخی واقعات آجتک تاریکی میں ہیں۔ چنانچہ صرف

عہ دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۵ مطبوعہ آفتاب جہاں تاب پریس

آٹھ سو برس پہلے کی صرف راجپوتانہ کی تاریخ زیادہ تر قیاس آرائی پر مبنی اور مورخین کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔ ایسی حالت میں چار ہزار برس کے کسی اجمیر کے واقعہ کو بلا کسی معتبر کتاب یا تاریخی مکمل ثبوت کے کسی طرح مستند نہیں کہا جا سکتا۔ پس ہمارے نزدیک مندرجہ بالا روایتہ بھی ایسی ہی بے سرو پا اور غیر مستند ہے جیسی عموماً بچوں کے بہلانے کی کہانیاں ہوا کرتی ہیں۔ تاریخی صداقت و مطابقت کا اس میں دُور کا بھی لگاؤ نہیں۔

اس مسجد کے متعلق مسٹر ہر بلاس سارد انے اپنی کتاب "اجمیر" میں مختلف بیانات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علم دوست اور شاعر راجہ بیسلدیو چہارم پسر اناجی نے جو اجمیر میں مدرسہ بنوایا تھا وہ "ڈھائی دن کا جھونپڑہ" ہے۔ چنانچہ موصوف صفحہ ۱۴۵ پر لکھتے ہیں کہ "اس (بیسلدیو چہارم متوفی ۱۱۶۳ء) نے ایک بڑا مدرسہ بنوایا جو آجکل "ڈھائی دن کا جھونپڑا" کہلاتا ہے۔ موصوف صفحہ ۶۹ پر اجمیر میں ایک جینی مندر کا ۱۱۶۶ء میں تعمیر ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور ڈھائی دن کے جھونپڑہ کی وضع کے مندر دہلی جے پور اور ناگور میں بتا کر یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ یہ وہی عمارت ہے کہ جو پہلے مندر تھی اور بعد میں راجہ بیسلدیو نے اسے مدرسہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ بعد ازاں ابتدائی مسلمان بادشاہوں (غالباً شہاب الدین غوری یا شمس الدین التمش سے مراد ہے) نے اسے مسجد بنا دیا۔" ہمیں بوجوہات ذیل موصوف کے اس بیان سے اتفاق نہیں۔

شہاب الدین غوری اور شمس الدین التمش (۱۱۹۲ء یا ۱۱۹۳ء لغایتہ ۱۲۲۶ء) کا یہ طریقہ حکمرانی نہیں تھا کہ مندروں کو مساجد بنا دیا جائے بلکہ محمود غزنوی تک نے سومنات کے مندر کو مسجد میں تبدیل نہیں کیا جو ابتک (۱۹۴۰ء) ویرانی کی حالت میں تھا نہ کہ بشکل مسجد۔ علاوہ ازیں جبکہ ایک مندر (سومنات) کے صرف ایک بت توڑنے کا واقعہ اس قدر مشہور ہوا کہ وہ ہر تاریخ میں موجود ہے۔ پس اگر شہاب الدین غوری کسی مندر کو مسجد میں منتقل کرتا تو غیور راجپوت کوئی ایسا رویہ اختیار کرتے جو تاریخ میں ایک مشہور واقعہ بن جاتا۔

مسٹر ہر بلاس سارد ا کتاب "اجمیر" کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں کہ "چوہان راجہ اجیپال (اجو راج) نے چھٹی صدی یا شروع ساتویں صدی عیسوی میں اجمیر بسایا تھا۔ موضع اجمیر نائی ساگر کے جنوب میں ہے۔ اسکے نام کی یاد دلاتا ہے۔" صفحہ ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ "اجیپال نائی ساگر (جو موجودہ اجمیر سے تقریباً تین میل ہے)

سے چار میل کے فاصلہ پر بجانب جنوب واقع ہے۔ اس جگہ کا نام اجیپال اجمیر کے بانی کے نام پر رکھا گیا تھا"
صاحب احسن السیر صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں کہ "اس کو اجیپال کہتے ہیں پہلے یہ شہر اجیپال کی نال (جو موجودہ شہر سے تقریباً سات میل ہے) میں آباد ہوا، پھر نور چشمہ میں آبادی ہوئی۔ بعد ازاں ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء سے اس کی آبادی جانب مشرق بڑھتی گئی اور گوشہ جنوب مغرب میں کم ہوتی گئی"۔

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ اجیپال نے جو شہر بسایا تھا وہ فائی ساگر سے بجانب جنوب موجودہ شہر (جہاں محلہ اندر کوٹ میں اڑھائی دن کا جھونپڑہ یا جامع التمش ہے) سے تقریباً سات میل دور تھا۔ اور ۱۱۶۵ء مطابق ۵۶۱ھ تک موجودہ آبادی ترقی پذیر ہو کر بشکل شہر یہاں نہ تھی۔ پس ان حالات میں ۵۶۶ھ میں شہر (جس میں جامع التمش واقع ہے) اس جگہ نہ تھا جہاں اب ہے بلکہ موجودہ شہر سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر تھا لہذا ۱۱۶۵ء میں مسٹر ہربلاس سارد انے جس جینی مندر کی تعمیر کا ذکر کیا ہے اور جس پاٹ شالہ کا ۱۱۶۳ء میں بننا لکھا ہے وہ اسی شہر اجیپال میں تھے جو موجودہ شہر سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے نہ کہ موجودہ شہر کے محلہ اندر کوٹ میں تھے۔

ڈھائی دن کے جھونپڑہ کی کل عمارت قبلہ رُخ بنی ہوئی ہے۔ یعنی کل عمارت کا وہ رُخ ہے جو مسجدوں کا ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ مندروں کا۔ اس مسجد کی تعمیر اسی وضع پر ہوئی ہے جو اس وقت رائج تھی اور مندر بھی اسی وضع کے بنائے جاتے تھے۔ وضع تعمیر مسجد و مندر میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ احمد آباد کی جامع مسجد۔ قصبہ نرینا (متصل پھلیرے) کی مسجد اور دیگر عمارات کی بھی یہی وضع ہے۔

یہ اسلامی قانون ہے کہ جہاں تصویر یا بُت ہوں وہاں نماز نہیں پڑھی جا سکتی نہ کوئی مسلمان ایسی جگہ نماز پڑھنا پسند کرے گا مگر ڈھائی دن کے جھونپڑہ میں مختلف قسم کے متعدد بُت باہر پڑے ہیں اور مسجد میں پتھر کے بعض بُت ایسے بھی ہیں جن پر مورتیں بنی ہوئی ہیں اور اُنکے رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہی زمانہ کے نشانوں سے مختلف ہیں۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب بقول ہربلاس سارد (۱۷۲۰ء یا ۱۷۲۱ء) "اجیت نے دن کے وقت اجمیر پہونچکر مسلمانوں کو وہاں سے نکالدیا اور قبضہ کر لیا اُسنے بادشاہ کے صوبہ دار کو قتل کر دیا اور تارہ گڈھ لیلیا۔ ایکدفعہ پھر یہاں پوجا کے گھنٹوں کی آواز آئی۔ مسجد میں اذان بند ہوئی جہاں قرآن پڑھا جاتا تھا وہاں پوران پڑھا جانے لگا اور مندروں نے مساجد کی جگہ لے لی۔ قاضیوں کی جگہ برہمنوں نے لیلی[1]۔

---

[1] دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۸۰

اس انقلابی دور میں یہ مسجد بھی مندر بنائی گئی اور مورتی والے تھام (پلر) بھی یہاں نصب کئے گئے اور بُت بھی یہاں لاکر رکھے گئے۔ اس وقت سے ہنود کی یہ کوشش رہی کہ اسے مندر بنایا جائے مگر مسلمانوں نے بحالت مسجد رکھنا چاہا۔ چنانچہ اس کشمکش کو روکنے کے لئے دولت راؤ سندھیا نے ۱۸۰۹ء نے اپنے دور حکومت میں اس مسجد کے دروازہ پر پتھر پر کندہ کرکے ایک اعلان نصب کرایا اس میں ہنود اور مسلمانوں کو قسم دے کر کہا گیا ہے کہ اس عمارت کو نقصان نہ پہونچائیں۔ یہ کتبہ اب تک مسجد کے دروازے پر موجود ہے۔

اگر ہنود کو اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ یہ شروع سے مسجد ہے تو وہ برطانیہ کے زمانہ میں عدالتی چارہ جوئی کرکے بابو گڈھ کی طرح اسے بھی لے لیتے۔

بعض بزرگانِ اسلام کے مزارات:-

مزار برہان الدین قتالؒ پھول محل کے گوشہ شمال و مشرق میں محلہ ہولی دڑے کے متصل یہ مزار ہے۔ احاطہ کے اندر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ اس میں برہان الدین قتالؒ اور اُن کی زوجہ محترمہ آسودہ ہیں۔ آپ کا عرس شریف ۱۲ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ قریب گنبد ایک کنواں سنگِ سُرخ کا بنا ہوا ہے۔ جنوب کی طرف ایک دالان شکستہ پڑا ہے۔ چونکہ آپ کا مزار عطر سازوں کے محلہ کے قریب ہے۔ اس سبب سے جو عطر ساز عطر تیار کرتا ہے وہ پہلے آپ کے مزار پر چڑھاتا ہے۔ آپ کا مزار ہر وقت مہکتا رہتا ہے۔ فسادات میں آپ کا مزار شہید ہوگیا۔

مزار مسکین شہیدؒ آپ کا مزار محلہ اجمیری دڑے کی ہتائی کے متصل مسجد سے ملحق ایک حجرہ میں ہے پہلے آپ کا عرس ۲۹ رجب سالانہ ہوا کرتا تھا مگر فسادات اجمیر کے بعد سے غریب نواز کی درگاہ میں ہوتا ہے۔

مزار انگشت روشن علیؒ یہ مزار اجمیر سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر گوگرا گھاٹی میں ایک مسجد کے اندر ہے۔ اکثر مسلمان یہاں برسات کے ایام میں جایا کرتے ہیں۔

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۷۴-۷۵

مزار مدار شاہ مجذوبؒ یہ بزرگ روشن شاہ کے مرید تھے۔ اجمیر سے تقریباً چار کوس پر موضع گگوانہ میں مدفون ہیں۔ اکثر انکے دیکھنے والے اُنکی کرامات کے قائل ہیں۔

مزار مدار شاہؒ آپ کا مزار متصل پڑاؤ ایک پختہ احاطہ میں ہے۔ گنبد کے سامنے ایک وسیع پختہ دالان ہے ماہ شعبان میں یہاں سالانہ عرس ہوا کرتا تھا۔ فسادات کے بعد سے یہ سلسلہ بند ہوگیا۔

پرانی سائر نئے بازار کی ایک عالیشان قدیم عمارت کے گوشہ میں ایک قبر ہے۔ حکومت برطانیہ نے اس مقبرہ کی مرمت کرائی۔ گمان ہے یہ کسی بزرگ کا مزار ہے[1]۔

مزار رفیق علی شاہؒ آپ کا مزار دلی دروازہ کے باہر گھوسیوں کے محلہ میں ایک پختہ چار دیواری میں ہے آپ کا عرس شوال کی تیسری تاریخ سالانہ ہوا کرتا تھا۔ تقریباً پانچ سال سے یہ سلسلہ بند ہے۔

مزار سیلانی پیرؒ آپ کا مزار دولت باغ میں کنوئیں کے متصل پختہ چار دیواری میں ہے یہاں ایک حجرہ بھی مجاور کے رہنے کے لئے بنا ہوا ہے۔ آخری چہار شنبہ کے میلہ میں یہاں لوگ جمع ہوتے تھے۔ آجکل یہاں پیکر پرستی ہوتی ہے۔

مزار جلال شہیدؒ آپ کا مزار کہار محلہ میں ایک پختہ چار دیواری کے اندر ہے۔ آپ کا سالانہ عرس شعبان کی سات تاریخ ہوا کرتا تھا۔ تقریباً پانچ سال سے آپ کا عرس غریب نوازؒ کی درگاہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے مزار پر آجکل کوڑا پڑا رہتا ہے۔

مزار پیر دہلی دروازہ دہلی دروازہ سے ملحق ایک پختہ اونچے چبوترہ پر آپ کا مزار ہے۔ اس کے سامنے اسلامی سبیل بھی تھی۔ فسادات کے موقعہ پر آپ کے مزار کے تعویذ کا کچھ حصہ شہید ہوگیا۔

مزار گنج والے پیر گنج کی عالیشان مسجد کے متصل چوراہے کے پاس آپ کا مزار تھا۔ یہاں ایک مسلمان فقیر بھی جھونپڑی ڈال کر رہتا تھا آجکل اس مزار کا نشان تک باقی نہیں ہے۔

مزار کچہری روڈ والے پیر ڈاک بنگلہ والی سڑک کے بیچ میں یہ مزار تھا۔ آجکل اس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔

مقبرہ عبد اللہ خاںؒ (۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۰ء) یہ مقبرہ سرائے عبد اللہ پور میں لال پھاٹک والے پل کے متصل واقع ہے۔

---

[1] دیکھو کتاب غریب نواز صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ از بشیر احمد لاہوری۔

آپ کا نام سید میاں المعروف عبداللہ خاں تھا۔ انکے خلف امیر الامراء سید حسین علی خاں نے سنگ مرمر کا مقبرہ ہدایت اللہ خواجہ سرا کے اہتمام سے تعمیر کرایا۔ انہی کے سامنے انکی بیوی کا مزار ہے۔ آپ کے مقبرہ کی محراب وسطی پر یہ اشعار کندہ ہیں:-

"امیر عادل عبداللہ خاں عالیشاں — چو رخت بست ز دار فنا بدار جناں
حسین خلق علی جود نیر تاباں — کہ ہست حسین علی خاں باتفاق جہاں
دیانت آئین یعنی ہدایت اللہ را — اشارہ کرد ز ابروئے حکم لطف نشاں
کہ بہر سید شاہی لقب بہشت نشیں — بنا کند چو فلک روضہ علو الشاں
پے روش غیب سال بنائے اشرف او — بگفت روضہ عالی بگوش دل پنہاں"[۱]

مزار مدو شہیدؒ آپ کا مزار درگاہ بازار کے متصل ایک گلی میں پختہ چار دیواری کے اندر ہے یہ گلی بھی آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ مزار کے احاطہ میں ایک پختہ دالان بھی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس بتاریخ ۲۸ رجب ہوا کرتا تھا۔ مگر تقریباً پانچ سال سے بند ہے۔

مقبرہ حسین علی خاںؒ یہ مقبرہ عبداللہ خاں کے مقبرہ کے متصل غربی فصیل شہر کے نزدیک ہے۔ حسین علی خاں جو فرخ سیر بادشاہ کے وزیر تھے۔ بتاریخ ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ میں میر حیدر کے ہاتھ سے نواح فتح پور سیکری میں مارے گئے تھے۔ میر حیدر نے آپ کو پیش قبض سے ہلاک کیا تو اسی وقت سید مغفور کے خواہرزادہ غیرت خاں نے میر حیدر کا بھی کام تمام کر دیا۔ سید حسین علی خاں کا جنازہ بڑے جلوس سے اجمیر پہونچایا گیا تھا۔ مقبرہ کی عالیشان عمارت بنائی گئی تھی مگر اب تعویذ تک ندارد ہے۔ مقبرہ کے در بند کر کے کوٹھی کی شکل میں بنا لیا گیا ہے۔ پہلے اس میں گورنمنٹ کالج تھا۔ بعد ازاں کچھ عیسائی اس میں کرایہ پر رہنے لگے۔[۲]

مزار شہیدؒ متصل لوکو ورکشاپ یہ مزار لوکو کالج کی سڑک پر ایک بلند چبوترہ پر تھا۔ آجکل یہاں ایک بت رکھا ہوا ہے۔

مزار سکندر شہیدؒ یہ مزار گھسیٹی بازار میں لب سڑک واقع تھا۔ انکے سامنے محلہ ہتائی گوراں تھا

---

[۲] احسن السیر صفحہ ۹۰-۹۹ مطبوعہ آفتاب جہانتاب پریس [illegible] صاحب احسن السیر نے حسین علی خاں کے جنازہ کے ساتھ غیرت خاں کے جنازہ کا بھی جلوس کے ساتھ اجمیر پہونچنا لکھا ہے مگر اس موقعہ پر غیرت خاں کے انتقال کا کوئی حال نہیں لکھا۔ البتہ حیدر خاں کا مارا جانا لکھا ہے۔

یہاں شوال کی ۱۳ ۱۲ تاریخ سالانہ عرس ہوا کرتا تھا۔ فسادات کے موقعہ پر شہید ہوگیا۔

منصور موہنا یہ دو مزار آنا ساگر کے گوشۂ شمال و مشرق میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر پختہ احاطہ میں ہیں یہاں ایک دالان اور مسجد بھی ہے بڑا پُر فضا مقام ہے۔

درگاہ حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ اس درگاہ کے متعلق ابوالفضل اکبرنامہ جلد ثانی کے صفحہ ۲۶۵ پر لکھتے ہیں:-

"بروز دیگر بتماشائے قلعہ اجمیر کہ بر کوہ واقع است، متوجہ شدند و دراں عالی مقام بزیارت سیّد حسین خنگ سوارؒ کہ در زبان عوام از اولاد امام زین العابدین است پرداختہ تبرک جستند و تحقیق آنست کہ سیّد از ملازمان شہاب الدین غوریست ہنگام کہ فتح ہندوستان کردہ مراجعت نمودہ (۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ) او (میراں سیّد حسین) را بہ شقہ داری اجمیر گذاشت و او آنجا نقد حیات سپرد و بمرد و بہجوم بولایت مشہور گشت و تربتش مطاف عالمیان شد۔"

دوسرے دن اجمیر کا قلعہ دیکھنے گئے۔ یہ قلعہ پہاڑ پر واقع ہے۔ اس عالیمقام پر سیّد حسین خنگ سوار کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے بقول عوام یہ امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں لوگ یہاں سے تبرک لیتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ سیّد موصوف شہاب الدین غوری کے ملازمان میں سے ہیں۔ اور ہندوستان فتح کرنے کے وقت (۵۸۸ھ یا ۵۸۹ھ) تشریف لائے تھے۔ (شہاب الدین غوری نے) انھیں اجمیر کی شقہ داری پر مقرر کردیا اور یہیں (اجمیر) ان کا انتقال ہوا۔ عوام میں یہ ولی مشہور ہوئے اور انکا مزار اہلِ عالم کا مطاف ہوگیا۔

۱۰۲۴ھ میں سیّد حسین خنگ سوارؒ کے مزار خام پر اعتبار خاں (جو عہدِ اکبری میں منصب دو ہزاری اور عہدِ جہانگیری میں شش ہزاری پر ممتاز تھا اور ممتاز خاں کے لقب سے ملقب تھا)۔ یہ عمارات تعمیر کرائیں۔ گنبد کا زریں کلس ہے۔ جنوب رویہ دروازہ کی کھڑکی پر یہ اشعار کندہ ہیں:-

شاہنشہ زمانہ جہانگیر بادشاہ ‏ ‏ ‏ کاندر زمان او شدہ آسودہ دل و جاں
سال دہم بعہد جلوس مبارکش ‏ ‏ ‏ شد فتح ملک رانا ازاں شاہ کامراں

وقت کہ اندر اجمیر آں شاہ گنج بخش — برتخت زر نشستہ بعد از فتح شادماں
بود از ہزار افزوں بست و چہار سال — گیتی ز عدل و دادش چوں روضۂ جناں
در روضۂ مقدس سید حسین کرد — ایں پنجرہ ز صدق و صفا اعتبار خاں"

آپ کا مزار تاش بادلے سے ڈھکا رہتا ہے۔ مزار شریف کے سرہانے موتیوں کا سہرہ پڑا رہتا ہے۔ یہاں چاندی کا چھپر ہے۔ سنہری چوکٹوں میں آئینے کٹہرے کے اندر جڑے ہوئے ہیں۔ اور پھولوں کے سہرے پڑے ہوئے ہیں۔ مزار کے مغرب میں کماپنجی راؤ سندھیا نے سنگ مرمر کے سات دالان از راہ عقیدت بنوائے ہیں۔ مغربی دیوار کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں:-

"معدنِ نور منبع اسرار — ہست درگاہ شاہ خنگ سوار
ساخت دالان کہ ہست رشکِ بہشت — راؤ کماپنجی سندھیا بوقار"

۱۲۲۰ھ

یہ تاریخ اہتمام تعمیر کی کندہ ہے:-

"کماپنجی راؤ چوں کردہ بنائے — مکان پر فضا بر کوہ محکم
پے تاریخ جستم گفت ہاتف — احاطش تا قیامت باد قائم"

اسی دالان سے ملحق ایک دالان ہے جو ۱۳۲۲ھ میں بالا راؤ اینگلہ نے تعمیر کرایا ہے۔ اسکی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں:-

"از بشارت سید الشہدا حسین خنگ سوار — کرد دالان راؤ بالا اینگلہ پیش مزار
یک ہزار و دو صد افزوں آں یکن بشدہ — سال خانہ بیت العدن آمد شمار"

روضہ کی چار دیواری کے دو دروازے ہیں ایک شرقی دوسرا جنوب رویہ۔ شرقی دروازہ سنگ مرمر کا قدیم بنا ہوا ہے اس کی محراب پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:-

"شہسوارِ ملکِ بنا شاہباز ملک دیں — قاتلِ کفار آں سید حسین رہ جبیں
منبع جود و سخا کان فتوت و اتقا — واقف سر ہدیٰ آں مہبط نورِ معیں
سرور ہر دو جہاں مشکل کشائے انس و جاں — منظورِ کون و مکاں حاکمِ دنیا و دیں
خانقاہش پُر عرق از عطر جنت ہر طرف — مرقدش بردہ شرف چوں طور بر کوہِ زمیں

فرش دروازہ ببیں از سنگ مرمر شد مزیں — شد مرتب بر زمیں بر صفحہ اش در ثمیں
از پئے تاریخ او کردم سوال از عقل کل — گفت چو تاریخ آواز روضۂ سلطانِ دیں"

۱۳۲۵ھ

قطعہ دویم میں خنگ گھوڑے کی قبر ہے۔ غربی قطعہ میں مسجد ہے جس کا طول تقریباً ۲۴ گز اور عرض چھ گز ہے۔ قطعہ سویم میں بھی بڑے بڑے دالان ہیں۔ مغرب میں ایک مسجد قدیم اور پانی کا حوض ہے شمال میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ کا بلند دروازہ معہ نقار خانہ ہے جو تقریباً ۴۲ فٹ بلند اور سترہ فٹ چوڑا ہے یہ اسمٰعیل خاں صوبہ دار اجمیر نے ۹۷۶ھ میں سنگِ سُرخ سے بنوایا تھا دروازہ میں سنگِ مرمر کا فرش ہے اور لوح میں یہ قطعہ کندہ ہے:۔

"بعہد بادشاہِ آسماں قدر — پناہ ملک و ملت ظلِ یزداں
جلال الدین محمد اکبر آں شاہ — کہ دارد در نگیں ملکِ سلیماں
بدیں درگاہ ہمچو کعبہ آمد — سوادش عین نور و نور ایماں
بنا فرمود ایں ایوان عالی — کریم الذات اسمٰعیل قلی خاں
زکاخ دل کشا، تاریخِ اتمام — اگر خواہد کسے می یابد آساں"

۹۷۶ھ

بلند دروازے کے نیچے متعدد دالان اور ایک مسجد بھی ہے۔ صحن میں شہداء کے مزارات بنے ہوئے ہیں۔ شمالی دروازے کے پاس دو آہنی دیگیں ہیں۔ ایک دیگ نور الدین جہانگیر بادشاہ نے بنوائی ہے اور دوسری مُلا مداری نے۔ یہ قطعہ تاریخ دیگ پر کندہ ہے:۔

"صرف زر مُلا مدار کرد در تعمیر دیگ — بادنامش در جہاں روشن بمثل آفتاب
بخت در جہتہ اکمے چندش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سال تاریخش جہاں شد فیضیاب"

۱۲۶۶ھ

حضرتِ میراں سید حسینؒ کا عرس ۱۷، ۱۸ رجب المرجب کو ہر سال ہوتا ہے۔ جو لوگ حضور خواجہ غریب نواز کے عرس شریف میں شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ میراں صاحب کے عرس تک ٹھہر جاتے ہیں۔ عرس کے دن مزار مبارک پر بہت کلاوہ لپٹا جاتا ہے جسے ہندو لوٹتے ہیں اور مسلمان

اُن سے چھنتے ہیں اس وقت عجیب رقت آمیز سماں ہوتا ہے۔ درگاہ کے نام کچھ جاگیر بھی وقف ہے جسکا انتظام ایک کمیٹی کرتی ہے۔[1]

گنج شہدا: حضرت سید حسین کی درگاہ کے جنوب میں ایک وسیع پختہ احاطہ میں گنج شہدا ہے۔ یہاں بہت سے شہدا کے مزارات ہیں۔ ۱۰۲۶ھ میں وزیر کلاں (جہانگیر بادشاہ کے امیروں میں سے تھے) نے ان مزاروں کے گرد چار دیواری بنوائی ہے۔ مشہور ہے اِن کا صحیح شمار باوجود کوشش کوئی شخص آجتک نہیں کر سکا[2] یہاں ایک سنگِ مرمر کے مقبرہ میں حضرت خواجہ بزرگ کے خسر سید وجیہ الدین المعروف بہ سید حسن آسودہ ہیں۔

مزار امیر تاغان و امیر ترغان: بعض لوگ انھیں امیر تقی اور امیر تقی بھی کہتے ہیں۔ عام لوگ تاکا توکی کہتے ہیں۔ یہ دونوں مزارات چشمۂ نور کے غربی سطح کوہ پر واقع ہیں اِنکے گرد پختہ چار دیواری ہے۔ یہاں دو دالان اور ایک گہرا حوض بھی بنا ہوا ہے۔ چنبیلی کے درخت کثرت سے مزاروں پر چھائے ہوئے ہیں یہاں بھی گنج شہدا ہے۔[3]

مزار روشن علی: آپ کا مزار حضرت سید حسین خنگ سوار کی درگاہ کے احاطہ کے اندر تارہ گڈھ پر ہے۔

مذکورہ بالا کے علاوہ اجمیر میں اور بھی بہت سے مزارات ہیں جن میں سے بعض تقریباً پانچ سال ہوئے تنکستہ اور بعض بے نشان ہو گئے ہیں۔

بزرگان اسلام کے چلّے:۔

چلہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ: سدا بہار پہاڑی پر متصل آنا ساگر واقع ہے۔ اجمیر آکر پہلے غریب نوازؒ نے پہاڑی کی اسی گپھہ میں قیام فرمایا تھا۔ یہاں ازراہِ عقیدت دو سنگین تخت بھی بنا دیے ہیں۔ ۱۰۳۶ھ میں صابت خان صوبہ دار اجمیر کے تنقہ دار دولت خاں نے روبرو چلہ کے ایک محوطہ سنگین بنوا کر دروازہ کے اوپر یہ اشعار کندہ کرائے:۔

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۲۸-۱۲۳ [2] کتاب غریب نواز صفحہ ۱۰۳ از بشیر احمد لاہوری [3] دیکھو احسن السیر صفحہ ۸۵-۸۲

تبرزماں ست رفیع القدر	حامی شرعِ دیں شہاب الدین
رونق عدل وجود واو چناں	کہ بنازد واز زمان و زمین
گشت والی صوبۂ اجمیر	خان خاناں بہ عزت و تمکین
پاک دیں پاکباز دولت خاں	بود شفقہ دار او برسم امیں
ساختہ ایں مکان چلۂ چشت	تابود یادگار او بہ زمیں
سال تاریخ طالبی گفتار	سی و ہفت و ہزار و دو سنین[1]

۱۰۳۷ھ

چلۂ شریف کے احاطہ میں شمالی صحن میں حضرت سید ملک محمد عالم المعروف بہ گدڑی شاہ باباؒ کا مقبرہ سنگ مرمر کی بارہ دری میں ہے۔ اس صحن میں سنگ مرمر اور سنگِ موسیٰ کا فرش ہے۔ مزار کے سرہانے کی جانب ایک تین دروازوں کا کمرہ مع بغلی کوٹھری ہے۔ بائیں جانب پانچ در کا وسیع دالان ہے۔ چلہ کے بالکل متصل معصوم بابا کا مزار ہے۔ سامنے ایک تین در کی مسجد ہے۔ مسجد کی بغلوں میں اعتکاف کے لئے حجرے ہیں۔ اس احاطہ کے باہر مشرق اور غرب میں دو سہ دریاں مع بغلی حجروں کے ہیں شرقی سہ دری کے آگے ٹین کا سائبان ہے۔ جنوبی احاطہ میں حضرت عبدالرحیم شاہؒ المعروف بہ قاضی گدڑی شاہؒ کا مزار ایک حجرہ میں ہے۔ تعویذ مزار سنگ مرمر کا ہے۔ حجرہ میں سنگِ مرمر اور سنگِ موسیٰ کا فرش ہے۔ آپ کے مزار کے مشرق میں سید احمد علی شاہؒ بنارسی کا مزار ایک ٹین کے سائبان میں ہے بائیں کی جانب بخاری شاہ صاحبؒ کا مزار ہے۔

۱۹۳۰ء میں باہتمام محی الاوقات یعنی گدڑی شاہی کمیٹی (رجسٹرڈ) چلہ شریف پر گنبد تعمیر ہوا۔ ۱۳۴۴ھ میں حاجی کرم علی خانصاحب خلف نواب خواجہ محمد خانصاحب جاگیردار دھولپور نے آثار قدیمہ پر شرقی احاطہ کی مرمت کرائی۔ اس قطعہ زمین کے متعلق درگاہ کمیٹی اور شاملات کمیٹی کے درمیان دیوانی میں مقدمہ بھی چلا آخر چیف کمشنر اجمیر نے شاملات کمیٹی توڑ کر ممبران میں اس کی متعلقہ زمینیں تقسیم کردیں۔ یہ قطعہ زمین مسلمان ممبران کو دیا گیا انھوں نے درگاہ کی نذر کردیا۔

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۹

۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہاں کی عمارات کو نقصان پہونچایا گیا۔ منجانب حکومت بعد میں مرمت ہوئی۔

چلہ سالار غازیؒ سدا بہار پہاڑی کی چوٹی پر سنگ سرخ کے گنبد کے اندر ایک مزار ہے۔ اس احاطہ میں اور بھی بہت سے مزارات ہیں۔ حضرت کوثر علی شاہؒ ۔ انگارہ شاہؒ ۔ کلو بادشاہ مجذوبؒ اور دیگر اہل دل حضرات کے بھی یہاں مزارات ہیں۔

محمود غزنوی نے بعد فتح سید سالار ساہو کو یہاں کا صوبہ دار کردیا تھا۔ مشہور ہے اس مقام پر آپ کے صاحبزادے سید مسعود غازی (جن کا بہرائچ میں مزار ہے) کی ولادت ہوئی اس لئے یہ چلہ سالار غازی کے نام سے مشہور ہے[1]۔ پچھلے فسادات کے موقعہ پر یہاں کے اکثر مزارات شہید ہوگئے۔ بعض کی بعد میں مرمت ہوئی۔

چلہ خواجہ قطب صاحبؒ سدا بہار پہاڑی کے مشرقی حصہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا چلہ ہے۔ یہاں موصوف عبادت الٰہی میں معروف رہا کرتے تھے۔ چلہ کے بالائی صحن میں ایک تین در کی پختہ مسجد ہے۔ مولانا فخر الدین دہلویؒ کے مرید مولانا شمس الدین نے ۱۱۹۰ھ میں یہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد کے کتبہ کے اکثر الفاظ فرسودہ ہوگئے مگر یہ شعر پڑھنے میں آتا ہے:۔

"از پئے تاریخ سالش ہاتف از روئے نوید — داد پاسخ گو مورخ ذکر ہو رب مجید"

چلہ کے نیچے صحن دوم میں ایک محوطہ عالیشان پختہ بنا ہوا ہے اس میں محمد شاہ خاں کی قبر ہے موصوف نواب امیر خاں والئ ٹونک کے رفیقوں میں سے تھے۔ محوطہ کے غرب میں ایک مسجد پانچ در کی اور ایک حجرہ محمود خاں نائب محمد شاہ خاں نے ۱۲۳۹ھ میں تعمیر کرائے۔ دروازہ پر سنگ مرمر کی لوح پر یہ کتبہ کندہ ہے:۔

اللہ اکبر

"بنا کرد محمود عالی نگاہ — مزار محمد شہ دین پناہ
ز تاریخ تعمیر گو ید لطیف — زہے مقبرہ مسجد و خانقاہ"[2]

---

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۹-۱۰۰ [2] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۱-۱۰۲

اس صحن سے مشرق کی جانب بہت سی سیڑھیاں ہیں۔ انکے ہر دو جانب سہ دریاں اور حجرے ہیں۔ سیڑھیوں کے بعد صحن سوم میں متعدد حجرے اور ایک مسجد تھی۔ سیٹھ بھاگ چند صاحب کی کوٹھی کی دیوار گرجانے سے مسجد اور حجرے منہدم ہو گئے۔ البتہ اس وسیع صحن میں ایک اور وسیع مسجد ہے۔ پچھلے فسادات کے موقعہ پر بعض حجروں کے کواڑ بلوائی لے گئے۔

بتاریخ ۱۳، ۱۴ ربیع الاول اس حجلہ پر حضرت قطب صاحبؒ کے مراسم عرس منجانب درگاہ خواجہ صاحب ادا کئے جاتے ہیں۔ چادر محی الاوقات یعنی گدڑی شاہی کیٹی رجسٹرڈ جلوس کیساتھ لیجاتی ہے۔

چلہ یا استھان شادی دیو سدا بہار پہاڑی پر چلہ سالار غازی کے نیچے غریب نواز کے چلے سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر یہ مقام واقع ہے۔ یہاں ایک گنبد کے اندر ایک پتھر کا چکر ترشا ہوا رکھا ہے۔ اسکے متصل ایک دالان اور ایک حوض ہے۔ یہاں شادی کے موقعہ پر بعض ہنود دولہا دولہن کو لاتے ہیں نذر بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ یہاں کا مجاور مسلمان ہےؒ۔ پہلے مجاور کا نام جہانگیر تھا آجکل اُس کا لڑکا ہے۔ پچھلے فسادات کے بعد سے اس کو وہاں کم آتے جاتے دیکھا گیا۔ یہ وہی شادی دیو ہیں جو بقول سیر الاقطاب حضرت خواجہ غریب نواز کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔

چلہ غوث پاکؒ یا بڑے پیر صاحبؒ کا چلہ درگاہ غریب نواز کے جنوب میں پہاڑی پر واقع ہے یہاں سونڈے شاہ درویش مدفون ہیں۔ مشہور ہے آپ بغداد شریف سے حضور غوث پاک کے یہاں کی ایک اینٹ لائے تھے۔ وصیت کی کہ "یہ بعد وفات قبر میں میرے سینہ پر رکھدینا" بایں وجہ یہ مقام چلہ غوث پاک کے نام سے مشہور ہےؒ۔

یہاں جمشید خاں صاحب نے دالان در دالان تعمیر کرایا۔ اصغر علی صاحب متولی نے پختہ صحن اور گنبد بنوایا۔ حکیم ارشاد علی صاحب نے ایک حوض اور ایک دالان تعمیر کرایا۔ حاجی وزیر علی صاحب خادم درگاہ خواجہ صاحبؒ نے درگاہ کے رُخ پر ایک بارہ دری تعمیر کرائی۔

انکے علاوہ مساجد وغیرہ بھی ہے۔ ربیع الاول کی ۹ تاریخ سے ۱۱ تاریخ تک یہاں غوث پاک کی فاتحہ کے مراسم ادا ہوتے ہیں۔ مصارف کے لئے جاگیر ہے۔

ؒ۱ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۱ ؒ۲ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۲-۱۱۳

چلہ مدار صاحبؒ کوکلہ پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ یہاں شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدار مکن پوری نے چلہ کیا تھا۔ مقام چلہ پر پختہ گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ایک حوض ہے۔ حوض کے کنارہ آپ کے مرید کی چھتری ہے۔ جمادی الاول کی اٹھارویں تاریخ یہاں مدار صاحبؒ کی سالانہ فاتحہ کے مراسم ادا ہوتے ہیں۔ یہاں لوگ نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں بڑھاتے ہیں[۱]۔

چلہ اجیپال جوگی یعنی عبداللہ بیابانیؒ اجمیر کے گوشۂ مغرب وجنوب میں موجودہ شہر سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر اسکے کھنڈر ہیں۔ یہ وہی عبداللہ بیابانی ہے۔ جو غریب نوازؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بقول صاحب گلزارِ ابرار صفحہ ۳۵ جنگل میں رہا کرتے تھے۔

چلہ ناطع شاہ المشہور بہ ناتواں شاہؒ کا تکیہ الموسوم بہ صدر چوک یہ درگاہ کے گوشۂ جنوب و مشرق میں فصیل شہر کے اندر ہے۔ ناتواں شاہ غریب نوازؒ کے معصر ہیں[۲]۔ عہدِ اکبری تک حبس دم کئے ہوئے اس مقام پر موجود تھے۔ شہر پناہ کی دیوار کے لئے بنیاد کھودی گئی تو آپ کو اس مقام پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ "یہاں شہر پناہ کی دیوار بنے گی یہاں سے تشریف لیجائیں" فرمایا "فقیر جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا"۔ آخر مجبور ہو کر یہاں سے شہر کی فصیل گھما کر نکالی گئی۔ اور آپ کے مزار کو مسقف کر دیا[۳]۔ مزار کے آگے بجانب شرق ایک چوک پختہ بنا ہوا ہے۔ اس میں آپ کے مریدین مدفون ہیں۔ یہاں ایک دالان اور دو حجرے بھی ہیں۔

چلہ بی بی حافظ جمالؒ نور چشمے کے کنارہ پہاڑ کی گپھا میں ہے۔ اس میں ایک دروازہ آویزاں ہے مشہور ہے یہاں غریب نواز کی صاحبزادی بی بی حافظ جمال نے چلہ کیا تھا[۴]۔

چلہ بابا فرید الدین گنجشکرؒ اس چلہ کا ذکر عمارات درگاہ کے سلسلہ میں پیچھے آچکا ہے۔

عثمانی چلہ جھالرہ پر محکمہ الاوقات معینی گدڑی شاہی انجمن (رجسٹرڈ) کے دفتر کے ایک حجرہ میں غریب نوازؒ کے پیرو مرشد کے روضۂ اقدس کا ایک سنگ اور دیگر تبرکات مکہ معظمہ سے لاکر یہاں رکھے گئے ہیں۔

---

[۱] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۰ [۲] دیکھو انفاسات حمید صفحہ ۔
[۳] دیکھو احسن السیر صفحہ ۸۰۸۹ [۴] دیکھو احسن السیر صفحہ ۸۵-۸۶

بعض باغات:-

دولت باغ یہ باغ شاہجہانی محلات کے قریب متصل آناساگر واقع ہے۔ جہانگیر نے سنہ ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہونے کے بعد نصب کرایا تھا اور یہاں کچھ محلات بھی تعمیر کرائے تھے مگر اب اُن کا نشان نہیں۔[1] یہاں عمدہ پانی کا کنواں اور ریلانی پیر کا مزار بھی ہے۔ برطانیہ کے عہد میں یہاں سڑکیں اور دروازے بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہی زمانہ میں یہاں ہیلی بازار کی نمایش ہوتی تھی آجکل بند سوموار اور فلاورشو کے میلہ ہوتے ہیں۔ دولت خانہ شاہجہانی کا پائین باغ دولت باغ کے نام سے مشہور ہے۔

شاہجہانی باغ یہ باغ شاہجہاں بادشاہ نے آناساگر کے شمال میں نصب کرایا تھا مگر آجکل ویران حالت میں ہے۔[2]

قیصر باغ قیصر باغ دولت باغ کے قریب ہے۔ دولت باغ سے وسیع ہے مگر پرفضا نہیں ہے۔

باغ بوراج یہ باغ اجمیر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب موضع بوراج میں واقع ہے۔ نواب محمد عمر خانصاحب کی جاگیر میں ہے۔ اہلِ شہر یہاں برسات کے موسم میں سیر کے لئے جایا کرتے ہیں۔

باغ سید احمد دامنِ کوہ میں آناساگر کے گوشۂ شمال و مشرق میں یہ باغ ویران حالت میں کچھ باقی ہے۔ موصوف سنہ ۱۶۶۹ء میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔[3]

بعض بازار:-

خاص بازار یا درگاہ بازار اکبر بادشاہ نے سنہ ۹۷۰ھ میں دورویہ پختہ لداؤ کی دوکانات درگاہ شریف کی شمالی سیڑھیوں کے متصل تعمیر کرائیں۔[4] اس بازار کا نام خاص بازار تھا مگر آجکل یہ بازار درگاہ بازار کہلاتا ہے۔[5]

ہیلی بازار دولت خانہ اکبری کے متصل یہ بازار مسماۃ ہیلی (جو بزمانہ اکبر ہیلی تھی) کا بنوایا ہوا ہے دورویہ لداؤ کی دوکانیں ہیں۔ بازار کے روبرو نہریں جاری تھیں۔ باغ بھی تھا اب سب برباد ہوگئے

---

[1] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۶۴ و ۶۵ [2] دیکھو کتاب غریب نواز صفحہ ۱۶۳ [3] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۱۳۴
[4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۶۸، ۶۹ [5] دیکھو کتاب "اجمیر" صفحہ ۴۹

کچھ نشانات باقی ہیں۔[1]

نیا بازار دولت خانہ اکبری کے غرب میں وسیع صحن تھا۔ مرہٹوں کے زمانہ میں اس کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۱۹ء میں مسٹر ولڈر اور مسٹر کونڈس (افسران منجانب ایسٹ انڈیا کمپنی) نے اسے مکمل کرایا۔[2]

بعض چشمے کنویں اور تالاب:۔

تالاب بیسلہ یہ تالاب موجودہ شہر اجمیر کے شرق میں ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر ہے راجہ بیسلدیو چہارم نے شکار کے موقعہ پر تالاب بیسلہ کے بننے کا حکم دیا اور تقریباً ۱۱۵۳ء اور ۱۱۶۳ء کے درمیان تعمیر ہوگیا۔ اس کے گرد بتخانے اور خوبصورت پتلیاں تھیں۔ ان کے منہ سے پانی کے فوارے چھوٹتے تھے۔ تالاب کے وسط میں دو ٹیلے ہیں ان پر راجہ کے محل تھے۔ جہانگیر نے اس تالاب کے کنارہ مکانات بنوائے تھے۔ اسی مقام پر جہانگیر نے شاہ انگلستان کے سفیر سے ملاقات کی تھی اور سفیر نے ایک چار پہیوں کا چرٹ بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ جب انا ساگر مقررہ حد تک بڑھ جاتا ہے تو اسکا زائد پانی بیسلہ میں آتا ہے۔[3]

اناساگر یہ تالاب راجہ انادیو (ارنوراج یا اناجی) نے (تقریباً ۱۱۳۵ء اور ۱۱۵۰ء کے درمیان) تعمیر کرایا۔ برسات کے موسم میں اسکا دور تقریباً چھ میل ہو جاتا ہے۔ اس کے کنارہ شاہجہانی سنگ مرمر کے محلات ہیں۔[4]

فائی ساگر یہ تالاب اجمیر کے مغرب میں تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ۱۸۹۲ء میں بنایا گیا۔ یہاں سے اہل شہر کو بذریعہ نل پانی پہونچایا جاتا ہے۔ قحط سالی کے زمانہ میں مبلغ دو لاکھ اڑسٹھ ہزار نو سو روپیہ کے صرفہ سے اجمیر میونسپلٹی نے تعمیر کرایا مسٹر فائی ایگزیکٹیو انجینئر نے اس کی تعمیر کرائی۔ لب آب ایک کاٹھ کا بنگلہ بھی بنایا گیا ہے۔ بہت پر فضا مقام ہے۔[5]

ڈگی یہ چشمہ جنوبی فصیل شہر اور شہر پناہ کے دروازے کے متصل ہے ۱۲۴۸ھ میں کرنل ڈکسن کمشنر اجمیر نے اس کی تعمیر کرائی۔ یہ اہل شہر کو کافی پانی دیتا ہے۔ اسکے ہر چہار جانب عمارات ہیں۔[6]

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۵ ۲؎ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۲۲ و احسن السیر صفحہ ۶۰۶، ۶۰۷ ۳؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ و کتاب اجمیر صفحہ ۶۶، ۶۰

۴؎ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۶۰، ۶۵ ۵؎ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۱۲ ۶؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۸

کاتن باولی ڈھائی دن کے جھونپڑے کے متصل ہے۔ اس کا پانی صاف و شیریں ہے کہا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا یہاں سوت کاتا کرتی تھی۔ ایک دن سلطان شمس الدین التمش کی سواری اس طرف سے گذری بڑھیا نے ایک سوت کی انٹی بادشاہ کی نذر کی۔ بادشاہ نے دریافت کیا، کیا چاہتی ہے؟ بڑھیا نے کہا کہ ایک مسجد اور ایک باولی میرے نام پر تعمیر ہو جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے یہ باولی تعمیر کرادی۔[1]

جھالرہ اس کا ذکر عمارات درگاہ کے سلسلے میں پیچھے آچکا ہے۔

بھاٹا یا بھاٹ باولی یہ باولی محلہ اندر کوٹ کے قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کسی بھاٹ نے بنوائی تھی۔[2]

ملوسر و مولاسر ان دونوں چشموں کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ بقول مؤلف احسن السیر ان میں سے ایک کا نام ملوسر اور دوسرے کا مولاسر ہے۔ عشرہ محرم کے روز یہاں بہت مخلوق جمع ہوتی ہے۔[3] اور تعزیے سیراب کئے جاتے ہیں۔

نور چشمہ جہانگیری یہ تارہ گڈھ کے شرق میں واقع ہے۔ پہلے اس کے متصل راجہ اجیپال کا آباد کیا ہوا شہر (اجمیر) تھا۔ نورالدین جہانگیر ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں اجمیر آیا اور ایک محل اس چشمہ کے متصل تعمیر کیا۔ محراب دروازہ پر سنگ مرمر کی لوح میں یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:-

"بلند اقبال شاہ ہفت کشور | کہ وصفِ او نمی گنجد بہ تقریر
فروغ خاندانِ شاہِ اکبر | شہنشاہِ زماں شاہِ جہانگیر
دریں سرچشمہ چوں آمد زفیضش | رواں شد آب خاکش گشت اکسیر
شہنشاہ کرد نامش چشمۂ نور | شدہ آب خضر زد چاشنی گیر
دہم سال از جلوس شاہ غازی | بحکم بادشاہ نیک تدبیر
بہ طرف چشمۂ نور ایں عمارت | جہاں آرائے شد از روئے تقدیر
خسرو تاریخ اتمامش رقم کرد | محل شاہ نورالدین جہانگیر"

۱۰۲۴ھ

عمارت میں صرف ایک دروازہ اور سرخ رنگ کا دالان باقی ہے مگر شکستہ حالت میں ہے۔ اسکا سابقہ نام حوض جہالی ہے۔[4]

۱۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۲ ۲۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۳-۹۴ ۳۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ آفتاب جہانتاب پریس

۴۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۳-۱۱۸ و کتاب اجمیر صفحہ ۱۰۳-۱۰۷ ۵۔ کتاب اجمیر صفحہ ۶۲ بحوالہ جنرل جلد اوّل صفحہ ۲۲۵

پوکھر یا پشکر | یہ تالاب اجمیر سے تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر بجانب مغرب واقع ہے۔ ہندوؤں کا بڑا تیرتھ ہے اس کے گرد مندر اور گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس کے جنوبی کنارہ پر اکبر بادشاہ نے محل تعمیر کرایا تھا۔ اس محل کے نشانات رہ گئے ہیں۔ جہانگیر نے بھی اس کے کنارہ اپنے رہنے کے لئے محل تعمیر کرایا۔ اس کے کھنڈر ابتک مع ڈیوڑھی دروازے کے پیچھے موجود ہیں۔ عالمگیر نے اس کے متصل سنگِ سرخ کی مسجد تعمیر کرائی جو ابتک موجود ہے۔ یہ تالاب بارہ گز گہرا ہے اور ڈیڑھ کوس کے دور میں واقع ہے، یہاں سالانہ کاتک کے مہینہ میں میلہ ہوتا ہے۔ ہزاروں آدمی اور مویشی آتے ہیں۔ سب سے بڑی عمارت یہاں برہماجی کے مندر کی ہے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے یہ حوض زمین میں کھودا گیا۔[۱]

سورج کنڈ | یہ کنڈ (باوڑی) دہلی دروازہ کے باہر محلہ گنج میں تھا۔ اس میں سہ دریاں بھی تھیں۔ لوگ یہاں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ بزمانہ برطانیہ اسے مٹی سے پاٹ کر یہاں ایک دالان بنا دیا گیا ہے۔

چاند کنڈ | یہ کنڈ مدار دروازہ کے باہر بالمقابل دروازہ بجانب شرق دروازہ سے کچھ فاصلہ پر سنہ ۱۸۵۲ء میں کرنل ڈکسن کمشنر اجمیر نے تعمیر کرایا تھا۔ حفیظ معمار نے کار تعمیر انجام دیا تھا۔ اسکے مشرق میں نواب فیض اللہ بنگش کی بنائی ہوئی سرا تھی مگر سنہ ۱۸۷۴ء میں ریل کا اسٹیشن بنانے کے لئے یہ سرا کھدوا دی گئی۔[۲] صاحب احسن السیر نے اسے سورج کنڈ لکھا ہے مگر بعض لوگ اسے چاند کنڈ کہتے ہیں۔

اسد خاں کی باولی | اناساگر کے گوشۂ شمال و مشرق میں پرانی عیدگاہ کے متصل واقع ہے۔ اسد خاں صوبہ دار اجمیر نے بنوائی تھی۔ اسد خاں سنہ ۱۰۹۲ھ مطابق سنہ ۱۶۸۱ء میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔[۳]

بعض محلے :-

محلہ اندرکوٹ | صاحب احسن السیر نے (صفحہ ۷۰پر) لکھا ہے کہ چار ہزار برس پہلے یہاں راجہ اندر سین نے شہر بسا کر اندرکوٹ نام رکھا تھا۔ یہ راجہ بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ یہاں اس زمانہ کے سنگین باولیاں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں موصوف نے یہاں صدہا بتخانے ہونا اور سراوگی و جینیوں کا بدھ مذہب کا

---

[۱] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱۳-۱۱۸ و کتاب اجمیر صفحہ ۴۰-۴۱ [۲] دیکھو احسن السیر صفحہ ۹۶ مطبوعہ آفتاب جہانتاب پریس

[۳] دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۲۴

پیرد وغیرہ ہونا بھی لکھا ہے۔ یہاں ہم اس روایت کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کو نظر انداز کرکے صرف یہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ بقول ایشوری پرشاد[1] گوتم بدھ جی کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تقریباً پانچسو برس پہلے کا ہے۔ جس کو اس وقت تقریباً ڈھائی ہزار سال ہوتے ہیں۔ چار ہزار سال پہلے تو نہ گوتم بدھ جی تھے نہ اُن کا مذہب تھا۔ پس ایسی حالت میں یہ روایت کسی مورخ کے لئے قابل تسلیم نہیں ہے بلکہ ایک ایسی بے سر و پا کہانی ہے جس کو صداقت اور تاریخی مطابقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

صاحب احسن السیر نے جن باولیوں کو راجہ اندر سین کے زمانہ کا لکھا ہے ہمارے نزدیک وہ چار ہزار سال پہلے کی نہیں ہیں بلکہ چوہان راجپوتوں کے زمانہ میں قلعہ تاراگڑھ کی تعمیر کے وقت پانی کی کمی کیوجہ سے قلعہ پر پانی فراہم کرنے اور قلعہ کے محافظ دستہ (جو قلعہ کے نیچے اس مقام پر رہتا تھا) کو پانی مہیا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں چونکہ یہ مقام پُرانے قلعہ کی حفاظتی فصیل (جسکے نشانات ابتک موجود ہیں) کے اندر تھا۔ اس لئے اندرکوٹ (قلعہ کی دیوار کے اندر) کہلاتا تھا۔

موتی کٹرہ خاص بازار کے مشرقی جانب میاں بائی کی مسجد کے سامنے ایک حویلی کسی شاہی زمانہ کے امیر کی تھی۔ اس حویلی کا تو اب نشان تک نہیں ہے۔ برطانیہ کے زمانہ میں اس جگہ ایک ویران میدان تھا۔ جب کونڈس صاحب ڈپٹی کمشنر اجمیر نے لوگوں کو تعمیرات کی اجازت دی تو ساہوکاروں نے یہاں عالیشان دروازے اور مکانات بنوائے اُن کے سامنے وسیع چوک نکل آیا۔ بجانب غرب اور جنوب اہلِ اسلام اور ساہوکاروں کی حویلیاں اور دُکانیں مل جُل بنی ہیں۔ یہ کٹرہ نصیر الدولہ[2] وفادار خاں[3] کرنل سر ڈیوڈ اختر لونی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کا دروازہ سرکار انگریزی نے تعمیر کرایا تھا جو بعد میں فروخت کردیا۔ پہلے اس کٹرہ کا نام نصیر گنج رکھا گیا مگر بعد میں صاحب موصوف نے اسکا نام اپنی خانہ انداز طوائف موتی کے نام پر موتی کٹرہ رکھا[4]۔

لاکھن کوٹھری یہ محلہ درگاہ کے گوشہ شمال و مغرب میں آباد ہے۔ پُرانے زمانہ میں یہاں لاکھا بھیل رہا کرتا تھا اسی کے نام سے یہ محلہ مشہور ہے۔ یہاں زیادہ تر سیٹھ ساہوکاروں کی حویلیاں ہیں۔ پہلے یہاں چاندی کی کان سے چاندی نکالی جاتی تھی[5]۔ لاکھا بھیل کی قبر اسی محلہ میں ہے۔

---

[1] دیکھو اُردو ہسٹری آف انڈیا از ایشوری پرشاد صفحہ ۲۷ [2،3] خطابات شاہی دہلی کے عطا ہیں۔

[4] دیکھو احسن السیر صفحہ ۴۲-۴۳ [5] دیکھو احسن السیر صفحہ ۲۰

کڑکا چوک یہ محلہ درگاہ کے گوشہ شمال و مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کڑکا شاہ فقیر نے اپنے مکان کے آگے ایک چوک بنا رکھا تھا۔ شدہ شدہ یہ محلہ اس نام سے مشہور ہوگیا۔[1]

اجمیری ڈڑہ یہ محلہ درگاہ کے گوشہ شمال و مشرق میں تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ اجمیری خاں (جنکا مزار عقب میو کالج بجانب مشرق ہے) نے بسایا تھا۔[2] یہاں مساجد اور مزارات بھی ہیں۔ اجمیر کا مشہور تعزیہ الموسوم بہ ڈولہ اسی محلہ کی ہنائی سے بتاریخ ۱۰ محرم بوقت سہ پہر اٹھایا جاتا تھا۔ آجکل یہاں سے نہیں اٹھتا۔

بعض شہری اسلامی تقاریب :-

بماہ محرم الحرام شہر کے بہت سے مختلف مقامات پر تعزیے رکھے جاتے تھے مگر ۱۹۴۷ء کے بعد سے صرف محلہ خادمان اور اندر کوٹ میں تعزیہ داری ہوتی ہے۔ چھتری دروازہ کے متصل مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ درگاہ شریف کا تعزیہ زیادہ مقبول ہے۔ یہ آجکل بھی طول بحر میں سیراب ہوتا ہے اس کے علاوہ چاندی کا تعزیہ اجمیری ڈڑہ والا ڈولہ اور اندر کوٹ میں علم بھی رکھے جاتے ہیں نیز تلواروں سے ہائی دست[3] بھی کھیلا جاتا ہے۔

بماہ صفر المظفر ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کے دن دولت باغ میں میلہ لگتا تھا جو کہ نہیں آتی تھیں۔ مسلمان جمع ہوتے تھے مگر ۱۹۴۷ء کے بعد سے محلہ اندر کوٹ میں موجودہ مسلمان یہ رسم پوری کر لیتے ہیں۔

بماہ ربیع الاول بتاریخ ۹ ربیع الاوّل بتقریب یوم نبوت مابین عصر و مغرب ایک اسلامی جلوس دفتر محی الاوقات یعنی گدڑی شاہی انجمن (رجسٹرڈ) سے غریب نواز کے بیلڈ پر باہتمام کمیٹی مذکور جاتا ہے اور بتاریخ ۱۳ اور ۱۴ ربیع الاول قطب صاحب کے چلہ پر بجانب درگاہ آنحضرت کے عرس کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں۔ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول اس موقعہ پر کمیٹی مذکور چادر شریف جلوس کے ساتھ لیجانے اور بوقت محفل چائے پلانے کی خدمات انجام دیتی ہے اس موقع پر دولت باغ میں میلہ ہوتا ہے

[1] دیکھو احسن السیر صفحہ ۔ [2] یہ روایت خان بہادر سید عبدالوحید صاحب سابق پروفیسر میو کالج نے بیان کی۔

[3] بہت سے آدمی ننگی تلواریں ہاتھ میں لیکر ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ یہ حلقہ گردش کرتا ہوا تلوار زنی کے ہاتھ دکھاتا ہے۔ اہل اجمیر اسے ہائی دوت کہتے ہیں۔

بماہ ربیع الثانی اس مہینہ کی ۱۰ر ۱۱ر تاریخ بڑے پیر صاحب کے چلّہ پر مراسم سالانہ عرس غوث پاکؒ ادا کئے جاتے ہیں۔

بماہ جمادی الثانی بتاریخ ۹ر جمادی الثانی غریب نوازؒ کے چلّہ پر بتقریب یوم ولادت غریب نوازؒ مابین عصر و مغرب باہتمام محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) سماع کے ساتھ فاتحہ ہوتی ہے۔

بماہ رجب المرجب بتاریخ ۵ر رجب سید اسرار احمد صاحب کے یہاں اشراق و چاشت کے درمیان محفل سماع کے ساتھ غریب نواز کی فاتحہ ہوتی ہے اور بعد نماز عشا محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) کے دفتر میں مراسم فاتحہ معہ سماع ادا کئے جاتے ہیں۔

بماہ رمضان المبارک بتاریخ ۸ر ۹ر ۱۰ر رمضان حضرت گدڑی شاہؒ کے سالانہ عرس کے مراسم باہتمام محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) ادا کئے جاتے ہیں۔ غریب نواز کے چلّہ پر بتاریخ ۸ر رمضان جلوس کے ساتھ چادر بھی جاتی ہے اور ۷ر رمضان سے ۲۱ر رمضان تک امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مراسم عرس معہ سماع۔ سلام خوانی۔ نعت خوانی وغیرہ باہتمام محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی سالانہ ادا کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بتاریخ ۷ر رمضان المبارک پیر مٹھایا غریب نواز کے چلّہ سے گیارہ بجے شب کے جلوس چادر شریف روانہ ہو کر براہ دہلی دروازہ۔ درگاہ بازار وغیرہ صبح چار بجے درگاہ میں پہونچا کرتا تھا مگر ۱۹۴۷ء کے بعد سے یہ رسم گلی لنگر خانہ اور نظام گیٹ کے روبرو ادا کی جاتی ہے۔

بماہ شوال المعظم بتاریخ ۵ر شوال مابین عصر و مغرب منجانب محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) بسلسلہ عرس حضرت خواجہ عثمانی کی ہرونی قدس سرہٗ درگاہ شریف میں سماع کے ساتھ سالانہ چادر پیش کی جاتی ہے اور بتاریخ ۶ر شوال بوقت شب سماع خانہ درگاہ میں عثمانی مشاعرہ ہوتا ہے۔

بتاریخ ۲ر ۳ر ۴ر شوال حضرت قاضی گدڑی شاہؒ کے مراسم عرس چلّہ شریف پر ادا کئے جاتے تھے مگر ۱۹۴۷ء کے بعد سے بعض مراسم درگاہ میں ادا کئے جاتے ہیں۔ البتہ چادر شریف جلوس کیساتھ بتاریخ ۳ر شوال باہتمام محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) مزار مبارک پر جاتی ہے اور اسی دن چلّہ شریف پر قوالی اور مشاعرہ بھی ہوتا ہے۔

بماہ ذی الحجہ بتاریخ ۹ر ذی الحجہ بروز حج مابین عصر و مغرب عثمانیہ چلّہ پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی فاتحہ کے مراسم سالانہ باہتمام محی الاوقات معینی گدڑی شاہی کیٹی (رجسٹرڈ) ادا کئے جاتے ہیں۔

حکومتِ اجمیر

راجہ انہر دیو چوہان سمت ۲۰۲ دہرم راج جدھشٹر (جس کو تقریباً ساڑھے چار ہزار سال گذرے) میں ایک راجہ ہوا ہے اسکو چتر بھوجا (چار ہاتھ پاؤں والا یعنی بہادر) بھی کہتے ہیں۔ اسی راجہ نے انہل دیو (اسکے زمانہ میں نہروالا جسے آجکل پٹن گجرات کہتے ہیں) شہر آباد کیا تھا سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۷ھ میں اسے برباد کر دیا۔ اس راجہ کے بعد کے راجگان سوا چا چوہان۔ ملان چوہان اور گلن سور تھے[۱]۔ ممکن ہے اس زمانہ میں علاقہ نہروالا میں علاقہ اجمیر (جو اس وقت تک اس نام سے نہیں بسایا گیا تھا۔) شامل ہو مگر بقول ہربلاس سارڈا ابتدائی زمانہ میں راجگان سامر (پھلیرے سے ایک اسٹیشن پر جہاں نمک بنایا جاتا ہے) علاقہ اجمیر (قبل اجمیر کے نام سے موسوم ہونے کے) پر حکمراں تھے۔ انکی وسعت سلطنت مغرب میں اجمیر سے آگے تک تھی[۲]

اجے راج (اجیپال) سے لیکر ہری راج (برادر پرتھوی راج) تک اجمیر میں تقریباً تیس[۳] چوہان راجگان نے قریب قریب چھ سو تینتالیس (۶۴۳) سال تک حکومت کی۔ اس درمیان میں بعض اوقات تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی بھی حکومت رہی ذیل میں اُن راجگان میں سے بعض کا تذکرہ حسب ذیل ہے:۔

اجیپال چکوا اجیپال جو سمت دیو کا بیٹا اور ویسلدیو کا پوتا تھا سامر سے اجیت پور (ناگور) میں آیا یہی اجمیر کا بانی اوّل ہے۔ اجیپال کا زمانہ سمت ۲۰۲ بکرمی (۱۴۵ء) کا ہے یہ اجیپال چکری (چکوا) کہلاتا تھا[۳]۔

اجیپال خسرو بن سیاوش بن کیکاؤس کا ہمعصر تھا اسکے ۲۰ بیٹے تھے۔ ان کی اولاد نے اس حصہ ملک کو آباد کیا۔ اسی راجہ کے زمانہ میں رستم بن زال نے جو سیستان کا حاکم تھا ایک فوج جرار کے ساتھ اپنے بیٹے فرامرز کو ہندوستان تسخیر کرنے کے لئے بھیجا مگر کسی وجہ سے وہ ناکام واپس گیا[۴]۔

۱؎ دیکھو احسن السیر صفحہ ۔ ۲؎ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۳۶-۱۳۸ ۳؎ دیکھو کتاب اجمیر مذکور صفحہ ۱۳ ۴؎ دیکھو احسن السیر صفحہ

۴۴ھ
مسلمانوں کا ہندوستان پر پہلا حملہ

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر کو خراسان کو فتح کرنے کے لئے مامور کیا۔ اس نے ایک بڑا لشکر لے کر کرمان کے راستہ سے خراسان کا قصد کیا۔ مقدمۃ الجیش حنیف بن قیس تھا۔ اس لشکر نے سیستان۔ قہستان اور نیشاپور فتح کر لیئے اور طوس۔ سرخس۔ ہرات۔ بادغیس۔ غور۔ غرجستان و بلخ۔ مرو و طالقان پر مسلمانوں کا تصرف ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں فتوحات حاصل کر کے عبداللہ بن قیس بن ہاشم کو خراسان کا اور حنیف بن قیس کو مرو و طالقان و نیشاپور کا اور خالد بن عبداللہ کو ہرات و غور و غرجستان کا والی مقرر کر کے خود حج کے لئے روانہ ہوا[1]۔

۴۴ھ میں معاویہ بن ابوسفیان نے زیاد بن اُمیہ کو بصرہ و خراسان و سیستان کا والی کر دیا۔ اسی سال میں عبدالرحمٰن بن شمر نے بمشورہ زیاد کابل فتح کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنا مطیع کیا۔ اس کے متصل مہلب بن ابی صفرہ نے جو عرب کے سرداروں میں تھا حوالی م سے کابل و زابل میں آیا اور ہندوستان میں داخل ہو کر جنگ کی۔ بارہ ہزار لونڈی غلام بنائے اس زمانہ میں اہل ہندوستان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا[2]۔

جب خالد بن عبداللہ حکومت کابل سے معزول کیا گیا تو اُس نے عرب و عراق جانے کو بخوف حاکم شاق و دشوار تصور کر کے مع اہل و عیال اور عرب کی ایک جماعت کے ساتھ اہل کابل کی رہبری سے مابین ملتان و پشاور کوہ سلیمان میں جا کر اقامت اختیار کی اور اپنی لڑکی کا نکاح ایک متبرک افغانی مسلمان سے کر دیا[2]۔

۶۸۵ء مطابق ۶۵ یا ۶۶ھ
مسلمانوں کا راجپوتانہ پر پہلا حملہ

ہربلاس سارادا نے بلاماخذ کتاب "اجمیر" کے صفحہ ۱۳۸ پر لکھا ہے کہ "گوبند راج اوّل اجمیر کا پہلا راجہ تھا جس کی مسلمانوں سے لڑائی ہوئی۔ اُس نے مسلمانوں کو شکست دے کر سلطان بیگ وارث کو قید کر لیا۔" مگر ٹاڈ کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ اسلامی فوجیں ۶۸۵ء (مطابق ۶۵ھ یا ۶۶ھ) میں بزمانہ راجہ نیکا رائے راجپوتانہ

---

[1] دیکھو فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۱۶ [2] دیکھو فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۱۷

میں داخل ہوئیں۔ موصوف کے بیان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"راجپوتانہ میں پہلی مرتبہ اسلامی فوجیں ۶۸۵ء میں داخل ہوئیں۔ اجمیر کے فرمانروا دنیکارائے (مولوی ذکاء اللہ نے مانک رائے[1] لکھا ہے۔ غالباً دولہارائے سے مراد ہے) کو قتل کر دیا اور اس کے اکلوتے بچہ مسمی لات کو جس کی عمر تخمیناً سات سال کی تھی اسوراج نے تیر سے ہلاک کر دیا۔ کہا جاتا ہے۔ یہ حملہ سندھ کی جانب سے ہوا۔ حملہ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اسلامی مبلغ کے ساتھ نازیبا برتاؤ کیا گیا۔ مبلغ کا انگوٹھا کاٹ لیا گیا۔[2]"

اس باب میں صاحب احسن السیر نے کچھ جزوی اختلافات کے ساتھ ایک بہت مفصل بیان دیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"سمت ۷۴۰ بکرمی (۶۸۳ء مطابق ۶۳ھ بسنہ ۶۴ھ) میں دولہارائے (دولہارائے نہیں بلکہ نیکارائے[3]) راجہ ہوا۔ اس وقت اسلامی سلطنت بنی امیہ کے خاندان میں تھی۔ اس زمانہ میں روشن علی برسم سفارت اجمیر آئے انھوں نے اس دہی کو چھو لیا جو ایک گوجر عورت راجہ کے کھانے کے لئے لیجایا کرتی تھی۔ اس جرم میں انکی انگشتِ شہادت کاٹ لی گئی۔ روشن علی نے ولید[ب] بن عبدالملک تک یہ خبر پہونچائی۔[4] اس پر اسلامی فوج گھوڑوں کے سوداگروں کے بھیس میں اجمیر آئی اور دولہارائے پر حملہ آور ہوئی۔ دولہارائے لڑائی میں قتل ہوا اور گڈھ بٹیلی (تاراگڈھ) پر (سمت ۷۴۱ بکرمی میں) اسلامی قبضہ ہوگیا۔ دولہارائے کا بھائی مانک رائے سمت ۷۴۱ بکرمی (۶۸۴ء مطابق ۶۵ھ)

---

[1] دیکھو تاریخ اسلام از مولوی ذکاء اللہ حصہ اوّل صفحہ ۱۳۰ [2] دیکھو ٹاڈ۔ اینلس اور نیٹی کوئیٹر آف راجستھان مرتبہ ولیم کروک جلد سوم صفحہ ۱۴۴۷-۱۴۴۸ مطبوعہ ۱۹۲۰ء آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن [3] کتاب "اجمیر" کے صفحہ ۱۲۹ پر شاید اسی راجہ کا نام گوبند رانا لکھا ہے کیونکہ یہی راجہ لاولد فوت ہوا [4] سنہ ۶۳ھ میں یزید بن معاویہ حکمران تھا اس کا انتقال بتاریخ ۱۴ ربیع الاوّل سنہ ۶۴ھ میں تین برس چھ مہینہ حکومت کرنے کے بعد ہوا۔

[4] (الف) یہ خبر یزید بن معاویہ یا عبداللہ ابن زبیر (جو عراق و خراسان وغیرہ میں خلیفہ تسلیم کرلئے گئے تھے) یا معاویہ بن یزید یا مروان میں سے کسی کو پہونچائی کیونکہ سنہ ۶۴ھ میں یہی حکمران تھے (دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۱۴۷-۱۴۹-۱۵۲)

(ب) ولید بن عبدالملک سنہ ۸۶ھ سے سنہ ۹۶ھ تک حکمران رہا۔ (دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۲۷۰-۳۰۰)

میں سامر کی طرف بھاگ گیا۔ ہندی کبیشر چاند نے اس واقعہ سے متعلق یہ دوہا لکھا ہے۔

"سمت سات سو اکتالیس نالت پانے میں
سامرا یا تاقی سرس مانک رائے سرلیش[۱]"

سندھ و راجپوتانہ کی فتوحات

۸۵ھ میں عبدالملک[۲] نے حجاج بن یوسف ثقفی کو بصرہ اور کوفہ کی سند گورنری مرحمت کی۔ اسی زمانہ میں حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا۔ معاویہ بن حیرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جنگ آوروں کو قتل و قید کیا اس سے فارغ ہو کر سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ پس حجاج نے اس (سعید) کے لڑکے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا۔ زرعہ نے اس سرحد پر بزور قوت قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت کے ایک برس بعد مکران و قندابیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔[۳]

بعد ازاں حجاج بن یوسف نے سرحد سندھ پر اپنے چچازاد بھائی محمد بن قاسم کو چھ ہزار جنگ آوروں کی افسری پر مامور کیا۔ قاسم اپنے بھائی سے رخصت ہو کر مکران پہونچا۔ تھوڑے روز قیام کر کے فیروز کا رخ کیا اُسے فتح کر کے ارمائل کے دروازہ پر پہونچکر جنگ کی۔ والی ارمائل نے بہت کوشش کی مگر ایک نہ چلی۔ محمد قاسم نے اس پر قبضہ کر کے دیبل (ٹھٹھہ) پر چڑھائی کی اُسے فتح کر کے فیروز آیا۔ بعد ازاں سندھ کے اور شہروں پر دھاوا کیا جو آسانی سے فتح ہو گئے۔ اور ملفاد (ملتان) فتح کر لیا۔ بعد فتح ملتان سندھ کا کل ملک محمد بن قاسم کے قبضہ و تصرف میں آ گیا۔[۴]

آخر ولید بن عبدالملک نے ۹۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے زمانہ میں اندلس۔ کاشغر۔ ہند وغیرہ مفتوح ہوئے اور ۹۴ھ میں کابل فرغانہ۔ شاش۔ سندھ فتح ہوئے۔ ولید بن عبدالملک کے

۱۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۵۸

۲۔ مروان نے رمضان ۶۵ھ میں انتقال کیا لوگوں نے اُس کے لڑکے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبدالملک ۸۶ھ میں مر گیا بعد اسکے اسکا بیٹا ولید بر سر حکومت آیا (دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۱۶۲ - ۲۴۰ - ۲۴۱)

۳۔ دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۲۲۳ - ۲۲۴

۴۔ دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ - ۲۸۰

انتقال کے بعد ۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک (برادر ولید) کے ہاتھ پر اُسی دن لوگوں نے بیعت کی[1]

محمد بن قاسم کا اجمیر پر حملہ

بعد تسلط و فتح سندھ سپہ سالار محمد بن قاسم نے گجرات فتح کیا پھر اجمیر پر چڑھائی کی۔ اس وقت دو لہا راے نے مقابلہ کیا دو لہارا ے مارا گیا اور قلعہ تارہ گڈھ اوّل صدی ہجری میں فتح ہوا اور ۹۵ھ مطابق ۷۱۳ء میں قلعہ تارہ گڈھ پر اسلامی جھنڈا اُڑنے لگا۔ یہاں تسلط کر کے محمد بن قاسم نے چتوڑ گڈھ کی طرف عزیمت کی لیکن وہاں باپا راول والی چتوڑ مورث رانا اُدے پور سے شکست کھائی اور واپس اجمیر آیا مگر مورخین نے لکھا ہے کہ باپا راول خراسان جا کر مسلمان ہو گیا۔[2]

صاحب خاندان زبیری کنبوی نے بحوالہ چچ نامہ وغیرہ لکھا ہے کہ "امیر المومنین حضرت عمر فاروق رض۔ حضرت عثمان غنی رض۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رض کی خلافتوں کے زمانوں میں بھی سندھ (جسکے حدود میں اس وقت مشرقی افغانستان بورا[3] بلوچستان۔ مکران۔ پنجاب اور کچھ حصہ راجپوتانہ کا شامل تھا) پر حملے ہوئے تھے۔[4]

ولی عبدالملک اموی کی سلطنت کے زمانہ میں محمد بن قاسم سپہ سالار نے ۹۳ھ میں سندھ پر حملہ کیا اور تمام سندھ فتح کر لیا۔ اس زمانہ میں راجہ چچ کا بیٹا راجہ داہر حکمران تھا۔ اس لڑائی میں وہ قتل ہوا۔[5]"

۱ـ دیکھو ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۳۰۰-۳۰۱ ۲ـ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱

۳ـ (الف) زمانہ سابق میں سارا بلوچستان سندھ میں شمار کیا جاتا تھا اور راجگان سندھ کے قبضہ میں تھا۔ اسوقت جغرافیہ میں کوئی ملک بلوچستان کے نام سے نہ تھا۔ مکران جھالاوان، سراوان (قدیم طوران) بسیلہ کچھی اور کچھ حصہ افغانستان قدیم خراسان کے حصہ کو بلوچستان کہتے ہیں جو پہلے سندھ کے حدود میں شامل تھے۔ ۱۸۷۵ء میں ٹمک بلوچ نے اسے فتح کیا بعد ازاں اس کا نام بلوچستان ہوا (دیکھو خاندان زبیر کنبوی جلد اوّل صفحہ ۲۱۳) (ب) سلطان محمود غزنوی سے پہلے اسلامی فتوحات میں پنجاب۔ سندھ۔ نصف راجپوتانہ مالوہ کمک شامل تھا دیکھو خاندان زبیر کنبوی جلد اوّل صفحہ ۲۵۷) ۴ـ بلوچ اور اسکے تمام قبائل حضرت حمزہ کی اولاد ہیں یہ حضرت علی کرم اللہ اور انکی اولاد کے طرفدار تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے بعد یزید کے خوف سے حلب سے نکلے اور رفتہ رفتہ بلوچستان میں آ گئے اسکا قدیم نام بیدستان تھا۔ (دیکھو خاندان زبیر کنبوی جلد اوّل صفحہ ۲۹)

۵ـ دیکھو خاندان زبیر کنبوی جلد اوّل صفحہ ۲۳۱

سنہار راج

سنہار راج (بقول احسن السیر ہرس راج) نے ایک لڑائی میں سلطان ناصر الدین سبکتگین کو شکست دی اور سلطان گبر کا خطاب پایا۔[1]

۳۹۲ھ مطابق ۱۰۰۲ء[2]
سلطان محمود غزنوی کا راجہ انند پال پر حملہ اور راجہ اجمیر کی شرکت

سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۲ھ میں انند پال (بقول روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۳۴ جیپال) پر فوج کشی کرنے کا قصد کیا۔ انند پال نے اپنے مددگاروں سے مدد چاہی۔ راجگان اوجین گوالیار۔ کالنجر۔ قنوج۔ دہلی اور راجہ اجمیر (گوبند راج) مدد کے لئے پنجاب میں اپنی اپنی فوجیں لیکر آگئے پشاور کے قریب ایک صحرا میں دونوں طرف کے لشکر خیمہ زن ہوئے۔ چالیس دن تک کسی فریق نے حملہ میں سبقت نہیں کی۔ دن بدن راجہ کا لشکر اطراف کی مدد سے بڑھتا جاتا تھا۔ کفار کھکران بھی راجہ کے شریک ہوگئے اور حشر برپا کیا۔ اس موقعہ پر عورتوں نے اپنے زیور بیچکر زر موصولہ اور چرخہ کاتنے والیوں نے اپنی مزدوری مسلمانوں کے خلاف مصارف جنگ میں خرچ کرنے کے لئے بھیجی بالآخر میدان کارزار گرم ہوا ناگاہ وہ ہاتھی جس پر انند پال سوار تھا صدائے لفظ خدنگ سے گھبرا کر بھاگا اور راجہ کو شکست ہوئی عبداللہ طائی نے مغرور دشمنوں کا دو دن تک تعاقب کیا اور آٹھ ہزار آدمی قتل کئے۔ تیس ہاتھی اور بہت سامال غنیمت اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا۔[3]

بعدازاں اسی سنہ (۳۹۳ھ) میں سلطان محمود غزنوی نے قلعہ اجمیر پر حملہ کیا اور اجمیر کا راجہ بیر بیلن دیو (شاید گوبند راج سے مراد ہے) ہنگام حفاظت اجمیر قتل ہوا۔[4]

سمت ۱۰۶۶ بکرمی مطابق ۱۰۰۹ء
محمود غزنوی کا ویلدیو پر حملہ

ویسلدیو ثانی سمت ۱۰۶۶ بکرمی (۱۰۰۹ء مطابق ۴۰۰ھ) میں راجہ ہوا۔[5] اکثر راجگان ہند اس کو اپنا بڑا مانتے تھے اس نے ایک لشکر عظیم سے سلطان

ملہ دیکھو کتاب اجمیر صفحہ ۱۴۰۔ و احسن السیر صفحہ ۱۔ ملہ کتاب اجمیر کے صفحہ ۱۴۲ پر بحوالہ الفنسٹن ہسٹری آف انڈیا ۱۰۰۲ء لکھا ہے۔

ملہ دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۶ عبارت حاشیہ و روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۳۴ ملہ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰ و ۱۰۰

ملہ کتاب اجمیر کے صفحہ ۱۴۳ پر شجرہ میں ویکیت راج ثانی لکھا ہے۔

محمود غزنوی کی فوج کا مقابلہ کیا۔ سات دن تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ آٹھویں دن دیلدیو کی فوج فرار ہو گئی۔ سلطانی فوج (اجمیر میں) تارہ گڈھ پر چڑھ گئی۔ دیلدیو گرفتار ہوا۔ سلطان نے اُس کے قتل کا حکم دیا مگر دیلدیو نے اسلام قبول کر کے امان پائی۔ سلطان نے اس کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے مفتوحہ علاقہ بھی اُسے دینا چاہا مگر راجہ نے قبول نہ کیا اور سلطان سے کہدیا کہ "اب سوائے خدا پرستی کے اور کچھ آرزو نہیں ہے"۔ راجہ نے بہ نیت گوشہ نشینی "ڈھونڈھ" پر بود و باش اختیار کی اور بعد انتقال اسی مقام پر دفن ہوا۔[1] یہ حملہ ۴۰۲ھ میں ہوا۔

سلطان محمود کا سالار ساہو کو اجمیر بھیجنا اور سالار موصوف کا فتحیاب ہونا

ہندوستان پر چار حملے کرنے کے بعد ۴۰۶ھ میں بمقام غزنین سلطان محمود نے جشن ترتیب دیا۔ ۴۰۶ھ میں[2] چار ہندی مسلمان شتر سواروں نے محمود غزنوی کے دربار میں آکر فریاد کی کہ "مسلمانوں کی جان بچائیے۔ ہند میں بلوہ ہے۔ مسلمان نرغہ میں ہیں۔ مظفر خاں قلعہ اجمیر میں مع اہل و عیال پناہ گزین ہے۔[3] رائے بھرول و رائے سوم کرن چوالیس سرداروں کے ساتھ برسرِ کیں ہے۔ عداوتِ اسلام سے قلعہ گھیر لیا ہے۔ مظفر خاں کو تنگ کیا ہے"۔ سلطان نے یہ سُن کر سات ہزار سواروں کے ساتھ سالار ساہو کو اجمیر کی مہم پر بھیجنا طے کیا۔ سالار ساہو سلطان کے ہمراہ غزنین سے قندھار آئے اور بتاریخ نویں ذی الحجہ ۴۰۶ھ (بقول صولت افغانی صفحہ ۹ تقریباً ستر ہزار فوج کا) لشکر جرار اور مع چاروں شتر سوار ٹھٹھہ کی راہ اجمیر آئے۔ مخالفین نے قلعہ اجمیر کا محاصرہ چھوڑ کر کوہ گھوگھر (گوگرا گھاٹی) کی آڑ میں مورچہ لگانا تجویز کیا۔ دو روز تک سخت جنگ رہی۔ تیسرے روز سالار ساہو کا لشکر فتحیاب ہوا۔ رائے بھرول و سوم کرن میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔[4] سلطان محمود نے سالار ساہو کو اجمیر کا حاکم کر دیا۔[5]

---

[1] ڈھونڈھار ضلع کا ملک جو بنیر جے پور سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر ہے (دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۱) [2] دیکھو احسن السیر صفحہ

[2] در شہور سنہ اربعمایۃ با لشکری تمام و عازم مملکت ہند شد (روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۳۶)

[3] بقول غزانامہ "کئی سال سے پناہ گزیں ہے"۔ مگر ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ سلطان محمود بقول روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۳۶ ۴۰۰ھ میں ہندوستان پر فوج کشی کر چکا تھا اور بقولِ احسن السیر صفحہ ۱ سلطان محمود ۴۰۲ھ میں (مظفر خاں کے پناہ گزین ہونے سے قبل) اجمیر فتح کر چکا تھا۔ [4] دیکھو غزانامہ صفحہ ۲۰-۲۱ [5] دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۰

بتاریخ ۱۲ رجب ۴۰۵ھ (بقول احسن السیر صفحہ ۱۰۰ و مفتاح التواریخ صفحہ ۳۶ ۱۲ شعبان ۴۰۵ھ) میں سالار ساہو کے یہاں اجمیر میں سید سالار مسعود غازی (جنکا مزار بہرائچ میں ہے) کی ولادت ہوئی[1]۔ اس خوشی میں سالار ساہو نے اجمیر کے قریب ایک شہر از نام مسعود آباد بسایا (جو ابتک موجود ہے) سید سالار مسعود[2] غازی کو حضرت ملہم شہید[3] نے قرآن پڑھایا تھا۔ سید موصوف نے سدا بہار پہاڑی کی چوٹی کو چلہ کے لئے پسند کیا تھا۔ چنانچہ یہ مقام ابتک سالار غازی کے چلہ کے نام سے مشہور ہے[4]۔

سلطان محمود غزنوی کا اجمیر پہونچنا

۴۱۵ھ یا ۴۱۶ھ

ملتان سے روانہ ہوکر محمود غزنوی قلعہ و شہر اجمیر میں پہونچا۔ وہاں کا راجہ (دربار رام یا چمند راج) سلطان کے راستہ سے ہٹ گیا۔ سلطان نے یہاں پہونچکر قتل و غارتگری کی۔ چونکہ اس وقت سومنات کی مہم پر جانا مقصود تھا اس لئے قلعہ فتح کرنے میں مصروف نہ ہوا۔ بلکہ مسافت طے کرنے میں مشغول ہوا۔ اور اس اثنا میں بلا استعمال شمشیر چند قلعہ تسخیر کرتا ہوا پٹن گجرات میں پہونچا۔ اس شہر کو بھی خالی پایا پھر سومنات پر حملہ کرکے فتحیاب ہوا[5]۔

۱۔ دیکھو غزا نامہ بحوالہ تاریخ محمودی و مفتاح التواریخ صفحہ ۳۶

۲۔ آپ کا شجرہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ستر معلی تھا۔ آپ سلطان محمود غزنوی کے خواہر زادہ ہیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ امیر لشکر بنادیے گئے تھے۔ آپ نے (بہمراہی محمود غزنوی) ۴۱۶ھ میں ملتان فتح کرنے کے بعد دہلی فتح کی سنہ ۴۳۰ھ میں ستر کھ فتح کیا پھر بہرائچ آکر شہید ہوئے۔ (دیکھو صولت افغانی صفحہ ۹۷ و غزا نامہ صفحہ ۶۳ تا ۲۳)

۳۔ حضرت سید عبد اللہ الملقب بہ ملہم شہید تھوڑی سی فوج کے ساتھ اجمیر سے چل کر بدایوں میں تشریف لائے اور راجہ بدایوں کی کثیر فوج سے مقابلہ کرکے ۴۳۹ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کا مزار بدایوں میں ہے۔ لوح مزار پر ذیل کا قطعہ کندہ ہے۔ اس سے آپ کی شہادت کا سنہ برآمد ہوتا ہے:-

دریغا شہ سوار ذی کرم   ندا از آسماں آمد پیہم

شہادت شد بسبب میر ملہم   ز تیغ کافراں شد مرد اعظم

۴۳۹ھ (اکمل التواریخ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳)

۴۔ دیکھو احسن السیر صفحہ ۱۰۰ تا ۱۱۰ و اکمل التواریخ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳ و غزا نامہ صفحہ ۲۵

۵۔ دیکھو فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۳۲ تا ۳۳ و روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ ۱۲ مع عبارت حاشیہ۔

مسٹر ہر بلاس سارد انے کتاب اجمیر صفحہ ۱۴۱ پر بلا ماخذ راجہ ورے رام سے محمود غزنوی کی جنگ ہونا اور جنگ میں سلطان محمود کا زخمی ہونا لکھا ہے مگر کسی تاریخ میں سلطان محمود کا زخمی ہونا ہماری نظر سے نہیں گذرا نہیں معلوم موصوف نے یہ کس تاریخ سے نقل کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تحریف ہے۔

ہری راج حسب تفصیل گذشتہ بعد زوال پرتھوی راج شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کے لڑکے گولا کو اپنی طرف سے حاکم اجمیر مقرر کیا۔ گولا سے ہری راج نے اجمیر لے لیا مگر قطب الدین نے ہری راج کو شکست دیکر سنہ ۱۱۹۵ء میں اجمیر کا صوبہ دار مسلمان مقرر کیا۔ بعد ازاں حسب تفصیل ذیل اجمیر کی حکومت مختلف لوگوں کے پاس رہی:۔

۱۔ پٹھان سلاطین دہلی۔ سنہ ۱۱۹۵ء لغایۃ سنہ ۱۴۰۰ء
۲۔ مہارانا میواڑ ــــ سنہ ۱۴۰۰ء لغایۃ سنہ ۱۴۵۵ء
۳۔ سلاطین مانڈو ــــ سنہ ۱۴۵۶ء لغایۃ سنہ ۱۵۰۴ء
۴۔ مہارانا میواڑ ــــ سنہ ۱۵۰۵ء لغایۃ سنہ ۱۵۳۲ء
۵۔ سلطان گجرات ــــ سنہ ۱۵۳۳ء لغایۃ سنہ ۱۵۳۵ء
۶۔ راٹھور مارواڑ ــــ سنہ ۱۵۳۵ء لغایۃ سنہ ۱۵۴۳ء
۷۔ سلاطین سور ــــ سنہ ۱۵۴۳ء لغایۃ سنہ ۱۵۵۶ء
۸۔ شاہانِ مغلیہ ــــ سنہ ۱۵۵۶ء لغایۃ سنہ ۱۷۱۹ء
۹۔ راٹھور مارواڑ و شاہانِ دہلی سنہ ۱۷۲۰ء لغایۃ سنہ ۱۷۵۵ء
۱۰۔ سندھیا گوالیار و مہاراجہ رام سنگھ سنہ ۱۷۵۶ء لغایۃ سنہ ۱۷۵۸ء
۱۱۔ سندھیا (صرف شہر اجمیر پر حکومت تھی) سنہ ۱۷۵۸ء لغایۃ سنہ ۱۷۸۷ء
۱۲۔ راٹھور جودھپور ــــ سنہ ۱۷۸۷ء لغایۃ سنہ ۱۷۹۰ء
۱۳۔ سندھیا گوالیار ــــ سنہ ۱۷۹۱ء لغایۃ سنہ ۱۸۱۸ء
۱۴۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ــــ سنہ ۱۸۱۸ء لغایۃ سنہ ۱۸۵۷ء
۱۵۔ شاہانِ انگلینڈ ــــ سنہ ۱۸۵۸ء لغایۃ سنہ ۱۹۴۷ء[۲]
۱۶۔ کانگریس سرکار ــــ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء

---

[۱] دیکھو کتاب اجمیر" صفحہ ۱۴۰ [۲] دیکھو کتاب اجمیر" صفحہ ۲۲۹

تواریخ تالیف "معین الارواح"

ہدیۂ خلوص و محبت منجانب جناب معراج الدین صاحب معراجؔ دھولپوری قاضی شہر دھولپور نبیرہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ و نبیرۂ حضرت محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ :-

"بسم اللہ السبحان العظیم"

۷۱ ھ ۱۳

"کعبۂ دل راحت روح معین الارواح"

۷۱ ہجری ۱۳

قطعات

ساغرِ کیف کرامات معینِ چشتی
زندگیٔ روحِ تنویر معین الارواح
بیٹھے کیا ہو کہو معراجِ بلالی تاریخ
کعبۂ عالمِ توقیر معین الارواح

۷۱ ھ ۱۳

محشرِ حسنِ نظر جوش تمنائے کمال
مظہرِ جلوۂ تصدیق معین الارواح
بہرِ تالیف کہو سالِ مسیحی معراجؔ
عزتِ گیتی تحقیق معین الارواح

۵۲ عیسوی ۱۹

رفعتِ شانِ تجلائے کمالاتِ بشر
عشرتِ حسنِ طریقت ہے معین الارواح
سالِ تدوین کہو عیسوی سنہ میں معراجؔ
فرحتِ روحِ حقیقت ہے معین الارواح

۵۲ عیسوی ۱۹

بیکراں ذوقِ تجسس کا دُر افشاں ثمرہ
پیکرِ معنیٔ توثیق معین الارواح
سالِ ہجری میں کہو مصرعۂ موزوں معراجؔ
یادگارِ کفِ تحقیق معین الارواح

۷۱ ہجری ۱۳

امن گاہ رُخ تحقیق "معین الارواح"

۵۲ عیسوی ۱۹

قطعہ تاریخ از مولوی عبدالرشید صاحب ارشد پنشنر تحصیلدار مراد آباد

جناب حضرت خادم حسن نے کی تالیف — کتاب حال ولیٔ خدا غریب نوازؒ
لکھی گئی ہے یہ سیرۂ عجب عقیدت سے — کہ حرف حرف ہی دیتا ندا غریب نوازؒ
کرم ہے آپکا یہ خاص اے مرے خواجہؒ — کہ آپ پردہ ہوئے ہیں فدا غریب نوازؒ

ذکر تو سالِ طباعت کی فکر اے ارشد
صدائے سال ہے گویا. صدا غریب نوازؒ

۱۳ ۷۱ھ

مادہائے تاریخ. طباعت ثانی "معین الارواح" مؤلفہ حضرت نواب حاجی صوفی میاں محمد خادم حسن صاحب معینی گدڑی شاہی

از مولوی محمد مظہر جلیل شوق مراد آبادی
کراچی ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۵۳ء
یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۷۲ھ

دیکھو اے شوق لطفِ یزدانی — دلِ خادم کی پھر یہ جولانی
لکھ کے حالات خواجۂ اجمیرؒ — کی دوبارہ وہ ہی ثنا خوانی
یعنی تاریخ پر حضور کی. پھر — بڑی کاوش سے کی نظر ثانی
زہے اکرام خواجۂ عالم — ہوئی ترتیب پھر وہ لاثانی
کہ طباعت پذیر ہوتی ہے — عاشقوں کی وہ راحتِ جانی
جو ہے ارواح کی معین ونصیر — جس نے کی بے دلوں کی درمانی

میرے خادم میاں کی فرمائش | شوق لکھہ سالِ طبیعِ ثانی
زہے قسمت کہ ذہنِ عاصی نے | پھر اُسی در کی خاک جاچھانی
"بخشے یا غریب نواز" | ہوئی تاریخ طبعِ ثانی

۱۳ ھ ۷۲

سالِ عیسوی

کیسے نصیب۔ اہلِ چشت | کھل گئے باغِ درِ بہشت
آگئی بہرِ عاصیاں | راہ نمائے خوب و زشت

سالِ طباعت کتاب
دیکھ بہارِ باغِ چشت

۱۹ ۵۲ ع

قطعہ تاریخ از ڈاکٹر محبوب الرحمٰن المعروف بہ خادمی مقیم کراچی

گل ز باغ چشتیاں بہتر شگفت | اللہ اللہ شیخ ما چوں در لبفت
شد معین ارواح جانِ عاشقاں | سرمۂ چشمِ بصیرت بہر تست
جان من قربان پیر و مرشدی | از پئے خدامِ خود چیزے بجست

با ادب محبوب بہر سال او
نسخۂ خادم بود۔ تاریخ گفت

۱۳۷۲ ھ

صحت نامہ معین الارواح

(نظر ثانی شدہ)

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۳	صفحہ ۲۱۲-۱۰۵	صفحہ ۱۰۲-۳۱۰۵	صفحہ ۲۹	۱۹	دکھیو	دیکھو
الف	۲۳	صفحہ ۷۰ ۳ تا ۲۷۴	صفحہ ۷۰ ۳ تا ۳۷۴				
صفحہ ۴	۱	محمد رسو اللہ	محمد رسول اللہ	صفحہ ۳۰	۱۵	آگے بڑھتا ہے	اگے بڑھتا ہے تاہم زیادہ
صفحہ ۴	۶	قتلالی	قد لی	.	.	.	سے زیادہ تبریز استرآباد ۲
صفحہ ۴	آخری	زخرجہ	اخرجہ	.	.	.	سفر بلبلہ و سیاحت تسلیم
صفحہ ۵	۳	الا انا	الا انّ	.	.	.	کیا جا سکتا ہے
صفحہ ۶	۴	الا انا	الا انّی	صفحہ ۳۱	۴	سفر سمرقند	سفر خراسان و سمرقند
صفحہ ۸	۷	یحن نون جب اُنے	یحزنون اُن کو کچھ غم نہو گا	صفحہ ۳۱	۴	۵۴۳ھ تا	۵۴۳ھ تا
.	.	.	جب اُنے	صفحہ ۳۱	۱۶	تا ۵۴۳ھ	تا اوائل ۵۸۹ھ
صفحہ ۱۶	آخری	تذکرۃ العارفین صفحہ ۱۷	تذکرۃ العابدین صفحہ ۱۷۳	صفحہ ۳۱	۱۹	(درود ہند بار سوم	(درود ہند بار سوئم)
صفحہ ۲۲	۵	مسالک السالکین	مسالک السالکین جلد دوم	صفحہ ۳۱	۲۰	۵۸۸ھ ۔ ۵۵۹ھ	۵۸۸ھ تا ۵۸۹ھ
.	.	.	صفحہ ۲۷ اور غوث پاک	صفحہ ۳۱	۲۰	آخر ۵۸۸ھ یا شروع ۵۸۸ھ	(آخر ۵۸۸ھ یا شروع ۵۸۸ھ
.	.	.	کا شجرہ پدری مندرج	.	.	.	لغایۃ ۵۸۹ھ)
.	.	.	مراۃ الانساب	صفحہ ۳۱	۲۱	(درود ہند بار چہارم	(درود ہند بار چہارم)
صفحہ ۲۲	۲۰	بحوالہ تاریخ آئینہ تصوف میں	تاریخ آئینہ تصوف میں بحوالہ	صفحہ ۳۱	۲۲	۵۹۸ھ تا ۶۰۲ھ	(۵۹۸ھ تا ۶۰۲ھ)
صفحہ ۲۳	۱۴	لسبو	لیمو	صفحہ ۳۳	آخری	سیر الاقطاب صفحہ ۱	سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۲
صفحہ ۲۵	۱۱	صفحہ ۱۹	صفحہ ۱۹۶	صفحہ ۳۹	۹	اولیا اللہ کی لک	اولیا اللہ کی سلک
صفحہ ۲۷	۲۰	لگا کر تہا	لگا کریا تھا	صفحہ ۴۰	۱۱	بہی	تھی
صفحہ ۲۸	۱۰	روتا	روتا	صفحہ ۴۰	۱۳	درود روایات	روایات درود
صفحہ ۲۹	۷	ہوگیا ہے	ہوگیا ہے	صفحہ ۴۷	اول	آخر ۵۶۲ھ	وسط ۵۶۲ھ
صفحہ ۲۹	۱۳ تا آخر	تذدری	تذدزی	صفحہ ۴۷	۲۱	سی گوئند	می گویند
صفحہ ۲۹	۱۳	تذوری (تہندوری)	تذوزی (تہندوزی)	صفحہ ۴۷	۲۱	رازی بزبان	رازی و بزبان
.	.	.	.	صفحہ ۴۸	۳	اپنی انکھیاں	اپنی دو انکھیاں

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۵۱	اوّل	ماورالنہر	ماوالنہر	صفحہ ۸۲	۲۰	بابا صاحب کا	بابا صاحب کے
صفحہ ۵۲	۱۷	مجسں	مجبس	صفحہ ۸۶	۱۰	اور محمد یادگار	اور محمد یادگار
صفحہ ۵۳	آخری	دیکھو افاضات سعید	دیکھو افاضات حمید	صفحہ ۸۶	۴	براہ سانا	براہ سامانا
صفحہ ۵۳	آخری	صفحہ ۲۶	صفحہ ۱۶-۱۷	صفحہ ۸۶	۵	اجمیر	دہلی
صفحہ ۶۵	۷	سیر العارفین	سیّر العارفین	صفحہ ۸۶	۸	سیر العارفین	سیّر العارفین
صفحہ ۶۵	۱۰	فی آفاق و انفس	آفاق و انفس	.	۹	جبکہ اٹھارہواں سال چل	(جبکہ اٹھارواں سال چل رہا
صفحہ ۶۶	۹	ترجمہ بیان	ترجمہ بیان (مندرجہ تاریخ	.	.	رہا تھا) غریب نوازؒ کے ہمراہ	تھا غریب نوازؒ کے ہمراہ)
.	.	.	سلف صفحہ ۶۳)	صفحہ ۸۶	۱۹	ومراۃ الاسرار	(مراۃ الاسرار)
صفحہ ۶۶	۱۰،۱۱	یہ (ملفوظات خواجہ معین الدینؒ	یہ ملفوظات (ملفوظات	صفحہ ۸۶	۱۹	بلاد توکک بودر	بلاد توکک بود
-	-	وقطب الدینؒ ملفوظات	خواجہ معین الدینؒ و خواجہ	صفحہ ۹۱	۲۰	مطبوعہ اشرم پریس	مطبوعہ اشیم پریس
.	.	.	قطب الدینؒ)	صفحہ ۹۱	۲۱	مگر ملغوظات	مگر ملفوظات
صفحہ ۶۶	۱۷	خدالمجالس	خیر المجالس	"	آخر	شہاب الدین	شمس الدین
صفحہ ۶۶	۲۱	ہوتھیں}	ہوتی}	صفحہ ۹۲	۱۹	اقتیار کی	اختیار کی
صفحہ ۷۱	آخری	تائیسویں تاریخ	ذی الحجہ کی تائیسویں تاریخ	صفحہ ۹۳	۱۰	اناساگر	لب اناساگر
صفحہ ۷۲	۹	ہیں	ہیں	صفحہ ۹۳	۱۵	تقریباً چار میل	تقریباً سات میل
صفحہ ۷۲	۲۰	انیس الارواح صفحہ ۳۲۴	انیس الارواح صفحہ ۳۲۰	صفحہ ۹۵	۵	جبیلہ	جیلہ
صفحہ ۷۳	۹	غلام کردیکے	غلام کرکے	صفحہ ۹۵	۱۶	جیلیہ	جیلہ
صفحہ ۷۴	[illegible]	۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء	اوائل ۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء	صفحہ ۹۸	۱۲، ۵	آخر ۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء یا شروع ۵۸۹ھ / ۱۱۹۳ء	(آخر ۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء یا شروع ۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء
صفحہ ۷۵	[illegible]	حرمین	حرمین و قیام	.	.	.	۵۸۹ھ / ۱۱۹۳ء
صفحہ ۷۶	۷	ترجیہ	توجیہ	صفحہ ۱۰۳	۳	مگر بقول مختصر تاریخ ہند از	مگر سی۔ ایف ڈیلافس نے
صفحہ ۷۶	۱۸	ملفوظات چشتی	ملفوظات خواجہ معین الدین چشتیؒ	.	.	ڈبلو ڈبلو ہنٹر سی۔ ایف	.
صفحہ ۷۷	۴	تاریخ عرب	تذکرۃ الکرام تاریخ خلفاء عرب	.	.	ڈیلافس نے	.
صفحہ ۷۸	اوّل	سے	ہے	صفحہ ۱۰۳	۱۷	ہے کہ شہاب الدین	ہے کہ ۱۱۹۳ء میں شہاب الدین
صفحہ ۷۹	۲	عالم ودیا	عالم رویا	صفحہ ۱۰۴	۲۲	چاہتا تھا	چاہتا
صفحہ ۸۰	۱۳	دوستوں	دوستوں میں درج	صفحہ ۱۰۵	۶	تمیں	بنس
صفحہ ۸۰	۲۱	۱۹۵۲ھ	۱۹۵۲ء	صفحہ ۱۰۵	۱۹	صفحہ ۷۶، ۷۷	صفحہ ۷۶، ۷۷
صفحہ ۸۰	۲۲	سیر العارفین	سیّر العارفین	صفحہ ۱۰۶	۱۰	خزینۃ الاصفیا	خزینۃ الاصفیا جلد اول

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱۰۶	۹	یا سنہ ۵۹۰ھ)	اور سنہ ۵۹۰ھ)
صفحہ ۱۰۶	۱۹	سنہ ۵۹۲ھ	سنہ ۵۹۶ھ
صفحہ ۱۰۸	۱۳ و ۱۵	سنہ ۶۱۰ھ سنہ ۶۲۰ھ	سنہ ۶۰۶ھ سنہ ۶۰۳ھ
صفحہ ۱۰۹	۱۲	اردو ترجمہ المعروف نقرنامہ	اردو ترجمہ المعروف بہ فقرنامہ
صفحہ ۱۰۹	۱۶	انوار العارفین	انوار العارفین
صفحہ ۱۰۹	۱۹	جمویہ کو ہر دو بزرگوار	حمویہ کہ ہر دو بزرگوار
صفحہ ۱۰۹	۲۱	صفحہ ۲۶۳-۲۶۴-۲۰۰ء	صفحہ ۲۶۳-۲۶۵-۲۰۰ء)
صفحہ ۱۰۹	۲۳	مرتبہ ابوالفضل)	(مرتبہ ابوالفضل)
صفحہ ۱۰۹	۲۳	نقرنامہ	حسب فقرنامہ
صفحہ ۱۱۰	۱۷	نوارزم	خوارزم
صفحہ ۱۱۲	۱۶	گوندراج	گوبندراج
صفحہ ۱۱۱	۱۸	گووندراج	گوبندراج (گولا یا گولا)
صفحہ ۱۱۳	۲۵	ازمہاراجہ کشن	(از مہاراج کشن)
صفحہ ۱۱۳	۲۰	اولیا اللہ کی ملک	اولیا اللہ کی سلک
صفحہ ۱۱۴	۱۶	شہید	واصل بحق
صفحہ ۱۱۵	۶	خوالسان	خراسان
صفحہ ۱۱۵	۷	خواجہ قطب صاحب	خواجہ قطب صاحبؒ
صفحہ ۱۱۵	۱۱	حضرت ذکریا ملتانی	حضرت بہاالدین زکریا ملتانیؒ
صفحہ ۱۱۶	۲۳	دکیلو	دیکھو
صفحہ ۱۱۸	ف نمبر ۱	حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی	غرہ ذی الحجہ سنہ ۶۱۱ھ مطابق
.	.	.	۳ مارچ سنہ ۱۲۱۵ء
.	.	.	حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی
صفحہ ۱۱۹	۱۰	سنہ ۶۱۰ھ اوائل	سنہ ۶۱۰ھ یا اوائل
صفحہ ۱۱۹	۲۰	لغایۃ سنہ ۶۱۱ھ	تا سنہ ۶۱۱ھ
صفحہ ۱۲۱	۲۰	کیا اور دختر	کیا اور اپنی دختر
صفحہ ۱۲۳	۱۳	سنہ ۱۲۴۳ء	سنہ ۱۲۴۴ء
صفحہ ۱۲۳	۱۵	اسکی تفصیل	انکی تفصیل

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱۲۵	۱۱	سعدی اپنے	سعدی نے اپنے
صفحہ ۱۲۵	۱۵	(آخر سنہ ۶۱۱ھ آخر سنہ ۶۱۳ھ)	(آخر سنہ ۶۱۱ھ تا آخر سنہ ۶۱۳ھ)
صفحہ ۱۲۷	۳	آپ کا سات	آپ کا نکاح کے سات
صفحہ ۱۲۷	۸	حسب تفصیل	حسب تفصیل
صفحہ ۱۲۷	۱۲	سنہ ۶۲۰ھ یا	سنہ ۶۲۰ھ میں یا
صفحہ ۱۲۷	۱۳	مولف وقایع شاہ معین الدین	مؤلف وقایع شاہ معین الدین
.	.	چشتی سیرالاولیا کے مندرجہ	چشتیؒ (صفحہ ۱۳) کے اس
.	.	ذیل بیان	بیانؒ در عہد شمس الدین التمش
.	.	.	خواجہ دوبارہ رونق افزائے
.	.	.	دہلی گشتند تاکہ موضع تاذن
.	.	.	بنام فرزند خویش شیخ
.	.	.	فخرالدین معافی کنانند۔
.	.	.	اور سیرالاولیا کے مندرجہ
.	.	.	ذیل بیان
صفحہ ۱۲۸	اوّل	مرید ہو کر پیر کی	مرید کو پیر کی
صفحہ ۱۲۸	۶ و ۷	روایۃ لکھی ہے اور مندرجہ	روایت بھی لکھی ہے اور صرف
.	.	بالا روایت سے	بوجہ مندرجہ بالا روایت دہلی کے
صفحہ ۱۲۹	۱۵	اجسانا دُ	احسانا دُ
صفحہ ۱۲۹	ف نمبر ۲	درمیان سنہ ۶۲۰ھ سنہ ۶۲۲ھ	درمیان سنہ ۶۲۰ھ و سنہ ۶۲۲ھ
صفحہ ۱۳۲	۵	کرنے کے انپر	کرنے کے لئے انپر
صفحہ ۱۳۳	۶	مگر بایں وجہ کہ	مگر چوں کہ
صفحہ ۱۳۳	۱۲	جلد دویم صد ۲۹۱	جلد دوم کے صفحہ ۲۹۱
صفحہ ۱۳۳	۲۲	اقتباس الانوار صفحہ ۱۴۷	اقتباس الانوار کے صفحہ ۱۴۷
صفحہ ۱۳۴	۱۶ ف نمبر ۱	مطابق سنہ ۱۲۳۰ء	مطابق سنہ ۱۲۲۹ء
صفحہ ۱۳۵	۱۰	چھو کر	چنے کر
صفحہ ۱۳۵	۱۰	صنم کر	صنمے کر
صفحہ ۱۳۶	۲۱	صفحہ ۲۶۳ پر	(جلد اوّل صفحہ ۲۶۳) نے

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱۳۷	۳	مقام عالیہ میں	مقام عالیہ میں
صفحہ ۱۳۷	۱۶	کے صفحہ ۴۹ پر موضع ناذن	کے صفحہ ۴۳ پر موضع ناذن
صفحہ ۱۳۷	۱۸	خزینۃ الاصفیا	خزینۃ الاصفیا جلد اول
صفحہ ۱۳۷	۱ آخر	"	"
صفحہ ۱۳۸	۱۴	محی الاوقات حسینی	محی الاوقات معینی
صفحہ ۱۳۸	۲۰	نے بلا ماخذ	میں بلا ماخذ
صفحہ ۱۳۸	۲۱	احسن السیر صفحہ ۱۴۱	احسن السیر صفحہ ۴۱
صفحہ ۱۴۳ شجرہ	۱۵ سطر نام	معین الدین ثالت	معین الدین ثالث
	۲	صفحہ	صفحہ ۹۰
صفحہ ۱۴۴	۳	اولاد بیابڑ	اولاد بتابڑ
صفحہ ۱۴۵	۴	بزمانہ محمد خلجی	بزمانہ محمود خلجی
صفحہ ۱۴۸	۸	معاملہ	معانقہ
صفحہ ۱۵۱	۱۶	سلطان مینرک کے بعد	سلطان میرک کے بعد
صفحہ ۱۵۱	آخری	بحر زخار قلمی	بحر زخار (قلمی)
صفحہ ۱۵۳	۲	پیہونچے	پہونچے
صفحہ ۱۵۳	۵	گھوڑوں و اصلو	گھوڑوں اور اصلو
صفحہ ۱۵۵	۸	اولاد سے	اولادیں سے
صفحہ ۱۵۶	۹	عہدکیا	عہدلیا
صفحہ ۱۵۷	۵	سرۃ العزیز کی	سرۃ العزیز کے
صفحہ ۱۵۷	۶	علیہ الرحمۃ کی	علیہ الرحمۃ کے
صفحہ ۱۵۸	۸	الانوار العارفین نے صفحہ ۲۹۱	انوار العارفین نے صفحہ ۲۰۳
صفحہ ۱۶۰	آخری	سا گئی ہے (افاضات حمید صفحہ ۷۰)	سما گئی ہے (افاضات حمید صفحہ ۷۰)
.	.	.	سطر ۷ دیکھو خزینۃ الاصفیا
.	.	.	جلد اول صفحہ ۳۰۹
صفحہ ۱۶۱	۴	نہہ	نہم
صفحہ ۱۶۲	۸	جود صیور	جود ہیور
صفحہ ۱۶۱	۹	سرات	ہرات

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱۶۱	۱۲	حضرتؒ	حضرت علیؒ
صفحہ ۱۶۱	۲۰	راوی ۲ دیکھو فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۹۱	راوی ۲ دیکھو فرشتہ
.	.	افاضات حمید صفحہ ۴۴-۵۰ سطر ۳	جلد اول صفحہ ۲۶-۶۷
.	.	دیکھو افاضات حمید	افاضات حمید صفحہ ۴۴-۵۰-۱۵۱
.	.	سطر ۳ دیکھو حمید صفحہ	سطر ۳ دیکھو افاضات حمید صفحہ
صفحہ ۱۶۱	۲۱	سطر ۴۴ و ۵۰ و ۶۷	سطر ۴۴ و ۵۵ و ۶۷
صفحہ ۱۶۱	آخری	مشہدی	ہمدانی
صفحہ ۱۶۳	۳	آپ سے	آپ کے
صفحہ ۱۶۴	۶	اشاعت اسلام	اشاعت اسلام
صفحہ ۱۶۴	۷	۱۷ جمادی الاول ۸۵۰ھ	۱۷ جمادی الاول کو وصال ہوا
صفحہ ۱۶۸	۶	اپنا کمر بند	اپنا کمر بند
صفحہ ۱۶۸	۶	کبلیگا	کہلیگا
صفحہ ۱۶۸	۲ بر نزاد	بتیلی	پتلی
صفحہ ۱۶۸	۱۲	جشتی نظامی کے نام سے	چشتی نظامی کے نام سے منسوب
.	.	منسوب تو کہیں چشتی صابری	ہے تو کہیں چشتی صابری
صفحہ ۱۶۸	۱۳	عزیز اللہ منڈو (ماندو) والا کے	عزیز اللہ منڈو (ماندو) والا کو
صفحہ ۱۶۸	۱۶	رواداری فراخدلی اور	رواداری فراخدلی اور بے
.	.	بے متعصبی کا حامل ہے	تعصبی کا حامل ہے
صفحہ ۱۶۸	۱۷	اقتباس الانوار صفحہ ۱۲۵	اقتباس الانوار صفحہ ۱۳۵
صفحہ ۱۶۸	۱۸	شاب الدین	شہاب الدین
صفحہ ۱۶۸	۱۸	حملوں سے پہلے قاضی	حملوں سے پہلے اور قاضی
.	.	حمیدالدین ناگوری سے بھی بہت	حمیدالدین ناگوری سے بھی بہت
صفحہ ۱۶۸	۱۹	افاضات حمید صفحہ ۷۰	افاضات حمید صفحہ ۷۰
صفحہ ۱۶۹	۷ بر نزاد	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب (وفات ۵۶۳ھ)
.	.	سہروردیؒ	سہروردیؒ
صفحہ ۱۷۰	۲	حسب صاحب تذکرۃ الکرام	حسب تذکرۃ الکرام
صفحہ ۱۷۰	اول بر نزاد	مولانا جلال الدین محمد	مولانا جلال الدین محمد (وفات)

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱۷۳	اول بہ برنام	مشہور بہ مولانا رومیؒ	مشہور بہ مولانا رومیؒ سال ۶۷۲ھ	صفحہ ۱۹۷	۲۰	قدوۃ اصفیا	قدوۃ الاصفیا
صفحہ ۱۷۳	۳ بہ برنام	حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ	حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ	صفحہ ۱۹۹	۲	افضر نصرۃ الدین	افضر نصیر الدین
صفحہ ۱۷۳	۱۳ بر نام	شیخ وجیہ الدین ابو حفص	شیخ وجیہ الدین	صفحہ ۲۰۰	۲۱	باریں	بارمن
صفحہ ۱۷۳	۱۱ بر نام	سید احمد کبیر رفعی	سید احمد کبیر رفعی	صفحہ ۲۰۱	۱۴	سکارکہ	سکارے کہ
صفحہ ۱۷۳	۱۱	جمادی الاول ۵۷۳ھ	جمادی الاول ۵۷۲ھ	صفحہ ۲۰۱	۱۵	نیابد	نیابد
صفحہ ۱۷۳	۱۳	بلاد اندلس	(بلاد اندلس)	صفحہ ۲۰۱	۱۶	ظہرف نامہ	ظہرت نامہ
صفحہ ۱۷۳	۱۴	ربیع الاول	دوم ربیع الاخر	صفحہ ۲۰۶	۴	جفاد وارد	جفا وارد
صفحہ ۱۷۴	۵	رسالہ نظم ہیں	رسالے نظم میں ہیں	صفحہ ۲۱۰	آخر	ترجمہ دلیل العارفین	ترجمہ دلیل العارفین صفحہ ۱۵ اور ۱۶
صفحہ ۱۷۴	۶ بر نام	حضرت شیخ بہاالدین ذکریا ملتانی	حضرت شیخ بہاالدین	صفحہ ۲۱۸	۱۰	سترواں مرتبہ	سترواں مرتبہ
.	.	.	ذکریا ملتانیؒ	صفحہ ۲۲۵	۲۰	مراد یار جائے	مراد پائی جائے
صفحہ ۱۷۵	۲	بعض سفر	بعض اوقات سفر	صفحہ ۲۲۵	۱۰	آخرت کے بدلے	آخرت کیساتھ
صفحہ ۱۷۶	۵	ناصر الدین مولانا	ناصر الدین اور مولانا	صفحہ ۲۲۶	۱۳	خلیل اللہ سے پوچھا	خلیل اللہ سے پوچھا
صفحہ ۱۷۶	۱۸	مظفر الدین نقربن دود	مظفر الدین سنقر بن مودود	صفحہ ۲۲۹	۱۰	راہ پر بڑھ جاتا ہے،	راہ پر بڑھ جاتا ہے
صفحہ ۱۸۰	۷	سنہ ۶۰۲ھ ۶۳۳ھ	سنہ ۶۰۲ھ تا ۶۳۳ھ	صفحہ ۲۳۱	۳	سکونت	سکوت
صفحہ ۱۸۲	۱۸	سعادت جاتے تھے	سعادت جانتے تھے	صفحہ ۲۳۳	۱۳	رات کی یابت	رات کی بات
صفحہ ۱۸۵	۹	متعرف	ومتعرف	صفحہ ۲۳۴	۵	ستر	ستر
صفحہ ۱۸۶	۶	گیتں	گیتی	صفحہ ۲۳۷	۱۴	انفعال	انفعال
صفحہ ۱۸۶	۱۶	فرماتے تھے	فرماتے تھے	صفحہ ۲۳۷	آخر	۵۵۵ھ	۲۷۵ھ
صفحہ ۱۸۸	۲	ہمایوں کے	ہمایوں کا	صفحہ ۲۳۸	۱۵	داناال باشد	داناآں باشد
صفحہ ۱۸۹	۱۴	بیعت ہی عجب چیز ہے	بیعت بھی عجیب چیز ہے	صفحہ ۲۴۰	۲۱	بچے گا	بچتا ہے
صفحہ ۱۸۹	آخر	صفحہ ۲۹۳-۲۸۴	صفحہ ۲۸۲ - ۲۸۳	صفحہ ۲۴۲	۱۳	جڑ ہے	جڑ ہے)
صفحہ ۱۹۰	۱۴	بہ ادا بارگاہ	بہ ادا بارگاہ	صفحہ ۲۴۳	۷	زیادہ کباب الجھے (	زیادہ کی اب مجھے
صفحہ ۱۹۳	آخر	ماثر الکلام	ماثر الکرام	صفحہ ۲۴۳	۲۱	آنجہ	آنچہ
صفحہ ۱۹۳	۳	ترجمہ	خلاصہ	صفحہ ۲۴۵	۱۲	شیطان کی پیروی	نہ شیطان کی پیروی
صفحہ ۱۹۴	۷	بزدل اور ڈرنے	امن پسند اور جنگ سے	صفحہ ۲۴۶	۱۹	صحت	صحبت
.		.	پرہیز کرنے	صفحہ ۲۴۸	۶	تولود جہد	تولو فہد
صفحہ ۱۹۶	۹	رسالہ فی آفاق	رسالہ آفاق	صفحہ ۲۴۹	۷	اولیاء کی تحت	ان اولیاء کی تحت

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۲۵۰	سطر ۱۳	ہوجاۓ	ہوجائے
صفحہ ۲۵۱	سطر ۱۳	مروجہ	مرتبہ
صفحہ ۲۵۱	سطر ۲۱	اور جوباڑ قدرت	
صفحہ ۲۵۲	آخر	صورتہ	علی صورتہ
صفحہ ۲۵۲	اول	سے ہوئی	
〃	اول	اور جوبارِ اسرافیل	اور جوباد اسرافیل
صفحہ ۲۵۵	سطر آخر	جوبندگان	جویندگان
صفحہ ۲۶۰	سطر ۱۰	متوجہ ہو	متوجہ ہو
صفحہ ۲۶۱	سطر آخر	مذہب	مذہب
صفحہ ۲۶۱	سطر آخر	طالب کو	کہ طالب کو
صفحہ ۲۶۵	سطر ۱۲	معیبت	معصیت
صفحہ ۲۶۸	سطر ۱۷	اسکاعرفان نہیں	اسکا عرفان نہیں جس کو
·	·		عرفان نہیں
صفحہ ۲۶۹	سطر ۹	حاصل ہوجاتا ہے	حاصل ہوجاتی ہے
صفحہ ۲۶۹	سطر ۱۳	حاصر	حاضر
صفحہ ۲۷۰	سطر ۲۱	اس نے	اس لئے
صفحہ ۲۷۲	سطر ۱۰	وصلت ہوتی	وصلت ہوتی ہے
صفحہ ۲۷۶	سطر ۱۹	یاذوالجلال	ولارض یاذوالجلال
صفحہ ۲۷۹	سطر ۱۳	ولا یودہٗ	ولا یؤدہٗ
صفحہ ۲۸۰	سطر ۷	لم تکن	لم یکن
صفحہ ۲۸۱	سطر ۱۳	رکعب	رکعت
صفحہ ۲۸۳	سطر ۱۱	چہاردیم	چہاردہم
صفحہ ۲۸۳	سطر ۱۱	〃	〃
صفحہ ۲۸۳	سطر ۳	پھرودزن	پھر دونوں
صفحہ ۲۸۳	سطر ۴	بکر کاکا	چکر کاکا
صفحہ ۲۸۳	سطر ۲۱	بڑایانام کمک	پڑایانام کہمک
صفحہ ۲۸۴	سطر ۴	غزنوی۔ سلطان	غزنوی اور سلطان

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۲۹۰	سطر ۲۱	فی الہندمیں	فی الہند میں
صفحہ ۲۹۵	سطر ۱۵	درج ہیں	درج ہے
صفحہ ۲۹۶	سطر ۷	چلدیں	چلے گے
صفحہ ۲۹۶	سطر ۱۳	ہجرت	ہجرت
صفحہ ۲۹۶	سطر ۱۳	دیگ کے قرب	دیگ کے قریب
صفحہ ۲۹۸	سطر ۸	ہتائی	چٹائی
صفحہ ۲۹۸	سطر ۲۰	فتح پور سہوہ	متوطن فتح پور سہوہ
صفحہ ۲۹۹	سطر ۲۱	بعد ازال	بعد ازاں
صفحہ ۳۰۰	سطر ۱۰	یہال	یہاں
صفحہ ۳۰۲	سطر ۱۳	تفصیل	بعض حالات کی تفصیل
صفحہ ۳۰۶	سطر ۲۰	صفحہ ۱۴۷ و ۲۸۲	صفحہ ۱۴۷-۱۸۲
صفحہ ۳۰۸	سطر ۲۰	ولادت	ولادت بمقام
صفحہ ۳۱۰	سطر ۲	علوم ظاہرو باطن	علوم ظاہری و باطنی
صفحہ ۳۱۰	سطر ۱۸	حاضری	حاضری
صفحہ ۳۱۲	سطر ۱۵	مشرف	مشرب
صفحہ ۳۱۶	سطر ۸	بھلیوادارہ	بھیلواڑہ
صفحہ ۳۱۷	سطر ۱۷	زندہ لڑکے کے	عمر یافتہ لڑکا
صفحہ ۳۱۸	سطر ۲۱	ورق ص ۳۴۵	ورق ص ۳۳۵
صفحہ ۳۱۹	سطر ۱۳	اجداد میں میں سے	اجداد میں سے
صفحہ ۳۱۹	سطر ۲۱	الشاہیر صفحہ ۸۵، ۸۷	الشاہیر صفحہ ۸۵ و ۸۷
صفحہ ۳۲۰	سطر ۵	جال بحق	جاں بحق
صفحہ ۳۲۰	سطر ۲۱	مبطاع	بمطبع
صفحہ ۳۲۹	سطر ۶	آپ نے	اپنے
صفحہ ۳۳۲	سطر ۲	اہل قلم	بعض اہل قلم
صفحہ ۳۳۲	سطر ۲۱	کرمانی کی	کرمانی کے
صفحہ ۳۳۳	سطر ۱۱	ازنک	ارازخاک
صفحہ ۳۳۴	سطر ۲	لکھے گئے ہیں	لکھے ہیں

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ٣٣٦	سطر ٢١	اجمیری شہر کے	اجمیر کے
صفحہ ٣٣٩	سطر ٦	تیر گدا	تیرے گدا
صفحہ ٣٤٢	سطر ١٣	دل وجال	دل وجاں
صفحہ ٣٤٢	سطر آخر	صفحہ ٢١٢	صفحہ ١٦٢
صفحہ ٣٤٢	سطر اوّل	چار ماری	چار یاری
صفحہ ٣٤٣	سطر ١٣	دائرین	زائرین
صفحہ ٣٤٣	سطر آخر	(شتوریکل	(ہسٹوریکل
صفحہ ٣٤٦	سطر ٢	اقتباس الانوار	صاحب اقتباس الانوار
صفحہ ٣٤٧	اوّل	اجمیر حاضر	اجمیر میں حاضر
صفحہ ٣٤٧	سطر ١٢	بلند درواره	بلند دروازه
صفحہ ٣٤٧	سطر ١٨	صفحہ ٦٢-٦٣	صفحہ ٦٢-٦٣
صفحہ ٣٤٨	سطر ٣	زمانہ	زمانہ میں
صفحہ ٣٤٨	سطر ٦	دلیل سے	دلیل ہے
صفحہ ٣٤٩	سطر ٩	اکبرنامہ	اکبر نامہ جلد دوم
صفحہ ٣٥١	سطر ٦	مغرب میں	مغرب میں ہے
صفحہ ٣٥٥	سطر ٦	سیرالاولیا	معین الاولیا
صفحہ ٣٥٥	سطر ١١	تیں در	تین در
صفحہ ٣٥٧	سطر ١٥	کے جنوب رویہ دروازہ	کا جنوب رویہ دروازہ ہے
صفحہ ٣٥٩	سطر ١٧	بدلوادیا	بدلوادیا
صفحہ ٣٥٩	سطر ١٩	سنگ مرمر کا	سنگ مرمر کے
صفحہ ٣٦٠	سطر ٦	اسمیں	ان میں
صفحہ ٣٦٠	سطر ١٥	اور گر	مگر
صفحہ ٣٦١	سطر ٥	٢٠ ا ١٢	٢٠ ھ ١٢
صفحہ ٣٦٥	سطر ٦	حضرات القدس	حضرات القدس دفتر دوم صفحہ ٣٤٧
صفحہ ٣٦٥	آخر	میں ١٣١٣ھ	میں صفحہ ٩ پر ١٣١٣ھ
صفحہ ٣٦٦	اوّل	ابراہیم خاں	ابراہیم علی خاں
صفحہ ٣٦٧	سطر ١٣	١٥٢ء	١٥٦ء

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ٣٦٧	سطر ٢٠	لغایۃ ١٨٥٩ء	لغایۃ ١٨٥٧ء
صفحہ ٣٦٨	سطر ١٣	سولہ کمتبہ	سولہ کمبنہ
صفحہ ٣٦٩	اوّل	کمتبہ	کمبنہ
صفحہ ٣٦٩	سطر ٢	کمتبہ	کمبنہ
صفحہ ٣٧٣	آخر	جہل پہل پڑ	ہل چل پڑ
صفحہ ٣٧٤	سطر ١٤	جھاڑوے	جھاڑو دوں
صفحہ ٣٧٨	سطر ٥	بعرف صاحب لیعہ ١٢	بعرف صاحب لیعہ ١٢
صفحہ ٣٧٩	سطر ٦	گوس	گوٹیں
صفحہ ٣٧٩	سطر ٩ بر بر نام	اوقات	اوقاف
صفحہ ٣٨٢	سطر ١٣	بنکر	نیکر
صفحہ ٣٨٣	سطر ٢	عیسیٰ علیہ السلام میں	عیسیٰ علیہ السلام
صفحہ ٣٨٨	سطر ٩	سب کے ب	سب کے
صفحہ ٣٨٨	سطر ١٣	سحر وساحری	جو سحر وساحری
صفحہ ٣٨٨	سطر ١٥	دودھ تک	دودھ بھی
صفحہ ٣٨٨	سطر ١٧	مجاہدہ سے جو	مجاہدہ سے جس
صفحہ ٣٩٠	سطر ٥	برزگ	بزرگ
صفحہ ٣٩٠	سطر ١٢	خاص عطا	خاص سے عطا
صفحہ ٣٩١	سطر ١٠	نظر ہے	نظرہے
صفحہ ٣٩٠	سطر ١٦	پانچویں صدی ہجری	چھٹی صدی ہجری
صفحہ ٣٩٠	آخر	اب	باب
صفحہ ٣٩٩	آخر	احسن السیر صفحہ ٣٥	احسن السیر صفحہ ٣٥ و ١١٠ و ٢
صفحہ ٤٠٣	سطر ٥	قلعہ تارہ گڑھ ہے)	تاراگڑھ ہے)
صفحہ ٤٠٣	سطر ٦	آب گرم	آب دہکا گرم
صفحہ ٤٠٥	سطر ١١ و ١٢	سطر ٢٠٣ دوسطر دو جہ شہر	×
.	.	آباد ہوا زمانہ سابق میں	×
صفحہ ٤٠٥	سطر ١٠	اجتپال	اجیپال
صفحہ ٤٠٦	سطر ١٥	کا بجائی	کے بجائی

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
صفحہ ۴۰۸	۶	نگر کی سڑک	سری نگر کی سڑک	صفحہ ۴۳۲	۱۷	ختانی	ختان
صفحہ ۴۰۹	۱۲	اپنی بیگم	یا بعد وضع حمل اپنی بیگم	صفحہ ۴۳۳	۲	ساڑھے چار ہزار سال	چار ہزار پونے دو سو سال
صفحہ ۴۱۴	۵	ان بیانات سے ظاہر ہے	چونکہ موجودہ شہر سے فانی ساگر	صفحہ ۴۳۳	۲	اہل دیو دا کے زمانہ میں	اہل پور (اسکو زمانہ سابق
.	.	.	تین میل ہے اور فانی ساگر	.		نہروالا ہے	میں نہروالا کہتے تھے آجکل
.	.	.	سے لیے پال چار میل ہے لہذا	صفحہ ۴۳۳	۱۲	سمت دیو	سمنت دیو
صفحہ ۴۱۵	۳	سندھیانے	سندھیا	صفحہ ۴۳۳	۱۴	ولیدیو	ولے دیو (ویسلدیو)
صفحہ ۴۱۶	۷	پکتے	پختہ	صفحہ ۴۳۷	۱۴	سنہ ۶۱۳ھ	سنہ ۶۱۳ء
صفحہ ۴۱۹	۶	سات دالان	سات بند کا دالان	صفحہ ۴۳۸	آخر	۳	۵
صفحہ ۴۱۹	۶	بنوائے ہیں	بنوایا ہے	صفحہ ۴۳۹	۱۹	یاڈھونڈار	ڈھونڈار
صفحہ ۴۲۰	۶	بادشاہ کے زمانہ کا بلند دروازہ	بادشاہ کے زمانہ کا دروازہ	صفحہ ۴۴۳	۱	نواب	نواب گوردھی شاہ
		معہ نقار خانہ ہے جو تقریباً	ہے مشرق میں بلند دروازہ ہی جو	.	.	.	.
صفحہ ۴۲۳	۴	بجھی	بھی	.	.	.	.
صفحہ ۴۲۴	۲۰	بھی ہے	بھی ہیں	.	.	.	.
صفحہ ۴۳۱	آخر	ایک حلقہ بنا لیتے ہیں یا یہ حلقہ	ایک حلقہ بنا لیتے ہیں یہ حلقہ	.	.	.	.
صفحہ ۴۳۲	۱	اجے راج	لجے راج	.	.	.	.

نوٹ:- ۱؎ سفر بخارا سفر بدخشاں کے بعد ہے (متعلق صفحہ ۱۵ کتاب ہذا)

۲؎ اگر غریب نواز کی ولادت کا بجائے آخر سنہ ۵۳۳ھ (ذی الحجہ ۵۳۳ھ کے بتاریخ ۹ جمادی الثانی یا ۱۴ رجب سنہ ۵۳۴ھ میں واقع ہونا معتبر تسلیم کر لیا جائے اور اس روایۃ کو غیر معتبر قرار دیا جائے کہ غریب نواز بعمرہ ۵۲ سال (جبکہ چھپنواں سال چل رہا تھا سنہ ۵۸۹ھ میں بار اول) وارد اجمیر ہوئے" تو اس صورت میں سنہ مندرجہ ذیل سنین میں ایک سال کا اضافہ کرنا ہوگا اس اضافہ سے کوئی نقص واقعہ نہیں ہوگا بلکہ یہ بھی مطابق روایات ہوگا تفصیل حسب ذیل ہے:-

(الف) قطب صاحب کا سال ولادت بجائے سنہ ۵۶۸ھ کے ۵۶۹ھ تسلیم کرنا ہوگا یہ سنہ بھی بعمر ۶۴ سال سنہ ۶۳۳ھ میں قطب صاحب کے وصال سے مطابقت رکھتا ہے (متعلق صفحہ ۱۵ کتاب ہذا)

ب قطب صاحب کا غریب نواز کے ہمراہ اصفہان سے سفر کرنے کا سنہ بجائے سنہ ۵۸۲ھ کے سنہ ۵۸۳ھ قابل تسلیم ہوگا یہ سنہ بھی بعمر ۱۴ سال قطب صاحب کے سفر پر جانے سے مطابقت رکھتا ہے (متعلق صفحہ ۶)

ج قطب صاحب کا بمقام بغداد بیعت خلافت سے مشرف ہونے کا سنہ بجائے سنہ ۵۸۸ھ کے سنہ ۵۸۹ھ قابل تسلیم ہوگا یہ سنہ بھی قطب صاحب کی ولادت سنہ ۵۶۹ھ میں ہونے کے پیش نظر بعمر ۲۰ سال بیعت خلافت سے مشرف ہونے سے مطابقت کرتا ہے (متعلق ۷ و ۹)

د- غریب نواز کا معہ قطب صاحب بار اول وارد اجمیر (یا دوم وارد ہند) ہونے کا سنہ بجائے سنہ ۵۸۹ھ کے سنہ ۵۹۰ھ قابل تسلیم ہوگا یہ سنہ ورود بھی اس روایۃ سے مطابقت کرتا ہے کہ غریب نواز چالیس سال (سنہ ۵۹۰ھ سے سنہ ۶۳۲ھ) اجمیر میں تشریف فرما رہے (متعلق صفحہ ۸۶-۸۷)

۳؎ غریب نواز کے ورود اوش کا سال سنہ ۵۸۲ھ قابل تسلیم رہیگا مگر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ سنہ ۵۸۳ھ میں جبکہ خواجہ قطب صاحب کی عمر کا بیسواں سال شروع ہو چکا تھا اس وقت غریب نواز اوش میں تشریف فرما ہوئے۔ ۴؎ فہرست کتب و کتاب ہذا میں بجائے فوائد الفوائد کے خواجہ الفوائد پڑھا جائے۔

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی